زخم کو ضد تھی مسیحائی سے

فوزیہ یاسمین

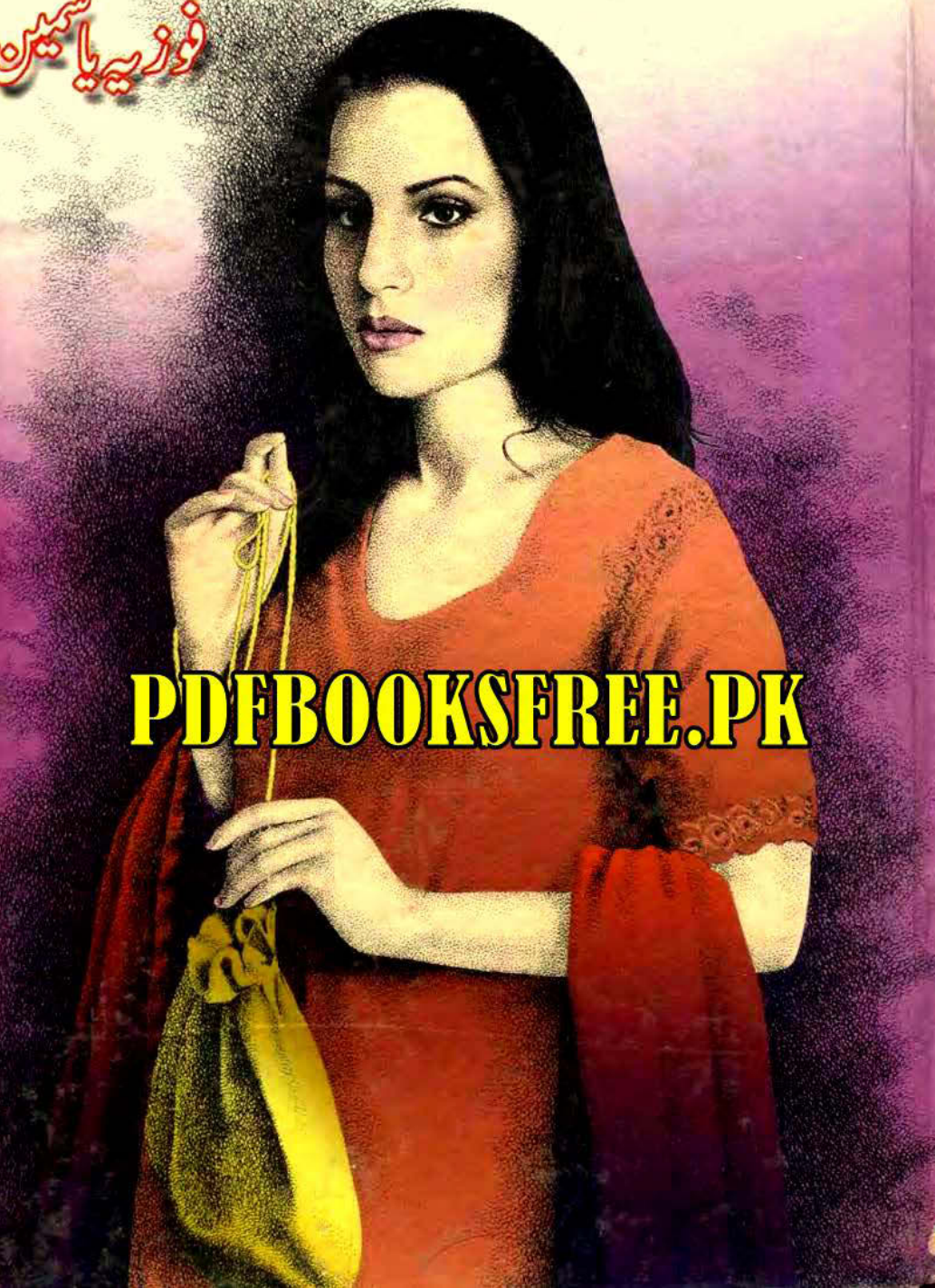

PDFBOOKSFREE.PK

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زخم کو ضد تھی مسیحائی سے

ایئرپورٹ پر جہاز کے لینڈ ہوتے ہی روحان نے ایک پرسکون سانس خارج کیا۔ کہنے کو وہ صرف پانچ دن کے لیے بزنس ٹرپ پر گیا تھا اور یہ پانچ دن کا ٹرپ بھی ہر لحاظ سے نہایت کامیاب ثابت ہوا تھا پھر بھی روحان کو واپس گھر آنے کی ایسی جلدی تھی جیسے کسی چھوٹے سے بچے کو اسکول سے گھر جانے کی جلدی ہوتی ہے۔

ایئرپورٹ کے باہر ہمیشہ کی طرح اس کا ڈرائیور گاڑی کے ساتھ موجود تھا مگر پہلی بار روحان کا دل چاہ رہا تھا چابی اس کے ہاتھ سے لے کر خود ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لے اور اسے ٹیکسی سے گھر آنے کا حکم دے کر خود علیزہ کے گھر پہنچ جائے۔

علیزہ کا گھر راستے میں ہی پڑنے والا تھا مگر وہ خود پر جبر کرتا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر جا بیٹھا اس نے زندگی میں کبھی جذباتی فیصلے نہیں کیے تھے اس وقت بھی وہ خود پر ضبط کر گیا تھا ہر چند کہ علیزہ اور اس کا گھرانہ روحان کے لیے اجنبی نہیں تھے مگر لاکھ بے تکلفی کے باوجود اس طرح ان کے گھر پہنچ جانا اور پھر ان سے ان کے فیصلے کے متعلق بازپرس کرنا اسے کسی طور مناسب نہیں لگ رہا تھا پھر بھی دل میں اٹھتی کسک اسے بار بار اکسا رہی تھی کہ وہ علیزہ کی والدہ جنہیں وہ بچپن سے شوکت آنٹی کے نام سے پکارتا آرہا تھا ان سے ابھی جا کر پوچھے کہ انہوں نے علیزہ کا رشتہ دینے سے انکار کیوں کر دیا۔

حالانکہ اس کے بابا صادق آفریدی نے فون پر اسے بہت اطمینان دلانے کی کوشش کی تھی کہ شوکت آنٹی اور احسان انکل نے انکار نہیں کیا ہے بلکہ ان کا کہنا ہے کہ وہ فی الحال علیزہ کی شادی یا منگنی کچھ نہیں کرنا چاہتے۔

مگر روحان ان کا جواب سنتے ہی مایوس ہو گیا تھا علیزہ کے والد احسان انکل بابا کے بہت پرانے دوست تھے بچپن سے اتنے اچھے مراسم تھے کہ روحان کو ان کے منع کر دینے کی بالکل امید نہیں تھی بلکہ علیزہ کا حصول اسے ہمیشہ سے اپنے لیے بہت آسان لگتا تھا اسی لیے یہ ٹال مٹول پر مبنی انکار اس کے لیے اچھے خاصے دھچکے کا باعث بنا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنا بڑا ٹینڈر ملنے پر وہ دل کھول کر خوش بھی نہیں ہو سکا تھا بابا کو فون کر کے جب اس نے یہ خوشخبری سنانی چاہی تو جواب میں انہوں نے اسے یہ اطلاع دے دی کہ علیزہ کی والدہ شوکت آنٹی اس رشتے پر فی الحال بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہیں مگر ساتھ ہی انہوں نے تسلی بھی دے دی کہ اسے زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں انہوں نے کوئی انکار تھوڑی کیا ہے وہ دوبارہ بات کریں گے۔

شوکت آنٹی شہر کی بہت بڑی گائنگ تھیں وہ کسی میڈیکل ٹور پر دوسرے شہر چلی گئی تھیں ان کی واپسی پر صادق آفریدی نے ان سے دوبارہ بات کرنے کی یقین دہانی کرائی تھی اور کیوں نہ کراتے علیزہ انہیں بھی بہت پسند تھی بچپن سے ان کا ایک دوسرے کے گھر آنا جانا تھا علیزہ تو ایک طرح سے ان کے گھر کی فرد کی حیثیت رکھتی تھی کیونکہ روحان کے گھر میں کوئی عورت نہیں تھی صرف وہ اور صادق آفریدی دو ہی افراد تھے چنانچہ شوکت آنٹی اور احسان انکل جب بھی علیزہ اور اپنی چھوٹی بیٹی عروبہ کے ساتھ گھر آتے علیزہ بغیر کہے ان کے گھر میں بیک وقت مہمان اور میزبان دونوں کے فرائض انجام دینے لگتی حالانکہ روحان کے گھر میں ہر کام کے لیے مختلف نوکر موجود تھے لیکن ظاہر ہے نوکر کسی بھی گھر میں ایک عورت کی کمی کو پورا نہیں کر سکتے اور پھر آہستہ آہستہ چائے کے ساتھ لوازمات تیار کرنا خود بخود علیزہ کی ذمہ داری بنتی چلی گئی جسے وہ ہمیشہ بڑی خوش دلی اور خندہ پیشانی سے انجام دیتی اس کی آمد سے روحان کے ہر وقت سناٹا چھائے گھر میں زندگی کی لہر دوڑ جاتی اور اب شوکت آنٹی کے ناقابل فہم جواب نے جیسے زندگی کے سارے رنگ چھین لیے تھے۔

روحان بڑے پژمردہ انداز میں گاڑی سے اتر کر گھر میں داخل ہوا تھا صادق آفریدی اسے دیکھتے ہی کھل اٹھے تھے آخر اتنا بڑا ٹینڈر ملا تھا ان کی کمپنی کو۔ وہ اسے خوشی خوشی شام میں ہونے والی تقریب کے متعلق بتانے لگے جو انہوں نے گھر پر منعقد کرائی تھی خاص اس ٹینڈر کے ملنے کی خوشی میں۔

روحان چونک کر انہیں دیکھنے لگا وہ ایک بہت محبت کرنے والے اور بہت خیال رکھنے والے باپ تھے انہوں نے ہمیشہ اپنے طور پر بھرپور کوشش کی تھی کہ روحان کو کبھی ماں کی کمی کا احساس نہ ہو اتنے لاڈ پیار کے باوجود انہوں نے روحان کی اتنی بڑی خواہش کے رد ہونے کو اتنے معمولی انداز میں لیا تھا کہ اسے یقین نہیں آرہا تھا وہ حیرانی سے انہیں دیکھتا رہا مگر انہیں احساس ہی نہیں ہوا وہ بڑے جوش و خروش سے اسے فنکشن کے متعلق بتاتے رہے جس میں انہوں نے ساری ڈشیز خاص روحان کی پسند کے مطابق بنوائی تھیں۔

"میرے خیال سے باقی باتیں بعد میں کر لیں گے تم کچھ دیر آرام کر لو پھر رات کو فنکشن میں بھی دیر تک جاگنا پڑے گا۔"

صادق آفریدی کے کہنے پر اس کی زبان تک آکر رہ گیا کہ "کیا شام کو علیزہ بھی آرہی ہے؟" مگر ان کے چہرے پر نارمل تاثرات دیکھ کر اس نے کچھ بھی پوچھنے کا ارادہ ملتوی کر دیا جب انہیں خود ہی احساس نہیں تھا تو وہ کیوں پوچھتا اور پھر شوکت آنٹی شہر سے باہر گئی ہوئی تھیں احسان انکل اگر چاہیں گے تو علیزہ کے

ساتھ آجائیں گے ورنہ وہ خود بھی عموماً "بہت مصروف رہتے تھے۔

ویسے تو روحان خود بھی علیزہ کے موبائل پر فون کر کے اس سے براہ راست بات کر سکتا تھا ان دونوں کے بیچ اچھی خاصی دوستی تھی مگر اس موضوع پر کبھی بات نہیں ہوئی تھی اور روحان فی الحال اس ذکر کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا۔

☆ ☆ ☆

شام کے فنکشن میں اس نے محض بابا کی خوشی کی خاطر شرکت کی تھی ورنہ ہنستے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر اس کا دل چاہ رہا تھا گاڑی لے کر کسی سنسان جگہ پر نکل جائے۔

اپنے اتنے محبت کرنے والے بابا سے اسے اس درجہ بے حسی کی امید نہیں تھی انہوں نے علیزہ والے معاملے کو ایسے فراموش کر دیا تھا جیسے اس ٹاپک پر ان کی کوئی بات ہی نہ ہوئی ہو حالانکہ وہ علیزہ کے لیے روحان کے احساسات سے بخوبی واقف تھے روحان حیرانی سے بابا کے خوش و خرم چہرے کو دیکھ رہا تھا جو بڑے خوشگوار موڈ میں مہمانوں کا استقبال کر رہے تھے کہ تبھی علیزہ اپنے والدین اور بہن کے ساتھ آتی دکھائی دی۔

روحان اپنی جگہ ٹھٹک کر رہ گیا پنک اور میرون کامبی نیشن کی گھیر دار فراک اور چوڑی دار زیب تن کیے وہ ہمیشہ سے بالکل منفرد لگ رہی تھی وہ بڑے بڑے فنکشنز میں بھی اتنے اہتمام سے تیار نہیں ہوئی تھی جتنی تیاری کے ساتھ وہ آج آئی تھی۔

بابا اس سے بڑے پرتپاک انداز میں ملے تھے اور شاید اسے بہت سراہ بھی رہے تھے تبھی اس کا چہرہ بھی کپڑوں کی طرح گلابی ہوا جا رہا تھا۔

روحان کو امید تھی بابا شوکت آنٹی اور احسان انکل سے اتنی خوش دلی سے نہیں ملیں گے مگر ایک بار پھر اسے مایوسی بھری حیرت کا سامنا کرنا پڑا جب وہ معمول سے بھی زیادہ انکساری کا مظاہرہ کرتے ہوئے پہلے ان کے گلے لگے پھر ہاتھ ملایا اور ہاتھ پکڑے پکڑے ہی احسان انکل کے ساتھ پتا نہیں کون سی دنیا جہاں کی باتوں میں مصروف ہو گئے کہ دوسرے مہمانوں کو بھول ہی گئے۔

روحان کو ان کے مسکراتے چہرے دیکھ دیکھ کر غصہ آنے لگا تھا اس پر علیزہ جلتی پر تیل کا کام کرتی عین اس کے سامنے سے اسے نظر انداز کرتی گزر گئی جیسے وہ وہاں کھڑا ہی نہ ہو۔

عروبہ نے پھر بھی سلام کر کے اس کی خیریت پوچھی اور اتنا بڑا ٹینڈر ملنے پر مبارک باد بھی دی مگر روحان اسے زیادہ توجہ نہ دے سکا اس کا دھیان علیزہ کی کھنکتی ہنسی میں اٹکا ہوا تھا جو اپنی بیسٹ فرینڈ رومینہ کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف ہو گئی تھی۔

روحان تھوڑی دیر تو دور کھڑا سلگتا رہا آخر جب برداشت جواب دے گئی تو وہ پاؤں پٹختا زینے کی طرف بڑھ گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ اپنی گاڑی کی طرف جانے کے ارادے کو عملی جامہ پہناتا راستے میں صادق آفریدی نے اس کا بازو پکڑ کر اچانک اسے اسٹیج کی طرف گھسیٹ لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بابا مجھے ایک ضروری کام یاد آگیا ہے میں ایک گھنٹے میں آجاؤں گا اور ویسے بھی سب کو پتا ہے یہ پارٹی کس خوشی میں دی گئی ہے اناؤنس منٹ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" روحان نے بمشکل اپنے لہجے کو تلخ ہونے سے روکا تھا مگر اس کے باوجود وہ خود کو ان کے ساتھ آگے بڑھنے سے نہ روک سکا اور جب تک اس کی بات ختم ہوئی وہ زمین سے ایک فٹ اونچے بنے اسٹیج پر پہنچ چکے تھے۔

"اناؤنس منٹ تو بہت ضروری ہے کیونکہ کسی کو بھی پتا نہیں ہے کہ یہ پارٹی کس خوشی میں دی گئی ہے یہاں تک کہ تمہیں بھی نہیں۔" صادق آفریدی نے بڑے پراسرار انداز میں مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ان کا ناقابل فہم رویہ اب اسے جھنجلاہٹ میں مبتلا کر رہا تھا۔

"مطلب یہ کہ لوگوں کو صرف یہ بتایا گیا ہے کہ تمہیں ٹینڈر ملنے کی خوشی میں یہ پارٹی دی گئی ہے تاکہ کوئی تمہیں پہلے ہی فون کر کے اصل خبر سے مطلع کر کے ہمارے سرپرائز کو خراب نہ کر دے۔" صادق آفریدی کی بات وہ صحیح طرح سے سمجھا بھی نہیں تھا کہ وہ مجمع کی طرف دیکھتے ہوئے اعلانیہ انداز میں بولے۔

"لیڈیز اینڈ جینٹل مین سے آئی ہیو یور اٹینشن پلیز۔" تمام لوگ اپنی باتیں چھوڑ کر ان کی طرف دیکھنے لگے۔

"آپ سب کو مدعو کرتے وقت بتایا گیا تھا کہ یہ پارٹی ہماری کمپنی کو ایک بہترین ٹینڈر ملنے کی خوشی میں دی جا رہی ہے مگر یہ پارٹی اتنی آفیشل بھی نہیں ہے۔ آج میرے بیٹے روحان کی منگنی میرے دوست احسان کی بیٹی علیزہ سے ہو رہی ہے۔" انہوں نے اتنا اچانک سب کچھ کہا کہ روحان سمجھ نہ سکا کہ اس سے سننے میں غلطی ہوئی ہے یا سمجھنے میں۔ اس سے پہلے کہ وہ اپنے حواس مجتمع کر کے کچھ کہنے کے قابل ہوتا تالیوں کا بے پناہ شور اس کے حواسوں کو مزید منتشر کر گیا ساتھ ہی چاروں جانب لگائے گئے غباروں کو پھوڑ کر اچھے خاصے زلزلے کے آثار پیدا کر دیے گئے تھے۔

روحان بغیر کچھ بولے ہونقوں کی طرح منہ کھولے صادق آفریدی کو دیکھے گیا جو احسان انکل اور شوکت آنٹی کو علیزہ کے ساتھ اسٹیج پر آنے کی دعوت دے رہے تھے۔

کچھ ہی دیر میں علیزہ ان دونوں کے درمیان سج سج چلتی ہوئی آتی دکھائی دی اس کی تیاری میں ایک اضافہ اور ہو گیا تھا وہ بڑا سا ڈوپٹہ جو اب تک اس کے شانوں پر تھا اب اس نے سر پر اوڑھ لیا تھا سر جھکائے چھوئی موئی سی وہ کسی اور ہی دنیا کی باسی لگ رہی تھی۔

صادق آفریدی کے کھنکھارنے پر وہ چونک کر علیزہ پر سے نظریں ہٹا کر انہیں دیکھنے لگا جو اس کی طرف انگوٹھی بڑھائے کھڑے تھے۔ "یہ انگوٹھی میں پہناؤں گا اتنے لوگوں کے بیچ۔" بالکل بے ساختہ روحان کے منہ سے نکلا تھا اچانک اتنی بڑی خوشی اسے ملی تھی کہ اس کے لیے خود کو سنبھالنا مشکل ہو گیا تھا اپنی آواز کے اونچے ہونے کا احساس بھی اسے تب ہوا جب چاروں طرف سے ایک زوردار قہقہہ پڑا۔

"تو کیا تم یہ انگوٹھی اکیلے میں پہنانا چاہتے ہو۔" صادق آفریدی کا لہجہ اچھا خاصا شوخ ہو گیا وہ ہمیشہ اس کے ساتھ دوستوں کی طرح رہے تھے مگر اس وقت ان کا جملہ اسے اچھا خاصا خجل کر گیا تھا کیونکہ ان کی بات پر پہلے سے بھی زیادہ زوردار قہقہہ پڑا تھا یہی نہیں احسان انکل جو زیادہ تر سنجیدہ رہتے تھے وہ بھی اس کی حالت سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اسے چھیڑنے پر اتر آئے۔

"بھئی اس کی اجازت تو ہم نہیں دے سکتے انگوٹھی پہنانی ہے تو سب کے سامنے پہنانی ہوگی۔" پتا نہیں ان کا جملہ واقعی اتنا دلچسپ تھا یا روحان کے تاثرات اتنے مضحکہ خیز لگ رہے تھے کہ حاضرین کے ہنسنے میں مسلسل اضافہ ہو رہا تھا۔

روحان ۔۔۔۔۔۔ علیزہ کو دیکھنے لگا جس کا سر اتنا جھکا ہوا تھا کہ وہ اس کے تاثرات دیکھنے سے قاصر تھا پھر بھی اسے لگ رہا تھا جیسے علیزہ سے بھی ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو رہا ہو تبھی وہ ایسے کھڑی تھی یقیناً صادق آفریدی کے مذاق کے متعلق ان سب کو پتا تھا کتنا بے وقوف بنا تھا وہ ان سب کے ہاتھوں۔

"علیزہ کو بعد میں بھی دیکھا جا سکتا ہے پہلے یہ انگوٹھی پہنا دو۔" صادق آفریدی اسے سنبھلنے کا موقع دیے بغیر تاک تاک کر تیر چلا رہے تھے۔

"بابا کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ کیا ہو گیا ہے آپ کو؟" روحان شرمندہ ہوتے ہوئے قدرے خفگی سے بولا تو وہ برجستہ بولے۔

"ہوش تمہارے گم ہیں اور پوچھ رہے ہو کیا ہو گیا ہے آپ کو۔" انہوں نے انگوٹھی اس کے ہاتھ میں تھما دی تو اس نے کچھ سوچتے ہوئے انگوٹھی علیزہ کے برابر میں کھڑی شوکت آنٹی کی طرف بڑھا دی جس پر لوگوں کو ایک بار پھر ہنسنے کا موقع مل گیا۔

"برخوردار وہ تمہاری ہونے والی ساس ہیں کچھ شرم کرو۔" احسان انکل نے بھی ساری زندگی کی کسر آج ہی پوری کرنے کی ٹھان لی تھی اگر یہ سب کچھ اتنا اچانک نہ ہوا ہوتا تو روحان کے لیے یہ صورت حال سنبھالنا کوئی مشکل کام نہیں تھا وہ آرام سے ان کے مذاق کا جواب دے سکتا تھا بلکہ انہیں لاجواب کر سکتا تھا مگر صادق آفریدی نے اچانک اسے اتنی بڑی خوشی سے ہمکنار کر کے اس کے حواس چھین لیے تھے وہ کہنا کچھ اور چاہ رہا تھا اور کہہ کچھ اور گیا۔

"آنٹی آپ ہی یہ انگوٹھی پہنا دیں اگر آج میری ماں ہوتیں تو یہ رسم وہی ادا کرتیں۔" روحان کو خود نہیں پتا تھا یہ جملہ اس کے منہ سے کیسے نکل گیا البتہ اس بار اس کی آواز بہت مدھم تھی تبھی صرف صادق آفریدی، احسان انکل اور شوکت آنٹی کے چہروں پر سے مسکراہٹ غائب ہوئی تھی باقی اسٹیج کے گرد کھڑے لوگ ویسے ہی جملے کس رہے تھے۔

"کیوں بچے کو پریشان کر رہی ہیں بھابھی آپ ہی انگوٹھی پہنا دیں۔" اسٹیج کے پاس کھڑی ان کی دور کی ایک رشتے دار خاتون شوکت آنٹی سے مخاطب ہو کر بولیں تو انہوں نے فوراً روحان کے ہاتھ سے انگوٹھی لے لی اور علیزہ کی انگلی میں ڈال دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تالیوں کا شور بلند ہونے تک شوکت آنٹی اور احسان انکل تو واپس اپنی جون میں آگئے البتہ صادق آفریدی کے رویے میں ہلکی سی اداسی جھلکنے لگی تھی حالانکہ وہ بدستور شوخ جملے بول رہے تھے مگر وہ صرف ان کا بیٹا نہیں تھا ان کا دوست بھی تھا اور انہیں اتنی اچھی طرح جانتا تھا کہ اسے یہ بھی خبر تھی کہ اگر اس نے اپنے انجانے میں کیے اس جملے کی معذرت کی تو انہیں اور تکلیف ہوگی اسی لیے مبارک سلامت کا شور کم ہوتے ہی وہ موقع ملنے پر ان کے نزدیک چلا آیا۔

"دنیا میں کوئی مجھ سے زیادہ خوش نصیب نہیں ہو سکتا کیونکہ مجھے آپ جیسے بابا ملے ہیں۔" اس کی بات پر وہ ایسے مسکرا دیے جیسے کسی چھوٹے بچے کی بچکانہ باتوں پر بڑے ہنس دیتے ہیں۔

"رئیلی بابا آئی مین اٹ۔" روحان نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا تو انہوں نے اسے اس کی پیٹھ ٹھونک دی جیسے اس کے آگے ہتھیار ڈال دیے ہوں پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے کہنے لگے۔

"اب مجھ سے اس قسم کی باتیں کرنے کی بجائے تم علیزہ سے یہ سب کہتے ہوئے زیادہ بہتر لگو گے۔" بظاہر انہوں نے سرسری انداز میں کہا تھا مگر روحان جانتا تھا انہوں نے اسے وہاں سے ہٹانے کے لیے ایسا کہا تھا شاید وہ اس وقت تنہا رہنا چاہتے تھے مگر روحان انہیں اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتا تھا وہ ان کے پاس بیٹھا ان سے جان بوجھ کر ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا جب ان کے دوست کھانے سے فارغ ہو کر ان کے قریب چلے آئے تب روحان ان کے پاس سے اٹھ گیا۔

☆ ☆ ☆

حوریہ صبح سے اماں کی چہکتی آواز سن رہی تھی اسے اتنا اندازہ تو ہو گیا تھا کہ وہ آج بہت خوش ہیں مگر ان کی خوشی کی وجہ اسے ماریہ باجی کے بتانے پر پتا چلی تھی اور تب سے ہر گزرتا لمحہ اس کی پریشانی میں اضافہ کر رہا تھا۔

ماریہ باجی کے سامنے اس نے بہت بحث بھی کی تھی مگر اماں کے سامنے وہ زبان کھولنے کی بھی ہمت نہیں رکھتی تھی اپنی شادی سے متعلق بات اماں کے آگے بولنے کا وہ تصور بھی نہیں کر سکتی تھی ویسے بھی جب ماریہ باجی اس کی بات نہیں سمجھ رہی تھیں تو اماں کی سمجھ میں کیا خاک آتا۔

وہ بڑی بے دلی سے کھانا حلق سے اتار رہی تھی جب اماں کا محبت سے چور لہجہ سماعتوں سے ٹکرایا۔

"حوریہ میری بچی کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" اماں دوسری بہنوں کے مقابلے میں اس کے ساتھ ہمیشہ بڑی شفقت کے ساتھ پیش آتی تھیں مگر پیسے کی تنگی' بڑھتی ہوئی مہنگائی' ابا کی بیماری اور چار بیٹیوں کی ذمہ داری نے ان کے ممتا کے جذبات کو تھپک تھپک کر سلاتے سلاتے تقریباً" مار ہی ڈالا تھا لہٰذا حوریہ بھی ان کا یہ لہجہ مدتوں بعد ہی سن رہی تھی مگر ان کی خوشی کا پس منظر جاننے کے بعد خود اس کی خوشی ہوا ہو گئی تھی اس لیے ان کے اتنے محبت بھرے لہجے پر وہ بڑے نپے تلے انداز میں بولی۔

"کھا تو رہی ہوں اماں۔"

"کیا کھا رہی ہو چاول تو ایسے کے ایسے ہی پڑے ہیں اچھی طرح کھایا پیا کرو' اللہ نے اتنا رنگ روپ دیا ہے کھانے پینے کا خیال نہیں رکھو گی تو بالکل مرجھا جاؤ گی۔" اماں کی باتوں پر اس کے گلے میں آنسوؤں کا گولا بننے لگا اسے یقین تھا اماں اسے ہی دیکھ رہی ہوں گی اس لیے اس نے آنسوؤں کو اپنے اندر ہی اتار لیا مگر نمکین پانی اس کی روح تک کو کڑوا کر گیا تھا تبھی وہ زہر خند لہجے میں بولی۔

"مجھے کیا پتا اللہ نے کوئی رنگ روپ دیا ہے یا نہیں آپ ہی لوگوں کا بیان ہے۔" اس کی بات پر پہلی بار اماں آزردہ ہونے کی بجائے خوشی سے چہک کر بولیں۔

"ارے جب تیری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی تب تجھے پتا چلے گا کہ تیری ماں نے کبھی تیری جھوٹی تعریف نہیں کی۔ میری حوریہ کا حسن تو بالکل حوروں جیسا ہے۔" حوریہ نے ایک دم کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا اور بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"خود کو بے وقوف بنانا چھوڑ دیں اماں میری آنکھیں کبھی ٹھیک نہیں ہوں گی کچھ لوگوں کے نصیب میں اجالے نہیں ہوتے میری قسمت میں بھی صرف اندھیرے لکھے ہیں۔" اس کے تپے ہوئے لہجے پر کچھ لمحوں کے لیے اس چھوٹے سے کمرے میں خاموشی چھا گئی حالانکہ وہاں اس وقت اس کے اور اماں کے علاوہ اس کی دو بڑی بہنیں اور ایک چھوٹی بہن بھی موجود تھی مگر اتنے نفوس کی موجودگی میں بھی کمرے میں موت کا سناٹا چھایا ہوا تھا بالآخر اماں کی کانپتی آواز ابھری۔

"کیوں اتنا کڑوا بولتی ہے میری بچی تو کوئی پیدائشی اندھی تھوڑی ہے ڈاکٹر نے تیرے سامنے ہی کتنی بار کہا ہے تو ٹھیک ہو سکتی ہے تیرا علاج ممکن ہے سب ٹھیک ہو سکتا....."

"ہاں ہو سکتا ہے سب ٹھیک ہو سکتا ہے لندن یا امریکہ جا کر آپریشن کرا لیں تو میری بینائی واپس آ سکتی ہے تو پھر اماں انتظار کس بات کا ہے چلیں جلدی سے برقعہ پہن لیں دروازہ کھولیں رکشا پکڑیں ابھی اور اسی وقت لندن چلتے ہیں۔" حوریہ کی زہر اگلتی زبان اتنی آسانی سے رکنے نہیں والی تھی مگر اماں کی سسکی پر اس کے لب آپس میں ایسے پیوست ہو گئے جیسے اب کبھی جدا نہ ہوں گے خود اس کی بے نور آنکھیں بھی جلنے لگی تھیں۔

ان آنکھوں میں روشنی تو نہیں تھی مگر پانی بے حد و حساب بھرا تھا وہ کتنا بھی بہاتی اس میں کوئی کمی نہیں آتی تھی مگر وہ اس وقت رونا نہیں چاہتی تھی عرصہ ہو گیا تھا اسے سب کے سامنے روئے ہوئے اب وہ صرف تنہائی میں روتی تھی۔

اس کے جیسے ماحول میں جہاں بیٹیوں کو عموماً" بوجھ سمجھا جاتا ہے اماں نے اس کی معذوری کے باوجود کبھی اس کے بوجھ ہونے کا طعنہ نہیں مارا تھا دوسری بہنوں پر تو وہ پھر بھی کبھی کبھار بگڑ جاتی تھیں مگر حوریہ سے تو اونچی آواز میں بات کرنا بھی وہ گناہ کبیرہ سمجھتی تھیں ایسے میں حوریہ کی بھی یہی کوشش ہوتی کہ گھر میں اس کی ذات سے کسی کو کوئی تکلیف نہ پہنچے یہ اور بات تھی کہ وہ اس کوشش میں شاذ و نادر ہی کامیاب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہوتی تھی اس کا وجود ان سب کے لیے کئی مسائل کی جڑ تھا وہ ان مسائل کو کم نہیں کر سکتی تھی تو بڑھانا بھی نہیں چاہتی تھی وہ رو کر یا قسمت سے گلے شکوے کر کے گھر کے ماحول کو بوجھل نہیں بنانا چاہتی تھی ویسے بھی جب سے ماریہ باجی نے پڑھائی ختم کر کے ملازمت شروع کی تھی اسے اپنا وجود اور بھی ناکارہ لگنے لگا تھا اس کے دل میں شدت سے خواہش ابھرتی تھی کہ وہ بھی اس گھر کی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہوتی مگر یہ ممکن نہیں تھا۔ اس نے سنا تھا کہ باہر کے ممالک میں خصوصی بچوں اور ڈس ایبل افراد کو بڑی مراعات دی جاتی ہیں مگر اسے بچپن سے ایسی کوئی سہولت میسر نہیں رہی تھی۔

پیدائش کے وقت جانے اس کے ساتھ کیا پیچیدگیاں ہوئی تھیں کہ اس کی بینائی ختم ہو گئی ڈاکٹرز کا کہنا تھا کہ وہ بہت کمزور تھی ایک طرح سے وہ موت کے منہ سے نکل کر آئی تھی اس کا بچ جانا ہی ایک معجزہ تھا۔

مگر حوریہ کو ہمیشہ یہی لگتا کہ وہ اسی وقت مر جاتی تو زیادہ اچھا ہوتا اس کے اماں ابا ایک بار رو دھو کر صبر کر لیتے مگر یہ کمی تو انہیں جینے دیتی تھی نہ مرنے دیتی تھی۔

اپنے طور پر انہوں نے اس کا علاج کرانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی مگر تمام ڈاکٹرز کا ایک ہی جواب تھا جو انہیں ہر بار آس و نراش کی کیفیت میں مبتلا کر دیتا۔

ڈاکٹرز کا کہنا تھا آپریشن کے ذریعے اس کی بینائی واپس آسکتی تھی مگر وہ طریقہ علاج پاکستان میں رائج نہیں تھا اور باہر جا کر علاج کرانے کی صورت میں جو اخراجات آرہے تھے وہاں تک انہیں گنتی بھی نہیں آتی تھی۔ ایک طرف اگر ڈاکٹر کا جواب انہیں خوشی سے دوچار کرتا تو دوسری طرف پیسے کی تنگی پر وہ قسمت سے شاکی ہونے لگتے۔ کہاں سے لاتے وہ اتنی بڑی رقم جس گھر میں مہینہ کھینچ تان کر پورا کیا جاتا ہو وہاں لاکھوں کروڑوں کی بات کرنا ایسا مذاق تھا جس پر ہنسی بھی نہیں آتی اوپر سے جب سے ابا بیمار رہنے لگے تھے اماں کی ہمت جواب دینے لگی تھی۔

پہلے ان کا مقصد صرف جلد سے جلد بیٹیوں کی شادی کر دینا تھا مگر ابا کی گرتی ہوئی صحت انہیں احساس دلاتی کہ اگر انہوں نے ماریہ باجی کی شادی کر دی تو جو تھوڑا بہت ان کی تنخواہ آنے سے گھر میں سہارا ہو جاتا ہے وہ آسرا بھی ختم ہو جائے گا اور گھر کی گاڑی کھینچنا اور بھی مشکل بلکہ شاید ناممکن ہو جائے گا پھر بھی وہ شدت سے کسی مناسب رشتے کی منتظر تھیں مگر غربت اور افلاس کے مارے گھر میں جہاں سرے سے رشتے کا کال پڑا ہو وہاں مناسب کی شرط بھی بڑی بے جا سی تھی ایسے میں اچانک وہ ہو گیا جو انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہیں سوچا تھا۔

ان کی بیٹی حوریہ کے لیے نا صرف ایک پیام آگیا بلکہ اچھے خاصے کھاتے پیتے گھرانے کے لوگوں نے اس کے لیے دست طلب پھیلایا تھا۔

لڑکے کے ماں باپ نہیں تھے صرف ایک بیمار دادی تھیں جو چلنے پھرنے سے معذور تھیں وہ اپنی زندگی میں پوتے کا گھر بسا دینا چاہتی تھیں مگر ظاہر ہے لڑکی ڈھونڈنے کی مہم پر نکلنا ان کے بس کی بات نہیں تھی وہ

صرف آس پڑوس کی عورتوں کی لائی تصویریں دیکھ لیا کرتی تھیں ایسے میں جب انہیں اپنے پوتے کے آفس میں ہوئے میلاد کی ویڈیو دیکھنے کا اتفاق ہوا تو ان کی نظریں مووی میں موجود حوریہ پر جم کر رہ گئیں حالانکہ تین گھنٹے کی مووی میں اس کی صرف دو جھلک نظر آئی تھیں مگر سر پر ڈوپٹہ اوڑھے خاموشی سے آنکھیں بند کیے بیٹھی یہ لڑکی پل بھر میں ان کے دل میں گھر کر گئی تھی۔

انہوں نے اپنے پوتے سے اس لڑکی کی بابت سوال کیا تو اس نے اپنی مکمل لاعلمی ظاہر کر دی البتہ حوریہ کے پہلو میں بیٹھی اپنے آفس کی ایک بہت معمولی درجے پر کام کرنے والی ماریہ کو پہچان گیا۔

پھر کیا تھا دادی نے آفس فون کر کے ماریہ سے براہ راست بات کی اور ماریہ کے تو جیسے پیروں تلے سے زمین نکل گئی اس کے آفس میں اتنی کم عمری میں اتنی سینئر پوسٹ پر کام کرنے والا یہ شخص جس کا نام عادل تھا کسی بھی لڑکی کا آئیڈیل ہو سکتا تھا اس لیے حیرت اور خوشی کے مارے وہ دادی کو حوریہ کی معذوری کے متعلق کچھ بتا ہی نہ سکی اور جب گھر آکر اس نے اماں سے ذکر کیا تو انہوں نے اسے کچھ بھی بتانے سے سختی سے منع کر دیا دادی چلنے سے قاصر تھیں وہ خود تو آنہیں سکتی تھیں چنانچہ رسم دنیا نبھانے کے لیے انہوں نے عادل کی ایک دور کی پھوپھی کو حوریہ کے گھر بھیجنے کی بات کی تھی اسی لیے اماں کا کہنا تھا کہ ان کے سامنے کسی طور یہ ظاہر نہ ہونے دیا جائے کہ حوریہ دیکھ نہیں سکتی۔

وہ انہیں صرف پانچ منٹ کے لیے حوریہ کے پاس لے کر آئیں گے اور اس میں بھی پورے وقت ماریہ باجی، عالیہ باجی اور اس کی چھوٹی بہن شازیہ سب کمرے میں موجود رہیں گے اور انہیں حوریہ پر غور و خوض کرنے کا زیادہ موقع ہی نہیں دیں گے ایک بار رشتہ پکا ہو جائے گا تو وہ جلد سے جلد شادی کرنے پر زور دیں گے جو کہ فوراً منظور کر لی جائے گی کیونکہ عادل کی دادی بہت بیمار تھیں اور خود بھی یہی چاہتی تھیں۔

شادی کے بعد سچائی سامنے آنے پر وقتی طور پر بڑا ہنگامہ کھڑا ہو گا مگر عادل کے پاس باپ دادا کی چھوڑی اتنی جائیداد تھی کہ وہ حوریہ کو باہر لے جا کر اس کا آرام سے علاج کرا سکتا تھا ایک بار حوریہ ٹھیک ہو جائے گی تو وہ خود اپنی محبت اور خدمت کے بل پر عادل اور دادی کے دل میں موجود ہر میل دھو دے گی۔

حوریہ نے جب سے یہ سنا تھا اس کے ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے تھے۔ اتنا بڑا دھوکا! اتنا بڑا فراڈ! وہ ایسا کیسے کر سکتی تھی۔

"اماں نے یہ کیسے سوچ لیا کہ وہ اتنی آسانی سے بے وقوف بن جائیں گے اگر عادل کی رشتے کی پھوپھی نے بھانپ لیا تو رشتہ جڑنا تو درکنار ماریہ باجی کی لگی لگائی نوکری بھی ختم ہو سکتی تھی۔

اور پھر اس طرح اگر انہیں اندھیرے میں رکھ کر شادی ہو بھی گئی تو اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ وہ اسے اسی وقت دھکے دے کر گھر سے نکل دینے کی بجائے امریکہ اور لندن لے جا کر اتنا مہنگا علاج کرائیں گے بھلے ہی ان کے پاس پیسے کی کمی نہ ہو مگر اپنے ساتھ اتنا بڑا فریب کرنے والوں پر وہ اتنا پیسہ اور وقت کیوں برباد کریں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنے یہ سارے اندیشے جب اس نے ماریہ باجی کے سامنے رکھے تو انہوں نے بڑی سفاکی سے کہا۔

"اگر وہ تمہیں گھر سے نکال دیں گے تو تم واپس یہاں آجانا ہم تو تمہارے ساتھ ہیں۔ ایک بار یہ جوا کھیل لو اگر جیت گئیں تو سب تمہارا اور اگر ہار گئیں تو ہمارے پاس ایسا ہے ہی کیا جو کوئی ہم سے چھین لے گا۔" حوریہ کا سانس اکھڑنے لگا۔

"باجی ـــ آپ' آپ اتنی بے رحم کیسے بن سکتی ہیں۔ ذرا اس شخص کے بارے میں سوچیں اس کی دادی کے بارے میں سوچیں اگر کوئی آپ کے ساتھ ایسا کرے تو؟"

"میں کیوں یہ سوچوں کہ کوئی میرے ساتھ ایسا کرے تو کیا ہوگا۔ جب لوگ خود کو دوسروں کی جگہ رکھ کر نہیں سوچتے تو ہم ہی یہ بے وقوفی کیوں کریں اور رہا سوال دھوکے کا۔ تو انہوں نے صرف تمہاری شکل دیکھ کر تمہیں پسند کیا ہے تو شکل تو تمہاری واقعی اچھی ہے انہیں تمہارے جیسی حسین لڑکی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملے گی وہ لوگ صرف ظاہری حسن کے شیدائی لگتے ہیں تو جو وہ چاہ رہے ہیں وہ انہیں مل رہا ہے باقی رہا تمہارا اندھاپن تو وہ اس کا علاج بھی کرا سکتے ہیں شکل تو تمہاری یہی رہے گی نا ایسے مادہ پرست لوگوں کے ساتھ ہم جو کر رہے ہیں وہ بالکل ٹھیک کر رہے ہیں۔" ماریہ باجی کی عجیب و غریب منطق اس کی سمجھ سے باہر تھی وہ اچھی خاصی روہانسی ہو گئی تو عالیہ باجی بھی اسے سمجھانے لگیں۔

"تم اماں ابا کے بارے میں کیوں نہیں سوچتیں کتنا پریشان رہتے ہیں وہ ہماری طرف سے ایسے میں ایک اچھا رشتہ آرہا ہے اور تم اسے لوٹانے کی بات کر رہی ہو۔"

"میں لوٹانے کی بات نہیں کر رہی لیکن اس طرح سچائی چھپا کر ـــ"

"سچائی جاننے کے بعد وہ تم سے ہرگز شادی نہیں کریں گے۔" ماریہ باجی نے چیختے ہوئے اس کی بات کاٹ دی ان کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا۔

"دیکھو حوریہ تمہیں قسمت موقع دے رہی ہے اپنی قسمت بنانے کا خوامخواہ کی جذباتیت دکھا کر اس موقع کو گنوانے کی حماقت مت کرو۔" حوریہ اس پل کو کوس رہی تھی جب وہ ماریہ باجی کے آفس میں ہوئے میلاد میں گئی تھی عموماً وہ کہیں جاتی نہیں تھی اس دن بھی وہ خالہ کے گھر جا رہے تھے خالہ کے گھر پوتا پیدا ہوا تھا اور ان سب کا جانا ضروری تھا ماریہ نے کہا تھا کہ اس کا میلاد میں شریک ہونا بہت ضروری ہے تم لوگ شام تک خالہ کے گھر جاؤ گے جب تم لوگ جانے لگو تو راستے سے مجھے بھی لے لینا تب تک میلاد آدھے سے زیادہ ہو چکا ہوگا وہ سب جب وہاں اسے لینے پہنچے تب ماریہ کو اجازت لے کر نکلنے میں محض پندرہ منٹ لگے تھے۔ مگر وہ تینوں اماں کے ساتھ سڑک پر تو کھڑے نہیں رہ سکتے تھے اس لیے اندر آکر بیٹھ گئے تھے بلکہ ماریہ کے پاس ہی بیٹھے رہے تھے جیسے ہی اس کے باس چیف گیسٹ کے پاس سے اٹھ کر اندر آئے ماریہ نے فوراً "اپنے ضروری جانے کا ذکر کر دیا اور انہوں نے اسی وقت پرمیشن بھی دے دی مگر صرف اتنی سی دیر میں حوریہ کی موودی بھی بن گئی اور اس لڑکے کی دادی نے بھی دیکھ لی۔ حوریہ کو جتنا غصہ آرہا تھا

عالیہ باجی اتنا ہی اسے قدرت کی طرف سے دیا ایک اشارہ کہہ رہی تھیں۔

"تمہارا وہاں جانا کوئی اتفاق نہیں۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارہ ہے۔" حوریہ بری طرح چڑتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک اشارہ ہے کہ دیکھو تمہیں اپنی محرومیوں کا بدلہ لینے کا موقع مل رہا ہے ایک ایسے شخص سے جس کا تمہاری بدنصیبی میں کوئی ہاتھ نہیں ہے لیکن تم اس سے انتقام لے کر اپنی زندگی کے اندھیروں کو اس کے نصیب کی سیاہی میں بھی بدل سکتی ہو۔" حوریہ کے چیخ کر کہنے پر عالیہ باجی نے آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ تھام لیے۔

"ہمیں تمہاری بات سے اختلاف نہیں ہے میں مانتی ہوں اس طرح کسی کو دھوکا دینا صحیح نہیں خاص طور پر ایسی صورت میں جب سچائی کے فوراً "ہی سامنے آجانے کا یقین ہو۔

اگر سب کچھ ویسے ہو جاتا ہے جیسے ہم چاہ رہے ہیں تب بھی ہم زیادہ دیر اصلیت پر پردہ نہیں ڈال سکتے جب وہ تمہیں رخصت کرا کے لے جائیں گے فوراً "ہی ساری حقیقت ان پر آشکار ہو جائے گی اس وقت ان کا کیا ردعمل ہوگا اس کے بارے میں سوچ کر بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں وہ تمہیں اسی وقت طلاق بھی دے سکتے ہیں لیکن یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ تمہیں صرف گھر سے نکال دیں تب ہم تمہیں فوراً "گھر لے آئیں گے اور انہیں منانے اور معافی مانگنے کی کوشش کرتے رہیں گے اگر اللہ نے چاہا تو ان کا غصہ ضرور ٹھنڈا ہو جائے گا اور تب ـــ"

"بس کریں باجی آپ کن خوابوں کی دنیا میں رہ رہی ہیں آپ کو کیا لگتا ہے اتنی آسانی سے آپ اتنی بڑی بات چھپا لیں گی اور انہیں کہیں سے کچھ پتا نہیں چلے گا آس پڑوس میں سارے خاندان میں سب میری معذوری سے پوری طرح باخبر ہیں بلکہ ہمارا تو پورا علاقہ اچھی طرح جانتا ہے کسی سے اگر ہمارے گھر کا پتا پوچھا جائے تو وہ چھوٹتے ہی بولتا ہے۔ وہی عابد حیات جن کی اندھی بیٹی ہے۔"

ماریہ باجی اور عالیہ نے لمحہ بھر کے لیے لب بھینچ لیے تھے پھر ماریہ باجی ہی سرد لہجے میں بولیں۔

"آس پاس اور خاندان میں سے ہم کسی کو تمہاری شادی کے متعلق نہیں بتائیں گے نہ ہی کسی کو دعوت نامہ بھیجیں گے ویسے بھی وہ لوگ بہت سیدھے سے ہیں وہ ہمارے محلے میں آکر معلومات نہیں کریں گے۔" وہ تو سب کچھ سوچے بیٹھے تھے حوریہ ان سے کیا بحث کرتی اور انہیں کیسے قائل کرتی اسے بدستور پریشان دیکھ کر ماریہ باجی خود ہی کہنے لگیں۔

"یہ سب کر کے ہمیں کوئی خوشی نہیں ہو رہی مگر اماں ابا کے لیے ہم یہ سارا کھیل رچانے کے لیے تیار ہو گئے ہیں پریشانی ہمیں بھی ہے کل کو میری جاب بھی ختم ہو سکتی ہے مگر یہ سب کرنا ہماری مجبوری ہے ابا کی حالت روز بہ روز بگڑتی جا رہی ہے اللہ انہیں اپنی حفظ و امان میں رکھے لیکن خدانخواستہ انہیں کچھ ہو ہم سب بہنوں کا جلد سے جلد اپنے اپنے گھروں کا ہونا بہت ضروری ہے ماں باپ کوئی ہمیشہ ساتھ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہتے ہم سب کی شاید کل کو کہیں نہ کہیں شادی ہو جائے مگر تمہارا کیا ہو گا اماں ابا بھی سب سے زیادہ تمہاری طرف سے فکر مند ہیں اگر تمہیں ان سے ذرا بھی محبت ہے تو تمہیں ان کی خوشی کے لیے اس فیصلے میں ہمارا ساتھ دینا ہو گا۔" حوریہ کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں ماریہ باجی اس کی کیفیت محسوس کر لینے کے باوجود بولتی رہیں۔

"میں تمہیں یہ بات بتانا نہیں چاہتی تھی مگر اب کہنی پڑ رہی ہے سر عادل کی دادی نے جب آفس میں فون کر کے مجھ سے بات کی تھی اور یہ پوچھا تھا کہ تمہاری اس بہن کی کہیں کوئی منگنی وغیرہ تو نہیں ہو گئی تب میرے انکار میں جواب دینے پر انہوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا اور کہنے لگیں کہ آفس میں میرا تاثر ایک بہت باحیا اور باکردار لڑکی کا ہے جو بڑی محنت اور ایمانداری سے اپنا کام کرتی ہے اور بس اپنے کام سے کام رکھتی ہے یقیناً" میری بہن بھی میرے جیسی ہو گی۔

تب میرا دل چاہا میں ان سے پوچھوں کہ اگر مجھ میں اتنی خوبیاں ہیں تو وہ میری بہن کی بجائے میرا رشتہ کیوں نہیں بھیج دیتیں۔

لیکن وہ بھلا ایسا کیسے کر سکتی تھیں میرے پاس تمہارے جیسا حسن جو نہیں ہے ان سب باتوں کا مطلب یہ ہرگز نہیں ہے کہ میں تم سے جل رہی ہوں میں بہت خوش ہوں کہ انہوں نے تمہیں پسند کیا اللہ تمہیں ہمیشہ خوش رکھے۔

میرے کہنے کا مطلب صرف یہ ہے کہ ہر کوئی دنیا میں صرف اپنا فائدہ چاہتا ہے انہوں نے یہ نہیں سوچا کہ میرے اور عالیہ کے ہوتے ہوئے اگر وہ تمہارے رشتے کی بات کریں گی تو ہمیں یا ہماری ماں کو کیسا لگے گا انہیں بس اس بات کی فکر ہے کہ سب سے بہترین چیز انہیں مل جائے جو سب سے خوب صورت اور ہر لحاظ سے نایاب ہو۔

پھر اگر ہم بھی اس طرح سوچتے ہیں تو اس میں برائی کیا ہے اور پھر ہم کون سا انہیں زندگی بھر کے لیے ایک معذور کے پلے باندھ رہے ہیں تمہارا علاج ہو سکتا ہے تم ٹھیک ہو سکتی ہو اور سب سے بڑھ کر وہ یہ سب آسانی سے افورڈ کر سکتے ہیں تو پھر کیا حرج ہے ایک کوشش کرنے میں۔

زیادہ سے زیادہ کیا ہو گا تم لوٹ کر واپس گھر آ جاؤ گی تو اب بھی کون سا تمہارے ٹھیک ہونے یا بیاہنے کی امید ہے ایسے مہنگے علاج اور ایسی معذوری کے ساتھ شادیاں صرف بہت امیر لوگ ہی کر سکتے ہیں اور ہمارے پاس اتنا پیسہ ہے نہ کبھی ہو گا آخر تمہاری زندگی میں بہتری کی امید رکھیں بھی تو کیسے۔"

ماریہ باجی کا لہجہ ہر لفظ کی ادائیگی کے ساتھ تلخ سے تلخ تر ہوتا جا رہا تھا ضبط کرتے کرتے بھی حوریہ کی آنکھیں چھلک پڑیں تو وہ بستر کے کنارے کو ہاتھ سے ٹٹولنے لگی اپنی سفید چھڑی کے انگلیوں سے ٹکراتے ہی وہ تیزی سے اسے گرفت میں لیتی پلنگ سے اٹھ گئی اور چھڑی سے زمین کو جانچتے ہوئے وہ راستے کا اندازہ لگاتی سست روی سے چلتی کمرے سے نکل گئی وہ ایسے ہی چلتی تھی تب سے جب سے اس نے چلنا

سیکھا تھا سنبھل سنبھل کر سینت سینت کر ٹٹول ٹٹول کر۔

ماریہ باجی اور عالیہ باجی نے اس کے پیچھے جانے یا اسے روکنے کی کوئی کوشش نہیں کی وہ جانتی تھیں اس وقت اسے اس کے حال پر چھوڑ دینا ہی بہتر تھا ویسے بھی وہ ان کی مرضی کے خلاف نہیں جا سکتی تھی بہرحال اسے کرنا وہی تھا جو وہ چاہتے تھے۔

☼ ☼ ☼

روحان نے میٹنگ کے دوران حسب معمول اپنا موبائل سوئچ آف کر دیا تھا لیکن خلاف معمول موبائل آف کر دینے کے باوجود اس کا دھیان موبائل میں ہی اٹکا ہوا تھا پہلی بار وہ میٹنگ میں ہوتے ہوئے بھی میٹنگ میں نہیں تھا کیونکہ اپنی توجہ وہ کام کی جانب مبذول نہیں کر پا رہا تھا آخر اللہ اللہ کر کے میٹنگ ختم ہوئی تو اس نے فوراً" علیزہ کے نمبر پر کال ملالی مگر اس وقت وہ جی بھر کر بور ہوا جب دوسری طرف وہی ٹیپ بجنے لگا جو پچھلے ایک گھنٹے سے اس کے اپنے موبائل میں بج رہا تھا گویا علیزہ نے بھی موبائل آف کر رکھا تھا۔

روحان نے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر نظر ڈالی تو مزید بور ہو گیا علیزہ ایک کمپنی میں جاب کرتی تھی اور اس وقت وہ یقیناً" کام میں مصروف ہو گی۔

روحان نے بغیر کچھ سوچے سمجھے اسے ایس ایم ایس کر دیا کہ۔

"کل صبح جب تم آفس جاؤ گی تو تمہارے ہاتھ میں تمہارا ریزیگنیشن لیٹر بھی ہونا چاہیے۔"

اسے اندازہ تھا اس کا یہ نوٹس نما ایس ایم ایس پڑھ کر علیزہ ضرور پریشان ہو جائے گی مگر اس نے جان بوجھ کر اپنے جملے کی وضاحت نہیں لکھی تا کہ علیزہ میسج پڑھتے ہی اپنی ساری مصروفیات ترک کر کے فوراً" اسے فون کرے اور تب وہ بڑے آرام سے کہہ دے گا کہ تمہارا سارا کا سارا وقت اب صرف اور صرف میرے لیے ہونا چاہیے۔

اس کی یہ بے تکی بات سن کر علیزہ جو اتنی پریشانی کے عالم میں فون کرے گی فوراً" بھڑک اٹھے گی اس کے جھنجلائے ہوئے لہجے کا سوچ کر ہی روحان مسکرا دیا تھا اسے غصہ دلانے میں روحان کو ہمیشہ بہت مزا آتا تھا کیونکہ وہ کبھی ناراض نہیں ہوتی تھی بس تھوڑا سا غصہ کر کے ہنسنے مسکرانے لگتی اور غصے کے بعد جو مسکراہٹ اس کے چہرے پر ابھرتی تھی اس کی چمک ہی اور ہوتی تھی۔

وہ اس کے لیے شروع سے بہت اہم تھی مگر جب سے صادق آفریدی نے وہ مذاق کیا تھا وہ اس کے لیے اہم ترین ہو گئی تھی کیونکہ لاشعوری طور پر اسے یقین تھا کہ علیزہ اس کی ہے اور اسے پانا روحان کے لیے کوئی مشکل امر نہیں ہے مگر صادق آفریدی کے مذاق نے جب اسے احساس دلایا کہ علیزہ اس سے دور بھی ہو سکتی ہے تب علیزہ کی اہمیت اس کی زندگی میں مزید دوچند ہو گئی۔

اگر اس کی منگنی عام حالات میں ہوئی ہوتی تو بھی اسے خوشی ہوتی مگر اتنا سکون اور سرشاری نہ ہوتی جبکہ اس انکار کے بعد اس رشتے کے استوار ہونے پر اس کے دل میں صحیح معنوں میں علیزہ کی قدر بڑھ گئی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علیزہ کا موبائل شاید اس کے پاس نہیں تھا جبھی اس نے ایس ایم ایس کے بعد بھی اب تک فون نہیں کیا تھا۔

روحان آفس سے فارغ ہو کر گھر چلا گیا اور جس وقت وہ کھانا کھا کر اٹھ رہا تھا تبھی ملازم کارڈلیس لیے اس کے نزدیک چلا آیا۔

"علیزہ کا فون ہے۔" روحان نے اس پر نظر پڑتے ہی بے ساختہ پوچھا۔

"نہیں سر لاہور سے کال ہے اپنا نام نہیں بتا رہے پہلے انہوں نے صادق صاحب کے بارے میں پوچھا جب میں نے کہا وہ گھر پر نہیں ہیں تو انہوں نے کہا جو گھر پر ہے اس سے بات کرا دیں۔" اس نے مؤدب انداز میں کہتے ہوئے فون اس کی طرف بڑھا دیا کارڈلیس کان سے لگانے پر ایک اجنبی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"ہیلو! آپ صادق آفریدی کے گھر سے بول رہے ہیں۔"

"جی ہاں۔ آپ کون؟" روحان نے ٹھٹک کر پوچھا کیونکہ دوسری جانب سے ابھرنے والی آواز کسی نوجوان کی تھی جو صادق آفریدی کا دوست ہو سکتا تھا نہ کاروباری واقف کار۔ جبکہ کال بھی بہت دور سے آئی تھی۔

"صادق آفریدی کب تک واپس آئیں گے۔" اس نے روحان کا سوال یکسر نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ان کا کوئی ٹائم فکس نہیں ہے آپ کو اگر کوئی ضروری بات کرنی ہے تو میں ان کا موبائل نمبر دے سکتا ہوں مگر آپ ہیں کون؟"

"بات تو مجھے بہت ضروری کرنی ہے مگر میں بات کرنا نہیں چاہتا ایسا کریں آپ ہی میرا میسج انہیں دے دیں۔" روحان کو اس کی بات بڑی عجیب لگی تھی اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا دوسری جانب موجود شخص بڑے سرد سے لہجے میں بولا۔

"عتیقہ کا انتقال ہو گیا ہے۔"

"کون عتیقہ؟" روحان چونک اٹھا اس کے سوال پر دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی یہاں تک کہ روحان کو دو تین بار ہیلو ہیلو کہہ کر اس کی موجودگی کی تصدیق کرنی پڑی تب دوسری طرف بڑی مدھم سی آواز ابھری۔

"آپ صادق آفریدی کے کون ہیں؟" وہ شخص اپنی پہچان بتائے بغیر اس کا تعارف حاصل کرنا چاہ رہا تھا لیکن کیونکہ وہ کسی کے انتقال کی خبر دے رہا تھا اور وہ بھی اتنی دور سے کال کر کے لہٰذا روحان بحث کیے بغیر کہنے لگا۔

"میں ان کا بیٹا ہوں روحان۔" دوسری طرف ایک بار پھر خاموشی چھا گئی روحان ایک بار پھر ہیلو ہیلو کی تکرار کرنے لگا اور بلا آخر جھنجھلا گیا۔

"مسٹر آپ کچھ بتائیں گے کہ آپ کون بول رہے ہیں اور یہ عتیقہ صاحبہ کون ہیں اور ان کا انتقال کب ہوا ہے۔" اس کے انداز پر دوسری جانب سے بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہا گیا۔

"عتیقہ صاحبہ کا انتقال ابھی ایک گھنٹے پہلے ہوا ہے اور وہ آپ کی ماں تھیں۔" فون ملانے والے نے بات ختم کرتے ہی لائن کاٹ دی۔

روحان سناٹے میں رہ گیا۔

یہ کیا تھا کوئی مذاق یا حقیقت۔

روحان سکتے کے عالم میں اپنی جگہ کھڑا کا کھڑا رہ گیا کافی دیر بعد اس نے کارڈلیس کان سے ہٹایا اور بند کیے بغیر ہی میز پر ایسے ڈال دیا جیسے ہاتھوں میں فون پر گرفت قائم رکھنے کی سکت نہ ہو اس کے کانوں میں ابھی تھوڑی دیر پہلے سنے جملے کی بازگشت گونج رہی تھی۔

"عتیقہ صاحبہ کا انتقال ابھی ایک گھنٹہ پہلے ہوا ہے اور وہ آپ کی ماں تھیں۔"

"اور وہ آپ کی ماں تھیں۔"

"ماں؟"

کتنا نامانوس سا لفظ تھا یہ اس کے لیے لیکن اتنی اجنبیت اور اتنی بے گانگی کے باوجود یہ ایک لفظ اسے سن کر گیا تھا جیسے جسم میں خون کی گردش تھم گئی ہو خون رگوں میں منجمد ہو رہا ہو۔

کسی کے وصال کی خبر کسی بھی ہوش مند انسان کے لیے خوشی کا باعث نہیں ہو سکتی فوری طور پر کسی کے مرنے کی خبر انسان کو حیران اور دکھی کر دیتی ہے چاہے مرنے والے سے کوئی گہرا لگاؤ ہو یا اگر رشتے داری یا وابستگی زیادہ گہری نہ ہو تو انسان جلد اس صدمے اور افسردگی سے باہر آ جاتا ہے مگر روحان کے ساتھ تو ایسا کچھ تھا ہی نہیں۔

زندگی کے کئی موڑ پر اس کے دل میں خواہش ابھری تھی کہ کاش اس کی ماں بھی اس کے پاس ہوتیں دوسرے بچوں کی طرح اس کا گھر بھی ایک نارمل خوشحال گھرانہ ہوتا مگر یہ خواہش اس پر کبھی حاوی نہیں ہو سکی تھی اس کی ایک وجہ صادق آفریدی کی بے تحاشا محبت اور بھرپور توجہ تھی وہ جب بھی ماں کی آغوش کے لیے اداس ہوا صادق آفریدی کے لمس نے اس اداسی کو اس کی ذات کا حصہ بننے نہیں دیا۔

لیکن اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ جس وجود کے باعث وہ اس دنیا میں آیا ہے ایک دن اس ہستی کو دیکھے بغیر ہی وہ اس دنیا کو چھوڑ جائے گا۔

حالانکہ اس نے بھی اپنی ماں سے ملنے کے متعلق نہیں سوچا تھا اس نے ان کی ایک دو تصویریں بچپن میں دیکھی تھیں لیکن پھر اچانک وہ ساری تصویریں گھر سے غائب ہو گئیں عقل آنے پر اسے خود بخود سمجھ میں آ گیا کہ صادق آفریدی نے وہ تصویریں بکسوں میں ڈال کر قفل لگا کر اسٹور میں رکھوا دی ہیں وہ ان کے اس اقدام پر کچھ نہ بولا اگر ایسا کر کے انہیں سکون ملتا تھا تو وہ اعتراض کر کے انہیں مضطرب نہیں کرنا چاہتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اور اب تو وہ تصویریں بھی اس کے ذہن میں دھندلا گئی تھیں اسے اپنی ماں کی شبیہہ تک یاد نہیں تھی مگر اس نے کبھی یہ نہیں سوچا تھا کہ وہ اس چہرے کو کبھی دیکھ ہی نہیں سکے گا اس نے ان سے ملنے کی عملی طور پر بھلے ہی کبھی کوئی کوشش نہ کی ہو مگر اس کے لاشعور میں یہ خواہش بچپن سے پوشیدہ تھی کہ وہ کم از کم ایک بار ان کے روبرو ضرور ہو۔ بچپن گزرنے کے بعد اس خواہش میں ایک احتجاج بھی آگیا تھا وہ ایک بار ان سے مل کر یہ پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا وہ انہیں کبھی یاد نہیں آیا کیا ان کی ممتا بالکل مر گئی تھی جو وہ کبھی اسے دیکھنے اور اسے چھونے کے لیے بے چین نہیں ہوئیں۔

ذہن میں ابھرتے ایسے سوالات اس کی سوچوں کو باغی بنانے لگتے اسے ضد سی ہونے لگتی کہ جب وہ اسے یاد نہیں کرتیں تو وہ کیوں ان کے بارے میں سوچتا ہے مگر آج اچانک ان کی موت کی خبر اس کی سوچوں کو جھنجھوڑ گئی تھی۔

زندگی کتنی مختصر شے ہے اور کتنی ناقابل اعتبار' پھر انسان بلاوجہ کی ضد اور ہٹ دھرمیوں میں اپنا اور اپنوں کا دل کیوں دکھاتا ہے کیوں زندگی کے قیمتی لمحوں کو ایسے ہی ضائع کر دیتا ہے اور جب وقت ریت کی طرح ہاتھوں سے پھسل کر نکل جاتا ہے تب انسان خالی مٹھی کو دیکھ کر پچھتانے اور خود کو ملامت کرنے کے سوا کچھ نہیں کر پاتا۔

روحان مرے مرے سے قدموں سے چلتا دوسری منزل پر جانے والے زینے کے نزدیک چلا آیا اور اوپر اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہیں سیڑھیوں پر بیٹھ گیا۔

اس کی آنکھیں بالکل خشک تھیں مگر اسے کسی کے رونے کی ہلکی سی آواز آرہی تھی کسی بچے کے رونے کی آواز۔ روحان گھٹنوں پر کونیاں ٹکائے سر جھکائے خاموشی سے اس بچے کے رونے کی آواز سنتا رہا۔ حالانکہ آواز بہت مدھم تھی مگر وہ ان سسکیوں میں اتنا ڈوب گیا تھا کہ اردگرد سے ابھرنے والی ہر آہٹ سے بے گانہ ہو گیا تھا تبھی اس کے انگلیاں آپس میں پیوست کیے ہاتھوں پر ایک نازک سا ہاتھ آٹھہرا تو وہ ایسے چونک اٹھا جیسے گہری نیند سے جاگا ہو۔

"روحان کیا ہوا۔ تم ٹھیک تو ہو نا۔" علیزہ کو اپنے سامنے دوزانو بیٹھا دیکھ کر اسے احساس ہوا کہ وہ کتنی دیر سے اسی پوزیشن میں بیٹھا ہوا تھا علیزہ کے چہرے پر پھیلے تفکرات کے جال کو دیکھ کر روحان نے بے اختیار اس کی گرفت سے اپنے ہاتھوں کو نکالتے ہوئے سب سے پہلے اپنا چہرہ صاف کیا اور پھر اپنے تاثرات چھپانے کے لیے وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا تو علیزہ بھی اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"روحان کیا ہوا سب خیریت تو ہے نا میں نے ابھی لنچ ٹائم میں تمہارا میسج پڑھا پھر تمہیں اتنی کالز کیں مگر تم نے جواب ہی نہیں دیا گھر پر فون کیا تو وہ بھی ڈیڈ جا رہا تھا میں تو گھبرا ہی گئی اور سارا کام چھوڑ کر سیدھی یہاں چلی آئی اور اب تم اس طرح..... آخر ہوا کیا ہے صادق انکل کہاں ہیں سب ٹھیک تو ہے نا۔" روحان کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر علیزہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا کوئی اور وقت ہوتا تو روحان اس کی حالت پر دل

کھول کر محظوظ ہوتا مگر اس وقت اس کی ساری شوخی کہیں جا سوئی تھی بلکہ اس وقت تو اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے وہ اب زندگی میں کبھی نہیں مسکرا سکے گا۔

"روحان کیا ہوا؟" علیزہ کے گھبرائے ہوئے انداز پر روحان نے جانے کیسے اپنی بھرائی ہوئی آواز پر قابو پاتے ہوئے بدقت کہا۔

"کچھ نہیں ہوا بس میری ماں کا انتقال ہو گیا ہے۔" جملہ ختم کرنے تک روحان کے لہجے میں محسوس کی جانے والی بے رخی در آئی تھی علیزہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی یہ اطلاع اور یہ انداز دونوں ہی اس کے لیے غیر متوقع تھے روحان خود کو نارمل کرنے کے لیے اپنے لہجے میں لاپرواہی کا عنصر شامل کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"ابھی ابھی لاہور سے کسی نے فون کیا تھا میری اس ماں کی دنیا کی نظر میں آج موت ہوئی ہے جو میرے لیے آج سے بیس سال پہلے ہی مر گئی تھی۔" روحان' علیزہ کی طرف سے رخ پھیرتے زینے کی ریلنگ پر ٹکا کر اپنے بڑے سے لاؤنج کو دیکھنے لگا۔

علیزہ کچھ دیر بے یقینی سے اسے دیکھتی رہی پھر جیسے اچانک ساری صورت حال اس کی سمجھ میں آگئی وہ آگے بڑھ کر اس کے برابر میں اس کے انداز میں ریلنگ پر کہنیاں ٹکا کر کھڑی ہو گئی اس کی خاموشی نے روحان کو بڑا سکون پہنچایا تھا۔

پانچ منٹ بعد جب وہ کسی حد تک اپنے احساسات پر قابو پانے میں کامیاب ہو گیا تو گردن گھما کر اپنے نزدیک کھڑی اپنی منگیتر' اپنی محبت اور سب سے بڑھ کر اپنی اس بہترین دوست کو دیکھنے لگا جو بغیر کہے بھی اس کی بات سمجھ سکتی تھی اس کے احساسات کو خود محسوس کر سکتی تھی۔

"کچھ پوچھو گی نہیں۔" روحان نے آہستگی سے کہا تو وہ بھی سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی۔

"جب تم بتانا مناسب سمجھو گے خود ہی بتا دو گے۔" اس کے پُریقین لہجے پر روحان کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھر کر غائب ہو گئی اس نے واپس لاؤنج کی طرف دیکھتے ہوئے عجیب یاسیت بھرے لہجے میں کہا۔

"مجھے ایک ایسے شخص کے مرنے کا دکھ نہیں منانا چاہیے جو جیتے جی میرے لیے مر گیا تھا مگر پتا نہیں کیوں اس خبر نے مجھے بہت تکلیف پہنچائی ہے۔" اس کی آواز رندھنے لگی تو علیزہ محض اس کا دھیان بٹانے کے لیے پوچھنے لگی۔

"کس نے فون کیا تھا لاہور سے۔"

"پتا نہیں' نام بتایا ہی نہیں۔"

"یہ تو بتایا ہو گا کہ انہیں کیا ہوا تھا۔" روحان نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا تو کچھ دیر کے لیے علیزہ چپ ہو گئی پھر کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کب ہوئی تھی ڈیتھ۔"

"دو گھنٹے ہونے والے ہیں۔" روحان نے ہاتھ پر بندھی گھڑی پر اچٹتی نظر ڈالتے ہوئے کہا تو علیزہ ایک دم چونک گئی۔

"پھر تو ابھی ان کی تدفین نہیں ہوئی ہوگی۔"

"پتا نہیں میں نے پوچھا نہیں۔"

"پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں۔ اتنی جلدی اتنے انتظامات ہو ہی نہیں سکتے یعنی ابھی تمہارے پاس وقت ہے تم آخری بار ان کا چہرہ دیکھ سکتے ہو۔" روحان چونک کر اسے دیکھنے لگا جو مزید کہنے لگی۔

"تمہارے پاس یہ آخری موقع ہے اس کے بعد وقت تمہیں کبھی مہلت نہیں دے گا اگر ایک بار تم جا کر انہیں دیکھ لوگے تو نا صرف اس وقت تمہیں جلد صبر آجائے گا بلکہ عمر بھر کے لیے ایک سکون مل جائے گا انہوں نے بھلے ہی اپنا کوئی فرض ادا کیا ہو یا نہ کیا ہو لیکن تم انہیں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتار کر کم از کم ان کی ایک خدمت کرنے کی سعادت تو حاصل کر سکتے ہو ویسے بھی اب یہ سوچنے کا کوئی فائدہ نہیں کہ انہوں نے تمہارے ساتھ کیا کیا اور کیا نہیں۔ اب یہ سارے گلے شکوے ثانوی حیثیت اختیار کر چکے ہیں اب تم صرف یہ سوچو کہ اگر یہ وقت گزر گیا تو تمہارے دل میں صرف حسرت رہ جائے گی اس ہستی کو دیکھنے کی جس کے ساتھ محبت کا نہ سہی، نفرت کا بھی نہیں درد کا ایک رشتہ تو ہے۔ جس کا نام اور ذکر ایک کسک کا سبب تو بنتا ہے۔ انہیں سپرد خاک کر کے تم اپنا درد بھی دفنا دو۔" روحان خاموشی سے اسے دیکھتا رہا جس کا کہا ہر لفظ اس کے دل پر نقش ہو رہا تھا۔

صادق آفریدی کسی آفیشل ڈنر پر مدعو تھے روحان نے انہیں اطلاع دے کر پریشان کرنا مناسب نہیں سمجھا اپنے بابا کی فطرت سے وہ بخوبی واقف تھا اسے یقین تھا یہ خبر ان کے زخم بھی ہرے کر دے گی لہٰذا وہ ان سے ذکر کیے بغیر ہی اپنی سیٹ بک کرانے کا انتظام کرنے لگا۔

اتفاق سے اسے فوراً ہی سیٹ مل گئی فلائیٹ ایک گھنٹے بعد کی تھی علیزہ نے فوراً اس کا سامان پیک کر دیا۔

روحان نے کارڈلیس اٹھا کر وہ نمبر تلاش کیا جس پر سے کال آئی تھی اور اس نمبر کو اپنے موبائل میں اسٹور کر لیا۔

سارے راستے اس پر ایک عجیب سا سکتہ طاری رہا لاہور پہنچ کر اس نے اسی نمبر پر بات کرنے کے لیے فون ملایا جانے کیوں وہ بات کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا اس لیے اس نے جان بوجھ کر اپنا تعارف نہیں کرایا فون اٹینڈ کرنے والی عورت خود جلدی میں لگ رہی تھی پیچھے سے بھی ایک شور و غل کی آواز سنائی دے رہی تھی جو وہاں موجود افراتفری کو بخوبی ظاہر کر رہی تھی۔

"کیا عتیقہ صاحبہ کا جنازہ لے جایا جا چکا ہے۔" روحان نے ڈرتے ڈرتے پوچھا تھا۔

"نہیں ابھی تھوڑی دیر میں لے کر جائیں گے۔"

"کیا آپ گھر کا ایڈریس سمجھا سکتی ہیں۔" روحان کے پوچھنے پر اس عورت نے بغیر کسی تامل کے پتا لکھوا دیا شاید جنازے میں ایسے کئی لوگ آرہے ہوں گے جو عرصہ دراز سے ان کے گھر نہیں گئے تبھی اس عورت نے کسی تشویش کا اظہار نہیں کیا حالانکہ روحان سوچ رہا تھا کہ اگر انہوں نے کچھ پوچھا تو اسے اپنا تعارف دے دینا چاہیے صرف اسی صورت میں وہ جنازے کو کچھ دیر روکنے کی درخواست کر سکتا تھا مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔

مگر یہ بھی شکر تھا کہ ٹیکسی ڈرائیور نے اسے سیدھا گھر کے دروازے پر لا کھڑا کیا۔

گھر بہت بڑا تھا نہ بہت چھوٹا البتہ بہت خوب صورت طرز کا بنا ہوا تھا گھر کے باہر گاڑیوں کی قطار اور سادہ سے کپڑوں میں لوگوں کی چہل پہل یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ صحیح پتے پر آگیا ہے۔

روحان اپنا چھوٹا سا ہینڈ بیگ کندھے پر ڈالے سست روی سے چلتا گھر میں داخل ہو گیا اتنے لوگوں کی موجودگی میں کسی نے بھی ایک انجان چہرے کی آمد پر کوئی دھیان نہیں دیا تھا ویسے بھی شاید جنازہ اٹھنے والا تھا کیونکہ سفید کفن میں لپٹا وجود سامنے صحن میں ہی رکھا ہوا تھا۔

روحان کے قدموں نے جیسے اٹھنے سے انکار کر دیا وہ اپنی جگہ پتھر بنا اس بے حس و حرکت وجود کو دیکھتا رہا۔

کتنا نور تھا اس چہرے پر ایسا لگ رہا تھا کوئی عورت بہت گہری اور پر سکون نیند سو رہی ہو ایک ایسی نیند جس کے لیے وہ مدتوں ترسی ہو ایک مشقت بھرے دن کے بعد ایک آسودگی بھری نیند۔ ایک ایسی نیند جس میں کوئی مخل نہیں ہو سکتا جہاں یہ اطمینان ہو کہ اب کوئی جگانے اور بلانے نہیں آئے گا۔

روحان کے دل میں بے اختیار شدت سے خواہش ابھری کہ وہ انہیں جگا دے انہیں اتنا جھنجھوڑے کہ ان کی آنکھ کھل جائے اور تب وہ ان کی گود میں چہرہ چھپا کر پوچھے۔

"آپ کو سونے کی اتنی کیا جلدی تھی۔"

"مجھے سونے کی جلدی نہیں تھی بلکہ تم نے جاگنے میں بہت دیر کر دی۔" روحان کو لگا جیسے اس کے اندر سے کوئی آواز ابھری ہو بے اختیار اس کے قدم اس بے جان وجود کی طرف بڑھنے لگے ایک بار پھر اسے کہیں دور سے کسی بچے کے رونے کی آواز آنے لگی مگر اس بار وہ جانتا تھا کہ یہ آواز اس کے اندر سے آرہی ہے وہ بچہ اس کے اندر رو رہا تھا وہ ان کے قریب پہنچ کر ان کے سرہانے بیٹھ گیا۔

وہ ہمیشہ یہی سمجھتا تھا کہ اسے اپنی ماں کی شکل یاد نہیں۔ لیکن آج اس چہرے کو دیکھ کر اس پر انکشاف ہوا تھا کہ یہ صورت اس کے لاشعور میں ہمیشہ سے محفوظ تھی کتنی بار خوابوں میں اس نے یہ شفقت بھرا چہرہ دیکھا تھا جو ایک جھلک دکھا کر غائب ہو جاتا اور بے دار ہونے کے بعد اس نے کبھی غور ہی نہیں کیا کہ یہ چہرہ کس کا تھا وہ اس جھلک کو ایک معمولی خواب سمجھ کر اس پر کبھی دھیان نہ دے سکا اور اب بے ساختہ اس نے وہ چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چپکے چپکے سسکیاں لیتے کئی لوگوں نے ایک ساتھ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا تھا مگر اسے احساس ہی نہیں تھا بلکہ اسے تو یہ بھی نہیں پتا تھا کہ اس کے ہونٹ خود بخود ہلنے لگے تھے بڑی مدھم آواز میں وہ خود فراموشی کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"ہاں امی آپ ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ نے جلدی نہیں کی میں نے دیر کردی۔ بہت دیر۔ کتنا وقت دیا تھا زندگی نے۔ بیس سال!

بیس سال آپ سے جدا رہنے کے باوجود مجھے کبھی آپ سے ملنے کا خیال نہیں آیا بیس سال سے میں غفلت کی نیند سو رہا تھا آخر آپ کب تک انتظار کرتیں۔ میری غفلت بھری نیند نے آپ کو دائمی نیند تک پہنچا دیا تو مجھے ہوش آیا۔ ورنہ اس سے پہلے جانے یہ یقین کیوں تھا کہ بہت ٹائم ہے بڑی زندگی پڑی ہے کبھی ملوں گا جا کر اس عورت سے اور سوال کروں گا اس سے اپنی زندگی میں موجود خلا کی بابت لیکن کبھی یہ نہیں سوچا کہ جا کر اس سے پوچھوں گا۔

ماں تمہاری زندگی میں بھی تو محرومیاں در آئی ہوں گی۔ کبھی نہیں سوچا۔"

"بیٹے کون ہو تم؟" کسی نے اس کا کندھا ہلا کر پوچھا تو وہ ایک دم چپ ہو گیا اور گردن گھما کر خالی خالی نظروں سے اس بوڑھے شخص کو دیکھنے لگا جو اس کی ماں سے بہت مشابہ تھا۔

"آپ..... آپ امی کے بھائی ہیں نا۔" روحان نے بے ساختہ پوچھا تو وہ بری طرح چونک کر اسے بغور دیکھنے لگے۔

"ک..... کون ہو تم؟" ان کے انداز میں بے چینی نمایاں تھی۔

"میں روحان ہوں آپ کی بہن عتیقہ کا بیٹا۔" زندگی میں پہلی بار ماں کا حوالہ دیتے ہوئے اس کے احساسات عجیب سے ہو گئے تھے دوسری طرف وہ بھی ششدر رہ گئے ان کی نظروں میں بے یقینی ہی بے یقینی تھی۔

"رو..... حان۔" انہوں نے دہراتے ہوئے گویا خود کو باور کرایا اور بے اختیار اسے کھینچ کر اپنے سینے سے لگا لیا اتنی دیر میں پہلی بار روحان نے اپنے آنسوں کو بہنے سے نہیں روکا بلکہ ماموں کے وجود سے اٹھتی ماں کی خوشبو کو محسوس کر کے ان آنسوؤں میں اور شدت آگئی تھی۔

جانے کتنی دیر ماموں اسے خود سے لگائے جانے کیا کچھ کہتے رہے روحان اگر سن بھی رہا تھا تو سمجھ نہیں رہا تھا۔ آخر کسی نے آگے بڑھ کر انہیں الگ کیا وہ بھی غالباً خاندان کے ہی کوئی بزرگ تھے جو ماموں کا نام لے کر انہیں جھڑکنے لگے تھے۔

"حد کرتے ہو عمار بجائے بچے کو تسلی دینے کے تم خود شروع ہو گئے۔" ان کی مداخلت پر روحان اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے خود پر قابو پانے کی کوشش کرنے لگا۔

"تمہیں کیسے پتا چلا۔" عمار ماموں نے ماحول کے بوجھل پن کو کم کرنے کے لیے پوچھا اس سے پہلے کہ

روحان اپنی رندھی ہوئی آواز پر قابو پا کر کچھ کہنے کے قابل ہوتا ایک سنجیدہ اور سپاٹ آواز ابھری۔

"میں نے فون کر کے اطلاع دی تھی۔" روحان نے فوراً آواز کی سمت دیکھا۔

جنازے کے تینوں اطراف میں بیٹھے لوگوں کے مجمع میں سب سے آگے کی رو میں بیٹھا ایک بیس اکیس سال کا نوجوان بولا تھا وہ زمین پر آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اپنے گھٹنے پر کہنی ٹکائے اور ہتھیلی پر گردن رکھے وہ تقریباً سر جھکائے بیٹھا تھا جواب دیتے وقت بھی اس نے اپنے مخاطب کی طرف دیکھنے کی زحمت نہیں کی تھی شاید اس کی یہ بے رخی روحان محسوس نہ کرتا کہ تبھی عمار ماموں نے اچنبھے سے پوچھ کر اسے چونکنے پر مجبور کر دیا۔

"کیوں؟" ان کے لہجے میں چھپی ناگواری پر بھی اس لڑکے کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا وہ سر اٹھائے بغیر ویسے ہی بولا۔

"آپ کی بہن نے ہی کہا تھا کہ اب میں اس گھر میں کبھی واپس نہیں جاؤں گی اگر اس گھر میں کوئی چیز جائے گی تو صرف میری موت کی خبر۔

لہٰذا میں نے فون کر کے یہ خبر اس گھر میں پہنچا دی۔" اس لڑکے کی بات اور انداز دونوں ہی روحان کو کچھ دیر کے لیے سب کچھ بھلا کر صرف اسے دیکھنے پر مجبور کر گئے تھے البتہ عمار ماموں اسے ایسے دیکھ رہے تھے جیسے اسے کچا چبا جانا چاہتے ہوں انہوں نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ وہ وہی بزرگ بول پڑے جو عمار ماموں اور روحان کے درمیان آگئے تھے۔

"میرے خیال سے اب ہمیں آخری رسومات ادا کر دینی چاہئیں۔" الفاظ تھے یا دودھار تلوار روحان کی روح تک لہولہان ہو گئی تھی وہ ایک بار پھر عقیدت سے اس چہرے کو دیکھنے لگا بیس سال کی پہلی ایک نظر سے بجھنے کی بجائے اور بھڑک اٹھی تھی وہ نظروں کے ذریعے انہیں اپنے اندر جذب کرنے کی کوشش کرنے لگا۔

کسی زمانے میں وہ بڑی حسین رہی ہوں گی مگر اب ان کا رنگ روپ سب ڈھل گیا تھا چہرے پر جھائیوں اور جھریوں کا جال بچھا تھا پیشانی پر پڑی ان گنت شکنیں ان کی مشقت بھری سخت زندگی کو ظاہر کر رہی تھیں ان کے مقابلے میں صادق آفریدی کی صحت ابھی تک قابل رشک تھی جانے اس کی ماں نے زندگی میں کتنا کڑا وقت دیکھا تھا جو ان کا سارا حسن اتنی جلدی ماند پڑ گیا تھا۔

روحان کے دل میں ایک ہوک سی اٹھ رہی تھی وہ ماموں کے کہنے پر سارے ارکان بالکل مشینی انداز میں ادا کر رہا تھا ورنہ اس کے اعصاب تو بالکل شل ہو گئے تھے یہاں تک کہ انہیں اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارنے کے باوجود وہ یہ یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیا سے چلی گئی ہیں حالانکہ اس کے آس پاس بھی لوگ افسردہ تھے مگر کسی کی حالت بھی اس جیسی نہیں تھی سب لوگ معمول کے مطابق بات چیت وغیرہ بھی کر رہے تھے اگر ان سب میں کسی کا رویہ منفرد تھا تو وہ صرف وہ لڑکا تھا جس نے روحان کو فون کر کے اطلاع دی تھی روحان اسے عتیقہ کا کوئی دور کا رشتے دار سمجھ کر نظر انداز بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر دیتا مگر اس نے روحان اور عمار ماموں کے ساتھ آخری رسومات ادا کرتے ہوئے عتیقہ کو قبر میں اتارا تھا جو اس کے بالکل قریبی محرم ہونے کا ثبوت تھا مگر اس کے تاثرات سے کسی قریبی رشتے داری کا اظہار نہیں ہو رہا تھا وہ کسی سے بات کر رہا تھا نہ کوئی دوسرا اس سے مخاطب تھا یہاں تک کہ اس کے چہرے پر غم اور دکھ کا بھی کوئی تاثر نہیں تھا جانے کیسی بے حسی اس پر تھی روحان سمجھ نہیں سکا تھا اور نہ ہی سمجھنا چاہتا تھا اسے ان سب باتوں پر غور کرنے کا ہوش نہیں تھا جو وہ اس کے روپ کی گہرائیوں میں اتر کر انہیں پرکھنے کی کوشش کرتا۔

عتیقہ کو سپردِ خاک کر کے اسے شدید قسم کی گھٹن ہونے لگی تھی قبرستان سے لوٹتے وقت اس نے فوراً گھر واپس چلے جانے کا اٹل فیصلہ کر لیا تھا گھر آ کر جب اس نے عمار ماموں کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو وہ آزردہ ہو گئے۔

"کچھ دیر تو رک جاؤ ابھی تو تم سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں ہوئی۔ کتنا عرصہ ہو گیا تمہیں دیکھے ہوئے کتنے چھوٹے سے تھے تم جب تمہیں آخری بار دیکھا تھا کاش تم عتیقہ کی زندگی میں بھی ایک بار آ جاتے۔" روحان کا دل کٹ گیا ان کی آخر بات سن کر وہ رکنے کی بجائے پہلے سے بھی زیادہ حتمی انداز میں بولا۔

"میں پھر دوبارہ آ جاؤں گا۔ میں خود بھی بہت کچھ کہنا اور سننا چاہتا ہوں مگر فی الحال میرا یہاں رکنا ممکن نہیں۔" اسے جیسے سانس لینا بھی دشوار لگ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔" انہوں نے تھکے ہوئے انداز میں کہا تھکان تو روحان کو بھی بہت ہو رہی تھی جیسے جہاز کی بجائے وہ کراچی سے پیدل چل کر آ رہا ہو اس کے باوجود وہ ابھی اور اسی وقت واپس لوٹنا چاہ رہا تھا چاہے اس وقت کوئی فلائیٹ ملے یا نہ ملے وہ ایئرپورٹ کے قریب ترین بنے ہوٹل میں ٹھہر کر انتظار کر سکتا تھا مگر یہاں رکنے کے لیے تیار نہیں تھا۔

دو چار رسمی جملوں کے تبادلے کے بعد وہ ان سے گلے مل کر پلٹا ہی تھا کہ انہوں نے پوچھ لیا۔

"شہزاد سے نہیں ملو گے۔"

"کون شہزاد۔" روحان نے بے ساختہ پوچھا اسے اپنے ننھیال والوں کی فہرست پتا نہیں تھیں کجا کہ ان کے نام۔ مگر اس کے سوال پر عمار ماموں کے تاثرات ضرور عجیب ہو گئے۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔" ان کا جملہ اس کے سر پر سے گزر گیا تھا اس پر ان کا سرد آہ بھرتے ہوئے سر جھٹکنا۔

"کیا بات ہے ماموں آپ کس کی بات کر رہے ہیں۔" اس کے پوچھنے پر وہ کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگے پھر عجیب صفائی دینے کے سے انداز میں بولے۔

"کوئی بات نہیں اگر تم نہیں ملنا چاہتے تو کوئی حرج نہیں میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا تھا یہی بہت ہے کہ تم عتیقہ کے انتقال پر یہاں آئے ورنہ ان نے کون سا کبھی پلٹ کر تمہاری خبر لی تھی جس ماں نے کبھی

نہیں پوچھا اس کے لیے اتنا کر لینا ہی بہت ہے۔" کیسا رشتہ تھا یہ کہ اس عورت کی وہ برائی اسے بری لگ رہی تھی جس کا وہ خود دل سے قائل تھا بلکہ کچھ گھنٹوں پہلے علیزہ کے سامنے بیان کر رہا تھا پھر بھی یہی بات عمار ماموں کے منہ سے سن کر اس کا دل چاہا تھا انہیں جھڑک دے۔

اس کے چہرے پر ناگواری کے تاثرات پھیلے دیکھ کر جانے وہ کیا سمجھے کہ ایک بار پھر صفائی دینے والے انداز میں کہنے لگے۔

"میں نے کہا نا روحان میں تمہیں فورس نہیں کر رہا میں نے تو ایسے ہی پوچھ لیا تھا ورنہ شہزاد سے ملنا ایسا کوئی ضروری بھی نہیں ہے اس سے تو خاندان کا کوئی بھی شخص ملنا پسند نہیں کرتا اور وہ خود بھی ایسا بدد ماغ ہے کہ کسی سے سیدھے منہ بات نہیں کرتا اس سے مل کر لوگوں کو پچھتاوا ہی ہوتا ہے۔" روحان آنکھوں میں الجھن لیے انہیں دیکھتا رہا آخر ان کے خاموش ہونے پر کہنے لگا۔

"مجھے بابا نے کبھی امی کے گھر والوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور بچپن کی کوئی بات مجھے یاد ہی نہیں اس لیے پلیز آپ خود ہی بتا دیں کہ یہ شہزاد صاحب کون ہیں۔"

"تمہیں صادق نے کبھی کچھ نہیں بتایا۔" انہوں نے بلا کی حیرت سے پوچھا تو روحان نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا۔

"بہت بڑا ظرف ہے اس کا۔ عتیقہ اس کے قابل ہی نہیں تھی۔" عمار ماموں خود کلامی کے انداز میں بولے ان کا لہجہ تاسف سے پُر تھا روحان کی الجھن میں اضافہ ہو گیا مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتا ایک بزرگ خاتون عمار ماموں کے کمرے میں چلی آئیں اور بڑے بے تابانہ انداز میں روحان کی طرف بڑھیں۔

"تم۔۔۔ تم ہو روحان۔ ماشاءاللہ' ماشاءاللہ کتنے بڑے ہو گئے۔ میں تو سمجھتی تھی زندگی میں تمہیں دیکھنا کبھی نصیب نہیں ہو گا۔" انہوں نے نزدیک آ کر روحان کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور بڑی یاسیت سے اسے دیکھنے لگیں۔

"مجھے جانتے ہو۔" اس کے چہرے پر لکھی اجنبیت کی تحریر پڑھتے ہوئے انہوں نے پوچھا اس کی خاموشی میں ہی اس کا جواب موجود تھا اس لیے وہ خود ہی کہنے لگیں۔

"میں تمہاری ماں کی خالہ ہوں۔" روحان کی سمجھ میں نہیں آیا وہ فوری طور پر کس ردعمل کا اظہار کرے وہ تو بس جلد سے جلد وہاں سے چلے جانا چاہتا تھا حالانکہ کتنے سوال اس کے دل میں مچل رہے تھے۔

اپنی ماں سے وابستہ ایک بھی بات اس کے علم میں نہیں تھی مگر پھر بھی وہ اس موضوع پر بات کرنے سے کترا رہا تھا بلکہ اس کا دماغ اتنا ماؤف تھا کہ وہ یہ سننے سے بھی قاصر تھا کہ وہ رکے بغیر تواتر سے کیا کہے جا رہی ہیں وہ تو تب چونکا جب انہوں نے پاس رکھی کرسی پر گرتے ہوئے رونا شروع کر دیا۔

عمار ماموں بھی ان کے نزدیک چلے آئے انہیں تسلی دینے مگر ابھی تک آنے جانے والوں کا تانتا بندھا ہوا تھا وہ کچھ دیر میں ہی کمرے سے نکل گئے تب روحان خاموشی سے اپنی ماں کی خالہ کے سامنے والی کرسی پر ٹک گیا جو رشتے میں اس کی نانی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عتیقہ کی موت پر ان کا دل ویسے ہی سوگوار ہو رہا تھا روحان کو اچانک دیکھ کر جیسے ان کے زخم ادھڑ گئے وہ روحان کے بغیر پوچھے وہ سب بتانے لگیں جو روحان سننا چاہتا تھا۔

"کتنا ارمان تھا اسے تمہیں ایک بار دیکھنے کا۔ کتنا یاد کرتی تھی وہ تمہیں۔" روحان سانس روکے انہیں دیکھتا رہا جن کی نظریں جانے کس غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔

"بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں اس نے' اتنے دکھوں اور اتنی بڑی بیماری سے وہ اکیلی لڑتی رہی۔ مگر کبھی کسی کے آگے ہاتھ پھیلانا گوارا نہیں کیا۔ بہت خوددار تھی وہ میں نے بہت کہا ایک بار جا کر روحان سے مل لو۔ مگر اتنا خرچہ کر کے کیسے جاتی اور صادق سے امید بھی نہیں تھی کہ وہ ملنے کی اجازت دیتا۔ عتیقہ میں تو کبھی فون کرنے کی بھی ہمت نہیں ہوئی تھی اور پھر پچھلے دس سالوں سے تو اس کی بیماری نے ہی اسے ادھ موا کر دیا تھا۔

"کیا ہوا تھا امی کو۔" روحان کو خود اپنی آواز اجنبی لگی تھی جبکہ وہ خالی خالی نظروں سے روحان کو دیکھنے لگیں۔

"کبھی بتایا ہی نہیں اس نے۔ جب حالت بہت بگڑ گئی اور اس کے لیے کسی عورت کی زیر نگرانی رہنا اشد ضروری ہو گیا تب ہمیں پتا چلا اس کا کینسر آخری اسٹیج پر ہے۔"

"کینسر۔" روحان سنسناتے لہجے میں بولا۔

"کیا وہ یہاں نہیں رہتی تھیں۔" انہیں خاموش دیکھ کر روحان نے حیرانی سے پوچھا تو وہ تلخی سے بولیں۔

"وہ یہاں کیسے رہتی اس گھر کے افراد رکھنے کے لیے تیار ہی نہیں تھے۔

جب تمہارے باپ نے اسے گھر سے نکالا تھا تب تو تمہارے نانا اور عمار ماموں تک اس کی شکل دیکھنے کے روادار نہیں تھے پھر گزرتے وقت کے ساتھ ان کی شدتوں میں کمی آ گئی تمہارے نانا حیات نہیں رہے تو ماموں نے روابط جوڑنے کی کوشش کی مگران کی بیوی کو گوارا نہ ہوا لیکن تین سال پہلے تمہارے ممانی بھی چل بسیں تو عتیقہ پر اس گھر کے دروازے صحیح معنوں میں وا ہوئے مگر عتیقہ خود بھی یہاں آنا پسند نہیں کرتی تھی وہ تو بیماری نے اسے اس قابل نہیں چھوڑا کہ گھر پر اکیلی رہ سکے تب عمار جا کر اسے بصد اصرار اپنے گھر لے آیا یہاں اس کی بھانجی ہوتی تھی جو اس کی دیکھ بھال کر سکتی تھی ورنہ اپنے گھر میں تو وہ اکیلی پڑی رہتی۔

شہزاد نے اس کے علاج کے لیے کئی کئی جگہ ملازمت کر لی تھی وہ دن بھر کا گیا رات تک آتا تھا۔"

"کون شہزاد؟" جتنا وہ اپنی ماں کے بارے میں جان رہا تھا اس کی تکلیف میں اتنا اضافہ ہو رہا تھا اس کی ماں نے اپنی ساری زندگی تنہا مشقت کرتے ہوئے گزار دی تھی ان کے گھر والوں نے بھی ان کا ساتھ نہیں دیا تھا۔

اس نے سنا تھا طلاق کا داغ لگنے کے بعد عورت معاشرے کے لیے ناقابل قبول ہو جاتی ہے مگر اپنے گھر

والے بھی اپنانے سے انکار کر دیتے ہیں اور اسے تھامنے کی بجائے زمانے کی ٹھوکروں میں چھوڑ دیتے ہیں یہ اسے پہلی بار پتا چلا تھا۔

"تم شہزاد کو نہیں جانتے۔" انہوں نے اچنبھے سے پوچھا۔

"نہیں' کون ہے شہزاد۔"

"تمہاری عمر کیا تھی جب تمہارے والدین میں علیحدگی ہوئی۔" وہ ذہن پر زور دیتے ہوئے پوچھنے لگیں۔

"چار سال۔" روحان فوراً بولا۔

"ہاں! اسی لیے تمہیں یاد نہیں رہا ہو گا شہزاد تمہارا بھائی ہے۔" روحان بے یقینی سے انہیں دیکھے گیا اسے اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آیا تھا۔

"جب وہ پیدا ہوا تھا تب تمہاری ماں کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی اسی لیے اس کی پیدائش کے بعد وہ یہاں آ گئی تھی اور ایک دو مہینے ہی رہی تھی اور جب شہزاد ایک سال کا ہوا تب وہ ہمیشہ کے لیے یہیں آ گئی تم نے اس کے ساتھ بہت کم وقت گزارا تھا اس لیے تمہیں یاد نہیں ہو گا۔"

"مجھے یاد نہیں رہا لیکن بابا کو تو یاد ہو گا انہوں نے تو کبھی ذکر نہیں کیا۔ بیوی سے طلاق ہونے پر اولاد سے تو رشتہ نہیں ٹوٹ جاتا۔" روحان کے ذہن میں جھکڑ چل رہے تھے اگر اس کا کوئی بھائی تھا تو اس کا کبھی تو گھر میں نام آتا بلکہ بابا کو اس کا خرچ بھیجنا چاہیے تھا۔

"صادق نے عتیقہ کو طلاق ہی شہزاد کی وجہ سے دی تھی وہ اس کا ذکر کیا کرتا۔" خالہ تلخی سے بولیں۔

"میں سمجھا نہیں۔" روحان بے چینی سے بولا تو وہ روحان کو بغور دیکھنے لگیں پھر سر جھٹکتے ہوئے بولیں۔

"چھوڑو یہ سب باتیں۔ جب تمہارے باپ نے کبھی نہیں بتایا تو۔۔۔"

"ایسے کیسے چھوڑ سکتی ہیں آپ۔ میں جاننا چاہتا ہوں بلکہ اس سے ملنا چاہتا ہوں کون ہے شہزاد کہاں ہے وہ ابھی تک مجھ سے ملنے کیوں نہیں آیا۔" کہنے کے ساتھ ہی روحان کے ذہن میں جھماکا ہوا اسے بے اختیار وہ لڑکا یاد آ گیا جس نے اس کے اور عمار ماموں کے ساتھ مل کر عتیقہ کو قبر میں اتارا تھا اور اسی نے فون کر کے روحان کو اطلاع بھی دی تھی۔

"میں جانتا ہوں وہ کون ہے۔" روحان کہتا ہوا جیسے ہی کھڑا ہونے لگا انہوں نے روک دیا۔

"وہ اس وقت یہاں نہیں ہے وہ قبرستان سے سیدھا اپنے گھر چلا گیا تھا۔"

"اپنے گھر! اتنی جلدی؟" روحان کے لہجے میں ایک بار پھر بے یقینی در آئی اتنے بڑے سانحہ کے بعد بجائے وہ یہاں سب عزیزوں کے پاس رکتا وہ اپنے گھر چلا گیا اور سب نے اسے جانے بھی دیا اس کے سوال پر وہ نگاہیں چرا گئیں تو روحان نے بے اختیار ان کے ہاتھ تھام لیے۔

"اگر آپ کو میری ماں سے ذرا بھی محبت تھی تو پلیز مجھ سے کچھ مت چھپائیں۔" روحان کے لہجے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اتنی بے بسی تھی کہ وہ سسک اٹھیں۔

"کیا بتاؤں اور کس منہ سے بتاؤں۔ جب عتیقہ ایک سالہ شہزاد کو لے کر ہمیشہ کے لیے اس چوکھٹ پر لوٹ آئی تھی تب اس میں بھی اتنی سکت نہیں تھی کہ کچھ بتاپاتی آخر تمہارے نانا کو صادق سے بات کرنی پڑی تھی اور اس نے جو بتایا اسے سننے کے بعد کتنے ہی عرصے سے ہم سب ایک دوسرے سے آنکھ ملانے کے قابل نہیں رہے تھے مجھے تو حیرت ہوتی تھی عتیقہ پر کہ وہ یہ سب سہہ کیسے گئی۔

صادق کا کہنا تھا کہ شہزاد۔۔۔ اس کی اولاد نہیں ہے۔" روحان کو لگا کسی نے اس کے اوپر تیزاب پھینک دیا ہو اسے اپنا روم روم جلتا محسوس ہو رہا تھا جیسے جسم پر موجود کھال موم کی طرح بہہ رہی ہو اور پورے وجود سے دھویں اور آگ کی لپٹیں اٹھ رہی ہوں وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہا تھا عتیقہ کی خالہ خود ہی کہنے لگیں۔

"عتیقہ اس گھر کی بچی تھی مگر اس گھر کے لوگوں نے صادق کی بات پر یقین کیا اور اس سے بدگمان ہو گئے اور وہ اتنی خوددار تھی کہ اس نے خود پر انگلی اٹھانے والوں کو صفائی دی نہ بین کیا بلکہ خاموشی سے شہزاد کو لے کر یہاں سے چلی گئی۔

اس معاشرے میں جہاں تنہا عورت کا رہنا سب سے مشکل کام ہے اس نے خود جاب کی اور اپنا اور اپنے بیٹے کا پیٹ پالا مگر کبھی باپ اور بھائی کو دہائی نہیں دی عمار کو پھر بھی بہن کی تنہائی کا احساس تھا تمہارے نانا کے انتقال کے بعد اس نے تعلق جوڑنا چاہا مگر تمہاری ممانی اور خاندان کے دیگر افراد اسے دیکھتے ہی طنز و طعنوں کے نشتر چلانے لگتے وہ خود تو پھر بھی سب جھیل جاتی مگر جب شہزاد ایسی باتیں سن کر وقت سے پہلے سمجھ دار ہوا تو اس نے یہاں آنا ہی چھوڑ دیا۔

لیکن عمر کے اس دور میں جب وہ ملنے جلنے کے بھی قابل نہ رہی تب وہ عمار کے بے حد اصرار پر اس گھر میں چلی آئی جہاں اس نے ایک گلاس پانی پینا بھی پسند نہیں کیا تھا وہ بھی اس لیے رضامند ہوئی کہ تمہاری ممانی یہاں نہیں رہی تھیں مگر آج بھی خاندان کے دوسرے لوگ عتیقہ اور شہزاد کو بڑی حقارت سے دیکھتے ہیں اس لیے تدفین ہونے کے بعد شہزاد نے یہاں آنا بھی گوارا نہیں کیا اور سیدھا اپنے گھر چلا گیا اپنی ماں کی وجہ سے وہ یہاں آنے کے لیے مجبور ہو گیا تھا ورنہ اتنی ذلت برداشت کرنا تو کسی کے بھی بس کی بات نہیں، وہ تو پھر عتیقہ کا بیٹا تھا وہ کیسے سہہ لیتا۔

اگر ہم یہ مان بھی لیں کہ صادق کا لگایا الزام سچ ہے تب بھی وہ تو بالکل بے گناہ ہے مگر بچپن سے وہ اپنے ناکردہ گناہ کی سزا بھگتتا آیا ہے اب بھی جب انسان کو اپنوں کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ اپنوں کو چھوڑ کر خالی گھر میں اکیلا جا بیٹھا ہے جب اپنوں نے کبھی اپنایا ہی نہیں تو اپنائیت کیسی۔" خالہ روتی جا رہی تھیں اور کہتی جا رہی تھیں روحان ششدر سا بس تک انہیں دیکھے گیا۔

☆ ☆ ☆

حوریہ کا دل حلق میں دھڑک رہا تھا ماریہ کے آفس میں کام کرنے والے عادل کی رشتے کی پھوپھی ان کے گھر آئی ہوئی تھیں اور برابر والے کمرے میں اماں سے محو گفتگو تھیں خوش گپیوں کی آوازوں سے صاف ظاہر تھا کہ ان کے خستہ حال گھر سے ان کی معاشی حیثیت کا اندازہ لگا لینے کے باوجود انہیں اس بات پر کوئی اعتراض نہیں تھا شاید ماریہ جس پوسٹ پر کام کر رہی تھی اسے دھیان میں رکھتے ہوئے وہ ذہنی طور پر کسی ایسے ہی گھر کے لیے تیار تھے اور یہ بات واقعی قابل تحسین تھی کہ جس آفس میں وہ لڑکا اتنی بڑی پوسٹ پر تھا اسی آفس کی اتنی معمولی سی ورکر کی بہن کے گھر وہ رشتہ لانے کے لیے بخوشی راضی تھے ورنہ ماریہ کی آفس میں حیثیت ہی کیا تھی۔

وہ تو جب میلاد میں اپنی بہنوں کو لے کر آئی تب بھی کسی نے غور نہیں کیا تھا ورنہ بینائی نہ ہوتے ہوئے بھی حوریہ خود پر جمی لوگوں کی نظروں کو با آسانی محسوس کر لیا کرتی تھی جب وہ چیزوں کو ٹٹولتے ہوئے آگے بڑھتی تب اپنے چاروں طرف لوگوں کی نظروں کا حصار اسے اچھی طرح آگاہ کر دیتا کہ کس کی نگاہوں میں اس کے لیے ترحم ہے اور کسی کی نگاہوں میں تضحیک۔

اس دن میلاد میں وہ شازیہ کا ہاتھ پکڑ کر آئی تھی اور ایک کونے میں سمٹ کر بیٹھ گئی تھی مگر اول تو ہال کے اس جانب زیادہ رش نہیں تھا دوسرے اتنے بڑے آفس کے اتنے بڑے عملے میں کون کس کے ساتھ آیا تھا کسی کو پتا تھا نہ پتا کرنے میں دلچسپی تھی اس لیے ماریہ سے کسی نے بھی حوریہ کی بابت کچھ نہیں پوچھا ورنہ حوریہ جہاں بھی جاتی چاروں طرف سے سوال کی بوچھاڑ ہو جاتی۔

"یہ کون ہے؟"

"یہ کب سے ایسی ہے؟"

"آپ نے اس کا علاج نہیں کرایا؟"

"ہاں ایسی بیماریاں کہاں ٹھیک ہوتی ہیں بے چاری۔" سب کی تان اسی لفظ پر آ کر ٹوٹتی تھی۔

لوگوں کے ایسے رویے جھیل جھیل کر بھی وہ ان کی عادی ہونے کی بجائے ہر دفعہ نئی اذیت سے گزرتی تھی اسی لیے وہ لوگوں سے ملنے سے کتراتی تھی اور اس وقت تو اس کی گھبراہٹ عروج پر تھی ماریہ باجی نے اس کے لیے اچھا خاصا ہدایت نامہ جاری کر دیا تھا۔

"ایسے بیٹھنا' ایسے بولنا' اٹھنے یا ادھر ادھر ہلنے کی کوشش مت کرنا۔ چاہے وہ خاتون کچھ بھی مانگیں تم دینے مت کھڑی ہو جانا صرف سر جھکائے بیٹھی رہنا اگر تم نے ان کے کسی بھی سوال پر سر اٹھا کر ان کی جانب چہرہ کیا تو وہ تمہاری نظروں کے زاویے سے شک میں پڑ سکتی ہیں۔"

بلکہ اپنی ایک عادت جو اسے خود بھی پتا نہیں تھی اس سے بھی ماریہ باجی اور عالیہ باجی نے آگاہ کیا تھا کہیں کوئی بھی آواز ہوتی اس کی گردن خود بخود آواز کی جانب گھوم جاتی اپنی اس بے ساختہ حرکت پر اسے مکمل قابو رکھنا تھا کوئی بھی آواز پیدا ہوا سے بدستور چہرہ سامنے کی طرف رکھنا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کل سے یہ باتیں دہرا دہرا کر ماریہ باجی اس کی جان عذاب کر چکی تھیں مگر اب وقت آنے پر اسے لگ رہا تھا اس کا ذہن خالی ہو چکا ہو ان کی کہی ایک بھی بات اسے یاد نہیں آ رہی تھی کہ تبھی ماریہ باجی کمرے میں داخل ہوئیں اور اس کے عین برابر میں آ کر بیٹھ گئیں۔

"ہم نے آنٹی سے کہہ دیا ہے ابا صحن میں بیٹھے ہیں اور تم ان کے سامنے وہاں نہیں آ رہیں اس لیے وہ خود کمرے میں آ رہی ہیں۔" پہلے سے سوچے منصوبے کے مطابق انہوں نے خاص طور پر ابا کو صحن میں پلنگ پر سلا دیا تھا وہ اتنے کمزور تھے کہ اکثر پلنگ پر لیٹ کر غنودگی میں پڑے رہتے تھے اس وقت بھی وہ لیٹے لیٹے سو گئے تھے جس کے باعث حوریہ کو خود اٹھ کر ان خاتون کے پاس جانا نہیں پڑا تھا دو کمروں اور ایک صحن پر مشتمل چھوٹے سے گھر نے آج اس جواز کا بھرم رکھ لیا تھا۔

"وہ آ گئی ہیں۔" ماریہ باجی نے بہت دھیرے سے سرگوشی کی حوریہ کو اپنے ہر مسام سے پسینہ پھوٹتا محسوس ہوا تھا اس نے بے اختیار بالکل مشینی انداز میں ماریہ باجی کی دی ہوئی ہدایات کے مطابق اپنے دائیں جانب گردن موڑتے ہوئے دھیرے سے سلام کر دیا ویسے بھی وہ اسی گھر میں پلی بڑھی تھی کیا ہوا جو وہ دیکھ نہیں سکتی تھی گھر کا پورا نقشہ اس کے ذہن میں موجود تھا بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھے ہونے کی صورت میں دروازہ دائیں جانب ہو جاتا تھا یہ اسے بھی بخوبی پتا تھا مگر اس وقت اس کی اپنی عقل ماؤف ہو گئی تھی وہ کسی کٹھ پتلی کی طرح ماریہ باجی کے اشاروں پر عمل کر رہی تھی۔

"وعلیکم السلام۔ ماشاء اللہ جتنا سنا تھا اس سے بڑھ کر پایا۔" ایک خوشگوار سی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی وہ لوگوں کے تاثرات نہیں دیکھ سکتی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے بھی ایک حس نہ دے کر دوسری تمام حساسیات میں قابل قدر اضافہ کر دیا تھا وہ صرف آواز کے اتار چڑھاؤ سے لوگوں کے رویّے بھانپ لیا کرتی تھی اس وقت بھی ان کے لہجے کے زیر و بم سے وہ جان گئی تھی کہ اس سے ملنے والی خاتون واقعی بہت خوش ہوئی تھیں یہ خوشی بناوٹی اور ظاہری بالکل نہیں تھی، لیکن ان کی اس خوشی نے بھی اسے تکلیف پہنچائی تھی ایک ہی خدشہ اس کے سر پر تلوار کی طرح لٹک رہا تھا کہ اگر وہ انہیں پسند آ گئی تو وہ اس کا رشتہ بھیج دیں گی تب وہ اپنے گھر والوں کو رشتہ منظور کرنے سے کیسے منع کرے گی۔

کیا وہ ایسے ہی دھوکے سے اس کے ساتھ شادی کر لے گی۔

وہ وہاں موجود ہوتے ہوئے بھی حاضر نہیں تھی ماریہ باجی اسی لیے آ کر بیٹھ گئی تھیں کہ وہ خود ہی بولتی رہیں گی اور ان خاتون کو حوریہ سے زیادہ بات کرنے کا موقع نہیں دیں گی وہ اپنے اس منصوبے پر دل و جان سے عمل پیرا تھیں وہ خاتون کوئی پندرہ منٹ وہاں بیٹھی تھیں اس بیچ حوریہ صرف دو چار جملے بولی تھی وہ بھی ماریہ باجی نے اسے گھرکا تھا ورنہ وہ بالکل بھی بولنے اور سننے کے قابل نہیں تھی۔

ان کے جانے کے بعد ماریہ باجی نے اس کی اچھی خاصی کلاس لے ڈالی انہیں اتنا شدید غصہ آ رہا تھا کہ پہلی بار اس پر لعن طعن کرتے ہوئے انہوں نے کافی سخت الفاظ استعمال کیے تھے۔

"اس وقت تم اندھی ہی نہیں گونگی اور بہری بھی لگ رہی تھیں آخر اس طرح مورتی بن کر بیٹھ کر تم کیا ثابت کرنا چاہ رہی تھیں۔"

"چھوڑیں باجی۔ اب بس بھی کریں۔" شازیہ نے آہستگی سے کہا۔

"ارے چھوڑوں کیا۔ اسے اندازہ نہیں ہے اسے کتنا اچھا رشتہ مل رہا ہے۔ خاندان، حیثیت، دولت، تعلیم کیا نہیں ہے اس لڑکے کے پاس اور سب سے بڑھ کر اس کی پرسنیلٹی کتنا اسمارٹ ہے وہ۔ کاش تم ٹھیک ہوتیں حوریہ کاش کہ تم ایک بار اسے دیکھ سکتیں۔" ماریہ باجی کا غصہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا حوریہ بظاہر بے حسوں کی طرح بستر پر پڑی تھی مگر حقیقتاً "اس کے اندر دھواں بھر رہا تھا صرف ایک ہی لفظ اس کے ذہن میں گونج رہا تھا۔

"کاش۔"

"کاش۔"

"کاش۔"

☆ ☆ ☆

روحان جو اسی وقت واپس اپنے گھر لوٹ جانا چاہتا تھا نا صرف تین گھنٹے تک خالہ کے پاس بیٹھا رہا بلکہ جب وہاں سے اٹھا تو عمار ماموں کے بتائے پتے کو لیے اجنبی شہر کی اجنبی راستوں کو کھوجتا ہوا رات کے ایک بجے اس فلیٹ پر پہنچ گیا جہاں اس کی ماں نے اپنی تلخ زندگی کا کٹھن وقت گزارا تھا۔

نہایت پرانی طرز کا بنا ہوا خستہ حال فلیٹ جس کی عمارت باہر سے ہی اندر رہنے والوں کی معاشی بدحالی کا منہ بولتا ثبوت تھی وہاں رات کے ایک بجے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے روحان کا ذہن جیسے مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔

حالانکہ اس کا پورا دن بے تحاشا مصروفیت اور اعصابی دھچکوں سے بھرپور گزرا تھا پھر بھی اسے معمولی سی تھکن کا بھی احساس نہیں ہو رہا تھا کیونکہ ابھی ابھی وہ اپنی ماں کے بچپن اور جوانی کے کئی قصے سن کر آ رہا تھا عتیقہ کی خالہ جو صدمے سے چور تھیں ایک طرح کے نفسیاتی دباؤ کے زیر اثر ایک کے بعد ایک قصہ سناتی چلی گئیں اور روحان ان باتوں میں ایسا ڈوبا گیا کہ کل تک جو عورت اس کے لیے یکسر اجنبی تھی آج واقعی وہ اسے اپنی زندگی کا حصہ لگنے لگی تھی۔

وہ ان کی خودداری اور عظمت کی اتنی باتیں سن کر آ رہا تھا کہ ان کی مضبوط شخصیت کا ایک خاکہ سا اس کے ذہن میں بن گیا تھا وہ اسے اپنے بہت قریب محسوس ہو رہی تھیں جیسے وہ ہمیشہ سے انہیں جانتا ہوں جیسے وہ ہمیشہ اس کے ساتھ رہی ہوں۔

دروازے پر دستک دینے کے بعد اسے کافی دیر انتظار کرنا پڑا تھا تب کہیں جا کر اسی لڑکے نے دروازہ کھولا تھا جسے وہ پہلے ہی قبرستان میں دیکھ چکا تھا۔

وہ ابھی تک ان ہی کپڑوں میں ملبوس تھا حالانکہ قبرستان میں وہ کپڑے خاصے گرد آلود ہو گئے تھے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے بکھرے بال بھی ایسے خشک ہو رہے تھے جیسے ان میں بھی ریت بھر گئی ہو اتنے غیر متاثر کن حلیے کے باوجود اس کے چہرے میں بلا کی کشش تھی اگر اسے ذرا سی معاشی خوش حالی اور ذہنی آسودگی میسر ہوتی تو وہ یقیناً "بہت وجیہہ لگتا اس وقت اس کا چہرہ بھی شام جتنا سرد اور سپاٹ نہیں لگ رہا تھا کیونکہ اسے پہلی بار دیکھ کر بلکہ اس کی بے تاثر آواز سن کر روحان کو وہ جذبوں سے عاری شخص لگا تھا مگر اس وقت اس کی سرخ ہوتی آنکھوں میں احساسات کا ایک طوفان مچل رہا تھا ایسا لگ رہا تھا اس نے دستک سن کر چہرے پر پانی کے کئی چھینٹے مارے تھے تب دروازہ کھولا تھا اور اب روحان کو اپنے روبرو دیکھ کر بالکل گنگ رہ گیا تھا۔

خود روحان بھی ایسے کھڑا تھا جیسے سمجھ میں نہ آرہا ہو کہ کیا کہے۔ کتنی دیر وہ دونوں اپنی اپنی جگہ ساکت کھڑے رہے آخر روحان نے گلا کھنکارتے ہوئے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"کیا میں اندر آسکتا ہوں۔" شہزاد نے چونکتے ہوئے اسے اندر آنے کی جگہ دی اور ایک طرف ہٹ گیا روحان نے جیسے ہی گھر میں قدم رکھا بری طرح ٹھٹک گیا۔

بہت ہی گھٹا ہوا تنگ سا فلیٹ تھا یقیناً" فرنیچر بھی معمولی سا ہوگا مگر لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے موم بتی کی مدھم سی روشنی میں بھرم رہ گیا تھا بے اختیار روحان کو اپنا آسائشوں سے پُر گھر یاد آگیا بلکہ اس کے نانا کا گھر جس میں اب عمار ماموں رہائش پذیر تھے ہر لحاظ سے ایک پُرتعیش گھر تھا۔

شہزاد نے اسے اندر تو بلا لیا مگر روحان کے گھر میں داخل ہوتے ہی جیسے شہزاد کو کچھ یاد آیا اور وہ فوراً" بولا "یہاں تو بہت گرمی اور حبس ہے چلیں نیچے چل کر باتیں کرتے ہیں۔" حالانکہ روحان یہیں بیٹھنا چاہتا تھا وہ اس کمرے میں بیٹھ کر اپنی ماں کے وجود کو محسوس کرنا چاہتا تھا اس کی ماں نے بیس سال یہاں گزارے تھے اس چھت تلے' وہ بھی یہاں رک کر اس کی خوشبو کو اپنے اندر جذب کرنا چاہتا تھا مگر وہ شہزاد سے یہ سب کہہ نہ سکا اور اس کے ساتھ فوراً" ہی باہر نکل آیا۔

رات کا ایک بجا ہونے کے باوجود چاروں طرف اتنا سناٹا نہیں تھا دیوار سے دیوار ملے فلیٹس میں ایک گھر میں چلتا ٹی وی دوسرے گھر میں بیٹھ کر با آسانی سنا جاسکتا تھا اس لیے برابر والے گھر سے آتی میوزک کی آواز پر روحان کے آگے بڑھتے قدم لمحہ بھر کے لیے رکے تھے اس نے گردن موڑ کر اپنے برابر چلتے شہزاد کو دیکھا جو اپنی ہی سوچوں میں گم سر جھکائے چل رہا تھا۔

تیسرے فلور سے نیچے آنے تک روحان کو یقین ہوگیا تھا کہ پوری بلڈنگ میں لائٹ موجود ہے ایک سوائے شہزاد کے گھر کے۔

روحان کے احساسات عجیب ہوگئے تھے اسے معلوم تھا شہزاد نے عتیقہ کے علاج کے لیے تعلیم چھوڑ دی تھی اور بیک وقت کئی جگہوں پر ملازمت کر رہا تھا اتنے اخراجات کے ساتھ اس کے گھر کی بجلی کا بل بھرنے کے لیے پیسے ہی نہیں بچے ہوں گے اور پھر عتیقہ بھی عمار ماموں کے گھر پر تھیں شہزاد نے بھی اسی لیے بجلی کے بل کو نظرانداز کردیا ہوگا۔

"آپ کو کچھ کہنا بھی ہے یا صرف خاموش رہنے آئے ہیں۔" شہزاد کے ٹوکنے پر روحان نے چونک کر اپنے اردگرد دیکھا وہ فلیٹ کے نیچے بنی دوکانوں کے سامنے کھڑے تھے دوکانیں اس وقت بند تھیں مگر تنگ گلیوں میں بنی ان چھوٹی چھوٹی دوکانوں کی وجہ سے دن کے وقت یہاں کس قدر شور' ہجوم اور گھٹن کا ماحول ہوتا ہوگا اس کا اندازہ روحان بخوبی لگا سکتا تھا۔

"تم تو میرے بارے میں سب کچھ جانتے ہوگے لیکن مجھے تمہارے بارے میں آج ہی پتا چلا ہے۔" روحان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اس سے کیا بات کرے وہ بھی سینے پر ہاتھ باندھتے ہوئے اسے ایسے دیکھنے لگا جیسے کہہ رہا ہو جلدی بولو اور دفع ہو۔

"کاش میں ایک بار امی کی زندگی میں یہاں آیا ہوتا یہ پچھتاوا کبھی میرا پیچھا نہیں چھوڑے گا لیکن اللہ کا شکر ہے کہ میں ان کے بعد ہی سہی یہاں آگیا ورنہ مجھے کبھی پتا نہیں چلتا کہ میرا کوئی بھائی بھی ہے۔" روحان کے لہجے میں خود بخود اس کے لیے محبت گھل گئی تھی اتنی دیر میں پہلی بار وہ مسکرایا تھا مگر شہزاد کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں ابھرا وہ بدستور سپاٹ نظروں سے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا ایک بار پھر اس کے چہرے پر سرد مہری ابھر آئی تھی بلکہ روحان کی بات پر اس نے ایسے گہرا سانس کھینچا جیسے اسے یہ سب سننے میں کوئی دلچسپی نہ ہو۔

"کیا کرتے ہو تم؟" روحان نے اس کی لاتعلقی کو نظرانداز کرتے ہوئے اپنائیت سے پوچھا۔

"امی کی خالہ نے میرے بارے میں سب بتایا تو ہوگا پھر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" وہ بڑے یقین سے بولا۔ تو روحان لمحہ بھر کے لیے لاجواب ہوگیا مگر پھر واپس اپنی جون میں آتے ہوئے بولا۔

"ہاں انہوں نے بتایا تھا تم بی اے کر رہے تھے مگر امی کی وجہ سے تمہیں پڑھائی چھوڑ کر جاب کرنی پڑی اب تم اپنی تعلیم کا سلسلہ واپس شروع کردو گے نا۔" روحان نے گفتگو کا رخ جان بوجھ کر دوسری جانب موڑ دیا ورنہ درحقیقت وہ اس وقت وہ صرف امی کے بارے میں بات کرنا چاہتا تھا مگر وہ کسی بھی سوال کا جواب دینے کے لیے رضامند نہیں تھا اب بھی وہ جواب دینے کی بجائے خاموشی سے اسے دیکھتا رہا اس کے تاثرات دیکھتے ہوئے روحان نے سنجیدگی سے کہا۔

"تمہیں شاید یہ لگ رہا ہوگا کہ امی کے جانے کا دکھ صرف تمہیں ہے ہاں ہوسکتا ہے کہ مجھے اتنا صدمہ نہ ہو جتنا تمہیں پہنچا ہے مگر ماں تو ہم دونوں نے کھوئی ہے میری اذیت شاید اس لیے کم ہوگئی کہ میں اس محرومی سے پچھلے بیس سالوں سے گزر رہا ہوں جس کا تمہیں آج سامنا ہے۔

کیا ہوا جو ہم عام بچوں کی طرح ایک گھر میں ایک چھت تلے نہیں رہے ہمارا رشتہ ہمارے دکھ سکھ تو ایک ہی رہیں گے ان کی شدتیں الگ ہوسکتی ہیں لیکن ان کی نوعیت تو الگ نہیں ہوسکتی۔"

"مجھے امی کے مرنے کا کوئی دکھ نہیں بلکہ اچھا ہی ہوا جو وہ مرگئیں اگر وہ اسی وقت مرجاتیں جب میں پیدا ہوا تھا تو اور بھی اچھا ہوتا۔" شہزاد کا لب و لہجہ اب بھی سرد تھا مگر کہیں نہ کہیں اس کی ذات پر چڑھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خول میں شگاف ضرور پڑا تھا جو وہ بولنے پر آمادہ ہو گیا تھا روحان جان بوجھ کر خاموش رہا تاکہ وہ اپنی بھڑاس نکال لے اور واقعی اسے بولنے کا موقع دیئے بغیر شہزاد بڑی سفاکی سے کہنے لگا۔

"امی جیسے لوگ زندگی جیتے نہیں گزارتے ہیں آپ کو اگر یہ پچھتاوا ہے کہ آپ ان کی زندگی میں نہیں آئے تو میں آپ کو بتا دوں آپ نے یہاں نہ آ کر بہت اچھا کیا وہ اکثر آپ کا ذکر کیا کرتی تھیں میں جب بیمار ہوتا میرے ساتھ رات رات بھر جاگتے ہوئے وہ آپ کو ضرور یاد کرتیں کہ جانے آپ کی بیماری کے وقت کوئی آپ کے پاس ہوتا ہو گا یا نہیں۔

اس نے وہاں میرے بارے میں اتنا کچھ سنا ہو گا کہ مجھے دیکھتے ہی وہ نفرت سے منہ پھیر لے گا اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی وہ ساری زندگی اپنے باپ کے ساتھ رہا ہے اسے باپ سے ہی محبت ہو گی مجھ سے مل کر وہ ضرور پوچھے گا کہ میں نے اس کے باپ کے ساتھ ایسا کیوں کیا تب میرے پاس اس سوال کا کوئی جواب نہیں ہو گا۔

آپ سے بہت محبت کرنے کے باوجود وہ آپ کا سامنا کرنے کے خیال سے ہمیشہ گھبرا جاتی تھیں۔" شہزاد کسی ٹرانس کے زیر اثر بول رہا تھا اتنی دیر سے تنہا سوگ مناتے ہوئے شاید وہ تھک گیا تھا یا انجانے میں روحان نے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا تھا یہ اور بات تھی کہ اب شہزاد جو کچھ بھی کہہ رہا تھا روحان اسے سننا نہیں چاہتا تھا اسے لگ رہا تھا اگر وہ تھوڑی دیر اور شہزاد کی باتیں سنتا رہا تو ضبط کے سارے بند ٹوٹ جائیں گے اور وہ یہیں بیچ چوراہے پر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے گا مگر شہزاد اس کی حالت سے بے خبر خود کلامی کے انداز میں بولتا وہیں فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔

"امی کی زندگی میں بہتری کی اب کوئی گنجائش نہیں تھی ان کے حق میں یہی بہتر تھا کہ وہ اس دنیا اور دنیا کے لوگوں سے دور چلی جائیں ان کی زندگی کا بس ایک ہی مصرف تھا میری زندگی بنانا لیکن وہ اس مقصد میں بھی کامیاب نہیں ہو سکیں حالانکہ انہوں نے اپنی محدود آمدنی کے باوجود میری ہر ضرورت پوری کرنے کی کوشش کی مجھے بہترین تعلیم دلانی چاہی مگر میں نے ان کی تمام کوششوں پر پانی پھیرتے ہوئے تعلیم کو خیرباد کہہ دیا تو پھر کیا فائدہ ہوا انہیں اتنی محنت کرنے کا اگر وہ آج سے بیس سال پہلے مر گئی ہوتیں تب بھی میں کسی نہ کسی طرح بڑا ہو ہی جاتا پھر انہوں نے خوامخواہ اتنے سال دنیا کے طعنے سنتے ہوئے گزار دیے۔"

شہزاد رو کے بغیر بڑبڑانے کے انداز میں بول رہا تھا روحان بھی اس کے برابر میں فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا۔

"موت کا وقت مقرر ہے وہ انسان کے فائدے اور نقصان کے تابع نہیں ہے اور پھر کون سا شخص زندگی میں کتنا فائدے میں رہا اور کتنا نقصان میں اس کا دارومدار اس کی زندگی کے حالات پر نہیں ہے بلکہ اس کی اس حالت پر ہو گا جس میں وہ قیامت کے دن اٹھایا جائے گا امی نے ان بیس سالوں میں زندگی میں جو کچھ سہا وہ سب آخرت میں ان کے لیے ثواب کا ایک بڑے ذخیرے کی صورت میں موجود ہو گا۔" روحان نے اسے تسلی دیتے ہوئے کہا مگر وہ جواب دینے کی بجائے ایسے بیٹھا رہا جیسے اس کی بات سنی ہی نہ ہو روحان اس کے احساسات سمجھ رہا تھا آخر وہ خود بھی اسی قسم کے جذبات سے گزر رہا تھا۔

"تم کیوں خدائی معاملات میں دخل دے کر خود کو ہلکان کر رہے ہو ہر انسان کی زندگی اور موت کے پیچھے کوئی مقصد ہوتا ہے مگر انسان سمجھ نہیں پاتا۔"

روحان محض اسے تسلی دینے کے لیے بولا مگر اس کی بات پر شہزاد خلاف توقع بڑی حیرت سے گردن گھما کر اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کیا ہوا؟" روحان کو اس کی حیرانی کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی تھی مگر شہزاد جواب دینے کی بجائے کچھ دیر اسے دیکھتا رہا پھر "کچھ نہیں" کے انداز میں سر نفی میں ہلاتے ہوئے واپس سامنے دیکھنے لگا جانے اسے اچانک کیا ہوا تھا البتہ وہ ایک بار پھر پہلے کی طرح خاموش ہو گیا تھا روحان کو لگا جیسے اس نے کچھ غلط کہہ دیا مگر وہ شہزاد سے دوبارہ پوچھنے کی بجائے اسے ایک بار پھر بولنے پر آمادہ کرنے لگا جس کے لیے اسے زیادہ محنت نہیں کرنی پڑی بس جواب جانتے ہوئے بھی اس نے ایک سوال داغ دیا۔

"کیا تم جانتے ہو امی بابا کی طلاق کیوں ہوئی تھی۔" شہزاد اس کی بات سنتے ہی بڑے ہسٹرک انداز میں ہنسا اور ہنستا ہی چلا گیا روحان بڑے ضبط سے اس کے چپ ہونے کا انتظار کرنے لگا اور اتنے طویل انتظار کے بعد جب وہ بولا تو اس کا لہجہ سانپ کی پھنکار جیسا تھا۔

"میں بچپن سے ہی جانتا ہوں اس کے باوجود مجھے روز نئے سرے سے ان کے بیچ طلاق کی وجہ بتائی جاتی ہے حالانکہ وہی شکل ہے میری وہی سارے خاندان والے ہیں لیکن وہ جب بھی کہیں مجھے دیکھتے ہیں کھسر پھسر شروع کر دیتے ہیں نئے سرے سے ایسے ایک دوسرے کو میرے بارے میں بتایا جاتا ہے جیسے آج ہی میرا تعارف ہو رہا ہو اور ان کے کان اتنے خراب ہوتے ہیں کہ برابر میں بیٹھ کر بھی وہ ایک دوسرے کی گفتگو سن نہیں پاتے اور "ہیں ہیں" کرتے رہتے ہیں جبکہ میں ان سے دس فٹ کے فاصلے پر کھڑے ہونے کے باوجود ان کی بکواس با آسانی سن لیتا ہوں۔

آپ بہت خوش نصیب ہیں جو آپ خاندان سے دور رہے ہیں' امی بتاتی تھیں ان کا سسرال بڑا مختصر سا تھا اور ان میں بھی شاید کوئی اس سچائی سے واقف نہیں ہو گا کہ امی کی طلاق کیوں ہوئی تبھی آج تک آپ میرے وجود سے لاعلم رہے ورنہ انسان اگر کوئی تلخ حقیقت جاننا نہ بھی چاہے تب بھی اس کے اردگرد کے لوگ نا صرف چیخ چیخ کر سب بتا دیتے ہیں بلکہ بار بار طعنے دے کر یاد دہانی بھی کراتے رہتے ہیں تاکہ بچہ بھلے ہی اپنے اسکول کا سبق بھول جائے مگر خود سے وابستہ تلخ سچائی فراموش نہ کر سکے۔

بس ایک امی کی خالہ کے دل میں کچھ خوف خدا موجود ہے جن سے آپ ابھی ابھی مل کر آ رہے ہیں اگر ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آپ اب تک امی کے ساتھ ہوئے سانحہ کے بارے میں پوری تفصیل مرچ مسالے کے ساتھ جان گئے ہوتے اور امی سے اتنے بدگمان ہو گئے ہوتے کہ مجھ سے ملے بغیر یہاں سے چلے گئے ہوتے۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" روحان جو بڑے غور سے شہزاد کی بات سن رہا تھا بے اختیار کہہ اٹھا جس پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تلخی سے بولتا شہزاد گردن موڑ کر بے تاثر نظروں سے اسے دیکھے گیا۔

"میں ان سے کبھی نہیں ملا مگر پھر بھی جانے کیوں مجھے یقین ہے کہ وہ اس سارے قصے میں بالکل بے قصور ہیں وہ کوئی غلط کام کر ہی نہیں سکتیں۔" روحان خود کلامی کے انداز میں بولا کچھ دیر کے لیے ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی آخر شہزاد نے ہی سامنے سڑک پر دور تک پھیلے اندھیرے کی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور ایسے کہنا شروع کیا جیسے کوئی کتاب پڑھ رہا ہو۔

"امی ایک بہت عظیم عورت تھیں انہوں نے جس کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزاری ہے وہ ان کے پاک دامن ہونے کا منہ بولتا ثبوت ہے ورنہ اگر وہ کوئی کمزور کردار کی عورت ہوتیں تو جتنا حسن و جمال ان کے پاس تھا وہ اس کے بل بوتے پر دولت اور سونے چاندی کے انبار جمع کر سکتی تھیں آپ کے والد صاحب نے ان کے ساتھ چھ سال گزارے تھے اور ان چھ سالوں میں امی نے انہیں معمولی سی شکایت کا بھی موقع نہیں دیا مگر ان چھ سالوں میں امی نے ان کی جتنی بھی خدمتیں کیں ان کے گھر اور بچوں کو سنوارنے کے لیے جتنے بھی جتن کیے وہ سب آپ کے والد محترم نے ایک لمحے میں فراموش کر دیے۔

انہوں نے امی پر اتنا گھناؤنا الزام لگایا کہ امی نانا جان کے پاس آنے کے بعد بھی انہیں یہ نہ بتا سکیں کہ ان کے شوہر نامدار نے کس جرم کی پاداش میں ان کو گھر اور بچے سے محروم کر دیا جب نانا خود ان سے بات کرنے گئے تب بھی آپ کے والد محترم نے بڑے عظیم انسان بنتے ہوئے فرمادیا کہ اگر عتیقہ ایک بار مجھے سچائی بتادے اور کہہ دے کہ اس نے کیوں میرے ساتھ اتنی بڑی بے وفائی کی تو میں اسے معاف کر دوں گا۔

وہ سچ جاننا ہی نہیں چاہتے تھے انہوں نے مان لیا تھا کہ جو وہ سن چکے ہیں وہی سچ ہے وہ تو بس یہ چاہتے تھے کہ امی اس گناہ کا اعتراف کر لیں جو انہوں نے کیا ہی نہیں اور ان کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر کہنیوں تک ہاتھ جوڑ لیں۔

لیکن امی ایسا کیوں کرتیں انہوں نے وہ جھوٹا الزام رد کر دیا اور ان کے اس اقدام پر سب ان کے خلاف ہو گئے کسی نے امی کا ساتھ نہیں دیا ان پر طعنے کسے گئے انہیں ذلیل کیا گیا مسٹر صادق آفریدی کی عظمت کے قصیدے پڑھے گئے۔ امی کو ان کے پاؤں دھو دھو کر پینے کی تلقین کی گئی مگر امی نے ایک ناکردہ گناہ کا اعتراف کرنے سے صاف انکار کر دیا اور کہہ دیا اب میں اس گھر میں کبھی واپس نہیں جاؤں گی اب اگر کوئی چیز جائے گی تو صرف میری موت کی خبر۔

سارا خاندان امی سے ناراض ہو گیا سب نے منہ موڑ لیا امی نے تن تنہا سارے حالات کا سامنا کیا سب سے لڑیں۔ اپنوں سے غیروں سے حالات سے اور آخر تھک کر سو گئیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس جہاں سے دور چلی گئیں جہاں انہیں سوائے ذلت اور رسوائی کے کچھ نہیں ملا آج بھی اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود وہ ایک الزام ان کا اور میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔

میں جہاں جاتا ہوں میری بدنامی مجھ سے پہلے وہاں پہنچ جاتی ہے صرف ایک یونیورسٹی ایسی جگہ تھی جہاں میرا ماضی سب سے پوشیدہ تھا مگر پچھلے سال عمار ماموں کی سالی کے بیٹے نے وہاں ایڈمیشن لے لیا اور جب اسے پتا چلا میں بھی وہاں پڑھتا ہوں تو اس نے ساری یونیورسٹی کے سامنے میرا ماضی کھول کر رکھ دیا پھر میں کس منہ سے یونیورسٹی جاتا آخر مجھے پڑھائی چھوڑنی پڑی امی سے یہ بات چھپا بھی نہیں سکتا تھا عمار ماموں کی سالی سے انہیں پتا چل ہی جاتا۔

امی کی خیریت پوچھنے کوئی بھی نہیں آتا تھا مگر ان کے متعلق کوئی بھی تلخ اور تکلیف دہ حقیقت جاننے ہی ان کے پاس اطلاع دینے کے لیے ہزار ہا مصروفیت کے باوجود ضرور حاضری لگائی جاتی تب مجھے امی سے یہی کہنا پڑا کہ میں نے جاب کی خاطر وقتی طور پر یونیورسٹی جانا چھوڑ دیا ہے آپ کے علاج کے لیے پیسوں کی ضرورت ہے۔ مگر ان سے یہ نہیں کہا کہ پیسوں کی ضرورت نہ بھی ہوتی تب بھی میں اس یونیورسٹی میں دوبارہ قدم نہیں رکھ سکتا جہاں لوگ مجھے تمسخر اور حقارت بھری نظروں سے دیکھتے ہیں۔

شاید زندگی میں ہر جگہ ہر موڑ پر میرے ساتھ یہی ہو گا میرا ماضی مجھ سے پہلے وہاں موجود ہو گا میرے لیے سب سے مناسب جگہ امی کے برابر والی قبر ہے۔"

شہزاد کا لہجہ آنسوؤں سے بھیگ گیا تھا یہ درد ابھی کا نہیں تھا یہ لاوا اس کے اندر مدتوں سے پک رہا تھا خود روحان کا دل اس کے دکھ پر پھٹا جا رہا تھا اس کا دل چاہ رہا تھا وہ اپنے چھوٹے بھائی کو اپنے سینے سے لگائے اس کا ہر درد خود لے لے مگر جانے کیوں وہ ایسا کر نہیں سکا لیکن جب وہ بولا تو اس کی آواز بھرائی ہوئی تھی۔

"بابا نے امی پر اتنا بڑا الزام کس بنیاد پر لگایا تھا۔" اس سوال کا جواب اسے عتیقہ کی خالہ نے بھی نہیں دیا تھا وہ تو اس موضوع پر بات کرنا ہی نہیں چاہتی تھی اسی لیے انہوں نے جان بوجھ کر عتیقہ کے بچپن کے قصے چھیڑ دیے تھے۔

"آخر اتنے بڑے شک کی کوئی وجہ تو ہو گی۔" روحان کبھی اپنے ماں سے ملا نہیں تھا وہ ان کی سیرت و کردار کے متعلق کچھ نہیں جانتا تھا مگر اس کا دل اس الزام کو سچ ماننے کے لیے تیار نہیں تھا لیکن دوسری طرف وہ اپنے بابا کو بھی بہت اچھی طرح جانتا تھا اور وہ ہمیشہ انہیں اپنا آئیڈیل مانتا رہا تھا ان کے نقش قدم پر چلنا ہی اس کا نصب العین تھا اگر انہوں نے عتیقہ کے متعلق کچھ کہا تھا تو وہ کسی تعصب زدہ شوہر کی بیمارانہ سوچ کا نتیجہ نہیں ہو سکتا یقیناً" انہوں نے یہ سب کسی ٹھوس بنیاد پر کہا ہو گا۔

"صادق آفریدی نے کوئی شک نہیں کیا تھا انہیں تو یقین تھا امی کی بدکرداری کا۔" شہزاد کا لہجہ ایک دم تلخ ہو گیا روحان نیم تاریکی میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ دیکھنے لگا جہاں ایک ہی پل میں چٹانوں جیسی سختی پھیل گئی تھی۔

امی اور صادق آفریدی عمرہ کرنے سعودی عرب جا رہے تھے اس زمانے میں پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈیا وغیرہ سے بچوں کو اغوا کر کے عرب ممالک میں بھیجنے کے جرائم بہت بڑھ گئے تھے اس لیے سعودی عرب کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حکومت نے یہ قانون بنایا تھا کہ ویزے کے لیے اپلائی کرنے والے والدین کا D.N.A ٹیسٹ کر کے ان کے بچوں کا ویزا دیا جائے گا اس طرح صرف وہی بچے ویزا حاصل کر سکیں گے جو اپنے حقیقی والدین کے ساتھ جا رہے ہوں گے۔

اس قانون کے رائج ہونے کے بعد بچوں کی اسمگلنگ کا شرح میں بہت کمی بھی آگئی چنانچہ اسی قانون کے تحت جب صادق آفریدی نے سعودی عرب کی ایمبیسی میں اپلائی کیا تو وہاں آپ کا اور میرا ڈی این اے ٹیسٹ کرایا گیا آپ ان کی اولاد تھے اس لیے آپ کا میچ ہو گیا میں نہیں تھا اس لیے میری رپورٹ نیگٹیو نکلی لہٰذا ان کی درخواست رد کر دی گئی۔

اس کے ریجیکٹ ہونے کی کسی کو کیا فکر ہوتی اس وقت تو میری رپورٹ نے سب کی دنیا تہ و بالا کر دی تھی۔

صادق صاحب کی ایک ہی رٹ تھی کہ امی انہیں سب کچھ سچ سچ بتا دیں وہ نہایت عظیم بنتے ہوئے امی کا ہر جرم معاف کرنے کے لیے تیار تھے مگر اس کے عوض انہیں ایک بار اس شخص کا نام بتانا تھا جس نے ان کے گھر میں نقب لگائی تھی۔

یہ سننے کے بعد امی نے وہی کیا جو امی کی جگہ کوئی بھی خوددار اور باکردار عورت کرتی انہوں نے اپنا سامان اٹھایا مجھے لیا اور ہمیشہ کے لیے نانا کے گھر آگئیں مگر یہاں آکر ایک بار پھر انہیں منہ کی کھانی پڑی۔

نانا نے اس وقت تو امی کو ہاتھوں ہاتھ لیا لیکن صادق آفریدی سے بات کر کے جب انہیں جھگڑے کی اصل وجہ کا علم ہوا تو انہوں نے بھی صادق آفریدی کی طرح امی کی پاک دامنی پر یقین کرنے کی بجائے اس کاغذ کے ٹکڑے پر بھروسہ کر لیا۔

حالانکہ امی ان کی اولاد تھیں نانا نے انہیں پروان چڑھایا تھا ان کا بچپن ان کی جوانی سب نانا کے سامنے گزری تھی مگر وہ اور ماموں امی سے ان کے پاک باز ہونے کا ثبوت مانگنے کھڑے ہو گئے تھے خود اپنا گھر ان کے لیے عدالت کا کٹہرا بن گیا جہاں ترازو میں تولنے کے لیے امی کے پاس سوائے آنسوؤں کے اور کچھ نہیں تھا اور آنکھوں پر کالی پٹی چڑھائے بے حس رشتوں کے لیے وہ اپنے آنسو تک دینے کے لیے تیار نہیں تھیں ایسے میں ان کے پاس علیحدگی کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں تھا۔

انہوں نے کس طرح میری پرورش کی وہ لفظوں میں بیان نہیں کیا جا سکتا اگر نانا اور ممانی زندہ ہوتے تو امی کا آخری وقت بھی اس حبس زدہ فلیٹ کے اندھیرے کمرے میں پڑے پڑے گزر جاتا لیکن اللہ تعالیٰ کو ان کے حال پر ترس آگیا جو مرنے سے پہلے انہیں یہ آخری خوشی مل گئی کہ پوری دنیا میں کم از کم ان کا بھائی اب بھی ان کے لیے ایک نرم گوشہ رکھتا ہے حالانکہ یہ خوشی بھی صرف ایک خوش فہمی پر مبنی گمان تھا ورنہ سچ تو یہ ہے کہ عمار ماموں آج بھی امی کے کردار کی طرف سے مشکوک ہیں۔ خاندان کے لوگ بھی محض عمار ماموں کے لحاظ اور کچھ ان کی شان و شوکت سے متاثر ہونے کے باعث جنازے میں شریک ہو گئے

ورنہ آج بھی وہ سب امی کو قابل احترام نہیں گردانتے۔

عمار ماموں نے مرتی بہن کی محبت سے مجبور ہو کر اپنے گھر کے دروازے ان پر وا کر دیے مگر ان کا دل آج بھی امی کی طرف سے صاف نہیں ہے آج اتنے بڑے صدمے کے باوجود ان کا رویہ میرے ساتھ پہلے دن جیسا تھا آج بھی ان کا چہرہ وہی تھا۔

وہی سرد مہری' وہی بے زاری اور وہی کراہیت جو مجھے سامنے دیکھ کر ان کے چہرے پر پھیل جاتی ہے اور امی کے لیے آج بھی انہوں نے کوئی اچھے الفاظ استعمال نہیں کیے اگر وہ تعریف نہیں کر سکتے تھے تو برائی بھی نہ کرتے مگر انہوں نے اپنی بہن پر ترس کھاتے ہوئے بھرے مجمع میں کہا بھی تو کیا۔

بڑے دکھ اٹھائے تھے میری بہن نے اللہ نے اسے دنیا میں ہی اتنی سزا دے دی ہے کہ وہ آخرت میں اسے ضرور معاف کر دے گا۔

حالانکہ یہ سراسر جہالت پر مبنی سوچ ہے دنیا میں کسی کے کامیاب ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ اس سے بہت خوش ہے اور نہ ہی کسی کے ناکام و نامراد ہونے کی وجہ اللہ تعالیٰ کا اس سے ناراض ہو کر اس پر غضب ڈھانا یا قہر توڑنا ہے۔

یہ تو دنیا ہے۔ ایک آزمائش کی جگہ' کسی کو خوشیاں اور آسودگی دے کر آزمایا جاتا ہے تو کسی کو غم اور مصائب دے کر۔"

شہزاد کا بغیر رکے تسلسل سے بولنا اس کے شدید ذہنی اضطراب کی بھرپور عکاسی کر رہا تھا روحان کا ہاتھ اس کے کندھے پر آکر ٹھہر گیا تھا مگر محبت بھرا یہ لمس اس کے زخموں کے لیے پھاہا بننے کی بجائے انہیں ادھیڑ گیا تھا وہ رونا نہیں چاہتا تھا مگر آنسو لہو بن کر اس کی آنکھ سے ٹپک رہے تھے خود روحان کی آنکھیں اشک بار ہو گئی تھیں اگر اس کی جیب میں رکھا موبائل اچانک بج نہیں ہوتا تو اس کی ہچکیاں بندھ جاتیں مگر گھنٹی کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

وہ ایک ہاتھ سے چہرہ صاف کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ سے موبائل نکالنے لگا۔ اسکرین پر علیزہ کا نمبر دیکھ کر اس نے جیسے ہی موبائل آن کیا دوسری طرف سے اس کی گھبرائی ہوئی آواز سنائی دی۔

"روحان کہاں ہو تم تم کہہ رہے تھے رات تک واپس آجاؤ گے۔" روحان اس کی بات پر چونک اٹھا اس نے یہاں پہنچنے کے بعد علیزہ کو اپنی خیریت کی اطلاع دے دی تھی اور اسے بتا دیا تھا وہ جنازے میں جا رہا ہے وہ اسے فون نہ کرے فارغ ہونے کے بعد وہ خود اسے کال کر لے گا مگر وہ تو بالکل بھول ہی گیا۔

"ہاں میں آج نہیں آسکوں گا شاید کل یا۔۔۔" روحان نے ایک نظر آنسو پونچھتے شہزاد پر ڈالی تو الفاظ جیسے منہ میں ہی رہ گئے۔

کیا وہ اس حالت میں اسے چھوڑ کر جا سکتا تھا اس نے کبھی اپنے نوکروں کے دکھ میں انہیں نہیں چھوڑا تھا اور ان کی ہر ممکن مدد کی تھی تو کیا اپنے چھوٹے بھائی کو وہ بھی اس بھائی کو ایسے ہی چھوڑ دے گا جس کا دنیا

courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں سوائے اس کی ماں کے اور کوئی نہیں تھا۔

اس کے بابا کے ایک دوست کی ڈیتھ ہو گئی تھی ان کی جائیداد پر سارا خاندان قابض ہو گیا تھا اور ان کی بیٹی کو دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکا تھا روحان خود اس وقت کالج میں پڑھتا تھا مگر وہ اس زیادتی پر بھڑک اٹھا تھا اس نے بابا کو مجبور کیا تھا کہ ان کی بیٹی کی تمام تر ذمہ داری وہ اٹھالیں لیکن بابا ایک اکیلی لڑکی کو گھر میں رکھنے کے لیے کسی طور تیار نہیں تھے ان کے اپنے گھر میں کوئی عورت نہیں تھی وہ ایسا قدم کیسے اٹھا سکتے تھے مگر روحان اس وقت اتنی باریکیاں نہیں سمجھ سکتا تھا اس نے جب تک اس لڑکی کے لیے ایک محفوظ چھت مہیا نہیں کر دی وہ سکون سے نہیں بیٹھا تو کیا اب اپنے بھائی کو وہ ایسے ہی بے سہارا چھوڑ دیتا۔

وہ اپنی ماں کے لیے کچھ نہیں کر سکا کبھی ان کے لیے کچھ کرنے کا اس نے سوچا تک نہیں شاید اس کے لاشعور میں کہیں یہ یقین پوشیدہ تھا کہ اس کی ماں اپنے والدین کے پاس اپنی زندگی میں مگن ہے اور اتنی خوش ہے کہ روحان کو بھی یاد بھی نہیں کرتی لیکن تصویر کا دوسرا رخ جو اس نے یہاں آکر دیکھا تھا وہ اسے شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گیا تھا۔

وہ اپنی ماں کی کوئی خدمت نہیں کر سکا ان کی کوئی تکلیف دور نہیں کر سکا مگر جس بچے کے لیے ماں نے اتنی مشقتیں اٹھائیں اس بچے کو تو دنیا کے سرد و گرم سے محفوظ رکھ سکتا تھا ابھی اس کی عمر ہی کیا تھی ابھی تو اس کا تعلیمی سلسلہ بھی ختم نہیں ہوا تھا اور وہ جس طرح کی ذہنی ابتری اور احساس کمتری میں مبتلا تھا اسے مدنظر رکھتے ہوئے یہی امکان تھے کہ وہ اپنا تعلیمی سلسلہ دوبارہ کبھی شروع بھی نہیں کرے گا۔

اس یونیورسٹی میں واپس جانا تو درکنار وہ کسی بھی تعلیمی ادارے میں نہیں جائے گا پھر اس کا مستقبل کیا ہوگا؟

"ہیلو روحان تم سن رہے ہو نا۔" وہ واقعی نہیں سن رہا تھا کہ علیزہ کیا کہہ رہی تھی اس کے سامنے صرف سوالیہ نشان گھوم رہے تھے۔

"علیزہ میں تمہیں بعد میں فون کرتا ہوں۔" اس نے فون بند کرنا چاہا کہ علیزہ بول پڑی۔

"روحان تم ہوش میں تو ہو میں تم سے کہہ رہی ہوں میں نے بابا (صادق آفریدی) کو تمہاری مدر کے انتقال کے متعلق بتا دیا ہے اور وہ۔۔۔ تم بس فوراً" آجاؤ۔" علیزہ کے انداز پر روحان ٹھٹک گیا۔

"کیا ہوا بابا کو۔" اس کے لہجے میں خدشات تیرنے لگے شہزاد بھی گردن گھما کر اسے دیکھنے لگا۔

"نہیں کچھ نہیں ہوا وہ ٹھیک ہیں مگر تم یہاں موجود نہیں تھے تو مجھے انہیں بتانا پڑا اور تب سے وہ کمرے میں بند ہیں تمہارے نوکر نے کوئی بارہ بجے کے قریب فون کر کے ہمیں بلوایا تھا کہ وہ کھانا کھا رہے ہیں نہ ہی کمرے سے کوئی جواب دے رہے ہیں ہم سب فوراً" تمہارے گھر پہنچ گئے بہت کوششوں کے بعد انہوں نے دروازہ کھولا اور چند لقمے لیے ہیں مگر روحان تمہارا یہاں ہونا بہت ضروری ہے تم پہلی فلائیٹ سے واپس آجاؤ ویسے بھی تدفین تو ہو چکی ہے تمہاری اب یہاں زیادہ ضرورت ہے۔" علیزہ کی بات پر وہ

خاموش شہزاد کو دیکھنے لگا وہ علیزہ کی پریشانی کی وجہ بخوبی سمجھ گیا تھا جس بیوی کو صادق آفریدی نے اتنے سال پہلے چھوڑ دیا تھا اس کی موت پر ان کا اتنا شدید ردعمل اسے پریشان کر گیا تھا خود روحان کا دل بھر آیا تھا۔ اتنا عرصہ گزرنے کے بعد بھی عتیقہ کی موت انہیں جھنجھوڑ گئی تھی اگر یہ رشتہ اتنا مضبوط تھا تو اتنا کمزور کیوں پڑ گیا اگر چھ سالہ ازواجی زندگی اتنی گہری تھی تو یہ دورانیہ صرف چھ سال پر محیط کیوں رہا۔

"ٹھیک ہے میں آرہا ہوں تب تک تم بابا کے پاس ہی رہنا۔" روحان نے اللہ حافظ کہہ کر کال بند کی اور شہزاد کی طرف دیکھنے لگا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا روحان انتظار کرنے لگا کہ اب وہ کچھ پوچھے گا اس کے بابا کے متعلق یا اس کے جانے کی بابت، لیکن وہ خاموش ہی رہا یہ اور بات تھی کہ اس کے چہرے پر ایک محسوس کی جانے والی بے چینی پھیلی تھی وہ واقعی بہت دلکش شکل و صورت کا مالک تھا اس کی بے تحاشا چمکتی گہری آنکھوں میں بغور دیکھتے ہوئے روحان نے مختصراً" کہا۔

"مجھے جانا ہوگا۔" بہت کوشش کے باوجود شہزاد اپنی آنکھوں کی جوت کو ماند پڑنے سے روک نہ سکا مگر اس کا چہرہ لمحہ بھر کے لیے مضطرب ہو کر دوبارہ نارمل ہو گیا بلکہ اس کے چہرے پر وہی سپاٹ تاثرات ابھر آئے جو پہلی ملاقات میں روحان کو اس کی شخصیت کا خاصہ لگے تھے۔

جس وقت وہ امی کی جدائی کے شدید درد سے گزر رہا تھا اور کسی پر اپنی اذیت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے خود پر لاتعلقی کا خول چڑھا لیا تھا اس وقت بھی اس کے چہرے پر وہی سرد مہری چھا گئی تھی جیسے اب بھی وہ اپنے احساسات ظاہر نہیں کرنا چاہتا ہو بلکہ اپنی تکلیف چھپا لینا چاہتا ہو تاکہ روحان کو یہی لگے کہ اس کے جانے سے شہزاد کو کوئی فرق نہیں پڑتا۔

اس کی شخصیت کے اس پہلو کو پرکھ لینے پر روحان کو انجانی سے خوشی ہوئی تھی زندگی میں پہلی بار ملنے کے باوجود وہ اسے اتنی جلدی سمجھنے لگا تھا جیسے وہ اسے ہمیشہ سے جانتا ہو اجنبیت کی کوئی دیوار ان کے بیچ ہو ہی نہیں اور پھر جسے وہ جذبات سے عاری شخص سمجھ رہا تھا وہ اتنا بھی انجان اور خود سر نہیں تھا کہ کچھ محسوس ہی نہ کر سکے بس اپنے احساسات ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اور یہ اندازہ ہوتے ہی اتنے گمبھیر ماحول میں بھی روحان کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔

"اپنا سامان پیک کر لو تم بھی میرے ساتھ چل رہے ہو۔"

❀❀❀❀

ماریہ باجی نے گھر میں قدم رکھتے ہی بڑی چہکتی ہوئی آواز میں اماں کو سلام کیا تو اگنی پر دھلے ہوئے کپڑے پھیلاتی حوریہ اپنی جگہ ٹھٹک گئی ماریہ باجی کبھی بھی آفس سے ایسے موڈ میں نہیں لوٹی تھیں اس کے کان کھڑے ہو گئے وہ باورچی خانے میں موجود اماں سے بات کر رہی تھیں مگر دروازے میں استادہ ہونے کے باعث ان کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی بلکہ جس طرح وہ چہک چہک کر بول رہی تھیں اس سے حوریہ کو لگا انہوں نے خاص طور پر حوریہ کی طرف گردن موڑ کر اسے باآواز بلند سنایا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لوگوں نے اپنے پاؤں پر کلہاڑی مارنے کی کوشش تو بہت کی مگر وہ جو کہتے ہیں نا۔

مدعی لاکھ برا چاہے تو کیا ہوتا ہے
وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے

"ارے بتاؤ تو سہی ہوا کیا کس نے پاؤں پر کلہاڑی مار لی۔" اماں زندگی میں اتنے دکھ دیکھ چکی تھیں کہ بیٹی کا خوشی سے کھلتا چہرہ بھی انہیں ہولا گیا تھا اس کی بات کا کچھ سے کچھ مطلب اخذ کرتے ہوئے وہ ہراساں سی بولی تھیں۔

"سر عادل کی دادی نے فون کر کے رشتے کی منظوری دے دی ہے۔" ماریہ باجی نے اعلان کرنے والے انداز میں کہا تو حوریہ کے ہاتھ میں موجود نچوڑی ہوئی قمیص چھوٹ کر واپس بالٹی میں گر گئی اماں کی حالت بھی کچھ ایسی ہی ہوئی تھی باورچی خانے سے کسی تانبے کے برتن کے گرنے کی آواز آئی تھی فرق صرف اتنا تھا کہ ان کی یہ حالت خوشی کے باعث ہوئی تھی اور حوریہ کی حیرت اور پریشانی کے۔

"کیا واقعی؟" اماں نے کانپتی آواز میں پوچھا مگر ماریہ باجی نے جانے کیا جواب دیا حوریہ سن نہیں سکی اسے اپنے چاروں طرف سائیں سائیں سنائی دے رہی تھی تبھی اپنے ہاتھوں پر اسے ماریہ باجی کا لمس محسوس ہوا اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی انہوں نے اس کے دونوں ہاتھ پکڑ کر اسے صحن کے بیچوں بیچ گھسیٹ لیا اور اسے دائرے کی صورت میں گھمانے لگیں حوریہ اس افتاد پر کوئی احتجاج بھی نہ کر سکی کیونکہ ماریہ باجی اس وقت کچھ سننے کے لیے تیار نہیں تھیں وہ زور زور سے شادی بیاہ کے گیت گانے میں مشغول ہو گئی تھیں۔

زندگی میں پہلی بار گول گول چکر کھاتے ہوئے اسے ڈر لگ رہا تھا کہ وہ گر جائے گی ورنہ بچپن سے آج تک اپنی بہنوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے اسے کبھی چوٹ لگنے کا خوف نہیں ہوتا تھا کیونکہ تب اسے یقین ہوتا تھا کہ اس کی بہنیں اسے گرنے نہیں دیں گی اگر وہ لڑکھڑائے گی بھی تو کوئی نہ کوئی اسے فوراً تھام لے گا۔

☆ ☆ ☆

کراچی سے لاہور جاتے وقت روحان کا ذہن سن تھا واپسی میں وہ اتنا ہی منتشر ہو رہا تھا پے در پے اتنے انکشاف ہوئے تھے کہ وہ تانے بانے بنتا ان کا سرا تلاش کرنے میں غرق ہو گیا تھا مگر ڈور سلجھنے کی بجائے الجھتی ہی جا رہی تھی۔

اب تک اس کی زندگی میں صرف ایک خلا تھا کہ اس نے اپنی ساری زندگی اپنی ماں کی محبت اور آغوش کے بغیر گزار دی مگر اب اپنی ماں کی رسوائی اور دربدری کا دکھ ہر احساس پر حاوی ہو گیا تھا بلکہ ہر گزرتا لمحہ اس اذیت کو دگنا کر رہا تھا یہ خیال اسے کچوکے لگا رہا تھا کہ وہ اپنی ماں کے لیے کچھ نہیں کر سکا۔

اس کی ماں نے ساری زندگی اس کی یاد میں تڑپتے ہوئے گزار دی اور وہ اسے ایک بار فون تک نہیں کر

سکا وہ ہمیشہ اپنی ماں سے دل ہی دل میں یہ سوچ کر خفا رہا تھا کہ اس کی ماں کو اس سے محبت نہیں جو اس نے کبھی اس سے ملنے کی کوشش نہیں کی مگر کبھی اسے یہ خیال نہیں آیا کہ اس کی کوئی مجبوری بھی ہو سکتی ہے لاہور کون سا قریب تھا ہو سکتا ہے اس کے مالی حالات اسے اتنا خرچہ کرنے کی اجازت نہ دیتے ہوں اور پھر جس گھر سے ہمیشہ کے لیے رشتہ ٹوٹ گیا ہو وہ اس گھر کی دہلیز پر کیسے آ سکتی تھی بجائے ان کا انتظار کرنے کے اسے ہوش سنبھالتے ہی خود ان سے ملنے چلے جانا چاہیے تھا مگر وہ تو جانے کس حسین اتفاق کے انتظار میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہا جیسے وقت خود ہی اس کی جھولی میں کوئی ایسا لمحہ ڈال دے گا جب وہ اپنی ماں کے روبرو ہو گا۔

جتنا وہ سوچ رہا تھا اس کا پچھتاوا اتنا ہی بڑھ رہا تھا اور جتنا اس کا پچھتاوا بڑھ رہا تھا اتنا ہی اس کا ارادہ مضبوط ہو رہا تھا شہزاد کو کبھی تنہا نہ چھوڑنے کا۔

اس نے اپنی ماں کے لیے کچھ نہیں کیا مگر ان کی اولاد کو وہ زمانے کی ٹھوکروں میں چھوڑنے کے لیے ہرگز تیار نہیں تھا حالانکہ اسے شہزاد سے امید نہیں تھی کہ وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گا مگر وہ اسے اکیلا چھوڑ کر جانے کے حق میں بھی نہیں تھا جس لڑکے کے معاشی حالات ٹھیک نہ ہوں تعلیم جس نے چھوڑ دی ہو کوئی دکھ سکھ کہنے سننے والا نہ ہو اسے ان حالات میں تنہا چھوڑ دینا اسے تباہی کے راستے پر دھکیل دینے کے مترادف تھا روحان نے سوچ لیا تھا کہ اگر شہزاد کراچی جانے کے لیے تیار نہ ہوا تب بھی وہ اسے مالی طور پر سپورٹ کرنے کے ساتھ اسے تعلیم کا سلسلہ دوبارہ شروع کرنے پر مجبور کرے گا حالانکہ وہ اسے بالکل تنہا چھوڑ جانے کے حق میں نہیں تھا مگر ظاہر ہے وہ اسے ساتھ چلنے پر زبردستی راضی نہیں کر سکتا تھا مگر اس وقت روحان کو خوشگوار حیرت ہوئی جب شہزاد معمولی سے انکار کے بعد اس کے ساتھ چلنے کے لیے رضامند ہو گیا حالانکہ پہلے اس نے سنتے ہی کہا تھا۔

"میں کیا کروں گا وہاں جا کر۔" اس کے سوال کے جواب میں روحان ایک لمبی تقریر جھاڑ سکتا تھا مگر وہ صرف اتنا ہی کہہ سکا۔

"امی کے بارے میں سن کر بابا نے خود کو کمرے کے اندر بند کر لیا ہے ان کا ردعمل اس بات کی گواہی دے رہا ہے کہ کہیں نا کہیں انہیں اپنے غلط ہونے کا احساس ہے جس طرح امی کبھی میرے پاس آنے کی ہمت نہ چکا سکیں ہو سکتا ہے وہ بھی تم سے نظر ملانے کی جرات نہ رکھتے ہوں کیا تم پہل کر کے انہیں ایک موقع نہیں دے سکتے بھلے ہی انہیں معاف نہیں کرنا لیکن ایک بار سن تو لو وہ کیا کہنا چاہتے ہیں جس طرح آج میرے دل میں یہ پچھتاوا ہے کہ کاش میں ایک بار ماں کی زندگی میں ان کے پاس آ گیا ہوتا ایسا ہی ایک پچھتاوا تمہارے اندر بھی پیدا ہو سکتا ہے۔"

کہنے کو تو روحان نے کہہ دیا تھا مگر اسے بابا کی طرف سے شہزاد کے لیے کسی خصوصی پرتوکول کی امید نہیں تھی بلکہ اسے تو اب بھی یہی لگ رہا تھا کہ شہزاد انکار کر دے گا مگر اس نے بڑی لاپرواہی سے کندھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچکاتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے ایک بار چل کر دیکھنے میں کیا حرج ہے۔" اس کا انداز اس کے جلد واپس لوٹ آنے کی چغلی کھا رہا تھا مگر روحان کے لیے یہی بہت تھا کہ وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے رضامند ہو گیا بھلے ہی یہ قیام اس کی نظر میں مختصر ہی کیوں نہ ہو تب کی تب دیکھی جائے گی یہی سوچتے ہوئے اس نے صبح ہوتے ہی اپنی اور شہزاد کی سیٹ بک کرا دی اور شام کو وہ اس کے ساتھ کراچی پہنچ چکا تھا۔

علیزہ سے اس کی کئی بار بات ہو چکی تھی وہ بابا کی حالت کی پل پل کی خبر دے رہی تھی اسی لیے روحان ان کی جانب سے کافی مطمئن ہو گیا تھا حالانکہ ابھی بھی بابا اپنے کمرے سے باہر نہیں نکل رہے تھے مگر انہوں نے علیزہ کے اصرار پر کھانا پینا شروع کر دیا تھا وہ اپنی طبیعت کے بوجھل پن کو موسم کی تبدیلی کا اثر ثابت کرنے پر بضد تھے مگر علیزہ کا کہنا تھا کہ ان کی پژمردگی چھپائے نہیں چھپ رہی اور یہ بات روحان کے لیے سخت اذیت ناک تھی اگر انہیں عتیقہ سے اتنی محبت تھی تو انہوں نے اسے ایک موقع کیوں نہیں دیا زندگی کا فیصلہ اتنی جلد بازی میں کیوں کر ڈالا۔

پہلے اس کا ارادہ بابا سے اس موضوع پر تفصیل سے بات کرنے کا تھا مگر ان کی حالت کے پیش نظر اس نے بازپرس کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا تھا بلکہ اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ ان کے ماضی کے متعلق کوئی سوال نہیں کرے گا۔

سارے راستے اس نے شہزاد سے کوئی خاص بات نہیں کی شہزاد بھی بہت چپ چپ تھا شاید وہ فطرتاً کم گو تھا روحان سے اتنی ساری باتیں اس نے وقتی صدمے کے زیر اثر کہہ دی تھیں لہٰذا غبار نکل جانے کے بعد وہ دوبارہ اپنے خول میں بند ہو گیا تھا یا شاید روحان کو سامنے دیکھ کر کچھ دیر کے لیے وہ اپنی ماں سے جدائی کا غم بھول کر صرف ان کے ساتھ ہونے کا احساس کر کے تڑپ اٹھا تھا اس لیے ایک بار گلے شکوے کر کے وہ اسی اداس کیفیت میں لوٹ گیا اس کا یہ موڈ تب ٹوٹا جب ڈرائیور نے گاڑی ان کے گھر کے پورچ میں لا کھڑی کی۔

"اترو شہزاد گھر آ گیا ہے۔" اسے سوچوں میں گم دیکھ کر روحان کو اسے ٹوکنا پڑا تب شہزاد چونکتا ہوا اپنے طرف کا دروازہ کھول کر گاڑی سے اتر گیا مگر گھر پر نظر پڑتے ہی وہ جہاں تھا وہیں رک گیا اس کے چہرے پر حیرانی پھیلتی دیکھ کر روحان نے بھی اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا تو سامنے اپنی شاندار سی کوٹھی کے سوا کچھ نظر نہ آیا۔

"کیا ہوا شہزاد۔" روحان نے پوچھا۔

"یہ۔۔۔ یہ ہے آپ کا گھر۔۔۔ جہاں کسی زمانے میں امی رہتی تھیں۔" شہزاد کا لہجہ بے یقینی سے پُر تھا۔

"ہاں' کیوں کیا ہوا۔" اس کی حیرت کی وجہ روحان سمجھنے سے قاصر تھا جبکہ شہزاد جواب دینے کی بجائے بے یقینی سے اس گھر کو دیکھتا رہا اچانک روحان کو امی اور شہزاد کا وہ گھٹا ہوا چھوٹا سا فلیٹ یاد آ گیا جب وہ اس

بلڈنگ میں داخل ہوا تھا تب اس کے احساسات بھی کچھ ایسے ہی ہو گئے تھے حیرت اور بے یقینی سے بھرپور۔

تب وہ بھی یہی سوچ رہا تھا کہ اس کی ماں نے یہاں اپنی زندگی گزار دی اس گھٹن زدہ ماحول میں اور اب شہزاد بھی ایسی کسی سوچ کے زیر اثر تھا کہ اس کی ماں نے زندگی کا اتنا وقت ایک بہترین' شاندار اور آسائشوں سے پُر گھر میں گزارا تھا۔

شہزاد نے تو آنکھ کھولتے ہی غربت اور افلاس کے اژدہوں کو اپنے سامنے منہ کھولتے دیکھا تھا اور وہ کسی حد تک ان تکلیفوں کو جھیلنے کا عادی بھی رہا تھا مگر عتیقہ کے لیے ایک نہایت پر تعیش زندگی گزارنے کے بعد وہ وقت کسی پل صراط کی مانند ہو گا۔

یقیناً" اس وقت شہزاد کے ذہن میں وہ سارے منظر گھوم رہے ہوں گے جب اس کی ماں مشینوں کے اس دور میں ہر کام ہاتھ سے کرتی ہو گی اس کی زندگی میں ذہنی آرام' جسمانی آرام اور جذباتی سہارا کچھ بھی نہیں تھا ایک رات اور دن کے کچھ گھنٹے اس گھر میں گزارنے بعد روحان بغیر کہے بغیر سنے ان کی محرومیوں سے بھری اور آسودگی سے خالی زندگی کو بڑے قریب سے دیکھ اور سمجھ آیا تھا۔

"اندر چلو شہزاد۔" روحان نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے دھیرے سے کہا تو وہ ایک گہرا سانس کھینچتے ہوئے اس کے پیچھے چل پڑا مگر اس کا ذہن اب بھی کسی اور شہر کی گلیوں میں گردش کر رہا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی علیزہ ہاتھ میں ٹرے لیے دوسرے فلور کی سیڑھیوں سے اترتی نظر آئی روحان پر نظر پڑتے ہی وہ ٹرے سینٹر ٹیبل پر رکھتی تیزی سے اس کے قریب چلی آئی۔

"کیسے ہو روحان۔" ان کے بیچ کتنی بار بات ہوئی تھی مگر ہر بار بات صرف صادق آفریدی کی خیریت اور طبیعت کے متعلق ہوتی تھی روحان کے سفر اور قیام کے متعلق کوئی ذکر نہیں آیا تھا اس لیے اسے دیکھتے ہی علیزہ کے چہرے پر کئی سوال پوچھنے کی بے چینی پھیل گئی مگر وہ ہمیشہ موقع محل دیکھ کر بات کیا کرتی تھی اس وقت بھی وہ تفصیل سے صادق آفریدی کا احوال بتانے کے بعد کہنے لگی۔

"ابھی چائے کے ساتھ انہوں نے ٹیبلٹ لی ہے کچھ دیر میں وہ سو جائیں گے تم جا کر پہلے ان سے مل لو۔" روحان نے پلٹ کر ایک نظر شہزاد کو دیکھا جو لاتعلق بنا دیوار گیر پینٹنگ کو دیکھ رہا تھا۔

"شہزاد ادھر آؤ۔" اسے شہزاد کو متوجہ کرنے کے لیے اسے پکارنا پڑا مگر اس نے صرف گردن گھما کر سپاٹ نظروں سے دیکھنے پر اکتفا کیا تو روحان اس کا وہیں کھڑے کھڑے تعارف کرانے لگا۔

"یہ میری منگیتر ہے علیزہ اور علیزہ یہ شہزاد ہے۔" روحان رک کر علیزہ کی شکل دیکھنے لگا حسب توقع اس نام کو سن کر علیزہ کے چہرے پر شناسائی کا کوئی تاثر نہیں ابھرا تھا اگر وہ باخبر ہوتی تو روحان بھی بے خبر نہیں ہو سکتا تھا اپنے یقین کو سچ ہوتا دیکھ کر وہ دھیمے لہجے میں بولا۔

"شہزاد میرا بھائی ہے۔" علیزہ نے بری طرح چونک کر پہلے اسے اور پھر شہزاد کو دیکھا اور دیکھتی ہی چلی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی اس کی شدید حیرانی شہزاد کو شرمندہ کر گئی تھی تبھی اس نے سلام کر کے گویا اس کی محویت توڑنی چاہی تھی اور وہ واقعی چونک اٹھی تھی۔

"وا۔۔۔ وعلیکم السلام۔" نہایت لٹھ مار انداز میں جواب دے کر وہ روحان کو دیکھنے لگی مگر اب بھی اس نے کچھ پوچھا نہیں۔

"تم اسے گیسٹ روم میں لے جاؤ میں تب تک بابا سے مل لوں۔ شہزاد میں تمہیں بابا سے کل ملا دوں گا آج تم بھی آرام کرو اور بابا کو بھی کرنے دو پھر تو تم دونوں کا سکون درہم برہم ہو جائے گا" مگر اس کی سمجھ میں نہ آیا اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے اسے اور کیا کہنا چاہیے شہزاد نے بھی کچھ کہنے کی بجائے اس پر ایک خاموش نظر ڈال کر سر جھکا لیا تھا تبھی علیزہ کی بداخلت نے ماحول کو تھوڑا سنبھال لیا۔

"آؤ شہزاد میں تمہیں تمہارا کمرہ دکھا دوں تم نہا دھو کر فریش ہو جاؤ تب تک میں تمہارے کھانے کے لیے کچھ بھیجتی ہوں۔" روحان تشکر آمیز نظروں سے علیزہ کو دیکھنے لگا وہ ہر معاملے کو جتنی سمجھ داری اور سبھاؤ سے حل کرتی تھی اسے دیکھ کر روحان کو خود پر رشک آنے لگتا اس وقت بھی اسے شہزاد کو گیسٹ روم کی طرف لے جاتا دیکھ کر وہ خود صادق آفریدی کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

انہوں نے ابھی ابھی دوا لی تھی نیند ان کی آنکھوں میں اترنی شروع ہو گئی تھی یا شاید وہ اس سے نظریں چرا رہے تھے۔ آخر وہ اپنی ننھیال سے مل کر آ رہا تھا کتنی حقیقتوں سے آگاہ ہو گیا ہو گا، جانے یہ روحان کا وہم تھا یا حقیقت اسے لگا وہ اس سے کسی بھی موضوع پر بات کرنے سے کترا رہے ہیں انہوں نے اس سے کچھ بھی نہیں پوچھا تھا بس اپنی دواؤں کی تفصیل بتا کر علیزہ کی تعریف کرنے لگے تھے جو وہ اکثر کرتے رہتے تھے بس آج ان کی گفتگو میں ایک نئی بات بھی شامل ہو گئی تھی۔

"میں چاہتا ہوں علیزہ کو اب جلد سے جلد اپنے گھر لے آئیں بس آج کل میں ہی جا کر شادی کی تاریخ طے کر لینی چاہیے۔" کوئی اور وقت ہوتا تو روحان ان کی فرمائش پر بہت خوش ہوتا مگر اس وقت وہ ان کے پاس سے اٹھتے ہوئے اتنا ہی کہہ سکا۔

"یہ سب پھر کسی دن ڈسکس کر لیں گے آپ ابھی آرام کریں۔" روحان کی اداسی وہ خود بھی محسوس کر رہے تھے لہٰذا کچھ کہے بغیر انہوں نے محض سر ہلا دیا۔

روحان بھی خاموشی سے کمرے سے باہر نکل آیا اور اپنے کمرے میں جانے کی بجائے وہ ٹیرس پر چلا گیا جانے کتنی ہی دیر وہ قطار سے بنے بڑے بڑے بنگلوں کو دیکھتا رہتا کہ علیزہ کی آمد نے اسے چونکا دیا۔

"شہزاد کو کمرہ دکھا دیا۔" اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی روحان بول پڑا۔

"ہاں لیکن اس نے کھانا کھانے سے انکار کر دیا۔" علیزہ آہستگی سے بولی۔

"کھانے کا تو میرا بھی دل نہیں چاہ رہا تم چاہو تو کھا لو۔" روحان ریلنگ سے ہٹتے ہوئے بید کی بنی کرسی پر بیٹھ گیا تو علیزہ بھی اس کے سامنے والی کرسی پر آ بیٹھی۔

"مجھے آج پہلی بار پتا چلا ہے کہ تمہارا کوئی بھائی بھی ہے پتا نہیں ممی ڈیڈی جانتے ہوں یا نہیں۔" علیزہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"وہ جانتے ہوں گے جب امی کو بابا نے طلاق دی تھی تب شہزاد ایک سال کا تھا۔" روحان نے کرسی کی بیک سے سر ٹکاتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں کہا تو علیزہ فوراً بولی۔

"پھر تو تمہیں بھی یاد ہونا چاہیے تھا۔"

"وہ صرف چند ماہ یہاں رہا تھا اور مجھے جب ماں ہی یاد نہیں رہی تو بھائی کیا یاد رہتا" روحان تلخ ہو گیا اور اپنے لاہور جانے سے لے کر واپس آنے تک کی ساری روداد اس کے گوش گزار کر دی علیزہ منہ کھولے اسے دیکھتی رہی۔

"روحان۔۔۔ تم اسے گھر کیوں لے آئے بابا اسے ہرگز قبول نہیں کریں گے۔" علیزہ بے ساختہ بولی۔

"ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے میں اسے اکیلا کیسے چھوڑ سکتا تھا بابا بھلے اسے اپنی اولاد نہ مانیں لیکن میرا وہ بھائی ہے اور رہے گا اس رشتے کو امی بابا کی علیحدگی توڑ سکتی ہے نہ بابا کی خفگی۔" روحان دو ٹوک لہجے میں بولا۔

"مگر روحان بابا اسے اپنے گھر میں ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔" علیزہ کے لہجے میں تفکرات اتر آئے۔

"تو میں اپنے اور شہزاد کے لیے کوئی دوسرا گھر لے لوں گا۔"

"اور بابا کو چھوڑ دو گے" علیزہ مزید حیران ہوئی۔

"اگر وہ مجھے مجبور کریں گے ایسا قدم اٹھانے پر تو مجھے انہیں چھوڑنا ہی پڑے گا۔" روحان نے تیزی سے کہا اور اسے بولنے کا موقع دیے بغیر خود ہی کہنے لگا۔

"بابا کو امی سے بہت محبت تھی آج اتنے عرصے بعد بھی ان کی موت پر بابا نے جس ردعمل کا مظاہرہ کیا ہے وہ اس بات کی چیخ چیخ کر گواہی دے رہا ہے کہ امی سے الگ رہ کر بھی وہ کبھی انہیں بھولے نہیں، کہیں نا کہیں ان کے اندر پچھتاوا ضرور ہو گا انہوں نے ایک بے جا بات کو بنیاد بنا کر اپنے ہنستے بستے گھر میں آگ لگا لی وہ چاہتے تھے امی ان کے سامنے اپنا گناہ قبول کر لیں لیکن امی نے ایسا نہیں کیا اور وہ کرتیں بھی کیوں بابا کو ان پر بھروسہ کرنا چاہیے تھا جیسے مجھے ہے حالانکہ میں ان سے کبھی ملا نہیں کبھی انہیں دیکھا نہیں مگر شہزاد کو دیکھتے ہی میرے دل نے گواہی دے دی کہ میری ماں ایسی نہیں ہو سکتی بابا نے ان کے ساتھ بڑی ناانصافی کی مگر میں انہیں شہزاد کے ساتھ ظلم نہیں کرنے دوں گا انہیں شہزاد کو اپنانا ہو گا اس کے ماتھے پر لگا بدنما داغ دھونا ہو گا۔" روحان کچھ غصے میں آتے ہوئے اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تو علیزہ بھی اس کے ساتھ اٹھ گئی۔

"مگر روحان بابا نے کسی شک کی بنیاد پر انہیں گھر سے نہیں نکالا تھا جب ڈی این اے رپورٹ نے یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ظاہر کردیا کہ شہزاد ان کا بیٹا نہیں ہے تو بیوی سے چاہے کتنی ہی محبت کیوں نہ ہو اس سے محسوس ہونے والی نفرت بھی بالکل فطری ہے انہوں نے وہی کیا جو ان حالات میں کوئی بھی مرد کرتا۔"

"اگر خدانا خواستہ کل کو ہم دونوں کے بیچ ایسی کوئی صورت حال پیدا ہو جائے تو۔" روحان نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے اچانک بڑی سنجیدگی سے پوچھا تو علیزہ سٹپٹا گئی۔

"یہ... یہ... تم کیا کہہ رہے ہو روحان۔" علیزہ سے جیسے کوئی جواب نہیں بن رہا تھا روحان کچھ دیر بغور اسے دیکھتا رہا پھر ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔

"وہ ڈی این اے ٹیسٹ ایک انسانوں کا کرایا ٹیسٹ تھا کوئی فرمان الٰہی نہیں جس میں غلطی کی گنجائش نہ ہو اتنے لوگ ویزے کے لیے اپلائی کرتے ہیں رپورٹس ادھر ادھر بھی ہو سکتی ہیں سیمپلز چینج بھی ہو سکتے ہیں ایمبیسی کے عملے سے غلطی بھی ہو سکتی ہے دوسروں پر بھروسہ کرنے کی بجائے اپنوں پر یقین ہونا چاہیے اگر خدانا خواستہ ہمارے بیچ کبھی ایسا ہو تو بھی میرا یقین تم پر سے کم نہیں ہوگا۔"

روحان کی بات علیزہ کے دل کی گہرائیوں میں اترتی چلی گئی کتنی دیر کے لیے وہ کچھ بولنے کے قابل نہ رہی آخر بہت دیر بعد اس نے دھیرے سے کہا۔

"شاید ان کے رشتے میں اتنی گہرائی نہیں تھی جتنی ہمارے رشتے میں ہے۔" روحان سر جھٹکتے ہوئے ایسے دوسری طرف دیکھنے لگا جیسے اس سے متفق نہ ہو۔

"انہیں کم از کم ایک بار پھر ٹیسٹ کرا کر رپورٹ کی تصدیق کرنی چاہیے تھی بابا نے بڑی جلد بازی میں اور بڑے جذباتی انداز میں اس معاملے کو ہینڈل کیا تھا جس کا خمیازہ ہم سب کو بھگتنا پڑا لیکن اب میں ان کی غلطی سدھاروں گا میں شہزاد کو وہ سب دوں گا جس کا وہ حق دار ہے بابا نے کبھی میری کسی بات کو رد نہیں کیا وہ شہزاد کو اس کی خاطر نہ سہی میری خاطر ضرور قبول کریں گے۔" روحان کے لہجے میں ایک عزم تھا علیزہ اسے حیرانی سے دیکھنے کے باوجود فوراً بولی۔

"ان شاء اللہ۔"

☆ ☆ ☆

گھر میں خوشی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور حوریہ ان سب کے اس قدر پر مسرت رویے پر حیران ہوتے ہوتے اب جھنجھلاہٹ کا شکار ہونے لگی تھی جو بات اس کے نزدیک ناممکنات میں سے تھی وہ سب سے اس قدر سہل سمجھ رہے تھے کہ حوریہ کے ہر خدشے اور اندیشے کو "ایسا کچھ نہیں ہوگا تم پریشان مت ہو" کہہ کر ٹال دیتے جس پر وہ بری طرح زچ ہو جاتی آخر انہیں اتنا یقین کیوں تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہوگا اور آخر وہ پریشان کیوں نہ ہو۔

جتنی وہ بولائی ہوئی تھی اماں اتنی ہی شادی کی جلدی مچا رہی تھیں عادل کی دادی نے کسی زمانے میں پوتے کی ہونے والی بیوی کے لیے چیزیں خرید کر ڈال لی تھیں باقی کی تیاری کے لیے انہوں نے اماں سے

اجازت مانگی تھی کہ انہیں اعتراض نہ ہو تو عادل حوریہ کو اپنے ساتھ لے جا کر اس کی پسند کی شاپنگ کرا دے گا جس پر اماں نے ابا کے راضی نہ ہونے کا بہانہ کر کے بڑی سہولت سے انکار کر دیا تھا مگر انہوں نے بغیر برا مانے تمام ذمہ داری انہیں ہی سونپ دی اور پیسے ماریہ کے اکاؤنٹ میں جمع کرا دیے کہ ان کی صحت اس قابل نہیں تھی کہ وہ بازار جا سکتیں۔

عادل کی وہ دور کی پھوپھی جو رشتے کے لیے آئی تھیں دوسرے شہر اپنی بیٹی کے پاس چلی گئی تھیں ان کی بیٹی کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی وہ بھی شادی کی تیاریوں میں مدد کرنے سے قاصر تھیں' عادل کی دادی کے اس اقدام سے عالیہ باجی اور نازیہ بہت پرجوش ہو گئی تھیں انہوں نے کبھی اس طرح فراخ دلی سے شاپنگ نہیں کی تھی وہ کبھی بازار جاتے بھی تھے تو ضرورت کی مخصوص چیزیں لے کر گھر آجاتے غیر ضروری سامان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے تھے کہ کہیں دل میں کوئی خواہش پیدا نہ ہو جائے اور اب اچانک نا صرف ہر خواہش کو پورا کرنے کا موقع مل رہا تھا بلکہ وقت کی کمی کے باعث ہر پسند آجانے والی چیز کو فوراً" ہی خرید لینے کی آزادی بھی حاصل تھی وہ سب جتنی بھی جوشیلی ہوتیں کم تھا مگر ان کے شوق اور جستجو کے اس عالم پر حوریہ مسکراتی تک نہیں تھی جب وہ اس قابل بھی نہیں تھی کہ عادل کے ساتھ بازار تک جا سکے تو زندگی کا اتنا لمبا سفر اس کے ساتھ کیسے طے کرے گی بلکہ نکاح ہونے کے بعد رخصت ہو کر اس کے ساتھ اس کے گھر تک کیسے جائے گی۔

سوچ سوچ کر اس کی بھوک پیاس اڑ گئی تھی اماں کو تو جلدی تھی دوسری طرف عادل کی دادی کو بھی ہتھیلی پر سرسوں جمانے کا شوق ہو رہا تھا جس پر اماں فکر مند ہونے کی بجائے خوشی سے کہتیں۔

"اچھا ہی ہے جتنی جلدی شادی ہو جائے اگر انہیں کہیں سے سن گن لگ گئی تو رشتہ ختم بھی ہو سکتا ہے۔"

حوریہ کے تن بدن میں آگ لگ جاتی اماں کی باتیں سن کر رشتہ صرف شادی سے پہلے ہی ختم نہیں ہوتا شادی کے بعد بھی رشتے ٹوٹ سکتے ہیں مگر اماں نہ جانے کون سی تصوراتی دنیا میں رہ رہی تھیں جو انہیں کچھ نظر ہی نہیں آرہا تھا ورنہ حوریہ کی تو راتوں کی نیند اڑ گئی تھی کہ ایک دن ماریہ باجی نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی۔

انہوں نے آفس سے آنے کے بعد اس کے ہاتھ میں ایک چیز تھما دی جسے اچھی طرح ٹٹولنے کے بعد بھی وہ سمجھ نہیں سکی کہ وہ کیا شے ہے تب ماریہ باجی بولیں۔

"عادل نے دی ہے تمہارے لیے۔" رشتہ طے ہونے کے بعد سے ماریہ باجی نے گھر میں اسے سر کہنا چھوڑ دیا تھا بقول ان کے چھوٹا بہنوئی بھائی کی طرح ہوتا ہے لوگوں کے سامنے تو وہ مجبور تھیں مگر گھر میں چھوٹے بھائی کو سر کہنے کے لیے وہ ہرگز تیار نہیں تھیں۔

"لیکن یہ ہے کیا۔" حوریہ کو سنتے ہی کوفت ہو گئی تھی ماریہ باجی بستر پر بیٹھ کر سینڈل کے اسٹیپ کھولنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لگیں اور بڑے پرسکون انداز میں بولیں۔

"اسے موبائل کہتے ہیں ہمارے گھر میں تو فون ہے نہیں اور وہ تم سے بات کرنے کے لیے بہت بے چین ہے۔" آخری جملہ انہوں نے بڑے معنی خیز انداز میں کہا۔ حوریہ کی گرفت غیر ارادی طور پر موبائل پر بڑی سخت ہو گئی۔

"اس کا کہنا ہے بھلے ہی ہماری شادی بڑی جلد بازی میں ہو رہی ہے مگر اس کا یہ مطلب بھی نہیں کہ ہم اسے کسی سزا کے طور پر گلے میں طوق کی طرح لٹکا لیں۔" ماریہ باجی اٹھ کر سینڈل کو جگہ پر رکھنے چلی گئیں حوریہ سانس روکے ان کی بات سنتی رہی جو مزید کہہ رہی تھیں۔

"آپ کے ابا اگر ہمیں ملنے یا ساتھ باہر جانے کی پرمیشن نہیں دے سکتے تو کوئی بات نہیں ان کا حکم سر آنکھوں پر لیکن میری خواہش کا بھی ذرا سا احترام کر لینے میں کوئی حرج نہیں' میں زیادہ نہیں صرف کبھی کبھی آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں میری اتنی سی خواہش کو رد نہیں کیا جائے پلیز پلیز پلیز۔

یہ سب اس نے ایس ایم ایس میں تمہارے لیے لکھا تھا اور مجھے سختی سے منع کیا تھا کہ آپ مت پڑھیے گا مگر مجھے تو پڑھنا تھا تمہیں سنانے کے لیے۔" ماریہ باجی کی آواز لمحہ بھر کے لیے لڑکھڑائی تھی مگر حوریہ کو شاک میں گھرا دیکھ کر انہوں نے فوراً" اپنا لہجہ ہشاش بشاش بنا لیا۔

"چلو کوئی بات نہیں کچھ ہی عرصے میں تمہاری آنکھیں ٹھیک ہو جائیں گی تو پھر تم کسی کی محتاج نہیں رہو گی ویسے بھی یہ وقت اداس ہونے کا نہیں سپنے بننے کا ہے عادل نے میسج میں یہ بھی لکھا ہے کہ وہ تمہیں رات کے گیارہ بجے فون کرے گا۔

گیارہ بجنے میں پانچ گھنٹے باقی ہیں پانچ گھنٹے میں آرام سے سوچ لو اس سے کیا بات کرنی ہے ویسے تمہیں زیادہ بولنا نہیں پڑے گا کیونکہ جب عادل بول رہا ہوتا ہے تو دل چاہتا ہے کہ بس اسے سنتے رہو اس کی آواز اور لہجہ اتنا دل موہ لینے والا ہوتا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر اس کی گفتگو بہت سلجھی ہوئی ہوتی ہے وہ بات اتنی خوب صورتی سے کرتا ہے کہ پوچھو مت۔

جب پہلی بار اس نے مجھے ماریہ باجی کہا تو نم سوچ نہیں سکتیں مجھے کیسا لگا یا اللہ کو ہمیں ایک بھائی ضرور دینا چاہیے تھا۔

خیر کوئی بات نہیں یہ بھی تو ہمارا بھائی ہوا نا اب اگر تم اس کی تعریف میں اور بھی کچھ سننا چاہتی ہو تو تھوڑا انتظار کرو مجھے بڑی بھوک لگی ہے تو خود اس کی خوبیوں کی قائل ہو جاؤ گی۔"

ماریہ باجی نے اس کی خاموشی محسوس کر لی تھی تبھی جان بوجھ کر اتنی تفصیل سے بول رہی تھیں مگر اسے بالکل ساکت بیٹھا دیکھ کر وہ کچن کی طرف بڑھ گئیں اور حوریہ کتنی ہی دیر ہاتھ میں موبائل پکڑے وہیں بیٹھی رہی۔

اسے دیوار پر لگی گھڑی کی آواز صاف سنائی دے رہی تھی جو اسے احساس دلا رہی تھی کہ ہر گزرتا لمحہ

گھڑی کی سوئیوں کو گیارہ کے ہندسے کے قریب کر رہا ہے جانے وقت اتنی تیزی سے گزر رہا تھا یا اس کی دھڑکنیں اتنی تیزی سے بڑھ رہی تھیں کہ گھڑی کی ٹک ٹک میں اسے اپنے دل کی دھک دھک سنائی دے رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

اچانک لاہور چلے جانے کی وجہ سے روحان کے کام کا بہت حرج ہو گیا تھا اس لیے وہ سفر کی تکان کے باوجود اسی دن آفس چلا گیا سارے دن کی مغز ماری کے بعد جب وہ رات میں گھر پہنچا تو بابا سو چکے تھے شہزاد سے یہ جان کر اسے تھوڑا اطمینان ہوا کہ بابا کو ابھی تک شہزاد کی آمد کی خبر نہیں ہوئی ہے کیونکہ شہزاد خود بھی اس کے جانے کے کچھ دیر بعد گھر سے نکل گیا تھا اور جب وہ لوٹا تو بھی کسی سے ملنے کی بجائے اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔

روحان کو اس کے رویے سے اختلاف ہونے کے باوجود خوشی ہوئی تھی وہ نہیں چاہتا تھا کہ بابا شہزاد سے اس کی غیر موجودگی میں ملیں اسے یقین تھا شہزاد کو دیکھتے ہی بابا کسی نہ کسی ناگواری کا اظہار ضرور کریں گے اور وہ نہیں چاہتا تھا کہ بابا ایک بھی لفظ ایسا کہیں جس سے شہزاد کی دل آزاری ہو اور وہ واپس جانے کا مطالبہ کر دے مگر شہزاد نے ایسی نوبت آنے سے پہلے ہی اپنے جانے کا اعلان کر دیا۔

"کل جانا چاہتے ہو۔" روحان نے اسے حیرانی سے دیکھا۔

"میں کوئی یہاں ہمیشہ کے لیے تھوڑی آ گیا تھا میں وہاں جاب کرتا ہوں امی کے انتقال کی وجہ سے میں نے کچھ دن چھٹی کر لی ہے مگر زیادہ چھٹیاں نہیں کر سکتا ایسی جاب میں زیادہ چھٹیاں کرنے پر ملازمت سے ہی نکال دیتے ہیں۔

آپ مجھے صادق آفریدی سے ملوانے لائے تھے اور آپ خود ہی کہہ رہے ہیں آپ مجھے کل صبح ان سے ملا دیں گے تو شام تک مجھے واپس چلے جانا چاہیے۔" وہ بڑے نارمل سے انداز میں بولتا رہا۔

"اور تمہاری پڑھائی! کیا تم واپس جا کر اپنی پڑھائی دوبارہ شروع کرو گے؟"

"دیکھوں گا۔" شہزاد کا انداز صاف ٹالنے والا تھا۔

"دیکھنا کیا ہے شہزاد' وہ تو دکھائی دے ہی رہا ہے تم بس یہ چھوٹی موٹی جابز کرتے رہو گے اور پڑھائی کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دو گے۔" روحان کا لہجہ خود بخود طنزیہ ہو گیا مگر شہزاد نے رتی برابر توجہ نہیں دی بلکہ کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگا۔

"فی الحال تو مجھے اپنی جاب پر واپس پہنچنا ہے اگر میں نہیں گیا تو۔۔۔"

"تو کچھ نہیں ہو گا تم صرف پڑھائی پر دھیان دو۔ رہا سوال تمہارے اخراجات کا تو بڑے بھائی کے ہوتے ہوئے تمہیں ابھی سے ان فکروں میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔" روحان کے لہجے میں اتنی بے ساختگی تھی کہ شہزاد کے خود کو لاتعلق ظاہر کرنے کی اداکاری میں لمحہ بھر کے لیے دراڑ پڑ گئی وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گیا۔ "یہ تمہارا گھر ہے شہزاد۔ اپنے گھر کے ہوتے ہوئے تمہیں کہیں اور رہنے کی کوئی ضرورت نہیں، تم اب یہیں رہو گے اور بالکل ویسے ہی رہو گے جیسے اب تک میں رہتا آیا ہوں ہاں خود مختار ہونے کے بعد تم جہاں چاہو جا سکتے ہو مگر ابھی اکیلے رہنے کے لیے تم بہت چھوٹے ہو۔" خلاف توقع شہزاد نے اس کی پوری بات بڑی خاموشی سے سن لی بلکہ بات ختم ہونے کے بعد کسی ناگواری کا اظہار بھی نہیں کیا البتہ بڑی سنجیدگی سے پوچھنے لگا۔

"کیا یہ سب آپ صادق آفریدی سے پوچھ کر کہہ رہے ہیں۔" شہزاد کا اس طرح صادق آفریدی کا نام لے کر ان کا تذکرہ کرنا روحان کو دل ہی دل میں تلملانے پر مجبور کر گیا مگر وہ بڑی وقت سے خود پر ضبط کر کے اپنی ناپسندیدگی اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"وہ کبھی میری کسی بات سے اختلاف نہیں کرتے۔" روحان نے خود کو بہت کچھ کہنے سے بروقت روکا کہیں پہلی ہی ملاقات میں صادق آفریدی اسے ایسا کچھ نہ کہہ دیں کہ روحان کے سارے دعوے دھرے کے دھرے رہ جائیں۔

شہزاد نے تو اس وقت مزید کچھ نہیں کہا مگر روحان نے اگلی صبح شہزاد کو صادق آفریدی کے سامنے لانے سے پہلے ہی انہیں تنہائی میں اس کے متعلق بتا دینے کا فیصلہ کر لیا جسے عملی جامہ پہنانے کے لیے وہ ناشتے سے پہلے ہی ان کے کمرے میں چلا گیا ان کا حال احوال دریافت کرنے کے بعد وہ موضوع پر آتے ہوئے بولا۔

"بابا میں آپ سے ذکر کیے بغیر لاہور چلا گیا آپ کو برا تو نہیں لگا۔" اس کے سوال پر وہ کچھ چونک گئے اور اس کی طرف دیکھنے سے گریز کرتے ہوئے سائیڈ ٹیبل کی دراز کھول کر جھک کر اس میں جھانکنے لگے۔

"آں۔۔۔ نہیں تم جلدی میں گئے تھے تمہیں اطلاع کرنے کا وقت نہیں ملا۔"

"اگر میں اطلاع دیتا تو کیا آپ مجھے جانے دیتے۔" اب کی بار وہ خود کو روحان کی طرف دیکھنے سے روک نہیں سکے مگر فوراً ہی پلٹ بھی گئے اور دراز میں سے گھڑی نکالتے ہوئے کہنے لگے۔

"چلو ناشتا ٹھنڈا ہو رہا ہو گا۔"

"وہاں جا کر مجھ پر کئی انکشافات ہوئے۔"

روحان نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا تو صادق آفریدی بھی ایسے بن گئے جیسے انہیں بھی روحان کی آواز نہیں آئی ہو تو روحان نے کلائی پر گھڑی باندھتے صادق آفریدی کی پشت کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں وہاں شہزاد سے ملا۔" گھڑی کا لاک لگانے سے پہلے ہی گھڑی ان کے ہاتھ سے پھسل کر زمین پر گر گئی۔

"بہت دکھ ہوا اسے دیکھ کر۔" روحان منتظر نظروں سے انہیں دیکھنے لگا کہ شاید اب وہ پلٹ کر کچھ پوچھیں گے یا کچھ نہیں تو خود کو مصروف ظاہر کرنے کے لیے جھک کر زمین پر گری اپنی گھڑی ہی اٹھا لیں گے

مگر وہ اپنی جگہ ایسے ساکت کھڑے رہے جیسے پتھرا گئے ہوں۔

"پہلا دکھ اس لیے ہوا کہ مجھے کبھی کسی نے اس کے بارے میں بتایا نہیں۔" روحان ایک بار پھر رک گیا کہ شاید اب وہ کچھ بولیں لیکن ایک پھر اسے خود ہی کہنا پڑا۔

"دوسرا دکھ یہ جان کر ہوا کہ میری ماں کو بدکردار کہہ کر گھر سے نکالا گیا تیسرا دکھ یہ سن کر ہوا کہ یہاں سے بے گھر ہونے کے بعد انہیں اپنے میکے میں بھی جگہ نہیں ملی وہ جس فلیٹ میں رہتی تھیں میں وہ فلیٹ دیکھ کر آ رہا ہوں ہمارے ورکرز کا جو ہاسٹل ہے وہ بھی اس فلیٹ سے بہتر ہے جانے کیسے میری ماں اور بھائی وہاں رہے ہوں گے اور سب سے بڑا دکھ تب ہوا جب مجھے پتا چلا کہ میری ماں پر شک کرنے کی آپ کے پاس کوئی وجہ نہیں تھی سوائے اس ایک رپورٹ۔۔۔"

"سوائے ایک رپورٹ؟" صادق آفریدی ایک دھاڑ کے ساتھ پلٹے تھے روحان جو خود کلامی کے انداز میں بول رہا تھا ششدر سا انہیں دیکھنے لگا۔

"تم سعودی عرب کی منسٹری آف ہیلتھ کو چیلنج کر رہے ہو تمہیں لگتا ہے تمہاری ماں کو گھر سے نکال کر میں نے کسی ظالم اور سفاک شوہر کا کردار ادا کیا ہے ارے میں تو اسے معاف کرنے کے لیے بھی تیار تھا ہو گا کوئی ایسا مرد جو آنکھوں دیکھی مکھی نگل لے۔" بابا کو اتنے غصے میں اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا ان کی آواز تک کانپ رہی تھی۔

"ارے یہ تو میرا ظرف ہے جو یہ سب تمہیں آج پتا چلا ہے یہ جو اپنی ماں کے انتقال کے خبر سنتے ہی تم اس کے آخری دیدار کے لیے چلے گئے تو اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ میں نے کبھی اس عورت کی برائیاں کر کے تمہارے کان نہیں بھرے ورنہ اس کی بدچلنی کے متعلق بتا کر میں تمہارے اندر اس کے خلاف اتنا زہر بھر سکتا تھا کہ اس کے جنازے میں جانے کی بجائے تم اطلاع دینے والے کو حقارت سے جھٹک کر فون بند کر دیتے اتنی نفرت ہوتی تمہارے دل میں ان دونوں کے لیے کہ ان کی حالت دیکھ کر دکھ ہونا تو درکنار تم ان کی شکل تک دیکھنا گوارا نہ کرتے۔" بیس سال سے جو زہر انہوں نے اپنے اندر جمع کر رکھا تھا آج روحان کے سامنے کسی سیلاب کی طرح امڈ کر باہر آ گیا تھا۔

روحان لب بھینچے انہیں دیکھتا رہا جن کے ہر انداز سے ان کی شدید نفرت اور غصے کا اظہار ہو رہا تھا مگر شاید وہ محبت اس نفرت سے کہیں زیادہ تھی جو انہیں روحان سے تھی اسی لیے روحان کے چہرے پر پھیلتے تاسف نے ان کے نفرت کے سیلاب کو پوری طرح باہر نکل کر بہنے سے پہلے ہی بند باندھنے پر مجبور کر دیا اپنے بیٹے کی آنکھ میں زندگی میں پہلی بار نمی دیکھ کر انہوں نے خود کو مزید کچھ کہنے سے روک لیا وہ کچھ آزردہ سے ہوتے اس کے نزدیک چلے آئے۔

"اسی لیے میں نے تمہیں کبھی کچھ نہیں بتایا تھا کہ تمہیں تکلیف ہو گی بلکہ اگر بچپن میں تم اپنی ماں کے بارے میں ایسی باتیں سنتے تو تمہارے ذہن پر بہت برا اثر پڑتا میں نے تو یہاں لوگوں کو بھی کچھ نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بتایا کہ ان کے ذریعے وہ سارا کڑوا سچ تم تک پہنچ جاتا۔

میں تمہاری شخصیت کو بکھیرنا نہیں چاہتا تھا ابھی تم نے پوچھا تھا نا کہ اگر تم بتا کر جاتے تو کیا میں تمہیں جانے دیتا۔

نہیں، میں تمہیں ہرگز جانے نہیں دیتا کیونکہ وہاں جاتے ہی آگہی کے سانپ تمہیں ایسا ڈستے کہ تمہاری پوری زندگی میں زہر بھر دیتے تمہاری شخصیت کے ہر پہلو کو تلخی کے پیراہن میں لپیٹ دیتے۔"

صادق آفریدی اس کے کندھے پر ہاتھ رکھے گلوگیر لہجے میں کہہ رہے تھے اس کی سرخ ہوتی آنکھیں ان کے دل کو لہو کر گئی تھیں انہوں نے اپنے بیٹے کو کبھی معمولی سی تکلیف بھی نہیں پہنچنے دی تھی اور آج وہ جس اذیت سے گزر رہا تھا اس کا احساس کرتے ہوئے انہیں اپنی اس قدر تلخ کلامی پر پچھتاوا ہو رہا تھا وہ بجائے اس کا درد سمجھنے اور بانٹنے کے اسی پر برس پڑے تھے۔

"میرے اندر کوئی زہر نہیں بھرا ہے تلخیاں انسان میں تب سرائیت کرتی ہیں جب وہ سنی سنائی باتوں کو سچ سمجھ لیتا ہے مجھے تو صرف پچھتاووں نے گھیرا ہے کہ میں پہلے کبھی اپنی ماں کے پاس اس کا درد بانٹنے کیوں نہیں گیا میرا دل کہتا ہے اس پر لگا الزام سراسر جھوٹ ہے۔"

روحان نے بڑی تلخی سے کہنا شروع کیا تھا مگر آخری جملے تک اس کی آواز رندھ گئی اب کی بار صادق آفریدی نے کمال ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے صرف گہرا سانس کھینچا تھا اور صرف اتنا کہا۔

"اگر یہ سوچ کر تمہیں سکون ملتا ہے تو ایسا ہی سہی مگر اپنی ماں کو مظلوم سمجھنے کی کوشش میں اپنے بابا سے متنفر مت ہو جانا اگر تمہارا دل اس کے صحیح ہونے کی گواہی دیتا ہے تو میرے غلط ہونے کی گنجائش بھی نہیں نکلتی کیونکہ میں نے اتنا کچھ جاننے کے بعد بھی اسے ایک موقع دیا تھا اپنی خاطر نہیں، صرف تمہارے لیے۔ صرف تمہارے لیے میں نے اس پر اپنے گھر کے دروازے کھول دیے جس پر میں نے اپنے دل کے دروازے ہمیشہ کے لیے بند کر دیے تھے۔"

صادق آفریدی کا انداز احسان جتانے والا نہیں تھا بلکہ وہ اس کے درد کی شدت کو کم کرنے کے لیے محض یہ باور کرانا چاہتے تھے کہ ماں سے دوری اس کا نصیب تھی ورنہ اپنے طور پر انہوں نے ہر ممکن کوشش کی تھی اسے ایک مکمل اور بہترین گھر مہیا کرنے کی حالانکہ ان کی بات سن کر روحان کے اندر لاوا دہکنے لگا تھا اس کی خوددار ماں کی عزت نفس کو مجروح کرتے ہوئے جس طرح احسان جتانے والے انداز میں انہوں نے اسے واپس لانے کی کوشش کی تھی وہ اس کے نزدیک اس گھر کو بچانے کی جدوجہد نہیں تھی بلکہ اسے تباہی کے دہانے کی طرف دھکیلنے والا آخری دھکا تھا جس کے بعد ان دونوں کے درمیان سے سب کچھ ختم ہو گیا مگر روحان اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا تھا اب یہ سب باتیں ثانوی حیثیت اختیار کر چکی تھیں اب اس کے سامنے ایک الگ نصب العین تھا اور وہ اسی کے لیے راہ ہموار کرتے ہوئے بولا۔

"اگر میری خاطر آپ اس عورت کے لیے اپنے گھر کے دروازے کھول سکتے ہیں جو آپ کی نظر میں

قابل اعتبار بھی نہیں تھی تو کیا میری خاطر آپ اس کے لیے گنجائش نہیں نکال سکتے جو اس سارے معاملے میں بالکل بے قصور ہے۔" اس کے التجائیہ لہجے پر صادق آفریدی کچھ نا سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگے تو روحان لبوں پر زبان پھیرتے ہوئے بولا۔

"امی کی ڈیتھ کے بعد شہزاد بالکل اکیلا رہ گیا ہے ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے جب تک وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل نہیں ہو جاتا میں اسے تنہا نہیں چھوڑ سکتا۔" روحان بہت آہستہ آہستہ اصل بات کی طرف آ رہا تھا کیونکہ شہزاد کا نام آنے پر صادق آفریدی کے چہرے پر پھیلے محبت کے جذبات سرد پڑنے لگے تھے اسی لیے وہ کافی سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بولے۔

"ہوں سوتیلا ہی سہی تمہارا تو بھائی ہے نا۔" روحان کو ان کی بات چبھی تو بہت تھی مگر وہ ضبط کر گیا جو مزید کہہ رہے تھے۔

"تم اسے مہینے کے مہینے کچھ رقم بھیج سکتے ہو۔"

"لیکن بابا وہ وہاں اکیلا کیسے رہے گا۔" روحان فوراً بولا۔

"بیس سال کا جوان مرد ہے وہ کوئی بچہ نہیں ہے۔" صادق آفریدی بھنا کر بولے۔

"اگر یہ بات ہے تو آپ میرے لیے آج بھی اتنے فکر مند کیوں رہتے ہیں میں کسی بزنس ٹرپ پر باہر جاؤں تو آپ میرے کھانے پینے کی طرف سے کتنے پریشان ہو جاتے ہیں حالانکہ میں تو شہزاد سے بھی بڑا ہوں۔"

"تم میری اولاد ہو روحان ورنہ پلنے کو تو یتیموں کے بچے بھی پل ہی جاتے ہیں۔" بابا سختی سے بولے۔

"ماں باپ نہ ہوں تو بڑے بھائی کو چھوٹے بہن بھائی اولاد کی طرح ہی لگتے ہیں۔" اپنے جملے اور لہجے پر خود روحان کو بھی حیرت ہوئی تھی تو صادق آفریدی کا چونکنا تو یقینی تھا کتنی دیر تک وہ حیرانی سے اسے دیکھتے رہے تھے اور اس وقت یہ حیرت اور بھی شدید ہو گئی جب روحان نے مزید کہا۔

"میں فی الحال اسے اکیلا چھوڑنا نہیں چاہتا وہ ذہنی اور جذباتی طور پر بہت برے دور سے گزر رہا ہے اس کے اخراجات بھیجنا اتنا ضروری نہیں ہے اپنا بوجھ وہ خود بھی اٹھا سکتا ہے بلکہ اب تک اٹھا ہی رہا تھا امی کو کینسر تھا ان کے علاج کے لیے اس نے پڑھائی چھوڑ کر ملازمت کر لی تھی حقیقتاً" اسے میرے پیسوں کی نہیں بلکہ میری ضرورت ہے اس لیے میں اسے اپنے ساتھ کراچی لے آیا ہوں۔" روحان ان کی طرف دیکھے بغیر کہتا چلا گیا ایک طرح سے وہ جلد از جلد اپنا نکتہ نظر ان پر واضح کر دینا چاہتا تھا جبکہ ان کی حیرانی دیکھ کر اس کی زبان لڑکھڑانے لگی تبھی پھر بھی اپنی بات پوری ہونے تک وہ رکا نہیں شاید اپنے صحیح ہونے کا یقین انسان کو ایک ناقابل قبول بات کہنے کا اعتماد بھی بخش دیتا ہے۔

"تم اسے یہاں لے آئے ہو میرے گھر میں؟" صادق آفریدی بہت دیر بعد بولے۔

"میں اسے آپ سے ملوانا چاہتا ہوں اسے دیکھنے کے بعد آپ کو بھی یہی لگے گا کہ اسے یہیں رہنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہیے۔" روحان فوراً بولا۔

"اور اگر مجھے ایسا نہیں لگا تو کیا تم اسے واپس بھیج دو گے۔" صادق آفریدی کا انداز ایسا تھا جیسے جلد سے جلد اس کے ارادے جان لینا چاہتے ہوں روحان کچھ دیر انہیں دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

"مجھے یقین ہے آپ ایسی نوبت نہیں آنے دیں گے آپ مجھے کسی آزمائش میں نہیں ڈال سکتے۔" روحان کے لہجے میں اتنا یقین تھا کہ صادق آفریدی نے بڑے طیش کے عالم میں کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا مگر کہنے سے پہلے ہی رک گئے کچھ دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے آخر صادق آفریدی نے اس کی طرف سے رخ پھیرتے ہوئے کہا۔

"اگر اس کل کے آئے لڑکے کے زخم بھرنے کے لیے تم کسی اور کے زخم ادھیڑنے پر بضد ہو تو جیسی تمہاری مرضی لیکن ایک بات میں تمہیں بتا دوں شہزاد کی اصلیت یہاں بھی کچھ لوگ جانتے ہیں یہ ان کا بڑا پن ہے جو ان لوگوں نے گزری باتوں کو کبھی دہرایا نہیں۔ لیکن اس کے لوٹ آنے پر بدنامی بھی لوٹ کر اس در پر آجائے گی جس سے پریشانی بھی سب سے زیادہ تمہیں ہوگی کیونکہ ان چند گنے چنے لوگوں میں سر فہرست علیزہ کے والدین ہیں۔

جب وہ ڈی این اے رپورٹ میرے ہاتھ میں آئی تھی تو میں نے سب سے پہلے احسان اور شوکت بھابھی کو فون کر کے بلایا تھا وہ لوگ خود گنگ رہ گئے تھے اور وہ جیسے کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی تھیں ان کی خاموشی اس بات کا ثبوت تھی کہ رپورٹ میں لکھی سچائی کو کوئی ڈاکٹر نہیں جھٹلا سکتا۔

انہوں نے آج تک کبھی کچھ نہیں جتایا مگر شہزاد کے یہاں رہنے پر انہیں اعتراض ہو سکتا ہے انسان چاہے کتنا بھی برا ڈامنڈ ڈ ہو جائے ایسے معاملوں میں نہایت دقیانوسی اور قدامت پسند ہوتا ہے۔

میں کوئی نازیبا الفاظ استعمال کرنا نہیں چاہتا مگر کسی بھی خاندان میں شہزاد جیسے وجود کی موجودگی اس کے تقدس کو پامال کر دیتی ہے تم اسے قبول کر کے اپنے تئیں بڑی اعلا ظرفی کا مظاہرہ کر رہے ہو مگر انہیں تمہارا یہ اقدام بے غیرتی اور بے حسی پر مبنی ایک ایسا فعل لگے گا جسے دیکھنے کے بعد وہ تم سے بدظن بھی ہو سکتے ہیں۔" روحان نے ان کی بات بڑی مشکل سے برداشت کی تھی بھلے ہی انہوں نے کوئی نازیبا الفاظ استعمال نہ کرنے کا دعوا کیا تھا مگر ان کے جملے اور لہجے کی کاٹ پر روحان تڑپ اٹھا تھا کچھ بھی نہ کہتے ہوئے سب کچھ جتا دینے کا یہ طریقہ زیادہ اذیت ناک تھا جو اس کے ارادوں میں دراڑ ڈالنے کی بجائے انہیں زیادہ مستحکم کر گیا تھا۔

اس نے پہلی بار ایسا طعنہ سنا تھا اور ایسے بلبلا اٹھا تھا جبکہ شہزاد اپنی پوری زندگی میں ہر جگہ کتنی بار اس کے دل میں خود کو ختم کر لینے کی شدید خواہش نے سر اٹھایا ہوگا اب تو روحان اسے اکیلا چھوڑنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا بھلے ہی لوگ اس سے بدگمان ہو جائیں اور رہا سوال علیزہ کے والدین کا تو ان کی رائے اس کی نظر میں اہم سہی مگر اہم ترین نہیں تھی علیزہ کو وہ سب کچھ بتا چکا تھا وہ اسے سمجھتی تھی اور

اس کے لیے اتنا کافی تھا۔

احسان انکل اور شوکت آنٹی ہزار اختلاف کے باوجود اس بات کو بنیاد بنا کر رشتے کو ختم نہیں کر سکتے تھے وہ دونوں بہت سلجھی ہوئی شخصیت کے مالک تھے شہزاد کی آمد پر شاید وہ تذبذب کا شکار ہو جائیں مگر وہ کوئی انتہائی قدم نہیں اٹھا سکتے تھے خاص طور پر ایسی صورت میں جب علیزہ اس کے ساتھ تھی اور یہ یقین اس کے لہجے کو خود بخود پراعتماد بنا گیا۔

"میرے لیے اتنا کافی ہے کہ آپ نے میرا مان رکھ لیا باقی کسی کے ردعمل کی مجھے شہزاد سے زیادہ فکر نہیں ہے اس ٹیسٹ میں ہی کہیں کوئی غلطی ہوئی تھی جس کے نتیجے میں وہ رپورٹ ہی غلط بنی تھی شوکت آنٹی نے وہی پڑھا ہوگا جو رپورٹ میں درج تھا وہ بھلا اس رپورٹ کی تصدیق یا تردید کیسے کر سکتی تھیں ہاں اگر آپ واقعی اس رپورٹ کو پرکھنا چاہتے ہیں تو ایک بار پھر اپنا اور شہزاد کا ڈی این اے ٹیسٹ کرا لیں۔" روحان کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ صادق آفریدی چیخ پڑے۔

"تم نے کیا مذاق سمجھ رکھا ہے تماشا لگوانا ہے کیا جو میں پھر ٹیسٹ کراتا پھروں۔" روحان کا دل چاہا پلٹ کر پوچھے کہ۔

"اس کی ماں کے ساتھ جو ہوا کیا وہ تماشا نہیں تھا ان کا بھی تو مذاق بن گیا تھا بلکہ ان کے ساتھ ساتھ شہزاد کا بھی۔" مگر وہ بحث کو طول نہیں دینا چاہتا تھا ورنہ اس کی دلی خواہش تھی کہ ایک بار کسی طرح صادق آفریدی کو ٹیسٹ کرانے کے لیے آمادہ کر لے۔

اپنی ماں کی پیشانی پر لگے اس بدنما داغ کو وہ ہر حال میں دھونا چاہتا تھا اور اسے پورا یقین تھا کہ دوبارہ کرایا گیا ٹیسٹ یہ ثابت کر دے گا کہ پچھلی رپورٹ غلط تھی بلکہ انہوں نے شہزاد کی آمد کو قبول کر کے پہلے ہی ایک ناممکن سی بات کو ممکن بنا کر روحان کو اچھا خاصا حیران کر دیا تھا ایسا انہوں نے محض روحان کی محبت کے ہاتھوں مجبور ہو کر کیا تھا اور وہ انہیں بار بار مجبور کر کے ان کی محبت کو ان کے لیے مجبوری نہیں بنانا چاہتا تھا اس لیے وہ بغیر کچھ کہے ان کے کمرے سے نکل گیا اس کے قدم شہزاد کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے وہ جلد سے جلد یہ خوشخبری سنانا چاہتا تھا اور اتفاق سے شہزاد اسے راستے میں ہی مل گیا۔

"شہزاد کہاں جا رہے ہو۔" اسے کہیں جانے کے لیے تیار دیکھ کر روحان نے پوچھا۔

"ایسے ہی باہر واک کرنے جا رہا تھا۔" اس کے لہجے میں اکتاہٹ نہیں تھی بلکہ ایک طرح کی پژمردگی تھی اتنے دنوں میں روحان پہلی بار خوش دلی سے مسکرا دیا۔

"تم ایسا کیوں نہیں کرتے شہزاد۔ میرے ساتھ بازار چلو تاکہ جب تک ہم لاہور جا کر تمہارا سامان نہیں لے آتے تم اپنی ضرورت کی چیزیں یہاں سے خرید لو۔"

"کیا مطلب؟" شہزاد نے الجھ کر پوچھا۔

"بھئی اب اس سیدھے سیدھے جملے کا میں تمہیں کیا مطلب بتاؤں میں نے پہلے بھی کہا تھا تم وہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اکیلے رہ کر کیا کرو گے تمہیں یہاں ہمارے ساتھ رہنا چاہیے۔"

روحان نے سمجھانے والے انداز میں کہا شہزاد کے چہرے پر پھیلی بے یقینی صاف ظاہر کر رہی تھی کہ وہ اس وقت کیا سوچ رہا ہے۔

"یہ تم مجھے اس طرح آنکھیں اور منہ پھاڑے کیوں دیکھ رہے ہو۔" روحان بے ساختہ ہنسا تو شہزاد اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"اگر آپ نے مسٹر صادق آفریدی کو منا لیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں بھی یہاں رہنے کے لیے رضامند ہو جاؤں گا۔" روحان کی خوشی کا دورانیہ بڑا مختصر تھا اس کی مسکراہٹ فوراً غائب ہو گئی مگر اس نے اپنے لہجے کی شائستگی کو ختم نہیں ہونے دیا۔

"ٹھیک ہے اگر تم یہاں رہنا نہیں چاہتے تو میں تمہارے رہنے کا کہیں اور بندوبست کر دیتا ہوں۔"

"مجھے آپ کے احسان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔" شہزاد نے دانت پیستے ہوئے کہا اس کے جملے سے روحان کو تکلیف تو بہت پہنچی مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا بلکہ اس کے رویّے کو اپنی جگہ حق بجانب سمجھتے ہوئے اسے ٹھنڈا کرنے کے لیے رسانیت سے بولا۔

"میں تم پر احسان نہیں کر رہا بلکہ خود پر کر رہا ہوں تم وہاں رہو گے تو میں تمہاری طرف سے فکر مند رہوں گا اسی لیے میں چاہتا ہوں کہ تم یہیں رہو۔"

"لیکن میں ایسا نہیں چاہتا۔" شہزاد کا لہجہ بالکل حتمی اور بے لچک تھا روحان کے پاس کہنے کے لیے کچھ بچا نہیں تھا پھر بھی وہ اتنی آسانی سے ہتھیار بھی ڈال نہیں سکتا تھا ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے صادق آفریدی کی آواز نے ان دونوں کو چونکا دیا۔

"تم اگر یہاں رہنا نہیں چاہتے تو کوئی تمہیں یہاں رکھنا بھی نہیں چاہتا تم ابھی اور اسی وقت جا سکتے ہو بلکہ تمہیں یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا۔" صادق آفریدی دوسرے فلور پر موجود اپنے کمرے کے سامنے بنی ریلنگ کے پاس کھڑے تھے نہایت ہی سرد اور سپاٹ انداز میں انہوں نے دو ٹوک فیصلہ سنا دیا تھا روحان دل ہی دل میں پریشان ہونے کے ساتھ ساتھ تلملا بھی گیا تھا کیا ضرورت تھی انہیں اس وقت یہاں آ کر یہ سب کہنے کی۔ وہ کسی نہ کسی طرح شہزاد کو منا ہی لیتا مگر انہوں نے تو سب کیے کرائے پر پانی پھیر دیا کیسا خشک اور طنزیہ لہجہ تھا ان کا کیا بیتی ہو گی شہزاد کے دل پر ان کی بات سن کر۔

اس نے بے اختیار شہزاد کی طرف دیکھا وہ سر اٹھائے صادق آفریدی کو ہی دیکھ رہا تھا اس کا چہرہ ہر طرح کے احساسات سے عاری تھا ساری زندگی حقارت اور ذلت بھرے جملے سننے کے بعد اس میں اتنا ضبط پیدا ہو گیا تھا کہ وہ اپنے تاثرات کمال مہارت سے چھپا سکتا تھا مگر روحان اسے بہت مختصر وقت میں بہت زیادہ جان گیا تھا اس لیے وہ سمجھ سکتا تھا کہ شہزاد اس وقت ضبط کی کن منزلوں سے گزر رہا ہو گا کیونکہ وہ جب بھی بہت زیادہ اذیت سے گزر رہا ہوتا وہ خود پر بے حسی کا خول چڑھا لیتا جیسے اس وقت بھی وہ بالکل بے سپاٹ

نظروں سے صادق آفریدی کو دیکھ رہا تھا جنہوں نے اس پر ایک نظر ڈالنا بھی گوارا نہیں کیا تھا بلکہ اپنی بات کہہ کر وہ بے نیازی سے سیڑھیاں اترنے لگے تھے وہ آفس جانے کے لیے پوری طرف تیار تھے اور ان کے ارادے بتا رہے تھے کہ وہ آج ناشتا کیے بغیر ہی آفس جا رہے تھے۔

روحان خاموش رہ کر ایک طرح سے ان کے جانے کا انتظار کرنے لگا یہ سوچ کر کہ ان کے چلے جانے کے بعد وہ ایک بار پھر شہزاد کو سمجھانے کی کوشش کرے گا جو کہ اب پہلے سے بھی زیادہ مشکل بلکہ کسی حد تک ناممکن ہو گیا تھا پھر بھی وہ ایک کوشش کرنا چاہتا تھا جس کے لیے فی الحال خاموش رہنا اشد ضروری تھا مگر اس سے پہلے کہ صادق آفریدی گھر سے نکلتے اور روحان اس سے بات کرتا شہزاد خود ہی بول پڑا۔

"اگر آپ کو میری اتنی ہی ضرورت ہے تو میں آپ پر احسان کرتے ہوئے آج سے یہیں رہوں گا روحان بھائی۔" لاؤنج میں ایک دم موت کا سناٹا چھا گیا صادق آفریدی جو سیڑھیاں اتر کر دروازے تک پہنچ گئے تھے وہیں کے وہیں رک گئے شہزاد کا مخاطب بھلے ہی روحان تھا مگر اس کی نظریں صادق آفریدی کی پشت پر جمی تھیں صرف ایک روحان کی حالت سب سے بری تھی بیک وقت وہ کئی قسم کے احساسات سے گزرا تھا سب سے پہلے اسے شہزاد کے اس اعلان پر حیرانی ہوئی تھی مگر لمحے کے ہزارویں حصے میں یہ ادراک بھی ہو گیا کہ یہ سب اس نے اپنی ڈھٹائی کا مظاہرہ کرنے کے لیے محض ضد میں آ کر کہا ہے بھلے ہی وہ صادق آفریدی کو بتانے میں وہی کہہ گیا تھا جو روحان چاہتا تھا مگر اس کا اس طرح صادق آفریدی کو چیلنج کرنا قدرتی طور پر اسے ناگوار گزرا تھا خاص طور پر صادق آفریدی کے احساسات کے متعلق سوچ کر اسے پریشانی کے ساتھ ساتھ افسوس بھی ہوا تھا لیکن جذبوں کی اس یلغار میں بھی شہزاد کے منہ سے نکلا روحان بھائی کا لفظ اس کی روح تک کو سرشار کر گیا تھا اتنے دنوں میں پہلی بار شہزاد نے اسے بھائی کہا تھا کتنا انوکھا اور کتنا دلکش لگا تھا یہ لفظ اس کے منہ سے بھلے ہی اس کے اپنے بھائی بہن نہیں تھے مگر اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ اسے بھائی کہہ کر پکارنے والا کوئی تھا ہی نہیں۔ ایک تو علیزہ کی بہن عروبہ تھی جو ہر وقت روحان بھائی روحان بھائی کی رٹ لگائے رکھتی لیکن روحان کو کبھی کچھ محسوس نہیں ہوا تھا وہ چپ چاپ شہزاد کو دیکھتا رہ گیا جو صادق آفریدی کو اپنی جگہ ڈٹے دیکھ کر شاید خوشی محسوس کر رہا تھا اپنے جس جذبے کی تسکین کی خاطر اس نے یہاں رہنے کا فیصلہ ایک پل میں کر ڈالا تھا وہ صادق آفریدی کو سن ہوتا دیکھ کر پوری طرح اسے حاصل ہو گئی تھی۔

صادق آفریدی کچھ دیر ایسے ہی بے حس و حرکت کھڑے رہے پھر بغیر کچھ کہے اور بغیر ان کی جانب دیکھے دروازے سے باہر نکل گئے۔

روحان ان کے پیچھے جانا چاہتا تھا مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں۔ جب تک اسے شہزاد سے کچھ کہنے کا خیال آیا وہ بھی اپنے کمرے میں جا چکا تھا اور وہ وسیع و عریض لاؤنج میں تنہا کھڑا تھا۔

☆ ☆ ☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پتا نہیں کیا وقت ہو رہا تھا حوریہ کو تو ـ رہا تھا جیسے وقت تھم گیا ہو حالانکہ اسے گیارہ بجے کا کوئی انتظار نہیں تھا کیونکہ وہ عادل سے بات کرنا ہی نہیں تھی بلکہ اس پر تو اچھی خاصی گھبراہٹ سوار تھی اور شاید اسی لیے اسے پانچ گھنٹوں پر مشتمل یہ دورانیہ پانچ صدیوں کے برابر لگ رہا تھا اس نے سوچا تھا وہ عین وقت پر بات کرنے سے انکار کردے گی ماریہ باجی اسے بولنے پر مجبور تو نہیں کر سکتی تھیں اور پھر اماں ابا بھی رات میں اپنا پلنگ وراندے میں رکھ کر ان کے کمرے کے عین سامنے لیٹ جایا کرتے تھے چنانچہ دروازہ بند کر لینے کے باوجود باہر آواز چلے جانے کا خدشہ بدستور رہتا ہے ایسی صورت میں ماریہ باجی زیادہ اصرار بھی نہیں کر سکتی تھیں ہر طرف سے اطمینان کر لینے کے باوجود اس کی بے چینی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی بلکہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس میں اضافہ ہی ہو رہا تھا۔

کھانے اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب اسے یقین ہو گیا کہ گیارہ بجنے میں اب زیادہ وقت باقی نہیں ہو گا وہ سب سے پہلے بستر پر جا کر لیٹ گئی جس پر ماریہ باجی کی برہمی سے بھرپور آواز فوراً سنائی دی۔

"یہ تم ابھی سے سونے کیوں لیٹ رہی ہو گیارہ بجنے میں ابھی آدھا گھنٹا باقی ہے۔"

"باجی میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ یکسر انجان بنتے ہوئے بولی حالانکہ کب سے اسے تجسس ہو رہا تھا کہ کسی سے ٹائم پوچھ لے مگر اس کے دل کا چور زبان کی نوک تک آئے سوال کو ادا کرنے کی اجازت نہیں دے رہا تھا اب یہ جاننے کے بعد کہ گیارہ بجنے میں ابھی بھی تیس منٹ باقی ہیں وہ کچھ بے زار ہو گئی تھی آدھے گھنٹے تک وہ بستر پر لیٹ کر سونے کا ڈرامہ کیسے کرے گی جب نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

"حوریہ فضول بکواس مت کرو مجھے معلوم ہے تمہارے سر میں کوئی درد ورد نہیں ہو رہا۔" ماریہ باجی نے بھنا کر کہا اور آگے بڑھ کر اس کے ہاتھ سے اوڑھنے والی چادر چھین لی وہ بستر پر لیٹتے لیٹتے رک گئی وہ اس وقت کسی بحث میں پڑنا نہیں چاہتی تھی اس لیے معصوم بنتے ہوئے کہنے لگی۔

"مجھے کیا ضرورت ہے سر درد کا بہانہ کرنے کی اگر میں سونے لیٹ رہی ہوں تو آپ کو کیا اعتراض ہے!"

"تم نے کیا مجھے عقل سے پیدل سمجھ رکھا ہے میں نے تمہیں بتایا تھا عادل کا فون آئے گا مجھے اچھی طرح پتا ہے تم اس سے بات کرنے سے کترا رہی ہو اس لیے یہ فضول بہانے گھڑ رہی ہو مگر میں بھی تمہاری بڑی بہن ہوں خبردار جو مجھے الو بنانے کی کوشش کی تو۔" حسب عادت ماریہ باجی بھڑک اٹھی تھیں حوریہ پریشانی کے باوجود مسکرا دی۔

"اوہ تو آپ اس فون کی وجہ سے کہہ رہی ہیں میں تو بھول ہی گئی تھی۔ خیر آپ ایسا کریں عالیہ باجی کو فون دے دیں وہ کون سا میری آواز پہچانتے ہیں میں تو سو رہی ہوں۔" حوریہ نے جمائی لیتے ہوئے سر تکیے پر رکھ دیا اور بغیر چادر کے ہی سونے کی کوشش کرنے لگی۔

"شرم کرو حوریہ وہاں کوئی ایک ایک منٹ گن گن کر تم سے بات کرنے کا انتظار کر رہا ہے اور یہاں تمہیں سونے کی پڑی ہے۔" ماریہ باجی نے گویا اسے غیرت دلانے کی کوشش کی جس پر بے اختیار اس کی استہزائیہ ہنسی چھوٹ گئی۔

"ایک بار مجھ سے وابستہ حقیقت ان پر کھول دیں پھر دیکھیں وہ اس گھڑی کو کوس رہے ہوں گے جب انہوں نے مجھ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا ہو گا" خلاف توقع اس کی بات کے جواب میں ماریہ باجی کچھ بولی نہیں۔ حوریہ کچھ دیر بستر پر لیٹی ان کے جواب کا انتظار کرتی رہی ایک فطری سی بے چینی ہوئی تھی اسے ان کا رد عمل جانے کی مگر وہ کچھ پوچھ کر اپنی دلچسپی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی اگر وہ چپ ہو گئی تھیں تو اس کے لیے بھی خاموش ہو جانے میں ہی بہتری تھی اس نے تکیہ سر کے اوپر رکھا اور سونے کی کوشش کرنے لگی۔

وہ چاروں بہنیں ایک ہی کمرے میں سوتی تھیں عالیہ باجی پہلے ہی بستر پر لیٹ کر غائب ہو چکی تھیں ماریہ باجی اور شازیہ کے بیچ خلاف معمول بالکل خاموشی چھائی ہوئی تھی اس لیے کافی دیر بعد جب کمرے میں کسی چیز کے گھڑگھڑانے کی آواز ابھری تو آواز بہت مدھم ہونے کے باوجود خاموشی کو چیر گئی۔

"یہ یہ کیسی آواز ہے۔" حوریہ گھبرا کر بولی۔

"تم ابھی تک سوئی نہیں تمہیں تو بڑی نیند آ رہی تھی۔" ماریہ باجی کے پُراسرار سے لہجے پر اسے احساس ہوا اس نے بول کر بڑی غلطی کی ہے اس لیے مزید کچھ پوچھنے کا ارادہ ملتوی کر کے ایک بار پھر سوتی بن گئی اس کا انداز ایسا تھا جیسے اس نے گہری نیند میں سوال پوچھا ہو اور پوچھنے کے بعد پھر نیند کی وادیوں میں کھو گئی ہو مگر دوسری جانب بھی اسی کی بہنیں موجود تھیں تبھی شازیہ اس کی ایکٹنگ سے متاثر ہوئے بغیر بولی۔

"ماریہ باجی نے موبائل وائبریٹ کر رکھا ہے کیونکہ گھنٹی بجنے پر اماں ابا کی آنکھ کھل جاتی۔"

"حوریہ عادل کی کال آ رہی ہے اب یہ نخرے چھوڑ دو۔" ماریہ باجی نے سنجیدہ آواز کے ساتھ اس کا کندھا ہلایا مگر اس نے تکیہ سر پر سے اٹھایا ہی نہیں اور جوں کی توں پڑی رہی۔

"حوریہ باجی اگر بات نہیں کرنی تو ایک بار براہ راست انہیں منع کر دیں کہ دوبارہ فون نہ کریں لیکن جب انہوں نے خاص طور پر موبائل بھجوایا ہے تو ایک بار تو بات کر لیں۔" شازیہ کی آواز سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر حوریہ کے بستر کے پاس آ کھڑی ہوئی ہے مگر حوریہ ٹس سے مس نہ ہوئی۔

"حوریہ میں آخری بار پوچھ رہی ہوں تم بات کر رہی ہو یا نہیں۔" ماریہ باجی کی آواز میں دبا غصہ صاف محسوس کیا جا سکتا تھا اگر اماں ابا کے اٹھ جانے کا ڈر نہ ہوتا تو یقیناً" ان کا لب و لہجہ کچھ اور ہوتا اور حوریہ ان کی اسی کمزوری کا فائدہ اٹھا رہی تھی آخر وہ کب تک اصرار کر سکتی تھیں دوسری طرف عادل مایوس ہو کر فون ڈس کنیکٹ کر دیتا۔

مگر اگلے ہی پل ایسے ہی کسی خطرے کے پیش نظر ماریہ باجی نے بٹن دباتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا حوریہ کو ان سے یہ توقع ہرگز نہیں تھی اسے امید تھی فون بج بج کر بند ہو جائے گا مگر ماریہ باجی کے بڑے تپاک سے سلام کرنے پر حوریہ کے اعصاب جھنجھنا اٹھے بظاہر وہ ویسے ہی پڑی رہی مگر وہ پوری طرح ہمہ تن گوش تھی۔

"کیسے ہیں عادل آپ۔ جی میں ماریہ بات کر رہی ہوں۔ کیا کریں آپ کی قسمت میں یہی آواز سننا لکھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے ارے چھوڑیں منہ دیکھے کی باتیں ہیں ورنہ اس وقت میری آواز سن کر آپ دل ہی دل میں مجھے گالیاں دے رہے ہوں گے مگر کیا کروں میں بھی مجبور ہوں کہنے کو تو میں بڑی بہن ہوں مگر حقیقتاً" ساری چھوٹی بہنیں مجھ سے بڑی بنی بیٹھی ہیں اب آپ کی حوریہ صاحبہ کو ہی دیکھ لیں جان بوجھ کر میرے سامنے سوتی بنی ہوئی ہے جیسے میں تو بے وقوف ہوں کچھ سمجھوں گی ہی نہیں۔" ان کی بات پر حوریہ بری طرح جز بز ہوئی تھی مگر کیا کرتی کہ منہ لپیٹے پڑے رہنے میں ہی عافیت تھی جبکہ دوسری جانب موجود موصوف شاید ماریہ باجی کی بات سے بہت محظوظ ہوئے تھے اسی لیے انہوں نے جواب میں کچھ ایسا کہا تھا کہ ماریہ باجی کھلکھلا کر ہنس دیں اور برجستہ بولیں۔

"اسے اتنا بھولا مت سمجھیں وہ جتنی زمین کے اوپر ہے اتنی ہی زمین کے نیچے ہے وہ کوئی سو نہیں رہی اور ایسے موقعوں پر تو اچھے اچھوں کی نیند اڑ جاتی ہے اور یہ حوریہ اداکاری میں اتنی کچی ہے کہ اس کے کانپتے ہاتھ صاف دیکھے جا سکتے ہیں۔" اب تو واقعی ماریہ باجی نے حد کر دی تھی حوریہ تکیہ سر پر سے ہٹاتی اٹھ بیٹھی اسے معلوم تھا ماریہ باجی اس کے پلنگ پر دائیں جانب بیٹھی ہیں اس نے التجائیہ انداز میں نہایت انکساری سے ان کے آگے ہاتھ جوڑ دیے اور شاید یہی وہ چاہتی تھیں اس کے تکیہ سر سے ہٹا کر اٹھتے ہی انہوں نے موبائل اس کے کان سے لگا دیا جس کا احساس ہوتے ہی وہ ان کا ہاتھ سختی سے جھٹک دینا چاہتی تھی مگر دوسری طرف سے ابھرتا غیر ارادی طور پر سنا ادھورا جملہ اسے پوری بات سننے کے لیے متجسس کر گیا ماریہ باجی کے ہاتھ کو جھٹکنے کے لیے اٹھا اس کا اپنا ہاتھ ان کی ہتھیلی کی پشت پر آ ٹھہرا مگر اسے ہٹا نہیں سکا کیونکہ دوسری طرف سے بڑے شائستہ لہجے میں کہا جا رہا تھا۔

"ماریہ باجی آپ بیک وقت دو متضاد باتیں کہہ رہی ہیں ایک طرف آپ کہہ رہی ہیں وہ جتنی زمین کے اوپر ہے اتنی ہی زمین کے نیچے ہے تو ایسے لوگ تو بڑے چالاک ہوتے ہیں اور دوسری طرف آپ کہہ رہی ہیں وہ اداکاری میں بڑی کچی ہے تو جو شخص وقت پڑنے پر پینترا نہیں بدل سکتا وہ چالاک کیسے ہو سکتا ہے اب آپ خود ڈیسائیڈ کریں کہ آپ اس کے بارے میں کیا رائے دینا چاہتی ہیں۔" کوئی اتنا میٹھا بھی بول سکتا ہے حوریہ کو بالکل پتا نہیں تھا اسے اپنے کانوں میں رس گھلتا محسوس ہو رہا تھا جب ماریہ باجی نے اس کے انداز گفتگو کی تعریف کی تھی تب اس نے کوئی خاص نوٹس نہیں لیا تھا بلکہ اسے یہی لگتا تھا کہ وہ خوامخواہ اس سے متاثر ہو رہی ہیں مگر اب اپنے کانوں سے سن کر اسے یقین آیا تھا کہ وہ واقعی بہت دلکش آواز اور انداز کا مالک تھا۔

ویسے بھی حوریہ کی کل کائنات آوازوں پر مشتمل تھی اس کی سماعت ہی اس کی بصارت کی کمی کو پورا کیا کرتی تھی وہ لوگوں کی آواز سے ہی ان کی شخصیت کو پرکھتی تھی حلیہ اور چال ڈھال تو وہ دیکھ نہیں سکتی تھی صرف انداز گفتگو سے ہی وہ سامنے موجود ہستی کی عمر ماحول اور تعلیمی قابلیت جانچ لیتی تھی بلکہ آواز کا اتار چڑھاؤ اسے لوگوں کے چہرے کے تاثرات سے بھی آگاہ کر دیا کرتا تھا اللہ ایک چیز کم کرتا ہے تو دوسری چیز

بڑھا دیتا ہے اس کی سننے کی حس اتنی تیز کام کرتی تھی کہ محض الفاظ کی ادائیگی سے ہی وہ جان لیتی تھی کہ مخاطب کے چہرے پر مسکراہٹ موجود ہے یا نہیں اور اس مسکراہٹ میں بناوٹ چھپی ہے یا شوخی کا عنصر غالب ہے وہ اتنا کچھ لمحے کے ہزارویں حصے میں بھانپ لیا کرتی تھی۔

"کیا بات ہے ماریہ باجی آپ چپ کیوں ہو گئیں کہیں میری بات بری تو نہیں لگ گئی آپ تو کہہ رہی تھیں میں آپ کا چھوٹا بھائی ہوں بلا جھجک ہر بات کہہ دیا کروں میں نے تو بس آپ کے کہے پر عمل کیا ہے لیکن اگر آپ کو یہ لگ رہا ہے کہ میں آپ کے مقابلے میں حوریہ کی سائیڈ لے رہا ہوں دین آئی ایم رئیلی سوری میں تو صرف ایک رائے دے رہا تھا ورنہ اپنی بہن کو آپ مجھ سے زیادہ بہتر جانتی ہوں گی اور اگر آپ لوگ میرا ساتھ دیں تو ہی میں اسے سمجھ سکتا ہوں پلیز کسی طرح اسے تیار کریں مجھ سے بات کرنے کے لیے۔ اگر وہ آپ سب کے سامنے بات کرنے سے جھجک رہی ہے تو کوئی ایسا ٹائم بتا دیں فون کرنے کا جب آپ سب موجود نہ ہوں۔" اپنی بات پر وہ خود ہی بڑے دلکش انداز میں ہنسا تھا حوریہ کے احساسات عجیب ہو گئے تھے وہ کسی کے لیے اتنی اہم تھی کہ کوئی اس کے بارے میں سوچتا تھا اسے سمجھنا چاہتا تھا اس کی عادت مزاج سے وابستہ ہر بات جاننا چاہتا تھا یہ احساس اسے خود اپنی نظروں میں کتنا معتبر کر گیا تھا۔

"بلکہ ایک کام کرتے ہیں ماریہ باجی اگر وہ بات کرنے سے کترا رہی ہے تو آپ اسے لے کر کل یا پرسوں کسی مارکیٹ چلی جائیں اور صبح سے ہی اسے بتاتی رہیے گا کہ میرے پاؤں میں بڑا درد ہے جب آپ کا درد ناقابل برداشت ہو رہا ہو گا تب اچانک میں وہاں پہنچ جاؤں گا ہم دونوں بہترین اداکاری کے ذریعے یہ ثابت کر دیں گے کہ یہ ملاقات بالکل اتفاقیہ ہے بلکہ آپ کے پاؤں میں شدید درد کی وجہ سے میں آپ کو آپ کے گھر تک ڈراپ کرنے پر بھی مجبور ہو جاؤں گا جب ایک بار وہ مجھ سے مل لے گی بات کرے گی تو اس کی جھجک آپ ہی آپ دور ہو جائے گی اور اگر آپ کہیں تو ہم راستے میں کہیں آئس کریم کھانے بھی رک سکتے ہیں بلکہ ایسا کریں گے۔۔۔" حوریہ بڑے غور سے اس کی بات سن رہی تھی کہ ماریہ باجی نے اچانک اپنا ہاتھ کھینچ کر موبائل اس کے کان سے ہٹا لیا۔

"میں نے موبائل حوریہ کو دے دیا تھا اور اس کے چہرے پر ایسی مسکراہٹ بکھر رہی تھی کہ مجھ سے ضبط نہیں ہوا ذرا سنوں تو سہی ایسا کیا کہہ رہے ہو تم کہ وہ جو سر درد کا بہانہ کیے پڑی تھی اتنا کھلکھلانے پر مجبور ہو گئی۔" حوریہ اس کی باتوں میں اتنی مگن ہو گئی تھی کہ اپنے تاثرات کو بالکل بھول ہی گئی تھی اور اب ماریہ باجی کی بات سن کر اس کا شرمندگی سے برا حال ہو گیا ماریہ باجی بھی خوشی میں کچھ زیادہ ہی بولے جا رہی تھیں آخر حوریہ کو انہیں ٹوکنا پڑا۔

"بس کریں باجی کیا ہو گیا ہے آپ کو۔" اس کے تپے ہوئے انداز کا ماریہ باجی پر رتی برابر اثر نہیں ہوا بلکہ وہ اور شازیہ دل کھول کر ہنسنے لگیں۔

"ہاں ہاں یہ وہی تھی ایسی گھبرائی ہوئی آواز اور کس کی ہو سکتی ہے۔" ماریہ باجی نے ہنسی کے دوران کہا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حوریہ کا دل چاہا اپنا سر پیٹ لے کیا ضرورت تھی اتنا زور سے بولنے کی۔ اس کی کھسیانی شکل دیکھ کر ماریہ اور شازیہ کو کچھ زیادہ ہی مزا آرہا تھا تبھی ماریہ باجی لفٹ لیتے ہوئے حوریہ سے کہنے لگیں۔

"عادل کہہ رہا ہے وہ ٹائم بتا دو فون کرنے کا جب کباب میں یہ ہڈیاں نہ ہوں پھر میری ہر بات پر دل کھول کر مسکراتی رہنا کوئی تمہیں نہیں چھیڑے گا۔"

حوریہ کا سارا خون اس کے چہرے پر سمٹ آیا اس نے کچھ بھی کہنے کی بجائے واپس بستر پر لیٹتے ہوئے چہرہ تکیے میں چھپا لیا ماریہ باجی پھر بھی اس سے بات کرتی رہیں اور وقتاً فوقتاً اس کی طرف جملے بھی اچھالتی رہیں۔ مگر حوریہ نے دوبارہ اٹھنے کی حماقت نہیں کی حالانکہ ماریہ باجی کی کئی باتوں پر اس کا دل چاہا موبائل ان سے چھین کر بند کر دے ماریہ باجی بھی جان بوجھ کر ایسی گفتگو کر رہی تھیں۔

"بھئی میں کیا کروں وہ بات کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہے تکیے میں منہ چھپائے شرما رہی ہے۔" ایسے ہر جملے کے بعد ماریہ باجی اور شازیہ کا دبی دبی آواز میں ہنسنا لازمی تھا وہ بھی صرف اماں ابا کے لحاظ میں ورنہ ان کی حالت تو ایسی ہو رہی تھی کہ وہیں بھنگڑا ڈالنا شروع کر دیتیں۔

"اللہ کا خوف کرو مجھے کل یونیورسٹی جانا ہے میرے پیپرز ہو رہے ہیں۔" نقار خانے میں طوطی کی آواز والا معاملہ عالیہ باجی کے ساتھ ہوا تھا کیونکہ شازیہ نے ہاتھ پکڑ کر انہیں بھی حوریہ کے بستر پر کھینچ لیا اور نئے سرے سے عادل کے ساتھ ہوئی گفتگو دہرانے لگی جس پر نیند سے بوجھل ہوتی آنکھوں کے ساتھ کبھی تو عالیہ باجی مسکرا دیتیں اور کبھی بگڑنے لگتیں۔

"ماریہ باجی آپ حوریہ کی بڑی بہن ہیں بلکہ ہم سب کی بڑے باجی ہیں آپ کو تھوڑا سنجیدہ اور بردبار ہونا چاہیے کیا سوچ رہا ہوگا عادل آپ کے بارے میں آپ ایسی گفتگو کر رہی تھیں جیسے....."

"ایسی گفتگو سے تمہارا کیا مطلب ہے۔" ماریہ باجی نے آنکھیں نکالیں۔

"میں کون سی بڈھی ہو گئی ہوں ابھی میری عمر ہی کیا ہے۔" انہوں نے حوریہ کا تکیہ کھینچ کر زبردستی اس کے گلے میں بانہیں ڈال دیں وہ ناراضی کے اظہار کے طور پر انہیں خود سے الگ کرنے کی جان توڑ کوشش کرنے لگی مگر ان کے محبت سے چور لہجے پر اس کی مزاحمت کرتے ہاتھ ڈھیلے پڑ گئے۔

"میں اتنی خوش ہوں کہ اگر کوئی مجھے بارہ مرلے سے چھلانگ لگانے کے لیے کہے تو بھی میں کود جاؤں۔" ان کے لہجے میں اتر آنے والی نمی کو حوریہ نے اپنے دل میں محسوس کیا تھا مگر شازیہ سمجھ نہیں سکی وہ سابقہ لہجے میں بولی۔

"ہاں جائیں ابھی کود جائیں۔ مسلمان وہ ہوتا ہے جو اپنی بات سے پھرے نہیں۔ بس اب آپ فوراً بارہ مرلے سے چھلانگ لگا دیں۔"

"کیا ہو گیا لڑکیو۔" اماں کی پاٹ دار آواز پر ان کی سٹی گم ہو گئی وہ تینوں اندھا دھند گرتی پڑتی اپنے اپنے پلنگ میں گھس گئیں۔

"یہ آدھی رات کو کس بات پر ہنسی کے فوارے چھوٹ رہے ہیں۔" اماں نے اپنے پلنگ پر سے ہی چیخ کر پوچھا تھا اور وہ سب اماں کی سماعت نا اندیشی پر دل ہی دل میں تلملا گئی تھیں آخر ان کے اس طرح چلانے پر ابا اٹھ سکتے تھے مگر جب ابا کی ہلکی سی آواز ابھری تب ان کے ماجرہ سمجھ میں آیا ابا کے اٹھ کر بیٹھ جانے پر ہی اماں نے چیخ کر انہیں چپ کرایا تھا اور اب ابا کے "سو جاؤ" کہنے پر وہ سب ساری اٹکھیلیاں بھول کر سچ مچ کی سوتی بن گئیں جیسے کبھی جاگ ہی نہ رہی ہوں۔

☆ ☆ ☆

روحان جو چاہ رہا تھا ویسا ہو گیا تھا لیکن جس طرح چاہ رہا تھا اس طرح نہیں ہوا تھا وہ چاہتا تھا شہزاد واپس نہ جائے اور یہیں رک جائے اور وہ رک بھی گیا مگر وہ یہ سب اس کے بابا کو چوٹ پہنچانے اور نیچا دکھانے کے لیے کرے گا یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا حالانکہ اسے پہلے ہی اندازہ ہو جانا چاہیے تھا کہ شہزاد کے دل میں صادق آفریدی کے لیے کتنی نفرت ہو گی ظاہر ہے جب وہ ان کے روبرو ہو گا تب وہ نفرت وہ نہ چاہتے ہوئے بھی اپنے آپ سے سوال کرنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ کیا شہزاد کو یہاں لا کر اس نے غلطی کی ہے خود کو تو وہ کوئی جواب نہیں دے سکا مگر علیزہ سے بات کرتے وقت جب علیزہ نے استفہامیہ انداز میں اس کے شہزاد کو یہاں لانے کا تذکرہ کیا تو وہ ایک پل کے بھی توقف کے بغیر فوراً بولا۔

"میں شہزاد کو اس لیے یہاں لایا ہوں کہ اپنے گھر کے ہوتے ہوئے اس کا کہیں اور تنہا زندگی گزارنا قطعاً مناسب نہیں ہے۔"

"مگر روحان! بابا شہزاد کو اتنی آسانی سے قبول نہیں کریں گے جس لڑکے کی وجہ سے انہوں نے بیوی کو گھر سے نکال دیا بیوی کے مرنے پر وہ اس لڑکے کو اپنے گھر میں کیوں رکھ لیں گے۔" علیزہ رسانیت سے بولی وہ جب سے یہاں سے گئی تھی یہی سوچ کر فکر مند تھی اسی لیے اس نے خاص یہی بات کرنے کے لیے فون کیا تھا۔

"بابا نے شہزاد کی وجہ سے امی کو نہیں نکالا تھا امی خود گھر چھوڑ کر گئی تھیں بابا نے اپنے ذہنی فتور کی وجہ سے اپنا بسا بسایا گھر اجاڑا تھا اگر بابا اس وقت دوبارہ ٹیسٹ کرا لیتے تو آج ہم سب کی زندگی بالکل مختلف ہوتی۔" روحان ایک دم تلخ ہو گیا۔

"گزری باتوں کو چھوڑو اور ابھی کا سوچو۔ میرے خیال سے تو تم نے خوامخواہ گھر میں تناؤ کی فضا قائم کر دی ہے اگر تم واقعی شہزاد کی زندگی بنانا چاہتے ہو تو اسے کسی اچھے لگژری اپارٹمنٹ میں شفٹ کر دو ورنہ جو کچھ تم نے بتایا ہے اسے سن کر تو یہی لگتا ہے کہ گھر میں ہر وقت ضد اور انا کی سرد جنگ چھڑی رہے گی۔"

"ایسا نہیں ہو گا علیزہ۔ شہزاد بہت اچھا لڑکا ہے اس کے دل میں تھوڑا غصہ ضرور ہے مگر میری توجہ اور محبت اس کے اندر بھرا نفرت کا زہر ختم کر دے گی اور بابا تو ویسے بھی بہت نرم دل ہیں انہیں ہر وہ چیز عزیز ہوتی ہے جس سے میں محبت کروں اسی لیے مجھے یقین ہے وہ شہزاد کے ساتھ اپنے رویے میں لچک ضرور پیدا کریں گے آخر وہ اس حقیقت سے منکر نہیں ہو سکتے کہ شہزاد اس معاملے میں بالکل بے قصور ہے اگر ایک بار وہ بھی میری طرح شہزاد کے سپاٹ چہرے کے پیچھے چھپے مضطرب اور تنہا لڑکے کو پا گئے تو وہ اس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چاہنے کے باوجود نفرت نہیں کر سکیں گے لیکن اس کے لیے ان دونوں کا ایک جگہ رہنا بہت ضروری ہے۔"

روحان کے پر امید لہجے میں عزائم جھلک رہے تھے علیزہ نے محض اس کا دھیان بٹانے کے لیے موضوع بدل دیا۔

"میں نے ممی پاپا کو شہزاد کے بارے میں کچھ بھی نہیں بتایا پتا نہیں وہ۔۔۔"

"وہ سب جانتے ہیں۔" روحان درمیان میں بول پڑا۔

"لیکن انہوں نے تو کبھی شہزاد کا ذکر تک نہیں کیا۔" علیزہ چونک کر بولی۔

"یہی تو ان کا بڑا پن ہے وہ ان چند لوگوں میں سے ہیں جو امی بابا کے بیچ علیحدگی کی اصل وجہ سے واقف ہیں۔" روحان کے لہجے میں ان کے لیے احترام ہی احترام تھا۔

"مگر انہوں نے مجھے کبھی کچھ بتانا تو درکنار تمہیں اور عروبہ کو بھی کچھ نہیں بتایا اس معاملے میں میں واقعی بہت خوش نصیب ہوں بابا بھی تمہاری بہت تعریفیں کر رہے تھے۔" روحان کا انداز ایک دم بدل گیا۔

"تم نے کچھ زیادہ ہی خدمتیں کر لیں ان کی بڑی سفارش کر رہے تھے وہ تمہاری۔"

"ہاں بھئی اگر تمہیں مجھ سے کچھ کہنا تھا تو خود صاف صاف کہہ دیا ہوتا بابا سے سفارش کرانے کی کیا ضرورت تھی۔"

"مگر میں نے تو بابا سے کچھ بھی نہیں کہا تم کس سفارش کی بات کر رہے ہو۔" علیزہ الجھتے ہوئے بولی۔

"تم نے بابا سے یہ نہیں کہا کہ میرا اپنے گھر میں دل نہیں لگتا مجھے آپ کا گھر پسند ہے میں یہاں آنا چاہتی ہوں۔"

"کیا؟" اس کی بات علیزہ کے سر پر سے گزر گئی۔

"پھر تم نے کہا میرا روحان کے بغیر جینا دوبھر ہو گیا ہے آخر آپ شادی کی تاریخ کیوں نہیں دے دیتے۔"

"یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔" علیزہ کو ایک دم غصہ آ گیا۔

"بکواس کیسی بابا نے خود مجھ سے کہا ہے کہ وہ ہماری شادی جلد سے جلد کر دینا چاہتے ہیں۔" روحان کے لہجے میں بلا کی سنجیدگی تھی مگر علیزہ اس کا مذاق سمجھ گئی تھی تبھی بپھر کر بولی۔

"تو اس کا یہ مطلب کیسے نکل آیا کہ میں نے انہیں جلد سے جلد شادی کرنے پر اکسایا ہے کیا بابا ہی رہ گئے ہیں جن کے ساتھ بیٹھ کر میں یہ ساری بکواس کروں۔" اس کے تپے ہوئے لہجے پر روحان کے لیے ہنسی ضبط کرنا مشکل ہو گیا مگر پھر بھی وہ اپنی آواز میں زمانے بھر کی حیرانی سموتے ہوئے بولا۔

"تو کیا تم نے بابا سے یہ نہیں کہا کہ تم مجھ سے شادی کرنے کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہی ہو۔"

حسب توقع علیزہ نے کچھ کہے بغیر غصے سے فون پٹخ دیا جس پر روحان کی بے ساختہ ہنسی چھوٹ گئی بہت دیر تک وہ اس کے تاثرات کے بارے میں سوچ کر ایسے محظوظ ہوتا رہا جیسے وہ اس کے سامنے کھڑی ہو۔

علیزہ کے سامنے تو اس نے بڑے یقین سے کہہ دیا کہ بابا شہزاد کو ضرور اپنا لیں گے مگر ان دونوں کے رویے اس کے حوصلے پست کرنے لگتے گھر کے ماحول میں پیدا ہو جانے والی کشیدگی روحان کے لیے بالکل

نئی چیز تھی اس نے کبھی گھر میں ایسا کھنچاؤ نہیں دیکھا تھا بابا اور وہ گھر میں کل دو ہی افراد تھے جو ایک دوسرے کے بے حد قریب اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے دعوے دار تھے ان کے بیچ اگر بحث بھی ہوتی تو بڑے دلچسپ اور صحت مند موضوعات پر ہوتی جس کے بعد ان دونوں کو ہی اپنے علم اور معلومات میں اضافہ کا احساس ہوتا مگر اب بابا نے تو دو دن سے بولنا ہی چھوڑ رکھا تھا اور خود کو اپنے کمرے میں محدود کر کے وہ ایک طرح سے روحان کو بھی بات کرنے کا موقع نہیں دے رہے تھے پھر روحان کے پاس کہنے کے لیے کچھ خاص تھا بھی نہیں اس نے خود بھی خاموشی اختیار کر رکھی تھی اور شہزاد تو ہر معاملے سے بالکل لاتعلق بنا ہوا تھا جس پر روحان خود کو سب ٹھیک ہو جائے گا کی تسلی دے کر محض صحیح وقت کا انتظار کر رہا تھا مگر شہزاد کو آئے ابھی تین دن ہی ہوئے تھے کہ بابا نے اپنے لندن جانے کی خبر سنا دی۔

انہیں بزنس کے سلسلے میں اکثر ملک سے باہر جانا پڑتا تھا مگر بابا کا اس طرح اچانک جانا اسے صرف اور صرف ماحول سے فرار لگ رہا تھا کیونکہ وہ تین ہفتے کے لیے جا رہے تھے حالانکہ ان کے وہاں اتنے طویل قیام کی ان کے پاس بڑی ٹھوس وجہ تھی ان کے خالہ زاد بھائی عرصہ دراز سے رہائش پذیر تھے وہاں ان کے بیٹا اور بیٹی دونوں کی ایک ساتھ شادی طے پا گئی تھی جس میں ان کی شرکت لازمی تھی وہ بار بار آنے جانے کی جھنجھٹ میں پڑنے کی بجائے بزنس ڈیل کے بعد شادی تک وہیں رکنے کا ارادہ رکھتے تھے اور سب کچھ طے کر لینے کے بعد انہوں نے روحان کو محض اطلاع دی تھی جسے روحان نے محسوس تو کیا مگر کچھ کہا نہیں اسے خود بھی ان کی تکلیف کا احساس تھا ہر چند کہ وہ اس طرح صادق آفریدی کے فرار کے حق میں نہیں تھا مگر وہ مخالفت کر کے ان کی اذیت کو بڑھانا بھی نہیں چاہتا تھا۔

ان کے جانے کے بعد اس پر انکشاف ہوا کہ ان کا جانا بہت بہتر ثابت ہوا۔ کیونکہ شہزاد کی شخصیت پر چڑھا لاتعلقی کا خول ایک دم اتر گیا اس نے روحان اور اس کی مصروفیات سے لے کر گھر اور گھر کی ایک ایک چیز کا بڑی تفصیل سے نوٹس لیا تھا کچھ معاملوں میں اس کی پیش کردہ معلومات خود روحان کے لیے حیران کن تھیں وہ دلچسپی سے اس کی باتیں سنے جاتا۔

"آپ کو پتا ہے کیا۔ لاؤنج میں یہ جو فانوس لگا ہے یہ دادا جان کو ان کے پچپن سال کے ہونے پر امی اور مسٹر صادق نے گفٹ کیا تھا۔"

شہزاد کے کہنے پر روحان چونک کر فانوس کو دیکھنے لگا جسے وہ بچپن سے دیکھتا آ رہا تھا مگر جس کے تاریخی پس منظر سے وہ آج ہی واقف ہوا تھا۔

اس کے اور صادق آفریدی کے تعلقات بہت دوستانہ تھے مگر اس کے باوجود انہوں نے روحان کے ساتھ کبھی اپنے ماضی کو ڈسکس نہیں کیا تھا جبکہ شہزاد کی گفتگو سے لگتا امی نے اسے اپنی گزشتہ زندگی کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا تھا اس کی اور امی کی ذہنی ہم آہنگی دیکھ کر اسے پہلی بار اپنے اور صادق آفریدی کے بیچ فاصلے کا احساس ہوا تھا ورنہ اس سے پہلے وہ یہی سمجھتا آیا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے بہت قریب ہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر عتیقہ اور شہزاد نے ان دونوں کے رشتے کو بھی مات دے دی تھی شہزاد کی باتیں سن کر اس کے احساسات عجیب ہو جاتے تھے پھر بھی وہ اس کی باتیں سننا چاہتا تھا۔

وہ امی کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننا چاہتا تھا ساری زندگی اسے ماں کے نہ ہونے پر ایک خلا کا احساس ہوتا تھا مگر اب ان کا ذکر سن کر ایسا لگتا جیسے وہ خلا پر ہو گیا ہو محرومی کا وہ احساس کم ہو رہا ہو جو ہمیشہ اس کے اندر موجود رہا تھا بلکہ وہ خود کو اس پچھتاوے میں مبتلا نہیں کرتا تھا کہ اس نے پہلے کبھی ان سے ملنے کے متعلق کیوں نہیں سوچا وہ اس کوتاہی کو مقدر کا لکھا سمجھ کر قبول کر چکا تھا بس اب وہ شہزاد کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں ہونے دینا چاہتا تھا وہ اسے ہر حال میں ایک کامیاب انسان دیکھنا چاہتا تھا ہر طرح اسے ایک مکمل اور قابل رشک شخصیت کے روپ میں جس کے لیے اس کا ذہنی جسمانی' جذباتی' معاشی اور سماجی ہر لحاظ سے مطمئن اور پر سکون ہونا بہت ضروری تھا۔

اس مقصد کے حصول کے لیے وہ اس کے ہر طرح کے آرام کا خیال رکھتا اس کے ساتھ ایک ہفتہ بہت بھرپور اور خوشگوار انداز میں گزارنے کے بعد جب روحان کو یہ یقین ہو گیا کہ اب شہزاد اس کی بات پر عمل کرنے کے لیے رضامند ہو جائے گا تب اس نے شہزاد کو دوبارہ اپنی پڑھائی شروع کرنے کا مشورہ دے دیا مگر اس کی توقع کے برعکس شہزاد نے صاف انکار کر دیا روحان کچھ لمحوں کے لیے خاموش سا ہو گیا اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا کہنا چاہیے وہ شہزاد کو مجبور کر کے اس پر دباؤ نہیں ڈالنا چاہتا تھا ویسے بھی اس کے اندر یہ خوف موجود تھا کہ زیادہ زور زبردستی کرنے پر شہزاد اکتا کر کہیں واپس نہ چلا جائے وہ ابھی یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے کیا کہنا چاہیے کہ شہزاد خود بول پڑا۔

"میرا ذہن پڑھائی کے لیے اس وقت بالکل تیار نہیں ہے اور اس یونیورسٹی میں جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"تو تم کسی اور یونیورسٹی میں ایڈمیشن لے لو۔"

"میں نے کہا نا میرا ذہن بالکل تیار نہیں ہے۔" شہزاد نے پیشانی پر آئے بالوں کو سر جھٹک کر پیچھے کرتے ہوئے لاپرواہی سے کہا۔

"اگر تمہارا ذہن آج تیار نہیں ہے تو کل بھی تیار نہیں ہو گا تم یہ سب بہانے بنا کر صرف اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔" روحان نے رسانیت سے کہا۔

"تو کیا فرق پڑتا ہے امی زندہ ہوتیں تو بات اور تھی مگر ان کے جانے کے بعد....." شہزاد نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"امی زندہ نہیں رہیں لیکن تم تو زندہ ہو کیا کرو گے تم اپنی آئندہ زندگی میں۔" روحان نے اپنے اچانک ابل پڑنے والے غصے کو پیتے ہوئے چبا کر کہا۔

"کر لوں گا کچھ بھی کوئی نہ کوئی کام مل ہی جائے گا بلکہ لاہور میں جہاں میں جابز کرتا تھا وہاں بھی....."

"لاہور تم واپس نہیں جا رہے اور ان جابز پر تو بالکل بھی نہیں۔" روحان نے اس کی بات پوری ہونے سے پہلے حتمی انداز میں کاٹ دی بلکہ اسے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولتا دیکھ کر اس سے پہلے بول پڑا۔

"اگر جاب کرنی ہے تو یہیں کر لو مگر جاب کرنے کے باوجود بھی تم اپنی پڑھائی نہیں چھوڑو گے وہ تمہیں ہر حال میں شروع کرنی ہے۔" روحان کے انداز پر شہزاد چڑ کر بولا۔

"یونیورسٹی میں ایسی کون سی پڑھائی ہوتی ہے میں جب چاہوں تیاری کر کے امتحان دے سکتا ہوں ویسے بھی مجھے انٹرن شپ کرنے کے لیے جاب کرنی ہی تھی مگر آفس میں جاب ملی ہی نہیں ورنہ جاب بھی ہوتی رہتی اور انٹرن شپ بھی ہو جاتا۔" روحان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"تمہیں انٹرن شپ کرنے کے لیے کسی آفس میں جاب کرنی ہے نا تو تم اپنے آفس میں کام کیوں نہیں کر لیتے۔"

"اپنا آفس۔" شہزاد ٹھٹک کر بولا۔

"ہاں ہمارا جو آفس ہے وہ تمہارا بھی تو ہے۔" روحان نے فوراً کہا شہزاد بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا روحان کو بخوبی علم تھا کہ وہ اس وقت کیا سوچ رہا ہے مگر وہ شہزاد کو ہر صورت میں مصروف اور متحرک رکھنا چاہتا تھا اگر وہ ابھی ذہنی طور پر پڑھائی کے لیے آمادہ نہیں تھا تو اس کے ساتھ سختی کرنے کا کوئی فائدہ نہیں تھا اس کے برعکس اسے کسی فعال اور مفید کام میں مصروف کر دینا زیادہ مناسب تھا تاکہ جب تک وہ پڑھائی کی طرف راغب ہوتا تب تک کا وقت ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر ضائع ہونے کی بجائے اس کے ہاتھ میں ایک تجربے کی سند تھما کر گزرتا۔

"تم کل سے میرے ساتھ آفس چل رہے ہو ایک دو مہینے میں تم اتنا کچھ سیکھ جاؤ گے کہ اتنے دن کی چھوڑی ہوئی پڑھائی بھی کور ہو جائے گی۔" روحان نے اس کی حیرت کو نظر انداز کرتے ہوئے اطمینان سے کہا تو شہزاد کو بولنا ہی پڑا۔

"اور آپ صادق آفریدی کو کیا جواب اور کیا جواز دیں گے کہ آپ کی بیوی کے بیٹے کو میں گھر کے بعد اب آپ کے آفس بھی لے آیا ہوں۔" شہزاد کی بات اسے تیر کی طرح چبھی تھی مگر اس نے خود پر ضبط کر لیا۔

"بابا نے میرے کسی فیصلے کو کبھی رد نہیں کیا اور نہ ہی کبھی صفائی مانگی اینڈ فار گاڈ سیک آئندہ امی اور اپنے لیے ایسے الفاظ استعمال مت کرنا تم صادق آفرید کو بابا نہیں کہہ سکتے تو مت کہو۔ مگر تم ان ہی کے بیٹے ہو اور ایک دن میں یہ بات ثابت کر دوں گا۔"

روحان کے سرد سے لہجے پر شہزاد کتنی ہی دیر چپ چاپ اسے دیکھتا رہا پھر اٹھ کر فریج سے پانی نکالنے لگا روحان نے بھی اس وقت خاموش رہنا ہی مناسب سمجھا مگر رات کو اپنے کمرے میں سونے کے لیے جاتے وقت یاد دہانی ضرور کرا دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں صبح آٹھ بجے آفس پہنچ جاتا ہوں ساڑھے سات بجے تیار رہنا۔" شہزاد اپنے کمرے میں داخل ہو چکا تھا اس کی بات سن کر اس نے بغیر کچھ کہے دروازہ بند کر لیا البتہ ناشتے کی میز پر سامنا ہوتے ہی شہزاد فوراً بول پڑا۔

"آپ کا آفس تو بہت شاندار ہو گا اور میرے پاس اتنے اچھے آفس میں پہن کر جانے کے لیے کوئی ڈھنگ کے کپڑے بھی نہیں ہیں۔" اس کی بات پر روحان بھرپور انداز میں مسکرا دیا۔

"بہانے بہت اچھے بناتے ہو تم۔ سیدھے جا کر دل پر لگتے ہیں۔" روحان نے مسکراتے ہوئے کہا تو شہزاد کا ٹوسٹ کی طرف بڑھتا ہاتھ درمیان میں ہی رک گیا وہ کچھ چونک کر اسے دیکھنے لگا اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا تھا روحان نے اکثر اسے اپنی کہی باتوں پر حیران ہوتے ہوئے دیکھا تھا اس کی حیرانی کی وجہ روحان کے کبھی سمجھ میں نہیں آئی تھی اور ایک دو بار جب روحان نے پوچھا تو وہ بڑی خوب صورتی سے اسے ٹال گیا جس کے بعد اس نے پوچھنا ہی چھوڑ دیا اب بھی روحان نے اس کے چونکنے پر توجہ نہ دیتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"کہہ تو تم واقعی ٹھیک رہے ہو اس آفس میں جانے کے لیے تمہیں کپڑے اچھے پہننے ہوں گے آج میں تمہیں اپنا سوٹ دے دیتا ہوں زیادہ فرق نہیں ہے میرے اور تمہارے سائز میں۔ لیکن شام میں ہم باقاعدہ شاپنگ کے لیے چلیں گے اوکے۔" روحان نے پورا پروگرام بناتے ہوئے پوچھا تو خلاف توقع شہزاد نے بغیر بحث کیے بڑی سادگی سے سر اثبات میں ہلا دیا روحان کو بے تحاشا مسرت کا احساس ہوا تھا مگر اس نے اپنی بے تحاشا خوشی کو قابو میں رکھتے ہوئے چائے کا کپ لبوں سے لگا لیا۔

☆ ☆ ☆

شہزاد کو اپنے آفس میں اپنے بھائی کی حیثیت سے ملواتے وقت روحان کو ایک لمحے کے لیے بھی جھجک محسوس نہیں ہوئی تھی حالانکہ اسٹاف ممبران کے چہرے پر پھیلے تاثرات ان کی شدید حیرانی اور تجسس کو بخوبی ظاہر کر رہے تھے جسے دور کرنے کے لیے روحان نے نہایت مختصر الفاظ میں اپنے والدین کی علیحدگی اور عتیقہ کے انتقال کا احوال سنا دیا بہت سارے لوگ تو اس حقیقت سے بھی واقف نہیں تھے کہ صادق آفریدی کی اپنی بیوی سے علیحدگی ہو گئی ہے وہ یہی سمجھتے تھے کہ ان کی شریک حیات عرصہ پہلے انتقال کر گئی ہیں۔

البتہ شہزاد اتنے سارے لوگوں کی توجہ خود پر مرکوز دیکھ کر کچھ پریشان لگ رہا تھا شاید اسے یہ بھی فکر ہو گی کہ صادق آفریدی واپس آ کر جانے کس ردعمل کا مظاہرہ کریں مگر روحان کو اس بات کی قطعاً پروا نہیں تھی بلکہ اسے لگ رہا تھا یہ سب ان کی غیر موجودگی میں کرنا زیادہ بہتر تھا۔

اگر وہ یہاں ہوتے تو شہزاد کو آفس لے جانے کے لیے ہرگز تیار نہ ہوتے وہ بھلا شہزاد کو اپنے بیٹے کی حیثیت سے منظر عام پر لانے کے لیے کیونکر رضامند ہوتے جبکہ روحان جلد سے جلد سب کو اس حقیقت

سے آگاہ کر دینا چاہتا تھا بلکہ ان کے پیچھے یہ اعلان کر کے ایک طرح سے اس نے صادق آفریدی کو مجبور کر دیا تھا شہزاد کو قبول کرنے پر کیونکہ ایک بار سب کو پتا چل جاتا کہ شہزاد نامی ان کا کوئی بیٹا ہے تو وہ اسے دھتکار نہیں سکتے تھے اگر وہ ایسا کرتے تو انہیں لوگوں کو اس کی وجہ اور عوامل سے آگاہ کرنا پڑتا کیونکہ اگر وہ خاموشی اختیار بھی کر لیتے تب بھی لوگ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر ان کے اقدام کے پس منظر کو جاننے اور کھوجنے کے لیے کوشاں ہو جاتے جس پر حقیقت نہ سہی کچھ نہ کچھ تو ان پر آشکار ہو ہی جاتا پھر جتنے منہ اتنی باتیں کی کوفت سے گزرنے کی بجائے وہ روحان کے اٹھائے اس ناپسندیدہ اقدام کو ہی خاموشی سے جھیل جانے کو ترجیح دیں گے حالانکہ اسے یقین تھا یہ سب کر کے وہ اپنے اور صادق آفریدی کے تعلقات میں دراڑیں ڈال رہا ہے مگر شہزاد کو اس کا حق دلانے کے لیے یہ سب کرنا بہت ضروری تھا اگر صادق آفریدی بخوشی اسے یہ حق دینے کے لیے تیار نہیں تھے تو روحان ان سے چھین کر وصول کر لینے پر خود کو حق بجانب سمجھ رہا تھا البتہ علیزہ کو جب اس کی حرکت کا علم ہوا تو اس نے اپنے خدشے کا برملا اظہار کر دیا۔

"روحان اتنی جلد بازی مت دکھاؤ کہیں بابا کچھ کر نہ بیٹھیں آخر جس بات پر انہوں نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا وہ اتنی معمولی نہیں ہے کہ وقت گزرنے پر اسے فراموش کیا جا سکے۔"

"بابا نے بھلے ہی امی کو چھوڑ دیا مگر وہ بے حس یا پتھر نہیں ہیں آج بھی امی ان کے اندر کہیں نا کہیں موجود ہیں جو اتنی بدگمانی کے باوجود اپنی بیوی سے شدید نفرت نہ کر سکے وہ ایک ایسے شخص سے کتنی دیر خائف رہ سکتے ہیں جو سارے معاملے میں بالکل بے قصور ہو وہ اگر شہزاد کو بیٹا مان کر اس سے محبت نہیں کر سکتے تو یہ خیال انہیں اس سے نفرت بھی کرنے نہیں دے گا کہ ان کا بیٹا اس سے بہت محبت کرتا ہے۔" روحان کے لہجے میں خوش آئند امیدوں کی آہٹ صاف سنائی دے رہی تھی۔

"مگر مجھے تو ڈر لگ رہا ہے تم اسے آفس تک لے گئے ہو کہیں بابا کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا لیں آخر یہ سب معمولی بات نہیں ہے تم ایک ایسے شخص کا نام ان کے ساتھ جوڑ رہے ہو جسے وہ اپنی اولاد ماننے کے لیے تیار ہی نہیں ہیں۔" علیزہ کو فکرمند دیکھ کر روحان آہستگی سے مسکرا دیا۔

"تم کیوں پریشان ہو رہی ہو شہزاد بہت اچھا لڑکا ہے بابا زیادہ دیر اسے نظرانداز نہیں کر سکتے اور پھر وہ بہت محنتی بھی ہے آج آفس میں پہلے ہی دن اس نے ہر کام اتنی دلچسپی سے دیکھا ہے کہ مجھے یقین ہے وہ بہت جلد بہت بڑی بڑی ذمہ داریاں اٹھانے کے قابل ہو جائے گا اور انٹیلیجنٹ لوگ بابا کی کمزوری ہیں بابا ان سے لاتعلق نہیں رہ سکتے۔" روحان کی اتنی تسلی پر بھی علیزہ کی فکروں میں کوئی کمی نہیں آئی وہ سر کو دھیرے دھیرے نفی میں ہلاتے ہوئے الجھن بھرے لہجے میں بولی۔

"ایک تو شہزاد کا رویہ میری سمجھ سے باہر ہے تم تو کہہ رہے تھے وہ یہاں آنے کے لیے تیار نہیں تھا اور اب اپنے بچپن کا شہر چھوڑ کر نا صرف یہاں رہ رہا ہے بلکہ تمہارے ساتھ آفس تک جانے لگا ہے۔"

"دراصل وہ بہت تنہا ہے، زبان سے تو نہیں کہا مگر مجھے معلوم ہے وہ بھی مجھ سے الگ نہیں ہونا چاہتا بابا کا رویہ اسے فاصلے پر رہنے پر مجبور ضرور کرتا ہے مگر میری یقین دہانی پر وہ بھی غیر ضروری سوچوں کو جھٹک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دیتا ہے۔" روحان کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ دیکھ کر علیزہ کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہی پھر کندھے اچکاتے ہوئے بولی۔

"پتا نہیں، مجھے تو شہزاد کا رویہ بہت عجیب لگتا ہے یہ سب تو تمہارے اندازے ہیں ورنہ جانے اس کے دل میں کیا ہے۔" روحان مسکرانا چھوڑ کر سنجیدگی سے اسے دیکھنے لگا۔

"علیزہ ایک بات بالکل سچ سچ بتانا۔ تمہیں کیا لگتا ہے امی اور بابا میں سے غلط کون تھا۔" اسے امید تھی اس سوال پر علیزہ کچھ لمحوں کے لیے الجھ جائے گی مگر اس کا چہرہ ایک پل کے لیے بھی متغیر نہیں ہوا بلکہ وہ براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے اعتماد سے بولی۔

"تمہاری ماں!" روحان بری طرح چونک اٹھا اسے اس جواب کی قطعاً" امید نہیں تھی۔

"میں ان کے کردار کی بات نہیں کر رہی غیب کا علم تو صرف اللہ کو ہے میں بعد کے حالات کی بات کر رہی ہوں تمہاری ماں کا اس طرح گھر چھوڑ کر چلے جانا بالکل غلط تھا انہیں اپنے لیے اسٹینڈ لینا چاہیے تھا اپنی صفائی دینے کو کچھ عورتیں اپنے لیے بے عزتی سمجھتی ہیں حالانکہ ایسے معاملوں میں دل سے نہیں دماغ سے سوچنا چاہیے اس ایک الزام کا اثر صرف ان کی زندگی پر نہیں پورے خاندان پر پڑا ہے سب سے زیادہ شہزاد کی زندگی متاثر ہوئی ہے اگر ان کا ضمیر مطمئن تھا تو انہیں بابا کی غلط فہمی دور کرنی چاہیے تھی اس رپورٹ کی جانچ پڑتال کرانی چاہیے تھی ایک بار اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے بعد وہ بھلے ہی بابا سے الگ ہو جاتیں مگر اس طرح خاموشی سے کنارہ کشی اختیار کر کے انہوں نے اپنے اور تم سب کے لیے مسائل کھڑے کر دیے۔" کتنی دیر وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھتے رہے تھے علیزہ کی صاف کھرے اور ٹھوس لہجے میں کہی گئی سچائی روحان کا دل بوجھل کر گئی تھی مگر ان کے رشتے میں صاف گوئی کے علاوہ اور کسی چیز کی گنجائش نہیں تھی تبھی ایک بار پھر وہ بڑے واضح الفاظ میں گویا ہوئی۔

"اگر تم یہ پوچھنا چاہتے ہو کہ امی پر لگے الزام میں کتنی سچائی ہے تو اس بارے میں میں واقعی کچھ نہیں کہہ سکتی شاید میں بھی سنی سنائی بات پر یقین کر لیتی آخر سعودی عرب کی منسٹری آف ہیلتھ کو جھٹلانا کوئی آسان کام نہیں ہے لیکن میرا یقین تو تمہارے یقین پر قائم ہے اگر تمہیں لگتا ہے کہ تمہاری ماں بے گناہ ہے تو مجھے بھی یقین ہے کہ وہ گناہگار نہیں ہو سکتی۔" روحان کے چہرے پر ایک پھیکی سی مسکراہٹ ابھر کر غائب ہو گئی تو علیزہ واپس اس موضوع پر آتے ہوئے بولی۔

"مگر میں بابا کو بھی ہرٹ ہوتا نہیں دیکھ سکتی میری سمجھ میں واقعی نہیں آ رہا کہ تم نے شہزاد کو آفس دے کر ٹھیک کیا ہے یا نہیں۔ اصولی طور پر اس کے دل میں بابا کے لیے نفرت ہونی چاہیے اور جب انسان کسی سے شدید نفرت کرتا ہے تو ہر اس شخص سے نفرت کرنے لگتا ہے جو اسے عزیز ہو جس کے ذریعے اسے تکلیف پہنچائی جا سکے اور ظاہری بات ہے بابا کے لیے تم سے زیادہ اہم اور کوئی نہیں۔

"اگر تمہارا یقین میرے یقین پر قائم ہے تو سن لو تمہارے سارے خدشات بے جا ہیں۔"

رکنے کا اعلان کر دیا تو کیا اسی ضد میں وہ اور کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا۔" علیزہ برجستہ بولی۔ تو روحان اس سے متفق نہ ہونے کے باوجود اسے جھٹلا نہ سکا تبھی ہتھیار ڈالنے والے انداز میں بولا۔

"ٹھیک ہے میں احتیاطاً" اس کی طرف سے محتاط رہوں گا لیکن ایک بات ہے اگر وہ یہ سب ضد میں بھی آ کر کر رہا ہے تب بھی ایک نہ ایک دن اس کی سوچوں کا رخ ضرور بدلے گا۔" روحان نے بات ختم کرتے کرتے پھر بحث کا موضوع چھیڑ دیا جس پر علیزہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ روحان نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"میں نے تمہیں آفس سے اس لیے جلدی پک نہیں کیا تھا کہ ہم صرف یہی ڈسکس کرتے رہیں اگر تم شہزاد کے بارے میں اتنی بات کرو گی تو مجھے لگنے لگے گا ہر وقت تمہارے ذہن پر وہی سوار رہتا ہے۔" روحان اسے ستانے کے لیے بولا مگر وہ چڑنے کی بجائے مسکراتے ہوئے کہنے لگی۔

"ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہے ہو۔ ہے تو وہ کائی گڈ لکنگ، کسی بھی لڑکی کے ذہن پر آرام سے سوار ہو سکتا ہے۔"

"کیا کہا تم نے۔" روحان کے آنکھیں نکالنے پر علیزہ ہنسی اور ہنستی چلی گئی روحان کچھ دیر تو اسے گھورتا رہا مگر اس کے چمکتے چہرے پر بے تحاشا ہنسی کی وجہ سے پھیلتی سرخی دیکھ کر زیادہ دیر غصے کی اداکاری نہ کر سکا اور خود بھی بے ساختہ مسکرا دیا۔

☆ ☆ ☆

سمندر میں کوئی نہ جب کنارہ ملے گا
تا اپنوں کا جب تمہیں سہارا ملے گا
ڈوبتے وقت ذرا تم یہ دیکھ لینا
اس وقت بھی تمہیں ہاتھ ہمارا ملے گا

حوریہ اپنے بستر پر سونے لیٹی ہی تھی کہ ماریہ باجی کے با آواز بلند پڑھے شعر پر چادر اوڑھتے اوڑھتے رک گئی۔

"یہ آپ کے اندر اچانک شاعری کا اتنا اچھا ذوق کیسے پیدا ہو گیا۔" حوریہ نے توصیفی انداز میں کہا۔

"شعر پسند آیا۔" ماریہ باجی نے شوخی سے پوچھا اور اس کے سراہنے پر معنی خیز انداز میں بولیں۔

"یہ شعر عادل نے تمہیں ایس ایم ایس کیا ہے۔" حوریہ کا چہرہ ایک دم سنجیدہ ہو گیا۔

"لو اور سنو۔" ماریہ باجی نے اپنے بستر پر آلتی پالتی مار کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کیسا گزرتا ہے میرا ہر ایک پل تیرے بغیر
اگر تو دیکھ لے تو کبھی تنہا نہ چھوڑے مجھے

حوریہ کے دل میں ہوک اٹھی تھی جبکہ ماریہ باجی آگے پڑھنے لگیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

”میں آپ کو پریشان نہیں کرنا چاہتا اگر میں نے فون کیا تو پھر آپ کی بہن آپ کو چھیڑیں گی اور آپ کے لیے مجھ سے بات کرنا مشکل ہو جائے گا لیکن کم از کم میرے میسیج کا جواب تو دے دیں اگر شاعری میں ذوق اچھا نہیں ہے تو سیدھا سیدھا جملہ ہی لکھ دیں یا آخر میں تھک کر یہی سوچ لوں کہ آپ کو اس شادی کے لیے مجبور کیا جا رہا ہے۔“ ماریہ باجی پڑھ کر ایک دم خاموش ہو گئیں حوریہ کو تو پہلے ہی سانپ سونگھ گیا تھا سماعتوں میں عادل کی کل رات سنی گفتگو کی بازگشت سنائی دے رہی تھی جو اس کے اندر کوئی شور مچانے کی بجائے مزید سناٹے پھیلا رہی تھی۔

”شام سے اس کے پانچ میسیجز آ چکے ہیں میں نے دیکھا ہی نہیں۔“ ماریہ باجی بڑبڑانے کے انداز میں بولیں پھر جیسے ہار مانتے ہوئے کہنے لگیں۔

”بتاؤ کیا جواب دوں منع کر دوں فون کرنے سے۔“ حوریہ کو لگا کسی نے اس کا دل مٹھی میں لے کر مسل دیا ہو وہ اس کی دل آزاری کا سوچ کر بے چین ہو گئی۔

”بولو نا کیا لکھوں یا ایسا کرتی ہوں کل موبائل واپس کر دیتی ہوں کیونکہ تمہاری طرف سے میرا جواب دینا کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا اور اگر ایک بار میں نے جواب دے دیا تو وہ میسیجز بھیجتا ہی رہے گا۔“ ماریہ باجی کے لہجے میں عجیب سی پژمردگی اتر آئی تھی حوریہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔

”مجھے اس رشتے سے بہت ڈر لگ رہا ہے یہ ہم سب کو کچھ نہیں دے گا سوائے درد کے۔“

”تو ابھی بھی ہمارے پاس ہے ہی کیا سوائے درد کے۔“ ماریہ باجی تلخ ہو گئیں پھر اس کے پاس آ کر موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

”دیکھو اسے بھی محسوس ہو گیا ہے کہ تم شادی کے لیے تیار نہیں ہو اب بہتر یہی ہے کہ تم یا تو اس کا شک دور کر دو یا اس کے شک کی تصدیق کر دو میری طرف سے تم پر کوئی دباؤ نہیں ہے میں نے مان لیا ہے تم ہمارے کہنے سے کچھ نہیں کرو گی بس وہی کرو گی جو تمہیں خود ٹھیک لگے گا اس لیے اب جو بھی کرنا ہے وہ تمہیں خود کرنا ہے اس کا فون آنے والا ہے ایک بار فون اٹھا کر صاف منع کر دو وہ ایسا شخص نہیں ہے جو زبردستی پیچھے لگا رہے میں ورانڈے میں جا رہی ہوں تم آرام سے بات کر لو۔“ ماریہ باجی سنجیدگی سے کہتی کمرے سے نکل گئیں۔

اماں‘ ابا‘ عالیہ باجی اور شازیہ سب لوگ شادی میں گئے ہوئے تھے ان کے آنے پر ماریہ باجی کو ان کے لیے دروازہ کھولنا تھا عموماً ”حوریہ دروازہ نہیں کھولتی تھی جب تک کہ سخت مجبوری نہ ہو انہوں نے اسے دروازے پر جانے سے بھی منع کر رکھا تھا اسی لیے ماریہ باجی انتظار میں ورانڈے میں ٹہلنے نکل گئی تھیں وہ صبح کی اٹھی ہوتی تھیں اگر بستر پر لیٹ جاتیں تو دوبارہ اٹھ نہیں سکتی تھیں۔

حوریہ بے حس و حرکت اپنی جگہ سن بیٹھی رہی اس کا ذہن کہہ رہا تھا ابھی اور اسی وقت شادی سے صاف انکار کر دے اور یہ تو وہ شروع سے سوچ رہی تھی پھر اب انکار کرنا اتنا مشکل کیوں لگ رہا تھا جبکہ اب تو ماریہ باجی نے بھی بے دلی سے ہی سہی اجازت دے دی تھی پھر اب اس کے دل و دماغ دو الگ الگ خواہشات کا مطالبہ کیوں کر رہے تھے دل کیوں انکار کرنے کے خیال سے بیٹھا جا رہا تھا حالانکہ وہ آرام سے کہہ سکتی تھی کہ اس کے ماں باپ نے اس سے پوچھے بغیر یہ رشتہ طے کر دیا ورنہ اس کی اس رشتے میں بالکل بھی مرضی شامل نہیں ہے۔

ماریہ باجی کے بیان کی روشنی میں وہ اتنا تو جان ہی گئی تھی کہ یہ سب سننے کے بعد وہ اس پر دباؤ ڈالے بغیر خود ہی فوراً ”انکار کر دے گا مگر یہ ایک اتنی سی بات کہنا اسے اپنے ہاتھوں خود اپنا قتل کرنے کے برابر کیوں لگ رہا تھا وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا کرنا چاہیے کہ تبھی ہاتھ میں موجود موبائل نے ”زس“ کی آواز کے ساتھ ہلتے ہوئے اسے چونکا دیا اس کا دل گویا کانوں میں دھڑکنے لگا ماریہ باجی موبائل دینے کے بعد اس کی انگلی ایک بٹن پر رکھ گئی تھیں گویا صرف انگلی پر ہلکا سا دباؤ ڈالنا تھا اس کے بعد وہ‘ دوسری جانب میلوں کے فاصلے پر بیٹھے اس ان دیکھے انجانے شخص تک اپنی بات ایک پل میں پہنچ سکتی تھی صرف ایک جملہ کہنا تھا اور اس کا سارا انتشار اور ساری الجھنیں دور ہو جاتیں لیکن ایسا سوچنا جتنا آسان تھا ایسا کرنا اتنا ہی مشکل ہو گیا تھا لگ رہا تھا جیسے کسی نے اس کے ہاتھوں سے جان نکال لی ہو کہ وہ انگلی کو ایک معمولی سی جنبش تک دینے کے قابل نہیں رہی تھی اور پھر اس کا پورا وجود اس ایک انگلی کی طرح بے جان ہو گیا اس کے ہاتھ میں ہلتا موبائل ایک دم ساکت ہو گیا۔

گویا عادل نے لائن کاٹ دی شام سے اتنے سارے میسیجز بھیجنے کے بعد اب اس کی کال کا بھی کوئی جواب نہیں آ رہا تھا آخر مایوس ہو کر اسے فون کاٹنا ہی تھا آخر وہ یک طرفہ کوششیں کب تک کیے جاتا اور کیوں کیے جاتا آخر اس کی بھی تو کوئی عزت نفس تھی پتا نہیں اسے اپنے اس طرح نظرانداز کیے جانے پر غصہ زیادہ آ رہا ہو گا یا اپنے جذبوں کے رد کیے جانے پر دکھ زیادہ ہو رہا ہو گا۔

عادل کی کیفیت کا سوچ کر حوریہ کی آنکھیں جلنے لگی تھیں اس کا دل لہو ہو رہا تھا وہ نچلا ہونٹ دانتوں تلے دبائے بے آواز رونے لگی ہاتھ میں موجود ساکت موبائل اسے احساس دلا رہا تھا کہ اس کی زندگی بھی اسی طرح حرارت سے عاری جامد اور ساکن ہو گئی ہے کیا تھا جو وہ ایک دفعہ اس سے بات کر لیتی۔ کتنی عاجزی تھی اس کی التجا میں مگر اس نے بے حسی کی حد کر دی اور اپنی طرف بڑھے محبت کے ہاتھ کو بے دردی سے جھٹک دیا۔

اس کے پورے وجود پر یاسیت سی طاری ہونے لگی کتنی دیر وہ ایک ہی پوزیشن میں بیٹھی بے آواز روتی رہی کہ اچانک اس کے ہاتھ میں موجود موبائل ایک بار پھر وائبریٹ ہوا۔

حوریہ بری طرح چونک اٹھی اسے لگا اس وائبریشن کے ساتھ اس کے وجود میں بھی ایک حرارت بیدار ہو گئی ہو اس نے بلا سوچے سمجھے سوئچ آن کرتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا۔

”ہیل... ہیلو۔“ اپنی رندھی ہوئی آواز میں بولنے کے بعد بھی اسے خیال نہیں آیا کہ اس کی آواز میں آنسوؤں کی نمی مقابل کو بھی چونکا سکتی ہے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہیلو حوریہ یہ تم ہو نا۔" اپنا نام اسے اتنا خوب صورت پہلے کبھی نہیں لگا تھا اس کی آنکھ سے گرتے آنسو ایک دم تھم گئے وہ ہتھیلی کی پشت سے چہرہ صاف کرتے ہوئے خود پر حیران ہونے لگی کہ ایک فون کٹ جانے پر اس کی حالت اتنی غیر کیوں ہو گئی ابھی یہ سوال حل نہیں ہوا تھا کہ عادل نے ایک اور سوال داغ کر اسے اپنے میں ڈال دیا۔

"حوریہ کیا تم رو رہی ہو۔"

"آپ کو کیسے پتا؟" جتنی تیزی سے یہ جملہ اس کی زبان سے پھسلا تھا اتنی ہی تیزی سے اس نے زبان دانتوں تلے دبالی تھی۔

"تم رو کیوں رہی ہو۔" عادل کی آواز سے چھلکتی حیرانی پر وہ سٹپٹا گئی تھی تبھی اپنا گلا صاف کرتے ہوئے وہ تیزی سے بولی۔

"نہ۔۔۔۔ نہیں میں رو تو نہیں رہی۔" اس کی آواز اب بھی اس کی بات کی چغلی کھا رہی تھی۔

"حوریہ جھوٹ مت بولو سچ سچ بتاؤ بات کیا ہے کیا کوئی پرابلم ہے۔" اس کے لہجے سے پریشانی صاف ظاہر تھی حوریہ کے لیے بات بنانا مشکل ہو گیا۔

"کہیں تم میرا میسج پڑھ کر تو نہیں رو رہیں۔" عادل نے کچھ چونکتے ہوئے پوچھا تو حوریہ مزید ہراساں ہوتے ہوئے بے وقوفوں کی طرح بولی۔

"نہیں نہیں آپ کا میسج تو میں نے پڑھا ہی نہیں اور اس میں تو رونے والی کوئی بات لکھی بھی نہیں تھی۔" عادل کی بے ساختہ ہنسی نے اسے احساس دلایا تھا کہ وہ کیا کہہ گئی ہے تبھی اپنی بات کا اثر زائل کرنے کے لیے اس نے جلدی سے اپنے طور پر صفائی دینے انداز میں کہا مگر کہنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ اب پہلے سے بھی بڑی حماقت سرزد ہو گئی ہے۔

"تو کیا تم اس لیے رو رہی تھیں کہ میں نے ناراض ہو کر لائن کاٹ دی ہے اور اب میں دوبارہ کبھی فون نہیں کروں گا۔" حوریہ نے چہرے پر آئے بالوں کو کان کے پیچھے اڑستے ہوئے گہرے گہرے سانس کھینچ کر خود کو فوری طور پر نارمل کرنا چاہا تاکہ اب مزید کوئی احمقانہ بات اس کے منہ سے نہ نکل جائے مگر عادل کی شدید حیرانی اسے نارمل نہیں ہونے دے رہی تھی۔

"کیا میری ناراضی تمہارے لیے اتنی اہم ہے کہ تم نے رونا شروع کر دیا اوہ مائی گاڈ کہیں میں کوئی خواب تو نہیں دیکھ رہا۔" عادل کے لہجے میں اترتی سرشاری ظاہر کر رہی تھی جیسے اس نے بہت ریلیکس ہو کر کرسی کی بیک یا بیڈ کے کراؤن سے سر ٹکا لیا ہو حوریہ اپنے اس طرح آشکار ہونے پر بری طرح جز بز ہوتی کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی تو وہ اپنے مخصوص دلکش مسکراتے لہجے میں بولا۔

"اگر مجھے پتا ہوتا وہ دو چار اشعار اور وہ ایک خدشات سے پر میسج تمہیں اس قدر ایموشنل کر دیں گے تو میں کل ہی یہ حربہ آزما لیتا بائی دا وے تمہاری بہنیں یہاں موجود تو نہیں ہیں نا ورنہ جو آپ

مسکراہٹ پر اتنا شور کر رہی تھیں وہ میرے لیے بہائے اتنے آنسوؤں کو دیکھ کر تو ایک پورا افسانہ لکھ دیں گی ان کے سامنے ذرا بہادری کا مظاہرہ کیا کرو مجھے بالکل پسند نہیں کوئی تمہیں ذرا بھی تنگ کرے چاہے یہ چھیڑ چھاڑ میرے ہی حوالے سے کیوں نہ ہو۔" اس کے لہجے سے چھلکتی اپنائیت محسوس کر کے حوریہ کے جسم میں خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

"اچھا ایک بات بتاؤ تمہیں یہ کیوں لگا کہ میں ناراض ہو گیا ہوں۔ بھئی میں نے تو یہ پوچھا تھا کہ تم شادی کے لیے راضی ہو یا نہیں۔ اگر تم کل مجھ سے فون پر بات کر لیتیں تب بھی میں یہی سوال کرتا کیا پتا تمہارے والدین نے تمہاری رائے معلوم کی یا نہیں۔ ہمارے معاشرے میں اکثر لڑکی کی مرضی کو اہمیت نہیں دی جاتی کچھ والدین کو لگتا ہے کہ فیصلے کا اختیار بس ان کے پاس ہے اور اولاد کو ان معاملوں میں بولنے کا کوئی حق نہیں۔"

"میرے والدین ایسے نہیں ہیں۔" حوریہ کے منہ سے بے اختیار نکلا۔

"اولاد سے محبت تو سبھی والدین کرتے ہیں لیکن میرے اماں ابا کی تو کل کائنات ہی ہم بہنیں ہیں ان کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف ہماری خوشی ہے ان کا بس نہیں چلتا کہ دنیا کی ساری کی ساری نعمتیں ہمارے قدموں میں ڈھیر کر دیں۔" حوریہ آواز رندھنے سے پہلے ہی خاموش ہو گئی مگر عادل اپنی خوشی میں محسوس کیے بغیر شوخی سے بولا۔

"اس کا مطلب ہے یہ سب تمہاری مرضی سے ہو رہا ہے۔"

"میں فون بند کر رہی ہوں۔" اپنی بات کا کچھ اور مطلب نکلتا دیکھ کر وہ کنفیوژ ہو گئی۔

"ایک منٹ ایک منٹ فون بند کرنے سے پہلے اتنا تو بتا دو کہ کل جو پروگرام میں فون پر بتا رہا تھا یہ سمجھ کر کہ دوسری طرف ماریہ باجی ہیں اسے سن کر تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہوا تھا نا ورنہ تم چاہو تو اس پلان پر اب بھی عمل ہو سکتا ہے۔"

"میں چاہوں تو۔ لیکن بھلا میں کیوں چاہوں گی۔" حوریہ فوراً بولی۔

"پسند کا تعلق نظر سے نہیں زاویہ نظر سے ہوتا ہے کسی چیز کو دیکھ کر پسند کرنے کا مطلب تو محض اس کی ظاہری خوب صورتی سے متاثر ہونا ہوتا ہے جو صرف سادیت پرستی کو ظاہر کرتا ہے۔ ورنہ آپ کو کیا لگتا ہے جو لوگ دیکھ نہیں سکتے کیا وہ کسی چیز کی خوب صورتی کو محسوس نہیں کر سکتے بالکل کر سکتے ہیں وہ ہر چیز کو چھو کر۔ اس کی آہٹ سن کر اس کی خوشبو اپنے اندر اتار کر اسے قبول یا مسترد کرتے ہیں۔" حوریہ کا ذہن کسی اور طرف نکل گیا تھا مگر عادل کے لیے اس کی بات کا مفہوم سمجھنا تقریباً ناممکن تھا وہ ظاہری الفاظ پر تبصرہ کرتے ہوئے بولا۔

"بھئی تم تو بہت اچھی گفتگو کرتی ہو لگتا ہے بڑی ڈیپ تھنکنگ ہے تمہاری تمہارے ساتھ بات کرنے میں ان فیکٹ تمہارے ساتھ زندگی گزارنے میں بڑا مزا آئے گا۔" اس کا لہجہ پھر شوخ ہونے لگا تو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حوریہ نے محض بات بدلنے کے لیے پوچھا۔

"آپ نے بھی تو مجھے نہیں دیکھا پھر آپ نے اتنا بڑا فیصلہ کیسے کرلیا کیا صرف دادی کی خواہش پر۔"

"کس نے کہا تم سے کہ میں نے تمہیں نہیں دیکھا۔" عادل نے برجستہ کہا تو حوریہ چونک اٹھی۔

"کیا مطلب۔"

"مطلب یہ کہ مس حوریہ میں آپ کو دیکھ چکا ہوں بلکہ دادی نے تو آپ کو صرف مووی میں دیکھا ہے جبکہ میں نے براہ راست آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا ہے اور آپ سے بات بھی کی ہے۔" حوریہ کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آرہا تھا جب وہ ماریہ باجی کے ساتھ میلاد میں گئی تب اس نے کسی سے بات نہیں کی تھی اس کے علاوہ ان کی ملاقات اگر کہیں ہوئی تھی تو کہاں ہوئی تھی اور اگر ان کی ملاقات اتنی طویل تھی کہ اس نے حوریہ سے بات بھی کی تھی تب تو اسے حوریہ کی محرومی کا اندازہ بھی ہو جانا چاہیے تھا عادل کی دور کی پھوپھی کے سامنے تو انہوں نے اپنی شعوری کوشش کے ذریعے ایسا کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا تھا وگرنہ باقی کسی جگہ پر مقابل فوری طور پر نہ سہی کچھ دیر بعد اس کی آنکھوں کی بے نوری کو بھانپ لیتا تھا۔

"آپ مجھے دیکھ چکے ہیں بلکہ مجھ سے بات بھی کر چکے ہیں۔ لیکن کب۔" حوریہ کو الجھن کے ساتھ ساتھ گھبراہٹ بھی ہونے لگی کہیں وہ اس کے بارے میں کچھ جان تو نہیں گیا اور ابھی اس نے یہی کہنے کے لیے فون کیا ہو کہ مجھے دھوکا دینے کے لیے رچائی گئی تم لوگوں کی سازش ناکام ہو چکی ہے میں تمہاری اصلیت جان چکا ہوں مگر دوسری جانب سے ابھرتا عادل کا زندگی سے بھرپور قہقہہ اس کے اندر سے اٹھتے خدشات کو دبا گیا۔

"یاد کرو ہمارے رشتے کے طے ہوئے صرف دو ہفتے ہوئے ہیں اور میں ان دو ہفتوں کے دوران ہی تم سے ملا ہوں بلکہ تم سے بات بھی کی ہے۔" وہ حوریہ کی حالت سے لطف لیتے ہوئے بولا۔

"لیکن کب اور کہاں؟" حوریہ ہراساں ہوتے ہوئے بولی۔

"یاد کرو آخر تم اتنا گھبرا کیوں رہی ہو۔" عادل نے ہنستے ہوئے پوچھا مگر حوریہ نے جیسے اس کی بات سنی ہی نہیں باہر دروازے پر دستک کی آواز آئی تھی گویا اماں وغیرہ شادی سے واپس آگئے تھے اس کا سارا دھیان وہیں منتقل ہو گیا ماریہ باجی نے بھی فوراً ہی دروازہ کھول کر سلام بھی کر دیا جس کے جواب میں ان سب کی ملی جلی آوازیں ایک ساتھ حوریہ کی سماعتوں سے ٹکرائی تھیں اب تو حوریہ کی گھبراہٹ سوا ہو گئی۔

"اماں ابا شادی سے واپس آگئے ہیں میں فون بند کر رہی ہوں۔"

"فون بند کرنے کا اچھا بہانہ ہے۔" عادل نے کہا۔

"میں بہانہ نہیں بنا رہی اماں شادی میں گئی تھیں وہ واپس آگئی ہیں اب وہ سیدھی اسی کمرے میں آئیں گی۔" حوریہ نے جلدی جلدی کہا ان کی آواز سے لگ رہا تھا وہ برآمدے میں اس کے دروازے کے نزدیک ہی کھڑے ہیں گویا کسی بھی وقت وہ کمرے میں داخل ہو سکتے تھے۔

"چلو تم کہتی ہو تو مان لیتا ہوں ویسے ایک بات تو یقینی ہے تمہیں میری ذات سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔" اس کے لہجے میں مصنوعی ملال کی آمیزش وہ صاف محسوس کر گئی تھی پھر بھی پوچھے بغیر نہ رہ سکی۔

"وہ کیسے؟"

"ایک تو مجھ سے ملنے کے بعد بھی تمہیں یاد نہیں کہ تم مجھ سے ملی تھیں اگر میری شخصیت ذرا بھی اثر انگیز ہوتی تو تم اس ملاقات کو اتنی جلدی نہیں بھولتیں اور اگر بھول بھی جاتیں تو اب یہ جاننے کا تجسس ضرور ہوتا کہ آخر تم کس سے اور کہاں ملی تھیں لیکن۔۔۔" عادل نے پر ملال لہجے میں دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا اگر حوریہ کے سر پر اماں کے آنے کا ڈر کسی تلوار کی طرح نہ لٹک رہا ہوتا تو وہ اس جذباتی بلیک میلنگ سے کچھ نہ کچھ ضرور متاثر ہوتی جبکہ اس وقت وہ بڑی تیزی سے بولی۔

"ان سوالوں کے جواب میں کل پوچھ لوں گی اللہ حافظ۔" اس نے عادل کو بولنے کا موقع دیے بغیر فون بند کر کے موبائل تکیے کے نیچے چھپا دیا اور خود بھی بستر پر دراز ہو گئی اس کے لیٹتے ہی اماں نے کمرے میں قدم رکھا۔

"حوریہ بیٹی سو گئیں۔"

"جی۔۔۔۔ جی اماں بس لیٹی ہوئی تھی سونے ہی والی تھی کیسی رہی شادی۔"

"ہاں بہت اچھی تھی تم سو جاؤ رات بہت ہو گئی ہے۔" اماں نے چند دعائیں پڑھ کر اس پر دم کیں اور کمرے سے نکل گئیں ان کے جاتے ہی ماریہ باجی اور شازیہ بھی کمرے میں آگئیں شازیہ شادی کا آنکھوں دیکھا احوال سنا رہی تھی جو ماریہ باجی تو بڑی دلچسپی سے سن رہی تھیں کوئی اور وقت ہوتا تو حوریہ بھی اتنے ہی شوق سے ہمہ تن گوش ہوتی مگر آج وہ بستر پر چت لیٹی رہی وہ وہاں موجود ہو کر بھی ان میں شامل نہیں تھی پہلے تو اس کے ذہن میں یہ سوال گردش کرتا رہا کہ آخر عادل اس سے کب اور کہاں ملا تھا پھر اسے اپنے بداخلاقی سے فون بند کرنے پر شرمندگی ہوتی رہی کیا سوچا ہو گا عادل نے کہ اس نے بغیر اس کی بات سنے فون بند کر دیا ایک تو بات کرنے میں ہی اس نے اتنے نخروں کا مظاہرہ کیا تھا اس پر بھی بات کے دوران ایسی بدتمیزی سے فون کاٹ دیا اسے کتنا برا لگا ہو گا کہیں وہ ناراض ہی نہ ہو گیا ہو۔

"ہوتا ہے تو ہو جائے اس سے اچھی بات اور کیا ہو گی۔" اندر سے اٹھتے شور کو چپ کرانے کے لیے اس نے قدرے لاپرواہی سے سوچا مگر یہ سوچ اسے مطمئن کرنے کی بجائے مزید بے چین کر گئی تھی یہ انکشاف اس کے لیے بڑا اذیت ناک تھا کہ وہ لاکھ کوشش کے باوجود اس سے لاتعلق نہیں ہو سکتی۔

☆ ☆ ☆

شہزاد کو آفس میں اپنے بھائی کی حیثیت سے متعارف کرانے کے بعد لوگوں کا اتنا شدید ردعمل سامنے آئے گا اس بات کا روحان کو قطعاً "اندازہ نہیں تھا اس کے پاس فون کالز کا تانتا سا بن گیا تھا بابا کے دوستوں اور رشتے داروں کے علاوہ لندن سے بابا کے خالہ زاد بھائی کا فون بھی آگیا تھا جن کے بیٹا بیٹی کی شادی میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شرکت کرنے کے بہانے بابا منظر سے غائب ہوئے تھے۔

گویا خبر وہاں تک پہنچ گئی تھی ان کی توحیرت ہی ختم نہیں ہو رہی تھی آخر بابا اتنے دنوں سے ان کے گھر پر تھے اور انہوں نے شہزاد کے آنے اور عتیقہ کی موت کا ذکر تک نہیں کیا۔

اصل میں وہ بھی بہت سارے لوگوں کی طرح صادق آفریدی اور عتیقہ کے درمیان علیحدگی کی اصل وجہ سے واقف نہیں تھے کیونکہ بابا نے باقاعدہ طلاق ہونے سے پہلے ہی اپنے رشتے داروں سے کہہ دیا تھا کہ شہزاد کی موت ہو گئی ہے شہزاد اس وقت بہت چھوٹا تھا بہت کم لوگ اس سے ملے تھے کچھ بابا کے خاندان کا ماحول ایسا تھا کہ سب لیے دیے رہتے تھے انہوں نے بڑی آسانی سے یقین کر لیا کہ شہزاد کی موت لاہور میں ہو گئی اور وہیں تدفین بھی ہو گئی اب اتنے سال بعد اچانک اس کا زندہ ہونا اور واپس گھر آنا جانا تمام لوگوں کے لیے کسی دھماکے سے کم نہیں تھا خود روحان ان سے فون پر بات کرتے ہوئے خفت کا شکار رہو گیا تھا بابا کے رد عمل کا سوچ کر تو اسے اچھی خاصی خجالت ہوئی تھی کیا جواب دے رہے ہوں گے وہ لوگوں کو اس نے اتنا بڑا اعلان ان کے علم میں لائے بغیر کر دیا تھا وہاں جب لوگوں نے تذکرہ کیا ہو گا تو وہ تو اچھا خاصا سٹپٹا گئے ہوں گے پتا نہیں واپس آکر ان کا رویہ کیسا ہو گا جب لوگ اس سے اتنے سوال کر رہے تھے تو ان سے تو کیا کچھ نہیں پوچھیں گے بلکہ اس باقاعدہ اعلان کے بعد علیزہ کے والد احسان صاحب نے بھی پہلی بار اس سے اس موضوع پر بات کی۔

"کیا یہ اتنا بڑا قدم تم نے صادق کی مرضی سے اٹھایا ہے۔" وہ یہ موضوع شہزاد کے سامنے چھیڑنا نہیں چاہتے تھے اس لیے اس کے گھر جانے کی بجائے انہوں نے فون کر کے اسے اپنے گھر بلا لیا تھا روحان ان کے گھر بہت کم ہی آتا تھا احسان انکل اور شوکت آنٹی دونوں ہی اپنے اپنے پیشے میں بڑے مصروف رہتے تھے ان کی غیر موجودگی میں اسے ان کے گھر آنا مناسب نہیں لگتا تھا بلکہ اسے یہ علم ہی نہیں ہوتا تھا کہ وہ دونوں شہر میں موجود ہیں بھی یا نہیں۔ اس وقت بھی وہ رات کے دس بجے ان کے گھر آیا تھا کیونکہ وہ شوکت آنٹی کی موجودگی میں اس سے بات کرنا چاہتے تھے اور وہ آج کل اسی وقت ہاسپٹل سے آیا کرتی تھیں۔

ان کے سوال پر روحان نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا احسان انکل اس پر سے نظریں ہٹا کر شوکت آنٹی کو دیکھنے لگے۔ جو اس کے جواب پر خود بھی پریشان ہو گئی تھیں۔

"روحان سارے حالات تمہارے سامنے ہیں اس کے باوجود تم نے اتنی بڑی بات صادق کی اجازت کے بغیر کہہ دی اب اگر صادق نے اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا تو کیا تمہیں اندازہ ہے کتنا بڑا ایشو بن جائے گا۔" احسان انکل کے لہجے میں حیرت اور تفکر شامل تھا جیسے انہیں روحان سے اس درجہ خود سری کی امید نہ ہو۔

"بابا ایسا کچھ نہیں کریں گے۔" روحان آہستہ سے بولا۔

"جس بات پر ایک شخص اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہو اپنا گھر توڑ سکتا ہو اس بات پر وہ کسی بھی رد عمل کا مظاہرہ کر سکتا ہے چاہے اس کے لیے کتنی ہی بدنامی کیوں نہ مول لینی پڑے۔" احسان انکل کے انداز میں پریشانی نمایاں تھی آخر وہ ان کی بیٹی کی ہونے والی سسرال تھی اگر کوئی اسکینڈل بنتا تو ان کے خاندان کی عزت بھی زد میں آجاتی روحان اتنے سارے لوگوں کو اپنی وجہ سے پریشان دیکھ کر شرمندہ تو ہوا مگر پچھتایا نہیں اسی لیے انہیں تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"آپ بے فکر رہیں انکل بابا ایسا کچھ نہیں کریں گے جو میرے یا آپ کے لیے شرمندگی کا باعث بنے انہیں شہزاد کو وہ مقام دینا ہو گا جس کا وہ مستحق ہے اور ایسا تبھی ممکن ہے جب میں زبردستی انہیں شہزاد کو اپنانے پر مجبور کر دوں۔" روحان کے سنجیدگی سے کہنے پر شوکت آنٹی فوراً بولیں۔

"ایسے معاملوں میں زبردستی سے کام نہیں چلتا بلکہ اس طرح مجبور کر کے تم انہیں اور جلال میں لا رہے ہو تمہیں چاہیے تھا اتنا بڑا قدم اٹھانے سے پہلے ہم سے مشورہ کر لیتے ہم تو سارے حالات سے آگاہ ہیں بلکہ وہ سب ہماری آنکھوں کے سامنے ہی پیش آیا تھا۔

عتیقہ کا گھر چھوڑ کر جانا

صادق بھائی کا پلٹ کر اس کی خبر تک نہ لینا

اور آخر ان کو طلاق کے کاغذات بھیج دینا

ہم تو سب دیکھتے آرہے ہیں اگر انہوں نے اس وقت اتنی سختی کا مظاہرہ کیا تھا تو اب وہ اپنے رویے میں لچک کیسے پیدا کر لیں گے۔" روحان کی کنپٹیاں ایسے تن گئی تھیں جیسے وہ خود بھی ان حالات کا عینی شاہد ہو اپنی ماں پر بیتی تکلیف کا تصور کر کے اس نے مٹھیاں بھینچ لیں اور بمشکل خود پر ضبط کرتے ہوئے بولا۔

"اس وقت انہوں نے جو کچھ بھی کیا وہ امی سے نفرت کے مظاہرے کے طور پر کیا تھا جنہیں وہ اپنے طور پر گناہ گار اور دھوکے باز سمجھتے تھے مگر اب ان کے سامنے ان کی اولاد ہے جسے وہ سارے معاملے سے بالکل الگ اور بے قصور مانتے ہیں اب وہ اتنی ہٹ دھرمی نہیں دکھا سکتے اور بالفرض ایسا ہوا تو میں ہر طرح کے حالات کے لیے تیار ہوں۔"

روحان کا لہجہ چٹانوں کی طرح سخت ہو گیا احسان انکل اور شوکت آنٹی ایک دوسرے کو دیکھ کر رہ گئے روحان کو ان کے خدشات کا بخوبی احساس تھا وہ یہی سوچ رہے ہوں گے اگر صادق آفریدی نے واپس آنے کے بعد شہزاد کو گھر سے نکال دیا تو روحان کا اگلا قدم کیا ہو گا کیا وہ بھی بھائی کے ساتھ گھر چھوڑ دے گا کو کہ اس کی تعلیم وغیرہ اتنی اچھی تھی کہ وہ صادق آفریدی سے الگ ہو کر بھی ان کی بیٹی کو ایک بہترین زندگی دے سکتا تھا مگر اس کے لیے اسے وقت درکار ہو گا اور پھر ان دونوں نے اپنی بیٹی کو ہر لحاظ سے ایک مکمل گھرانے میں بیاہنے کا جو خواب دیکھا تھا وہ ضرور چکنا چور ہو جاتا۔

انہیں خاموش دیکھ کر روحان نے خود ہی ان سوالوں کا جواب دینا شروع کر دیا جو وہ پوچھ نہیں پا رہے تھے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"انکل آپ علیزہ کے مستقبل کی طرف سے بالکل بے فکر رہیں اول تو بابا ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جو آپ کی یا ان کی عزت کو داغ دار کردے لیکن اگر ایسا ہوا تو بھی اس کا اثر علیزہ کی زندگی پر نہیں پڑے گا نہ ہی وہ ایسی لڑکی ہے جو غیر ضروری سوچوں کو اپنے اندر جگہ دے اور ہلکان ہوتی رہے۔"

"ہمیں صرف علیزہ کی فکر نہیں ہے ہمارے لیے تم بھی علیزہ جتنے اہم ہو خدا کرے صادق سمجھ داری کا مظاہرہ کرے اور اس بات کو یہیں ختم کردے ورنہ تمہیں اندازہ نہیں ہے لوگ طعنے دے دے کر تمہارا جینا دوبھر کردیں گے۔" احسان انکل متانت سے بولے تو بجائے وہ اپنے کیے پر پچھتانے کے مزید مستحکم ہو گیا جس بدنامی سے وہ ڈر رہے تھے اس ذلت کا شہزاد بچپن سے سامنا کر رہا تھا اور اس کی ماں تو اسی رسوائی کے ساتھ اپنی زندگی کا سفر طے کرکے اس دارِفانی سے کوچ کر گئی کیا ان کا کوئی حق نہیں عزت کی زندگی پر اگر نہیں تھی تو اب وہ ضرور انہیں وہ حق دلائے گا۔

چائے کا خالی کپ میز پر رکھتے ہوئے وہ ان سے اجازت لیتا اٹھ کھڑا ہوا ڈرائنگ روم سے نکل کر جب وہ باہر لان میں آیا تو علیزہ اور عروبہ کو وہیں کرسیوں پر براجمان دیکھ کر ان کے نزدیک چلا آیا سلام دعا کے بعد عروبہ خوش دلی سے بولی۔

"سنا ہے گھر میں ڈھول بجنے کے آثار پیدا ہو رہے ہیں۔" روحان کچھ نہ سمجھتے ہوئے علیزہ کو دیکھنے لگا جو تنبیہی انداز میں عروبہ کو گھورنے لگی تھی مگر اس پر کوئی اثر ہی نہیں ہوا۔

"ہمارے گھر میں آج کل بڑی ٹینشن ہے اور ٹینشن کم کرنے کے لیے مجھے یہی حل نظر آرہا ہے کہ تھوڑا ہنگامہ کیا جائے اس لیے۔۔۔"

"تم شہزاد کو نہیں لائے۔" علیزہ نے عروبہ کی بات کاٹتے ہوئے موضوع بدلا تو واقعی عروبہ جو نہ جانے کیا کہنے جا رہی تھی چونکتے ہوئے بولی۔

"ارے ہاں آپ نے اپنے بھائی سے مجھے تو ملوایا ہی نہیں بچیا بتا رہی تھیں آپ ان کی ذہانت سے بڑے متاثر ہیں۔" روحان نے صرف مسکرانے پر اکتفا کرتے ہوئے علیزہ سے پوچھا۔

"تمہیں پتا ہے انکل آنٹی نے مجھے کیوں بلایا تھا۔" علیزہ نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا تو روحان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"اپنے طور پر تو میں نے انہیں مطمئن کرنے کی کوشش کی ہے مگر وہ بدستور پریشان ہیں سوچ رہا ہوں ایک بار فون کرکے بابا سے بات کرلوں انہیں میرے اقدام کا پتا تو چل گیا ہے مگر ان کا کوئی ری ایکشن سامنے نہیں آیا ان کی خاموشی ان کی شدید خفگی کو ظاہر کر رہی ہے۔" روحان بڑبڑانے والے انداز میں بولا علیزہ خاموشی سے اسے دیکھتی رہی جبکہ عروبہ لاپرواہی سے بولی۔

"آپ سے زیادہ دیر کوئی خفا نہیں رہ سکتا اور مماپاپا کی پریشانی پر بھی پریشان ہونے کی کوئی ضرورت نہیں وہ دونوں اپنے اپنے کام میں اتنا مصروف رہتے ہیں کہ ان کے پاس پریشان ہونے کا بھی وقت نہیں ہے پھر

بھی اگر آپ چاہیں تو ان کی فکر منٹوں میں دور ہو سکتی ہے اور میں تو کب سے ان دونوں سے یہی کہہ رہی ہوں مگر میری کوئی سنتا ہی نہیں۔"

"میں سننے کے لیے تیار ہوں بتاؤ کیسے۔" روحان نے دلچسپی سے پوچھا عروبہ سے کسی سنجیدہ جواب کی توقع تو نہیں تھی پھر بھی وہ ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"آپ جلد سے جلد شادی کرلیں اور اپنی امانت کو لے جائیں۔"

"عروبہ" روحان کی بے ساختہ مسکراہٹ پر علیزہ ٹوکتے ہوئے بولی مگر اس نے دھیان دیے بغیر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔

"ٹھیک ہے تو کہہ رہی ہوں حالانکہ اس معاملے کا آپ کی شادی سے کوئی تعلق نہیں ہے مگر ایک بار آپ دونوں کی شادی ہو جائے گی تو مماپاپا جو آئندہ کے حالات کی طرف سے فکر مند ہیں کافی حد تک ریلیکس ہو جائیں گے۔" عروبہ علیزہ کے گھورنے کی پروا کیے بغیر چیونگم چباتے ہوئے کہتی رہی تو روحان علیزہ کو دیکھتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں تو کب سے تیار ہوں مگر علیزہ نے ہی منع کردیا تھا کہ اس کا پروجیکٹ چل رہا ہے جانے کون سی گھڑی ہو گی جب یہ شیطان کی آنت ختم ہو گی۔" روحان نے اپنے لہجے میں مصنوعی بے چارگی سموتے ہوئے کہا۔

"اب اتنا مظلوم بننے کی بھی کوئی ضرورت نہیں ہے کوئی سالوں پر محیط نہیں ہے میرا پروجیکٹ اب تو صرف دو ماہ رہ گئے ہیں۔ علیزہ نے دانت پیسے تو روحان ایک دم جوش میں آتے ہوئے بولا۔

"پھر تو ہم ڈیٹ فکس کرسکتے ہیں بلکہ اب تک تو تاریخ طے کر بھی لینی چاہیے اتنا ٹائم تو ہال بک کرانے کے لیے بھی چاہیے ہوتا ہے۔"

"اگر بات صرف ہال بک کرانے کی ہے تو بھلے ہی ڈیٹ فکس کرلو لیکن اگر تم بھی مماپاپا کی طرح ان سیکیور (Insecure) فیل کر رہے ہو تو ایسی جلد بازی کی شادی کے لیے میں بالکل تیار نہیں ہوں شہزاد بابا کے درمیان کوئی ایشو کھڑا ہوتا ہے تو اس سے ہمارا رشتہ کیوں متاثر ہو رہا ہے مماپاپا تو خوامخواہ ہول رہے ہیں لوگوں کے بارے میں سوچ سوچ کر۔" علیزہ برہمی سے بولی۔

"ان کا ہولنا اتنا بھی خوامخواہ نہیں ہے۔" روحان بھی سنجیدہ ہوتے ہوئے بولا۔

"اگر بابا نے کو آپریٹ نہیں کیا تو حالات اتنے بگڑ جائیں گے کہ ہم سب کا گھر سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔"

روحان کے گمبھیر لہجے پر علیزہ اور عروبہ اسے دیکھ کر رہ گئیں اندازہ تو انہیں بھی تھا مگر وہ صرف یہی سوچ سکتی تھیں کہ ایسا کچھ نہیں ہو گا۔

کچھ دیر کے لیے ان تینوں کے درمیان خاموشی چھا گئی مگر جیسے ہی روحان جانے کے لیے کھڑا ہوا علیزہ اسی کے ساتھ اٹھتے ہوئے کہنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ویسے تو تم نے بابا کو غصہ دلانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر وہ ایسا کوئی قدم نہیں اٹھائیں گے جو ہمارے لیے مسائل کا سبب بنے اور پھر اس معاملے کا ہماری شادی سے کوئی تعلق نہیں ہے آئندہ حالات کی طرف سے وہم میں پڑ کر جلدی جلدی شادی کی تاریخ طے کرنا بالکل بھی مناسب نہیں۔ تم ریلیکس ہو کر صرف اس معاملے کو ہینڈل کرو ہمارا رشتہ اتنا کمزور نہیں ہے چاہے کچھ بھی ہو میں تو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔" روحان کی پریشانی دور کرنے کے لیے روانی میں اس نے کہہ تو دیا مگر عروبہ کے بری طرح کھانسنے پر اسے احساس ہوا کہ اس نے اگلے ایک ہفتے تک عروبہ کے ہاتھوں اپنی درگت بنوانے کا سامان کر لیا ہے عروبہ کو معنی خیز انداز میں آنکھیں گھماتے دیکھ کر روحان بھی بمشکل اپنی مسکراہٹ ضبط کرتا جانے کے لیے مڑ گیا اگر عروبہ یہاں نہ ہوتی تو وہ اس بات کو اتنی خاموشی سے سن کر نہ چلا جاتا مگر اس وقت عروبہ کے تیور دیکھ کر اسے پہلے ہی علیزہ پر ترس آ گیا تھا اور پھر آنے والا پورا ہفتہ اس کے اعصاب کے لیے اس قدر کٹھن رہا تھا کہ اسے کسی اور چیز کے بارے میں سوچنے کا خیال بھی نہیں آیا۔

صادق آفریدی سے اسے اس قسم کی توقع نہیں تھی اس کا خیال تھا وہ اس پر بگڑیں گے اسے برا بھلا کہیں گے مگر وہ تو بالکل خاموش ہو کر بیٹھ گئے تھے روحان نے کتنے ہی فون کر ڈالے تھے مگر وہ کال اٹینڈ کرتے تو بات ہوتی یہاں تک کہ روحان نے ان کے خالہ زاد بھائی کے گھر پر فون کر کے ان سے بات کرنی چاہی لیکن انہوں نے بھی یہی جواب دیا کہ صادق ابھی کچھ مصروف ہے وہ کہہ رہا ہے وہ خود کال کر لے گا مگر روحان انتظار ہی کرتا رہ گیا اور ان کا فون نہ آنا تھا نہ آیا اور وقت تھا کہ تیزی سے گزرے جا رہا تھا۔

ان کی غیر موجودگی میں شہزاد میں نمایاں تبدیلیاں آئی تھیں وہ گھر کے ساتھ ساتھ آفس میں بھی بخوبی ایڈجسٹ ہو گیا تھا وہ اتنی تیزی سے تمام باریکیاں سیکھ کر انہیں اتنی خوش اسلوبی سے انجام دینے لگا تھا کہ روحان کو حیرت میں ڈال گیا تھا اسے یقین تھا بابا کو واپس آنے پر جب شہزاد کی کارکردگی کا علم ہو گا تو وہ بھی اس کی صلاحیتوں کے قائل ہو جائیں گے مگر وہ تو وہاں جا کر شاید واپس آنا ہی نہیں چاہ رہے تھے جب ان کے آنے کی تاریخ قریب آ گئی تب اسے صادق آفریدی کے خالہ زاد بھائی کے ذریعے پتا چلا وہ اپنی فلائیٹ کینسل کروا رہے ہیں فی الحال ان کا آنے کا کوئی ارادہ نہیں ہے انہیں اتنے دن کسی کے گھر مہمان بن کر رہنا بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا چنانچہ وہ ہوٹل میں شفٹ ہو گئے تھے۔

روحان نے ظاہر نہیں کیا مگر یہ سب سن کر وہ کافی پریشان ہو گیا تھا تبھی اس نے خود لندن جا کر ان سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا بلکہ اسے تو ایسا لگ رہا تھا جب تک وہ خود نہیں جائے گا وہ واپس ہی نہیں آئیں گے مگر وہ اس طرح اچانک بزنس چھوڑ کر جا نہیں سکتا تھا ایک بہت اہم کانفرنس منعقد ہونے والی تھی اگر روحان اس کا انتظار کرتا تو کافی دیر ہو جاتی جبکہ اب اسے ایک عجیب سی بے چینی نے گھیر لیا تھا وہ جلد سے جلد ان سے مل کر ان سے روبرو بات کرنا چاہتا تھا پھر اس کے لاشعور میں یہ یقین بھی موجود تھا کہ وہ جب بھی ایک دوسرے کے روبرو ہوں گے ان کے بیچ کافی بحث ہو گی شہزاد بھی اسی گھر میں رہتا تھا ایسا ناممکن تھا

کہ اسے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو کا علم نہ ہو اگر شہزاد نے ان کے منہ سے اپنے لیے کوئی دل شکن بات سن لی تو وہ جو اتنی مشکل سے یہاں سیٹ ہوا تھا ایک بار پھر گھر سے بدظن ہو جاتا بلکہ اگر شہزاد نے کچھ کہہ دیا تب تو قیامت ہی کھڑی ہو جاتی بابا تو پہلے ہی شدید غصے میں ہیں انہیں تو گویا موقع مل جائے گا اپنی بھڑاس نکالنے کا۔ اسی لیے روحان ایک بار اکیلے میں ان سے بات کرنا چاہتا تھا جو کہ لندن جانے کی صورت میں بہت آسانی سے ہو سکتی تھی۔

وہ تنہائی میں قدرے بہتر طریقے سے ان کا غصہ ٹھنڈا کر سکتا تھا شہزاد بھی ان کی نظروں کے سامنے نہیں ہو گا تو وہ اس کی بات سننے پر راضی بھی ہو جائیں گے مگر سارا مسئلہ اتنے قریب آ جانے والی کانفرنس کا تھا اس ٹینڈر کی دھوم پوری مارکیٹ میں مچی تھی روحان ہر حال میں اسے حاصل کرنا چاہتا تھا بزنس پوائنٹ آف ویو کے علاوہ یہ ٹینڈر اس لیے بھی اہم تھا کہ بابا کے پیچھے اس نے شہزاد کو کام سکھانے میں جتنی بھی محنت کی تھی وہ اس ایک ٹینڈر کے ہاتھ سے نکل جانے پر سب ملیامیٹ ہو جاتی صادق آفریدی ان کی تمام چھوٹی موٹی اچیومنٹ کو نظرانداز کرتے ہوئے انہیں آرام سے اتنے بڑے میدان میں پیچھے رہ جانے پر ناکام قرار دے دیتے اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہیے جب اچانک شہزاد نے اس کا مسئلہ حل کر دیا۔

"آپ لندن جانا چاہتے ہیں تو چلے جائیں نا یہاں کی کانفرنس میں سنبھال لوں گا۔" روحان چونک کر اسے دیکھنے لگا وہ بھی اتنا تجربے کار نہیں تھا کہ اتنی بڑی ذمہ داری اٹھا سکتا مگر آفس کے منیجر کے ساتھ مل کر وہ کانفرنس اٹینڈ کر سکتا تھا روحان ایک دم ہلکا پھلکا ہوتے ہوئے مسکرا دیا۔

"صرف کانفرنس سنبھالنی نہیں ہے ٹینڈر بھی لینا ہے۔" روحان نے تنبیہی انداز میں کہا مگر شہزاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔

☆ ☆ ☆

عادل کی وادی کی طبیعت اچانک بگڑ گئی اماں ابا کو خبر ہوئی تو وہ بھی انہیں دیکھنے فوراً ہسپتال پہنچ گئے شام میں جب وہ واپس آئے تو دونوں ہی بہت چپ چپ تھے حوریہ نے محسوس تو کیا مگر پوچھنے کی ہمت نہ ہوئی جانے کیا سننے کو مل جائے مگر شازیہ کے ذریعے بہت جلد اسے ان کی پریشانی کی وجہ پتا چل گئی۔

عادل کی وادی کو انجائنا کا اٹیک ہوا تھا جیسے ہی وہ بات کرنے کے قابل ہوئیں انہوں نے شادی جلد سے جلد کرنے کی خواہش کا اظہار کر دیا۔

ان کا کہنا تھا کہ ایک ہفتے کے اندر اندر شادی کر دی جائے تاکہ وہ اپنی بہو کو گھر لے آئیں انہیں کچھ نہیں چاہیے تھا کوئی فرمائش نہیں تھی ان کی بلکہ ان کی طرف سے تو ساری تیاری بھی مکمل تھی اپنے پوتے کی دلہن کے لیے انہوں نے کتنی ہی چیزیں خرید رکھی تھیں دلہن کا جوڑا تک تیار تھا حالانکہ وہ اس جوڑے کو خود لے کر آنا چاہتی تھیں مگر شاید خدا کو یہ منظور نہیں تھا پھر بھی وہ وقت ضائع کرنے کی بجائے کسی اور کے ہاتھ جوڑا بھیجنے پر رضامند تھیں تاکہ حوریہ کے ناپ کے مطابق اس میں کمی بیشی کی جا سکے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس لیے ان کی ہدایت پر وہ جوڑا آج رات عادل لے کر آنے والا تھا اور تو کوئی تھا نہیں جو یہ سب کرتا بلکہ عادل کی دادی نے تو یہ تک کہہ دیا تھا کہ دو دن بعد آنے والے جمعہ کو یہ نیک کام انجام پا جانا چاہیے۔

شازیہ کے منہ سے ساری تفصیل سن کر خود حوریہ بھی گم صم ہو گئی اسے خاموش دیکھ کر شازیہ بڑبڑانے والے انداز میں کہنے لگی۔

"اماں ابا دونوں بہت پریشان ہیں عادل بھائی کی دادی اتنی بیمار ہیں بہو گھر لانا ایک طرح سے ان کی آخری خواہش بن گئی ہے ایسے میں جب بہو گھر لانے کے بعد انہیں حقیقت کا علم ہو گا تو ان کی حالت کیا ہو گی وہ تو اس یقین پر جی رہی ہیں کہ بہو آ کر گھر سنبھال لے گی مگر جب۔۔۔" شازیہ کے انگلیاں چٹخانے کی آواز اس کے اضطراب کو صاف ظاہر کر رہی تھی حوریہ کا اپنا دل بوجھل ہو گیا اماں ابا کے خدشات کا سوچ کر وہ بھی بے چین ہو گئی تھی اتنے بڑے دھوکے کا وہ کیا جواز پیش کرے گی وہ بھی ایک مرتی ہوئی بیمار عورت کو۔

پورے گھر پر ماتمی ماحول چھایا تھا جو ماریہ باجی کے آفس سے آنے پر ٹوٹا۔

"یہ تو بہت خوشی کی بات ہے کہ وہ دو دن بعد نکاح کرنا چاہ رہے ہیں آپ فوراً" ہامی بھر لیں عادل تو دادی کی طبیعت خرابی کا سنتے ہی آفس سے چلا گیا تھا مجھے اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا۔ لیکن اگر وہ آج رات جوڑا لے کر آ رہا ہے تو ہمیں اس کے استقبال کی تیاریاں کرنی چاہئیں تاکہ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر وقت ضائع کیا جائے اور فضول کی باتیں سوچ کر خود کو ہولایا جائے۔" ماریہ کے جوش و خروش سے کہنے پر اماں دبی زبان سے بولیں۔

"ہم عادل کی دادی کو ہسپتال میں دیکھ کر آ رہے ہیں وہ اتنی کمزور اور ضعیف ہیں پتا نہیں وہ اس صدمے کو جھیل بھی پائیں گی یا نہیں میرا تو دل بیٹھا جا رہا ہے۔"

"وہ بہت مضبوط اعصاب کی مالک ہیں بڑے دکھ اٹھائے ہیں انہوں نے زندگی میں، پہلے شوہر مرا پھر بیٹا بہو کی موت ہوئی، انہوں نے اکیلے یتیم پوتے کو پال پوس کر بڑا کیا ہے بہت بہادر ہیں وہ۔" ماریہ باجی کا لہجہ بڑا عجیب سا تھا جیسے ان کی بہادری بیان نہ کر رہی ہوں بلکہ قسمت کی ستم ظریفی کا اعلان کر رہی ہوں۔

"یہی بات تو مجھے پریشان کر رہی ہے جس عورت نے پہلے ہی اتنے دکھ اٹھائے ہوں اس کے ساتھ اتنا بڑا دھوکا کرنا کسی طور مناسب نہیں۔"

"دھوکا تو ویسے بھی مناسب نہیں چاہے کسی کے بھی ساتھ کیا جائے مگر چھوڑیں ان باتوں کو، آپ خوشی کے موقع پر فضول باتیں مت سوچیں بلکہ یہ سوچیں عادل پہلی بار گھر آ رہا ہے اس کی خاطر مدارات کے لیے کیا انتظام کرنا ہے بلکہ اس کی دادی ہسپتال میں ایڈمٹ ہیں میں اسے فون کر کے کہتی ہوں وہ رات کا کھانا ہمارے ساتھ ہی کھا لے کوئی موقع تو نہیں ہے یہ۔ لیکن گھر میں تنہا بیٹھنے سے تو بہتر ہے ہمارے پاس آ جائے اب ہم کوئی غیر تو ہیں نہیں رشتے داری ہو گئی ہے۔" ماریہ باجی بول بول کر اماں کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہی تھیں مگر رات ہو جانے کے باوجود وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکیں۔

عادل کے آنے کے خیال سے سب ہی کام نبٹانے میں جت گئے مگر ایک محسوس کی جانے والی سوگواری سب پر طاری تھی۔

تقریباً" نو بجے کے قریب دروازے پر کھٹکا ہوا تو ساری تیاری ہونے کے باوجود گھر میں افراتفری مچ گئی۔

حوریہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر بیٹھی رہی الٹا شازیہ بھی تھوڑی ہی دیر میں کمرے میں آ کر بیٹھ گئی۔

"اف حوریہ باجی۔ عادل بھائی کی تو کیا پرسنیلٹی ہے۔ کیا لگتے ہیں وہ۔ ماریہ باجی جو کر رہی ہیں بالکل ٹھیک کر رہی ہیں اماں خوامخواہ میں دھوکا دھوکا سوچ کر ہول رہی ہیں اتنا پیسہ ہے ان کے پاس ایسا شاندار جوڑا لے کر آئے ہیں وہ، آپ کا علاج کرانا ان کے لیے کوئی مشکل کام ہی نہیں ہو گا اور ایک بار آپ ٹھیک ہو گئیں تو ہر لحاظ سے ان کے لیے ایک آئیڈیل بیوی ثابت ہوں گی۔" شازیہ دبی دبی آواز میں خوشی خوشی بول رہی تھی۔

"شازیہ کیا تمہیں انہیں دیکھ کر لگا کہ تم انہیں پہلے بھی دیکھ چکی ہو یا ان سے مل چکی ہو۔" حوریہ نے اس کی باتیں نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"ہیں، میں نے تو انہیں آج پہلی بار دیکھا ہے لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔"

"وہ کہہ رہے تھے وہ مجھ سے مل چکے ہیں بلکہ مجھ سے بات بھی کر چکے ہیں۔" حوریہ کے کہنے پر وہ اس کے اور قریب ہو گئی۔

"کب؟ کہاں؟ اور پھر تو انہیں پتا چل گیا ہو گا کہ آپ۔۔۔" شازیہ کچھ کہتے کہتے رک گئی۔

"پتا نہیں ان کی بات سے کچھ ظاہر تو نہیں ہو رہا تھا مگر ان کا کہنا ہے کہ رشتہ طے ہونے کے بعد وہ مجھ سے مل چکے ہیں۔"

"تو آپ نے پوچھا نہیں کہ وہ کہاں آپ سے ملے تھے" شازیہ کے لہجے میں حیرانی تھی۔

"انہوں نے کل ہی تو کہا تھا۔ اس سے پہلے کہ میں کچھ پوچھتی اماں ابا کے آنے سے بات کٹ گئی اب پتا نہیں آج وہ بات کریں گے یا نہیں۔"

"وہ بات کیوں نہیں کریں گے بلکہ آج تو خود آپ کو بات کرنی چاہیے ان کی دادی کی خیریت پوچھنے کے لیے اور پھر یہ جاننا تو بہت ضروری ہے کہ وہ آپ سے کب اور کہاں ملے تھے آپ تو کہیں آتی جاتی ہی نہیں ہیں اور رشتہ طے ہونے کے بعد تو آپ مشکل سے دو تین بار گھر سے نکلی ہوں گی۔" شازیہ الجھ گئی تھی اور عادل سے بات کرنے کے خیال سے حوریہ کو الجھن ہونے لگی نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس سے بات کرنے لگی تھی پتا نہیں بار بار حالات ایسے ہو جاتے تھے یا وہ خود حالات کو ڈھیل دے رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

بابا اسے ایئرپورٹ لینے نہیں آئیں گے یہ تو اسے یقین تھا مگر اس کے ہوٹل پہنچنے پر وہ وہاں بھی موجود نہیں ہوں گے یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا جانے وہ اس سے فرار حاصل کرنے کے لیے کہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکل گئے تھے خیر جہاں بھی جاتے لوٹ کر تو ہوٹل ہی آنا تھا مگر روحان اتنا تھکا ہوا تھا کہ زیادہ دیر ان کا انتظار نہیں کر سکا اور جب وہ سویا تو اتنی گہری نیند سویا کہ اگلے دن صبح اس کی آنکھ کھلی۔

ریسپشن سے پتا کرنے پر معلوم ہوا کہ صادق آفریدی اپنے کمرے میں ہی ہیں تو وہ فٹافٹ چینج کر کے ان کے پاس پہنچ گیا وہ صوفے پر بیٹھے اخبار کی سرخیاں کھنگالنے کے ساتھ ساتھ چائے سے لطف اندوز ہو رہے تھے روحان ان کے عین سامنے والے سنگل صوفے پر بیٹھ گیا کچھ دیر تو وہ انتظار کرتا رہا کہ وہ اخبار پر سے نظریں ہٹا کر اسے دیکھیں گے مگر وہ بدستور لاتعلقی کا خول چڑھائے بیٹھے رہے تو روحان کو انہیں پکارنا ہی پڑا۔

"بابا اگر آپ مجھ سے ناراض ہیں تو مجھے برا بھلا کہہ لیں لیکن اس طرح خاموش رہ کر پلیز مجھے ٹارچر مت کریں۔" اس کے لجاجت سے کہنے پر انہوں نے ایسے نظریں اٹھا کر اس کی طرف دیکھا جیسے بس نہ چل رہا ہو کہ اس کے ساتھ کیا کر ڈالیں وہ ان کے اس رویّے کا عادی نہیں تھا انہیں خود سے اتنا شاکی دیکھ کر اس کا دل کٹ گیا تھا۔

"بابا میں نے کچھ غلط نہیں کیا آپ نے جس جرم کی پاداش میں امی کو اپنی زندگی سے نکالا تھا وہ الزام کبھی بھی سچ نہیں ہو سکتا اس بات پر میرا ایمان اتنا پختہ ہے کہ مجھے کسی ثبوت کسی گواہ کی ضرورت نہیں ہے آپ نے جو ان کے ساتھ کیا وہ ظلم تھا اس کا کفارہ ادا کرنے کے لیے جو کچھ بھی میں شہزاد کے ساتھ کر رہا ہوں وہ اس تکلیف اور ذلت کے سامنے کچھ بھی نہیں جو آپ نے بغیر کسی تصدیق کے ان کا مقدر کر دی تھی۔" روحان بغیر رکے تواتر سے بولتا چلا گیا مگر بابا نے اس کی بات پر دھیان دینے کی بجائے اخبار کو دوبارہ اپنے آگے کر لیا تو روحان کا غصے سے برا حال ہو گیا وہ انہیں صفائی دینے اور منانے کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑا ہوا اور جیسے ہی اپنے کمرے میں جانے کے لیے پلٹا صادق آفریدی خاموشی کا جمود توڑتے ہوئے سپاٹ اور سرد لہجے میں بولے۔

"تم سانپ کو دودھ پلا رہے ہو دیکھ لینا ایک دن یہ سانپ تمہیں ہی ڈس لے گا۔" کسی کوڑے کی ضرب بھی اتنی کاری نہیں ہو گی جتنا یہ چند الفاظ پر مشتمل جملے کا گھاؤ گہرا تھا روحان تڑپ کر پلٹتے ہوئے زخمی نظروں سے انہیں دیکھنے لگا جن کی نظریں ابھی بھی اخبار پر مرکوز تھیں۔

"اسے گھر لا کر تم نے جتنی بڑی بےوقوفی کی تھی اس سے بھی بڑی حماقت تم نے اسے آفس لے جا کر کی ہے وہ یہاں صرف کسی انتقامی جذبے کے تحت آیا ہے اور تم اسے کروڑوں کی پراپرٹی میں حصے دار بنانے پر تلے ہوئے ہو خیر مجھے کیا بہت محبت پھوٹ رہی ہے نا اپنے بھائی کے لیے کہ چاروں طرف بس وہی وہ نظر آ رہا ہے جب کوئی ٹھوکر لگے گی تب تمہاری آنکھیں کھلیں گی۔"

صادق آفریدی اخبار میز پر پٹختے ہوئے کھڑے ہو گئے ان کے تلخ لہجے پر روحان چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا اور بغیر کچھ کہے ان کے کمرے سے نکل گیا ان کی گفتگو سے اسے تکلیف تو پہنچی تھی مگر وہ ان کی باتوں کو

آسانی سے نظرانداز نہیں کر سکا اپنے کمرے میں آ کر بھی اس کے ذہن میں ان ہی کے الفاظ گونجتے رہے کچھ دیر بعد پاکستان سے ان کے بزنس پارٹنر خواجہ صاحب کا فون آ گیا تو ان کی بات سن کر اس کا ذہن اور بھی منتشر ہو گیا۔

ان کا کہنا تھا کہ ان کی تھوڑی دیر پہلے صادق آفریدی سے بات ہوئی ہے اور جب انہوں نے صادق آفریدی کو بتایا کہ کانفرنس اتنی قریب تھی مگر روحان ٹینڈر کی ذمہ داری شہزاد کو دے کر آ گیا ہے تو صادق آفریدی بری طرح بھڑک اٹھے اور خواجہ صاحب کو بے نقط سنا دیں کہ انہوں نے ایک اناڑی اور ناتجربےکار شخص کو اتنے بڑے ٹینڈر کی ذمہ داری سونپنا کیسے منظور کر لیا روحان کے اس فیصلے پر انہیں اختلاف کرنا چاہیے تھا Falcon کمپنی کا ٹینڈر اتنا معمولی نہیں' روحان نے بابا کی طرف سے ان سے معافی مانگی اور زیادہ بات کیے بغیر فون بند کر دیا۔

صادق آفریدی نے نے جو کچھ بھی کہا تھا وہ اتنا غلط بھی نہیں تھا روحان نے شہزاد کو اپنا بھائی قبول کر کے اسے جائیداد میں اپنے برابر کا حصے دار بنا لیا تھا اگر وہ ان کے ساتھ مخلص نہیں تھا تو وہ سارے بزنس کو شدید نقصان پہنچا سکتا تھا جائیداد کی اسے قطعاً" پروا نہیں تھی وہ اسے کچھ بھی دینے کے لیے تیار تھا مگر یہ بھی سچ تھا کہ یہ سب کچھ بابا اور اس کے دادا نے بڑے امپائر کو کسی انتقام کی نذر ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا پہلے ہی وہ بابا کو بہت خفا کر چکا تھا اگر شہزاد کی شعوری کوشش سے انہیں بزنس میں نقصان پہنچا تو وہ ان سے آنکھ ملانے کے بھی قابل نہیں رہے گا حالانکہ اس کا دل شہزاد کے متعلق ایسا کچھ سوچنے کے لیے بالکل آمادہ نہیں تھا لیکن ایسے ہی کسی خدشے کا اظہار علیزہ نے بھی کیا تھا اور شہزاد کا اپنا رویہ بھی کہیں نا کہیں اس کی شخصیت کی پراسراریت کو ظاہر کر رہا تھا کہاں تو وہ یہاں آنے کے لیے تیار نہیں تھا اور کہاں اب وہ گھر کے فرد کی طرح رہ رہا تھا کہیں واقعی اس کے دل میں انتقام لینے کا کوئی خیال تو نہیں پل رہا اور اگر ایسا تھا تو یہ کوئی ایسی غیر فطری بات بھی نہیں تھی جو کچھ اس نے زندگی میں سہا تھا اسے جھیلنے کے بعد کسی کے بھی دل میں بدلہ لینے کی خواہش پیدا ہو سکتی ہے۔

روحان کا مسئلہ یہ تھا کہ وہ دو کشتیوں کا سوار تھا بابا سے ہزار اختلاف کے باوجود وہ انہیں کسی نقصان اور اذیت سے دوچار ہوتا نہیں دیکھ سکتا اور اگر شہزاد نے واقعتاً" ایسا کچھ ٹھان لیا تھا تو اسے اپنے ارادوں سے کیسے باز رکھا جا سکتا تھا اور اگر وہ اسے نہیں روک سکتا تھا تو اس کے ساتھ روحان کا رویہ کیسا ہونا چاہیے تھا۔

اسے آگے کا راستہ بالکل سجھائی نہیں دے رہا تھا اس نے آرام چیئر پر گرتے ہوئے آنکھیں موند لیں۔

☆ ☆ ☆

رات کا جانے کون سا پہر تھا جب تکیے کے نیچے رکھا جوریہ کا موبائل بجنے لگا جوریہ تقریباً" سو ہی گئی تھی مگر موبائل کی وائبریشن پر وہ ایک دم اٹھ بیٹھی شاید لاشعوری طور پر وہ اس کے فون کی منتظر تھی دراصل آج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عادل کا فون اپنے مخصوص وقت پر نہیں آیا تھا وہ حوریہ کے گھر سے گیا ہی اتنی دیر سے تھا کہ اس وقت فون کر ہی نہیں سکتا تھا ماریہ باجی وغیرہ سارے دن کی دوڑ بھاگ کے بعد ایسی تھکی تھیں کہ لیٹتے ہی سو گئی تھیں حوریہ نے اس خیال سے تیزی سے موبائل اٹھالیا کہ ان کی نیند خراب نہ ہو اپنی آواز کو ہر ممکن حد تک دھیمی رکھتے ہوئے سلام کرتی بستر پر اٹھ بیٹھی۔

"تمہاری نیند خراب کردی میں نے۔ اب تک تو سو گئی ہو گی۔" عادل نے سلام کا جواب دیتے ہوئے کہا تو حوریہ گہری سانس کھینچ کر رہ گئی جب وہ سونے لیٹی تھی تب اسے بالکل نیند نہیں آرہی تھی۔

عادل کا لایا جوڑا گھر میں سب کو بہت پسند آیا تھا اس کی تینوں بہنیں تو بہت ہی خوشی کا اظہار کر رہی تھیں جس کی وجہ سے حوریہ پر بیک وقت کئی اداسیاں چھا گئی تھیں اپنا جوڑا وہ دیکھ نہیں سکتی تھی ماریہ باجی وغیرہ کے بیان کے مطابق وہ اگر ذہن میں کوئی نقشہ بنانے کی کوشش بھی کرتی تو اس میں کامیاب نہیں ہو پاتی اسے یہی نہیں پتا تھا کہ میرون رنگ کیسا ہوتا ہے تو اس پر بنے گولڈن سلمے اور کندن کے کام کی تفصیل کیا سمجھتی' ایک تو وہ پہلے ہی اماں ابا کے پریشان ہونے کی وجہ سے اداس تھی اس پر دو دن بعد نکاح طے ہو جانے پر اس کا دل جیسے مسلسل ایک دھڑکے کا شکار ہو گیا تھا۔

جانے کیا ہونے والا تھا اپنے وسوسوں کا ذکر اس نے ماریہ باجی کے سامنے کیا تو وہ حسب عادت اپنی اسی خیالی دنیا کی کہانیاں لے بیٹھیں جن سے وہ متفق تو کیا ہوتی البتہ اس کے چڑنے پر اچھی خاصی بحث ضرور چھڑ گئی جس کے نتیجے میں حوریہ نے روہانسی ہو کر تکیے میں منہ چھپالیا اگر اماں ابا کے اٹھ جانے کا ڈر نہ ہوتا تو وہ ان تینوں کی تصوراتی باتوں پر دل کھول کر تنقید کرتی لیکن اماں ابا کے ڈر سے اس نے بحث سمیٹ دی مگر بستر پر لیٹ کر بھی اس کے اوہام اس کے اعصاب جھنجھوڑتے رہے ایسے میں جانے کب اس پر نیند مہربان ہو گئی مگر سونے کے بعد بھی اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کا ذہن جاگ رہا ہے اسی لیے عادل کے کہنے پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا وہ اسے کیا جواب دے مگر دوسری طرف عادل نے اس کی خاموشی محسوس ہی نہیں کی تبھی معمول کے مطابق کہنے لگا۔

"مجھے تو نیند ہی نہیں آرہی حالانکہ اب تو دادی اماں کی طبیعت کافی بہتر ہے مگر وہ ابھی تک گھر نہیں آئی ہیں ویسے تو وہ اپنے کمرے میں ایک بستر پر لیٹی رہتی ہیں مگر ان کے جانے سے گھر ایسا خالی لگ رہا ہے کہ

عادل نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا حوریہ اپنی پریشانی میں انہیں تو بھول ہی گئی تھی عادل کا فون ریسیو کرتے وقت وہ یہی سوچ رہی تھی کہ فوراً فون بند کردے گی مگر اب عادل کی بات سن کر وہ چونکتے ہوئے ان کی خیریت پوچھنے لگی جس کے جواب میں عادل نے وہی تفصیل بتادی جو وہ پہلے ہی شازیہ سے سن چکی تھی

عادل آج اپنی عادت اور مزاج کے برعکس کافی سنجیدہ بلکہ کسی حد تک اداس لگ رہا تھا حوریہ چاہتے ہوئے بھی فون بند نہیں کر سکی اس کی گفتگو ہی ایسی ہوتی کہ حوریہ اتنی محو ہو جاتی کہ اسے اپنے اردگرد کا ہوش نہ رہتا حالانکہ اس کا فون آنے سے پہلے وہ مصمم ارادہ کر لیتی کہ اب فون آئے گا تو کوئی بہانہ کر کے

بات کیے بغیر فون بند کردے گی مگر اس وقت بھی وہ اپنے ارادوں کو بھول بھال پوری طرح اس کی طرف متوجہ تھی جو بڑے ٹھہرے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

"آج تمہارے گھر آکر مجھے بہت اچھا لگا تمہارے اماں ابا سے میں پہلے بھی ملا تھا مگر اس وقت وہ لوگ مجھے دیکھنے آئے تھے بالکل فارمل سے تھے جبکہ آج وہ مجھے گھر کے فرد کی طرح ٹریٹ کر رہے تھے تھوڑی دیر کے لیے تو مجھے واقعی ایسا لگا جیسے میں اپنے والدین کے پاس بیٹھا ہوں اپنے ہی گھر میں۔

اپنے ماں' باپ کی تو مجھے شکل بھی یاد نہیں بہت چھوٹا تھا میں جب ان کا انتقال ہو گیا تھا مجھے تو پتا ہی نہیں ماں باپ کے زیر سایہ پروان چڑھنا کیسا لگتا ہے گھر میں ماں' باپ کی موجودگی' ان کا لاڈ پیار ان کا روکنا' ٹوکنا میں نے تو یہ سب بس قصے کہانیوں میں پڑھا ہے لیکن آج تمہارے گھر آکر مجھے لگا میں بھی کسی کہانی کا حصہ ہوں کسی ڈرامے کا کیریکٹر' جس کے پاس سارے رشتے ہوتے ہیں آکمپلیٹ فیملی۔

مجھے اپنی خوش قسمتی پر یقین ہی نہیں آرہا تھا۔" حوریہ پہلے ہی بہت اداس تھی عادل کی گفتگو سن کر اس کا دل بھر آیا وہ چاہتے ہوئے بھی اسے تسلی کا ایک لفظ نہ کہہ سکی اندر ہی اندر کوئی اسے مسلسل ملامت کر رہا تھا اپنے والدین کے ساتھ ساتھ اسے اپنا آپ بھی اس کا مجرم لگ رہا تھا اگر وہ واقعی اس کے اماں ابا کا بیٹا ہوتا اور کوئی دوسرا ان کے ساتھ وہ کرتا جو وہ اس کے ساتھ کر رہے تھے تو انہیں کیسا لگتا۔

یہ صرف ایک سوال نہیں تھا بلکہ ایک ایسی تیز دھار تلوار تھا جو حوریہ کو کئی ٹکڑوں میں تقسیم کر گیا تھا مگر وہ اس کے احساسات سے بے خبر خود کلامی کے انداز میں کہتا رہا۔

"میں جب سے تمہارے گھر سے آیا ہوں تمہارے گھر اور فیملی کے بارے میں ہی سوچ رہا ہوں میں سوچ رہا تھا کل کو جب تمہاری ساری بہنوں کی شادیاں ہو جائیں گی تو تمہارے اماں ابا اکیلے کیسے رہیں گے کیوں نہ ہم انہیں اپنے پاس رکھ لیں۔ ویسے تو ہم سب ابھی بھی ساتھ رہ سکتے ہیں لیکن میرے خیال سے ابا مانیں گے نہیں حالانکہ ان کی صحت کافی خراب ہے ساری ذمہ داری ایک طرح سے بس ماریہ باجی کے کندھوں پر ہے گھر میں کوئی مرد نہیں ہے نا اس لیے ان پر بوجھ بہت زیادہ ہے ہر چھوٹے سے چھوٹے کام کا دھیان انہیں ہی رکھنا پڑتا ہے شاید یہی سب سوچ سوچ کر ابا کی طبیعت سنبھل نہیں رہی ویسے میں نے اپنی طرف سے انہیں اطمینان دلانے کی پوری کوشش کی ہے کہ اب وہ اپنی بیٹیوں کی طرف سے بالکل بے فکر ہو جائیں کیونکہ ان کی فکر کرنے کے لیے ان کا بھائی آگیا ہے۔" حوریہ کی آنکھیں چھلک پڑیں مگر اس نے لبوں سے ایک سسکی نہیں نکلنے دی وہ عادل پر کچھ بھی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی مگر جانے کیسے اسے خود ہی خبر ہو گئی جو وہ ٹھٹک کر پوچھنے لگا۔

"حوریہ تم رو رہی ہو۔" حوریہ اس کے سوال پر حیران رہ گئی اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی عادل اپنا لہجہ ہشاش بناتے ہوئے بولا۔

"یار ایک تو تم روتی بہت ہو' ہر بات پر تمہارے آنسو چھلک پڑتے ہیں میں نے کوئی بات شروع کی نہیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور ندیاں بہنی شروع ہو گئیں۔" عادل کو لگا تھا وہ اس کی باتیں سن کر افسردہ ہو گئی ہے تبھی وہ موضوع بدلتے ہوئے کہنے لگا۔

"اچھا یہ بتاؤ میرا لایا ہوا جوڑا کیسا لگا تم نے پہن کر دکھایا نہیں۔ دادی نے اس کے ساتھ کی میچنگ جیولری بھی بھجوائی ہے بس جوتے نہیں لیے تھے اس کے لیے پیسے دے دیے ہیں وہ تم کل ہی جا کر خرید لینا فرائیڈے کو ہماری شادی ہے بالکل وقت نہیں ہے کچھ آنسو رخصتی کے لیے بھی بچالو۔" حوریہ جلدی جلدی اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے سنبھل کر کہنے لگی۔

"جو..... جوڑا اور جیولری سب بہت اچھی ہے ابھی پہن کر نہیں دیکھا وہ دراصل....." اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے ماریہ باجی نے تو بہت اصرار کیا تھا جوڑا اور زیورات پہن کر دیکھنے کو مگر اس نے انہیں بری طرح جھڑک دیا ان کے تسلیاں دینے کے انداز پر حوریہ بھڑک اٹھی تھی اپنے طور پر ماریہ باجی نے پوری پلاننگ کر لی تھی ان کا کہنا تھا شادی میں پورے وقت وہ اس کے ساتھ رہیں گی اور رخصتی کے وقت بھی وہ اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھ کر جائیں گی ان کا کہنا تھا کچھ گھرانوں میں یہ رواج ہوتا ہے کہ دلہن کے ساتھ اس کے گھر کا کوئی فرد جاتا ہے تو ہم کہیں گے ہمارے گھر میں بھی یہی رواج ہے جس پر انہیں قطعاً "کوئی اعتراض نہیں ہوگا اور یہ گارنٹی انہوں نے لے لی تھی کہ وہاں چاہے جتنی بھی رسمیں ہوں حوریہ کی معذوری کو کوئی نہیں بھانپ سکے گا ہاں کمرے میں جانے کے بعد کی ذمہ داری انہوں نے حوریہ پر ڈال دی تھی ان کا کہنا تھا اس وقت صورت حال کو سنبھالنا حوریہ کی سمجھ داری پر منحصر ہے باقی ان سب کی دعائیں تو حوریہ کے ساتھ تھیں۔

یہ سب سن کر حوریہ کا غصے سے برا حال ہو گیا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا کہ اس بچکانہ منصوبے پر کسی کو مار دے یا خود مر جائے۔

اس کا کہنا تھا وہ جیسے ہی دلہن بن کر عادل کے رشتہ داروں کے سامنے آئے گی کسی نہ کسی کو شک ضرور ہو جائے گا اور اگر ایک بار کسی کو شک ہو گیا تو پھر ساری احتیاط دھری کی دھری رہ جائے گی اس وقت وہاں کی خواتین اسے ہاتھ پکڑ کر کھڑا کر دیں گی کہ تمہارے ساتھ مسئلہ کیا ہے جو تم سر اٹھا کر کسی سے بھی آنکھ ملا کر بات نہیں کر رہیں سلامی میں دیے گئے لفافوں کو تمہارے بجائے تمہاری بہن کیوں وصول کر رہی ہے تم ہاتھ بڑھا کر لفافہ کیوں نہیں لے سکتیں۔

اسے دلہن بن کر بیٹھنا ہی اس قدر مشکل امر لگ رہا تھا کجا کہ رخصتی کے وقت اپنی جگہ سے اٹھ کر گاڑی تک جانا اور پھر گھر پہنچ کر ساری رسموں سے گزرنا اور پھر اتنی ساری آزمائشوں سے گزرنے کے بعد بھی یہ خطرہ جوں کا توں سر پر سوار رہے گا کہ عادل کو جیسے ہی اپنے ساتھ ہوئے دھوکے کا پتا چلے گا وہ ایک ہنگامہ کھڑا کر دے گا مگر ماریہ باجی تو کچھ سننے کے لیے ہی تیار نہیں تھیں اور ان کی باتیں سن سن کر عالیہ اور شازیہ کا بھی برین واش ہو گیا تھا۔

بینائی اس کے پاس نہیں تھی مگر نظر آتا ان تینوں کو بند ہو گیا تھا جو کچھ شعور کی آنکھ سے وہ دیکھ سکتی تھی وہ سب اس کی محبت میں اندھے ہو کر وہ لوگ دیکھنے سے قاصر تھے یہاں تک کہ اس کے اماں ابا بھی دل ہی دل میں پریشان ہونے کے باوجود جانے کون سی آس لگائے خود کو بے وقوف بنانے کی کوشش کر رہے تھے جبکہ اب حوریہ صرف نتائج کی طرف سے فکر مند نہیں تھی بلکہ جب سے وہ عادل سے بات کرنے لگی تھی اس کا ضمیر اسے مسلسل کچوکے لگانے لگا تھا جس بات کو وہ پہلے ہی مناسب نہیں سمجھتی تھی اب بالکل ہی ناجائز لگنے لگی تھی خاص طور پر اس سے ہم کلام ہوتے وقت اس کے دل و دماغ میں ایک جنگ چھڑ جاتی تھی اس کے اندر جیسے کوئی چلانے لگتا۔

"اسے سب بتادو ابھی بتادو، سب کہہ دو، کچھ مت چھپاؤ۔"

وہ بات اس سے کر رہی ہوتی مگر اس کا ذہن اس کے ضمیر کے سامنے جوابدہ ہو جاتا اس وقت بھی وہ بڑی بے دھیانی سے اس کی بات سن رہی تھی مگر اس کے آخری جملے پر چونک اٹھی جو کہہ رہا تھا۔

"تم نے ابھی تک جوڑا پہن کر ہی نہیں دیکھا تم تو واقعی بالکل آدم بے زار ہو کسی چیز میں دلچسپی نہیں ہے تمہیں، اب تک تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں نے تمہیں کہاں دیکھا تھا یا کب دیکھا تھا اور اب جوڑے سے بھی لاتعلق بنی بیٹھی ہو۔"

"ہاں آپ نے بتایا ہی نہیں آپ مجھ سے کب اور کہاں ملے تھے۔" حوریہ نے چونکتے ہوئے فوراً پوچھا۔

"کیا فائدہ بتانے کا جب میں اتنا غیر اہم ہوں کہ کسی کو یاد ہی نہیں کہ وہ مجھ سے کب ملا تھا یا کم از کم بتانے پر ہی یاد آجائے کہ ہاں ایک دن ایسا حسین اتفاق ہوا تو تھا تو پھر میں خود سے اس بھولے بسرے واقعے کی یاد تازہ کیوں کروں۔" عادل نے مصنوعی سرد آہ بھری حوریہ کو واقعی الجھن ہونے لگی تھی آخر کب اور کیسے ہوا تھا یہ "حسین اتفاق" وہ تو گھر سے بھی سخت ضرورت کے تحت نکلتی تھی۔ آخر عادل نے خود ہی کہنا شروع کیا۔

"اچھا چلو کوئی بات نہیں جو واقعہ میرے لیے اہم اور یادگار تھی وہ حادثہ تمہارے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا تھا اس لیے میں خود ہی بتا دیتا ہوں تمہیں یاد ہوگا آج سے کچھ دن پہلے تمہارے ابا کسی کام سے باہر گئے ہوئے تھے اس دن ان کی طبیعت بھی ٹھیک نہیں تھی اور انہیں نکلے ہوئے بھی کافی دیر ہو گئی تھی اس لیے جب کوئی دوپہر کے دو بجے کے قریب جب میں تمہارے گھر آیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو تم نے دروازہ کھولتے ہی بگڑنا شروع کر دیا تھا۔

ابا کہاں رہ گئے تھے آپ میں کتنی پریشان ہو گئی تھی اماں بھی شازیہ کے اسکول سے ابھی تک واپس نہیں آئیں میرا تو رو رو کر برا حال ہو گیا۔

تم اپنے آپ میں مگن نان اسٹاپ بول رہی تھیں تم نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ تمہارے سامنے کون کھڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اتنی بوکھلائی ہوئی ہیں تم کہ مجھے تمہیں ٹوکنا پڑا تھا۔"

"کیا میں آپ کو شکل سے آپ کا ابا نظر آ رہا ہوں۔

میری بات سنتے ہی جانے تمہیں کیا ہوا کہ تم نے دھڑ سے دروازہ بند کر دیا پھر میں نے بہت بار دستک دی مگر تم نے دروازہ کھولا ہی نہیں۔ اتنا اندازہ تو مجھے ہو گیا تھا کہ تم گھر پر اکیلی ہو ماریہ باجی کا آفس ٹائم اس وقت ختم نہیں ہوا تھا اماں ابا اور شازیہ تمہاری اطلاع کے مطابق گھر پر نہیں تھے عالیہ باجی بھی شام تک یونیورسٹی سے آتی تھیں مگر ایسی بھی کیا احتیاط کہ انسان بند دروازے سے بھی کسی کی پکار کا جواب نہ دے میرے دو بار ناک کرنے پر بھی تم نے کوئی رسپانس نہیں دیا تو آخر مجھے واپس لوٹنا پڑا۔

دراصل دادی نے بتایا تھا تمہارے ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے انہوں نے تمہارے ابا کے لیے کچھ دعائیں اور گھر میں رکھا آبِ زم زم مجھے دیا تھا کہ میں آفس میں ماریہ کو دے دوں مگر اس دن میں آفس سے جلدی نکل گیا۔ جب گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر تھیلا رکھا دیکھا تو مجھے یاد آیا کہ میں ماریہ باجی کو آبِ زم زم دینا ہی بھول گیا تب میں نے سوچا تمہارا گھر راستے میں ہی تو پڑے گا کیوں نہ گھر پر ہی دے دوں اور ان کی عیادت بھی کر لوں مگر وہ کہتے ہیں نا۔

بڑے بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

چنانچہ میں نے بھی شرمندگی کے مارے کسی سے ذکر ہی نہیں کیا کہ میں تمہارے گھر گیا تھا اور اگلے دن وہ تھیلا ماریہ باجی کے ہاتھ میں دے دیا۔" عادل بظاہر بڑے درد بھرے انداز میں کہہ رہا تھا مگر اس کے لہجے میں چھپی شوخی صاف محسوس کی جا سکتی تھی حوریہ کا تو پورا جسم سن ہو گیا تھا وہ جو کہہ رہا تھا وہ کوئی زیادہ پرانی بات نہیں تھی جو اسے یاد نہ آتی۔

اس دن واقعی وہ گھر میں اکیلی تھی ابا کی طبیعت ٹھیک نہیں تھی پھر بھی وہ کسی کام سے باہر نکل گئے تھے اتنی کمزوری کی حالت میں وہ ان کے گھر سے نکلنے کے بالکل حق میں نہیں تھی مگر اماں گھر پر نہیں تھیں اور ابا اس کی سنتے نہیں تھے وہ تو چلے گئے اور اس کی جان سولی پر اٹک گئی اور جب انہیں معمول سے بھی زیادہ دیر ہو گئی تب حوریہ کا بس نہیں چل رہا تھا کہ برابر والوں کے گھر جا کر انہیں مطلع کر دے اور ابا کو ڈھونڈنے کے لیے کسی کو بھیج دے اماں بھی واپس آنے کے بعد اسی پر چلانے والی تھیں کہ اس نے انہیں جانے کیوں دیا اور ابا کی فطرت سے واقف ہونے کے باوجود وہ اس کی کوئی تاویل قبول نہ کرتیں اسی لیے جب دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے اپنی سوچوں میں گم نا صرف بغیر پوچھے دروازہ کھول دیا بلکہ بگڑنا بھی شروع کر دیا مگر جیسے ہی اس کی سماعتوں سے اجنبی آواز ٹکرائی اس نے فوراً "دروازہ بند کر کے لاک کیا اور اپنے کمرے میں جا کر بیٹھ گئی۔

اماں عموماً "اسے گھر میں اکیلا نہیں چھوڑتی تھیں اور دروازہ کھولنے کے لیے تو اسے سختی سے منع کیا ہوا تھا اور اس وقت گھر میں بالکل اکیلے ہونے کے باعث وہ ایک انجان آواز سن کر خوفزدہ ہو گئی تھی وہ

شخص تو کچھ دیر دروازہ بجا کر چلا گیا مگر حوریہ یہ سوچ کر کافی دیر تک پریشان رہی کہ اگر اس کی اس درجہ غیر ذمہ داری کا علم گھر میں کسی کو ہو جاتا یا اماں ابا میں سے کوئی اس وقت اچانک آجاتا اور دیکھ لیتا تو وہ اس کا حشر بگاڑ دیتے۔

اپنی پریشانی میں اسے خیال بھی نہیں آیا کہ آنے والے سے آواز دے کر اس کے آنے کا سبب ہی پوچھ لے بلکہ اس کے جانے کے بعد بھی اس نے یہ نہیں سوچا کہ جانے کون تھا اور کیوں آیا تھا بلکہ اس نے تو سکون کا سانس لیا تھا۔

یہ واقعہ اس کے ذہن سے واقعی محو ہو گیا تھا مگر اب عادل کے منہ سے سن کر اس کا دماغ ماؤف ہو گیا عادل نے اسے اتنے قریب سے اتنے بے ساختہ انداز میں دیکھا تھا مگر پھر بھی اسے شک تک نہیں گزرا کہ اس کے سامنے کھڑی لڑکی اس سے مخاطب ہے مگر اس کی نظریں کسی غیر مرئی نکتہ پر مرکوز ہیں شاید اس کی وجہ حوریہ کا بے تحاشا گھبرایا ہوا انداز ہو اول تو وہ دروازہ کھولتے ہی شروع ہو گئی تھی اتنی دیر میں مقابل اس اچانک پڑنے والی افتاد پر سنبھل بھی نہیں پایا تھا تو سوچنے اور غور کرنے کے کیا قابل ہوتا بعد میں اس کے پوچھتے ہی حوریہ نے دروازہ بند کر کے مقابل کو کچھ بھی غور کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑا اگر اس نے کچھ سوچا ہو گا تو اسے یہی لگا ہو گا کہ وہ اتنی گھبرائی ہوئی تھی کہ بغیر دیکھے شروع ہو گئی اور واقعی عادل یہی کہہ رہا تھا۔

"تم تو چیخ چلا کر چلی گئیں اور میرا چین اور سکون سب لٹ گیا ایک بیمار کی عیادت کرنے آیا تھا اور خود دل کے عارضے کا شکار ہو گیا جس مووی میں دادی جان نے تمہیں دیکھ کر پسند کیا تھا اس میں تو تم کچھ بھی نہیں لگ رہی تھیں جبکہ لان کے سادہ سے سوٹ میں تم اتنا غضب ڈھا رہی تھیں کہ مجھے اتنا بھی ہوش نہیں رہا کہ دروازہ بند ہو جانے کے باوجود چلا کر اپنا تعارف ہی کرا دوں اس مووی میں تم نے سر پر ڈوپٹہ اوڑھ رکھا تھا جبکہ اس دن تمہارے بکھرے بالوں کی الجھی الجھی سی چوٹی آگے پڑی تھی میں تو بس یہی سوچتا رہ گیا کہ جب تم ان بالوں کو کھولتی ہو گی تو گھٹا چھا جاتی ہو گی اور تمہارے ہاتھوں کی انگلیاں......"

"وہ میں نہیں تھی آپ نے شاید عالیہ باجی کو دیکھا ہو گا۔" حوریہ میں سننے کی تاب نہیں رہی تو محض اسے چپ کرانے کے لیے وہ تیزی سے بولی مگر اس کا جھینپا ہوا انداز بھلا عادل سے کیسے پوشیدہ رہتا وہ قہقہہ مار کر ہنسا اور برجستہ بولا۔

"اس وقت تک میں نے عالیہ باجی کو نہیں دیکھا تھا پھر بھی مجھے یقین تھا کہ دروازہ کھولنے والی کسی حد تک بے وقوف اور بزدل سی یہ لڑکی حوریہ کے سوائے اور ہو ہی نہیں سکتی پھر بھی میں نے تصدیق کرنے کے لیے اگلے دن ماریہ باجی سے تم سب کے معمولات کی تفصیل پوچھی تو انہوں نے یہی بتایا اس وقت عالیہ اور شازیہ دونوں اپنے اپنے اسکول' کالج میں ہوتی ہیں یہ سن کر میری روح تک سرشار ہو گئی اگر تمہارے اماں' ابا سے ٹکراؤ ہو جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو میں ایسا "حسین اتفاق" دوبارہ کریٹ کرنے کی کوشش ضرور کرتا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عادل اپنی بات مکمل کر کے ایک بار پھر ہنس دیا اس نے جس اداس کیفیت کے دوران حوریہ کو فون کیا تھا اس سے بات کر کے عادل اس اداسی سے مکمل طور پر باہر آ گیا تھا یہ بات حوریہ نے محسوس کی تو بجائے خوش ہونے کے وہ مزید آزردہ ہو گئی کیا فائدہ تھا ایسی خوشی کا جو بہت جلد شدید غم میں تبدیل ہونے والی تھی۔

"اچھا یہ بتاؤ میں تمہیں کیسا لگا؟"

"کیا مطلب۔" حوریہ واقعی اس کی بات نہیں سمجھی تھی۔

"بھئی اب تک تو تمہیں یاد ہی نہیں تھا کہ تم نے مجھے کہاں دیکھا تھا مگر اب تو میں نے ملاقات کا پورا خلاصہ بتا دیا اب تو تم یاد کر کے بتا سکتی ہو کہ تمہارے گھر پر آیا وہ شخص جسے تم نے پانی تک کے لیے نہیں پوچھا اور جس کے منہ پر دروازہ مار دیا وہ کیسا تھا اور اس کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔"

حوریہ چند ثانیوں کے لیے پتھرا گئی تھی انسان جن حالات میں رہتا ہے اس کا عادی ہو جاتا ہے مگر حوریہ کو ہر بار نئے سرے سے اپنی معذوری پر اذیت پہنچتی تھی اس نے زندگی میں سوائے ایک کالے پردے کے اور کچھ نہیں دیکھا تھا مگر پھر بھی وہ اس منظر کی عادی ہونے کی بجائے اس سے مزید خار کھانے لگی تھی اندھا کیا چاہے دو آنکھیں اور اس وقت تو واقعی اس کے دل میں شدت سے خواہش ابھری تھی کہ کاش وہ بھی دیکھ سکتی اور کچھ نہ سہی تب بھی کم از کم ایک بار اسے تو دیکھ پاتی۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے جناب کیا میرے خیالوں میں اتنا کھو گئی ہو یا میری تعریف کے لیے الفاظ نہیں مل رہے۔" اس نے شرارت سے پوچھا۔

"میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں۔" اس نے نہایت سپاٹ انداز میں پوری سچائی سے کہا۔

"اب میں اتنا بے وقوف تو نہیں کہ اتنے بڑے جھوٹ پر یقین کر لوں ایک شخص تم سے دو ڈھائی فٹ کے فاصلے پر کھڑا ہو اور تم اسے دیکھ نہ سکو ایسا کیسے ہو سکتا ہے؟" عادل اس کی بات کو مذاق سمجھ کر ہنس رہا تھا اور وہ قسمت کے کیے مذاق پر رو بھی نہیں پا رہی تھی اسی لیے چپ چاپ اسے سنتی رہی جو انجانے میں اسے اتنے بڑے بڑے گھاؤ لگا رہا تھا کہ وہ شکوہ بھی نہیں کر سکتی تھی۔

"اگر میں تمہیں پسند نہیں آیا تو تم کھل کر میری برائی کر سکتی ہو سچ سننے کی ہمت ہے مجھ میں۔" عادل اسے بولنے پر اکسا رہا تھا مگر کچھ دیر میں اس کی خاموشی کو محسوس کرتا وہ خود بھی سنجیدہ ہو گیا۔

"کیا بات ہے کوئی پریشانی ہے کیا۔"

"ہاں۔۔۔ نہیں مطلب پتا نہیں۔ بس بہت ڈر لگ رہا ہے۔" حوریہ نے ٹالتے ہوئے کہا تو دوسری طرف تھوڑی دیر کے لیے خاموشی چھا گئی اس نے شاید حوریہ کی پریشانی کو اتنا سیریس نہیں لیا تھا شادی اتنی قریب تھی گھر یار ماں، باپ، بہنیں سب کو چھوڑ کر اسے ایک نئی زندگی شروع کرنی تھی تھوڑی بہت گھبراہٹ اور ڈر تو فطری تھا اسی لیے وہ اس گہرائی میں نہیں گیا کہ حوریہ کو کس چیز سے ڈر لگ رہا ہے بلکہ

موضوع کو غیر محسوس طور پر بدلتے ہوئے اپنے زمانہ تعلیم کی طرف لے گیا وہ صرف اس کا دھیان بٹانے کی کوشش کر رہا تھا اور اس جدوجہد میں اس نے اپنے اور اپنے دوستوں کے کتنے ہی قصے سنا ڈالے کہ حوریہ واقعی کچھ دیر کے لیے اپنے ذہنی خلفشار سے باہر نکل آئی بلکہ کچھ موقعوں پر اس نے بڑی مشکل سے اپنی ہنسی روکی تھی کہ کہیں وہ تینوں اٹھ نہ جائیں وہ بھی قصے سناتے سناتے جانے کہاں سے کہاں نکل گیا تھا کہ فجر کے قریب اس نے یہ کہہ کر فون بند کیا تھا کہ سب اٹھنے والے ہوں گے حوریہ بری طرح چونک گئی تھی یہ جان کر کہ اتنا وقت گزر گیا اور اسے خبر ہی نہیں ہوئی وہ اسے جلدی سے اللہ حافظ کہہ کر بستر پر لیٹ کر ہی اذان ہونے کا انتظار کرنے لگی۔

پوری رات جاگنے کے باوجود اسے بالکل نیند نہیں آ رہی تھی وہ اس کی کہی باتوں کو ہی سوچتی رہی اس نے اپنے مختلف ٹورز پر جانے کے قصے سناتے ہوئے یہ بھی کہا تھا کہ شادی کے بعد وہ اسے ساری دنیا دکھائے گا ایسی ایسی خوب صورت جگہیں ہیں کہ جنہیں دیکھ کر لگتا ہے جنت یہیں آباد ہے مگر جنت تک رسائی فی الحال ممکن نہیں تھی کیونکہ دادی جان کی طبیعت بہت خراب تھی اور وہ انہیں اس حال میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتا تھا جس کی معافی بھی اس نے پیشگی طور پر مانگ لی تھی اور حوریہ کے دل پر موجود بوجھ دوگنا ہو گیا تھا۔

وہ کتنا پر امید تھا کہ حوریہ کے آنے سے گھر میں رونق ہو جائے گی دادی کی طبیعت بھی سنبھل جائے گی مگر وہ تو اس قابل بھی نہیں تھی کہ گھاؤ دینے کے بعد اس پر مرہم بھی رکھ سکے اگر عادل نے شادی سے پہلے اسے فون کر کے اس سے رابطہ نہ کیا ہوتا تو شاید اس کا احساس جرم اتنا شدید نہ ہوتا مگر اب اتنے دنوں سے اس سے مسلسل رابطے میں رہنے کے بعد اسے عادل کو اس طرح اندھیرے میں رکھنا مزید ظلم لگ رہا تھا۔ کتنی بار اس کے دل میں خیال آیا کہ عادل کو سب بتا دے مگر اپنی سوچ کو وہ عملی جامہ نہ پہنا سکی اس وقت بھی اس کے دل و دماغ میں "سب بتا دو" کی تکرار ہو رہی تھی صرف آج کا دن بیچ میں تھا کل عصر کے بعد اس کا نکاح اور رخصتی ہونے والی تھی جتنا وہ اس لمحے کے بارے میں سوچ رہی تھی اتنی اس کی گھبراہٹ دوچند ہو رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

روحان کے لندن جانے کے بعد شہزاد کو آفس میں کوئی خاص مشکل نہیں ہوئی اسے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوتی تھی کہ صادق آفریدی کا تقریباً سارا اسٹاف بڑا محنتی اور ایماندار ہے مالکان کی غیر موجودگی میں بھی ان کی پھرتی میں کوئی خاص کمی نہیں آئی تھی یا تو واقعی انہوں نے شہزاد کو مالک مانتے ہوئے اس کا لحاظ کر لیا تھا یا وہ فطرتاً ہی ایسے تھے جو بھی تھا ان کے سپورٹ کی وجہ سے شہزاد نے بڑی آسانی سے بالکل صحیح وقت پر Falcon کمپنی کا ٹینڈر جمع کرا دیا اس کا رزلٹ دو دن بعد اناؤنس ہونا تھا پورے آفس کو تو ٹینڈر میں موجود اعداد و شمار کا علم نہیں تھا لیکن سب کے سب بہت پر یقین تھے کہ ٹینڈر ان ہی کی کمپنی کو ملے گا۔

شہزاد کو شہر میں موجود دوسرے کامپیٹیٹر کا علم تھا نہ ان کی کارکردگی کی کوئی معلومات لہٰذا وہ رزلٹ کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

متعلق کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا اس لیے اس نے اپنی رائے کا بھی اظہار نہیں کیا تھا ویسے بھی وہ اسٹاف سے زیادہ بے تکلف نہیں تھا لوگوں سے جلد بے تکلف ہو جانا اس کی فطرت میں نہیں تھا آفس میں لنچ ٹائم ہونے پر وہ کینٹین سے کچھ منگوانے کی بجائے اسی روڈ پر بنے ایک ریسٹورینٹ چلا آیا تھا ابھی وہ کھانا آرڈر کر کے اس کا انتظار کر ہی رہا تھا کہ ایک لڑکی اس کی میز کے نزدیک چلی آئی۔

"کیا میں یہاں بیٹھ سکتی ہوں۔" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا ڈارک بلو کلر کے شلوار قمیض کے سوٹ میں اسٹیپ میں کٹے بالوں میں دھوپ کا چشمہ اٹکائے وہ ایک کافی پرکشش لڑکی تھی اس کے پوچھنے پر شہزاد نے چاروں طرف بچھی بے شمار کرسیوں پر نظر ڈالتے ہوئے قدرے حیرانی سے کہا۔

"ساری کرسیاں خالی پڑی ہیں آپ کہیں بھی بیٹھ سکتی ہیں۔"

"بیٹھ تو سکتی ہوں لیکن میں یہیں بیٹھنا چاہتی ہوں۔" اس نے شہزاد کی نظروں کے تعاقب میں ریسٹورینٹ پر نظر ڈالی جہاں کافی لوگوں کی موجودگی کے باوجود کئی ٹیبلز خالی تھیں۔

"کیوں؟ میں تو آپ کو جانتا بھی نہیں۔" شہزاد بے اختیار بولا۔

"لیکن میں تو آپ کو جانتی ہوں نا آپ کا نام شہزاد ہے آپ آفریدی گروپ آف کمپنیز میں کام کرتے ہیں آپ کا آفس سامنے والی بلڈنگ کے آٹھویں فلور پر واقع ہے اور آپ دوپہر کا لنچ کرنے اسی ریسٹورینٹ میں آتے ہیں اور زیادہ تر چکن بریانی کا ہی آرڈر دیتے ہیں۔"

وہ مسکراتے ہوئے بڑے شائستہ لہجے میں بول رہی تھی شہزاد حقیقتاً" حیران رہ گیا تھا اس کی معلومات سن کر وہ جو کچھ بھی بتا رہی تھی وہ سب معلوم کرنا کوئی ایسا مشکل امر نہیں تھا مگر سوال یہ تھا کہ اس لڑکی کو یہ سب پتا کرنے کی ضرورت کیا تھی شہزاد اس پر اپنی حیرت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لیے فوری طور پر اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ کیا کہے اور اسے خاموش دیکھ کر وہ اس کی رضامندی حاصل کیے بغیر کرسی گھسیٹ کر اس کے عین سامنے بیٹھ گئی بلکہ کندھے پر لٹکایا کالا بیگ بھی اتار کر میز پر رکھ دیا جیسے بڑی لمبی نشست کا ارادہ ہو۔

"جب اپنی ہی مرضی چلانی تھی تو پوچھا کیوں تھا؟" شہزاد کو اس کی یہ بے تکلفی پسند نہیں آئی اس لیے قدرے خشک لہجے میں بولا اور اس کی اس صاف گوئی پر وہ کچھ خجل ہو کر ہنس دی مگر گلے ہی پل بڑے اعتماد سے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولی۔

"مجھے لگا تھا کہ میرے پوچھنے پر آپ انکار نہیں کر سکیں گے مگر شاید آپ کو پتا نہیں کہ بل میں خود پے کرتی ہوں آپ ایک بریانی کی پلیٹ بھی مجھے آفر نہیں کر سکتے۔" اس نے کہا۔

"آپ کا اندازہ بالکل درست ہے آپ خود ہی بل پے کریں اور خود ہی کھائیں میں جا رہا ہوں۔" اس لڑکی کی شکل اور حلیہ تو کافی بہتر تھے مگر اس کی گفتگو اس کے ہلکے کردار کی بھرپور عکاسی کر رہی تھی شہزاد کو ایسی لڑکی سے بات تک کرنا گوارا نہیں تھا وہ کہنے کے ساتھ ہی اٹھ کھڑا ہوا تھا جسے دیکھ کر اس لڑکی کے

چہرے پر حیرانی پھیل گئی اس سے پہلے کہ شہزاد واقعی یہاں سے چلا جاتا وہ بھی اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"مسٹر شہزاد میں آپ سے ڈیل کرنا چاہتی ہوں اگر آپ میری بات سکون سے سن لیں تو۔۔۔ میرا نام روشی ہے میں حسن اینڈ سنز میں چیف ایگزیکٹو کی جاب کرتی ہوں حسن اینڈ سن کو تو آپ جانتے ہی ہوں گے بہت مشہور فرم ہے۔" وہ رک کر اس کی طرف ایسے دیکھنے لگی جیسے اس کے اقرار میں جواب دینے کا یقین ہو شہزاد نے حسن اینڈ سنز کا نام سنا تو تھا مگر وہ زیادہ کچھ جانتا نہیں تھا اسے خاموش دیکھ کر وہ اپنی فرم کی تفصیل بتانے لگی۔

"ہماری فرم کسی زمانے میں آپ کی کمپنی کے ٹکر کی تھی آج بھی وہ اس کی سب سے بڑی کامپیٹیٹر سمجھی جاتی ہے Falcon کمپنی کا جو ٹینڈر آج کل ہاٹ ٹاپک بنا ہوا ہے اس ٹینڈر کے لیے ہماری کمپنی نے بھی اپلائی کیا ہے مگر سچ تو یہ ہے کہ میں زیادہ پر امید نہیں ہوں آپ کی کمپنی کے ہوتے ہوئے ہمیں ٹینڈر مل جائے ایسا ممکن نہیں ہے بلکہ ہمیں ہی کیا آفریدی گروپ آف کمپنیز کے سامنے کوئی دوسرا نام ٹک ہی نہیں سکتا ہماری فرم کا تو صرف نام ہی رہ گیا ہے بلکہ اب تو بھرم بھی قائم رکھنا مشکل ہو رہا ہے۔"

"زیادہ مکھن لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔

come to the point" شہزاد نے غیر ضروری طول پکڑتی تمہید پر بات کاٹتے ہوئے کہا۔

"میں چاہتی ہوں اس بار یہ ٹینڈر ہمیں مل جائے۔"

"تو اس سلسلے میں میں کیا کر سکتا ہوں۔" شہزاد اکتا کر بولا۔

"آپ بہت کچھ کر سکتے ہیں ہمیں صرف آپ کی کمپنی سے خطرہ ہے اگر آپ اپنا سیکریٹ ہمیں دے دیں تو یہ ٹینڈر ہمارے علاوہ اور کسی کو مل ہی نہیں سکتا۔" شہزاد اس بار اپنی حیرت چھپا نہیں سکا اسے بے یقینی سے اپنی طرف دیکھتا پا کر روشی بڑے پراعتماد لہجے میں بولی۔

"میری کمپنی اس کام کے لیے آپ کو منہ مانگی رقم دے سکتی ہے۔"

"منہ مانگی رقم۔" شہزاد نے خود کلامی کے انداز میں دوہرایا تو اس نے فوراً" سر ہلا کر اس کی یقین دہانی کرائی شہزاد تب بھی اسے بے یقینی سے دیکھتا رہا۔

"بے فکر رہیں آپ کا نام کہیں نہیں آئے گا اور آپ کے اکاؤنٹ میں شام تک پیسے بھی آ جائیں گے۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بڑے نپے تلے انداز میں بولی۔

"منہ مانگی رقم کا مطلب جانتی ہیں آپ اگر میں دس لاکھ کا مطالبہ کر دوں تو۔" شہزاد نے اسے جانچتی نظروں سے دیکھا جبکہ وہ فوراً" بولی۔

"بس دس لاکھ۔" اپنے طور پر شہزاد نے اسے لاجواب کرنے کے لیے بہت بڑھا چڑھا کر رقم بتائی تھی مگر چند ہزار میں گزارا کرنے والے کے معیار میں اور بزنس کی دنیا میں کروڑوں کا سودا کرنے والوں کے کم اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

زیادہ کے پیمانے میں زمین آسمان کا فرق تو ہونا ہی تھا وہ چونکے بغیر رضامندانہ انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"آپ جب اور جیسے کہیں گے یہ رقم آپ تک پہنچادی جائے گی چاہے بینک کے ذریعے چاہے کیش میں، مگر آپ کے بھرے گئے ٹینڈر کی پوری تفصیل تمام ڈاکومنٹس کے ساتھ مجھے آج رات تک مل جانی چاہیے۔"

وہ بالکل کاروباری انداز میں بول رہی تھی شہزاد کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے کیا جواب دے اسے بدستور خاموش دیکھ کر اسے خود ہی بولنا پڑ رہا تھا۔

"آپ میرا کانٹیکٹ نمبر لے لیں جب آپ کو آسانی ہو مجھے پیپرز پہنچادیں یا پھر آپ کہیں تو میں کسی کو بھیج کر آپ سے منگوالوں اگر آپ کے ذہن میں کوئی بھی کنفیوژن ہو تو آپ وہ ابھی کلیئر کرسکتے ہیں۔" وہ تواتر سے بولتے رہنے کے بعد استفہامیہ نظروں سے اسے دیکھنے لگی تو شہزاد کو اپنے ذہن کو یکجا کرتے ہوئے کہنا پڑا۔

"آپ کو کیا لگتا ہے کہ دس لاکھ کے لیے میں آپ کو اپنی کمپنی کا ٹینڈر بیچنے کے لیے تیار ہو جاؤں گا۔" شہزاد کے سوال پر وہ کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد اپنی جگہ پر واپس بیٹھتے ہوئے بہت ٹھہرے ہوئے لہجے میں بولی۔

"اگر آپ ذرا بھی سمجھ دار ہیں تو آپ کو فوراً تیار ہو جانا چاہیے ابھی آپ کو اس جاب پر کام کرتے ہوئے دن ہی کتنے ہوئے ہیں اور ایسا شاندار موقع آپ کو مل رہا ہے۔

آپ کی کمپنی کے لیے یہ ٹینڈر اتنا اہم بھی نہیں ہے ایسی چھوٹی موٹی کامیابیاں تو آپ کی کمپنی حاصل کرتی ہی رہتی ہے۔" اس کے رسانیت سے کہنے پر شہزاد کچھ دیر تو اسے دیکھتا رہا پھر خود بھی واپس اپنی کرسی پر بیٹھ گیا۔

"یہ ٹینڈر آفریدی گروپ آف کمپنیز کے لیے اتنا بھی غیر اہم نہیں ہے جتنا آپ ظاہر کر رہی ہیں اس ٹینڈر کے نہ ملنے سے مالی طور پر نہ سہی مگر سماجی طور پر کمپنی کی ساکھ کو کافی نقصان پہنچے گا۔"

"تو اس سے آپ کو کیا فرق پڑتا ہے۔" روشنی برجستہ بولی پھر بڑے پراسرار انداز میں پوچھنے لگی۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا اس کمپنی کی ساکھ تھوڑی سی خراب ہونی چاہیے۔" اس نے اپنے بیگ کے اسٹیپ سے کھیلتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" شہزاد کے کہنے پر وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگی۔

"جس نے یہاں آنے سے پہلے آپ کے بارے میں اتنا کچھ پتا کیا ہو کیا وہ آپ کے بیک گراؤنڈ کے بارے میں کوئی بھی بات جانے بغیر آگئی ہوگی۔" شہزاد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"دیکھیں مسٹر شہزاد میں آپ کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی اور نہ ہی کسی کی پرسنل لائف میں انٹرفیئر کرنا مجھے پسند ہے لیکن مسٹر روحان کے چاہنے یا فیصلہ کرنے سے آپ کو یہ پوسٹ نہیں مل سکتی ابھی تو آپ کا باقاعدہ ایگریمنٹ بھی نہیں ہوا ہے اس کی نوبت تب آئے گی جب صادق آفریدی لندن سے آنے کے بعد

اپنے بیٹے کے فیصلے کو بلاچون چرا قبول کرلیں گے آپ خود ایمانداری سے بتائیں کیا آپ کو لگتا ہے کہ ایسا ہوگا۔" روشنی نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ اس کے لفظوں میں کوئی تلخی نہ ہو مگر اس کا ہر حرف شہزاد کو زہر میں بجھے تیر کی طرح لگا تھا جو اس کے جگر کے آرپار ہو گیا تھا وہ ان کی فرم کے سب سے بڑے حریفوں میں سے تھی اس کی معلومات اور ذرائع معلومات بہت وسیع اور پختہ ہی ہو سکتے تھے اور پھر اس کا ماضی اور ماضی کی سیاہی تو ہمیشہ اور ہر جگہ اس سے دو قدم آگے چلتے تھے وہ لوگوں سے متعارف بعد میں ہوتا تھا اور اس کا تعارف لوگوں تک پہلے پہنچ جاتا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے ان کے درمیان خاموشی چھا گئی آخر روشنی نے ہی اپنے پرس سے ایک کارڈ نکالتے ہوئے اس کی طرف بڑھایا۔

"آپ چاہیں تو سوچ لیں لیکن جواب اور کاغذات مجھے آج رات تک مل جانے چاہئیں۔" شہزاد خاموشی سے اس کے بڑھائے کارڈ کو دیکھتا رہا۔

"اگر دس لاکھ آپ کو کم لگ رہے ہیں تو یہ اماؤنٹ بڑھ بھی سکتا ہے۔" اس کے یقین دہانی کرانے پر شہزاد نے کارڈ لیتے ہوئے کچھ مشینی انداز میں کہا۔

"پچاس لاکھ۔" روشنی ایک دم چونک اٹھی جیسے اسے اس جواب کی توقع نہ ہو۔

"کیا بہت زیادہ ہیں۔" شہزاد نے سنجیدگی سے پوچھا تو وہ ایک دم سنبھل گئی۔

"نا..... نہیں اٹس اوکے اپنا اکاؤنٹ نمبر دے دیجیے۔"

"میرا کوئی اکاؤنٹ نہیں ہے مجھے کیش چاہیے آپ پیسے دے دیجیے گا میں اسی وقت پیپرز دے دوں گا۔" شہزاد نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا اور کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا۔

"ٹھیک ہے کیش کا ارینجمنٹ ہوتے ہی میں آپ کو انفارم کردوں گی۔" روشنی نے بھی اس کے ساتھ کھڑے ہوتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

"میرا نمبر لکھ لیں میرے پاس کارڈ نہیں ہے۔" شہزاد اپنا نمبر بتانے ہی والا تھا کہ وہ بول پڑی۔

"میرے پاس آپ کے تمام نمبرز ہیں گھر، آفس، موبائل۔" شہزاد صرف اسے دیکھ کر رہ گیا تبھی بیرا لنچ سرو کرنے اس کی میز پر چلا آیا۔

"یہ میڈم کو دے دو مجھے بھوک نہیں ہے۔" شہزاد اس کا جواب سنے بغیر تیزی سے آگے بڑھ گیا ریسپشن پر بل پے کر کے وہ اس کی طرف دیکھے بغیر ہال سے نکل گیا روشنی تب تک اسے دیکھتی رہی جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا شہزاد کے منظر پر سے ہٹ جانے کے بعد اس نے اپنا موبائل نکالا اور کال کرنے لگی دوسری طرف سیل پر اس کا نمبر دیکھ کر فوراً فون اٹھا لیا گیا۔

"ہیلو السلام علیکم آپ بزی تو نہیں تھے۔" روشنی نے مودب انداز میں استفسار کیا۔

"نہیں بالکل نہیں کہو کیسے فون کیا۔" دوسری طرف سے آواز ابھری۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ کے لیے ایک خوشخبری ہے وہ پیسے لینے کے لیے تیار ہو گیا ہے اس نے ففٹی لاکھ کی ڈیمانڈ کی ہے۔"

"کیا؟" دوسری طرف خوشی اور حیرت سے بھرپور آواز ابھری پھر پڑے جوش سے کہا گیا۔

"تم منظور صاحب سے بات کرو وہ تمہیں پیسے دے دیں گے۔"

"آپ اتنی بڑی رقم دیں گے۔" روشنی نے حیرت سے پوچھا۔

"بالکل' صرف زبانی کلامی سودے بازی سے کیا ثابت ہو گا رقم شہزاد کے پاس ہونی چاہیے تاکہ ٹینڈر چھیننے کے بعد صورت حال واضح ہونے پر سب کچھ آسانی سے ثابت ہو سکے۔" دوسری طرف سے چبا کر کہا گیا تو روشنی اٹکتے ہوئے بولی۔

"انکل آپ اپنی ہی کمپنی سے اتنا بڑا ٹینڈر چھین کر اسے اتنا بڑا نقصان پہنچائیں گے۔" اس کی بات پر صادق آفریدی کے لبوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر آئی۔

"یہ نقصان اس نقصان کے سامنے کچھ بھی نہیں ہے جو اس کی اصلیت کھلنے کے بعد روحان کو پہنچے گا مگر اچھا ہی ہے سچ جتنی جلدی سامنے آجائے۔" صادق آفریدی نے آخری جملہ بڑبڑانے کے انداز میں کہا مگر فوراً ہی اپنی جون میں واپس آتے ہوئے بولے۔

"وہ پیپرز شہزاد سے لینے کے بعد تم منظور صاحب کو دے دینا وہ انہیں حسن اینڈ سنز تک پہنچا دیں گے جب یہ ٹینڈر اس کمپنی کو ملے گا تب روحان کی آنکھیں کھلیں گی۔" صادق آفریدی نے کہنے کے ساتھ ہی فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

صادق آفریدی کے اچانک واپس جانے کے لیے تیار ہو جانے کا سن کر کتنی ہی دیر تک تو روحان کو یقین ہی نہیں آیا کہ آیا وہ جو کہہ رہے ہیں وہ وہی سن رہا ہے یا اس سے سننے میں کوئی دھوکا ہو رہا ہے ورنہ ان کی شدید خفگی دیکھ کر وہ تو کافی مایوس ہو گیا تھا اسے یقین تھا وہ اس کے ساتھ چلنے کے لیے رضامند ہونے کی بجائے ایک شرط رکھ دیں گے کہ پہلے آفس اور گھر سے شہزاد کو نکال باہر کیا جائے پھر وہ واپس گھر آئیں گے مگر روحان نے سکون کا سانس لیا تھا ان کے اتنی آسانی سے مان جانے پر۔

پاکستان پہنچنے کے بعد ان کا رویہ شہزاد کے ساتھ ہنوز تھا شہزاد نے بھی سامنا ہونے پر انہیں سلام تک نہیں کیا تھا بلکہ ان دیکھا کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا روحان کو محسوس تو بہت ہوا مگر وہ خواہ مخواہ کی باتوں پر اداس نہیں ہونا چاہتا تھا اس لیے سب نظرانداز کرتا خود ہی شہزاد کے کمرے میں چلا گیا وہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے کوئی میگزین دیکھ رہا تھا صادق آفریدی کے پیچھے جو بے تکلفی ان دونوں کے درمیان پیدا ہو گئی تھی اس وقت وہ ان کے بیچ سے غائب تھی پھر بھی روحان خود ہی ڈھیٹ بنا اس سے بات کرتا رہا شہزاد کافی سنجیدہ تو لگ رہا تھا مگر ٹینڈر کا ذکر کرنے پر وہ کچھ مضطرب بھی ہو گیا تھا روحان بے ساختہ مسکرا دیا۔

نیا نیا قدم رکھا تھا اس نے بزنس میں ٹینشن تو ہونی ہی تھی شاید اسی لیے وہ اتنا چپ چپ تھا۔

روحان کو سوچ کر تھوڑی تسلی ہوئی تو اسے بھی تسلی دیتے ہوئے بولا۔

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ٹینڈر ان شاء اللہ ہماری کمپنی کو ہی ملے گا۔" شہزاد محض اسے دیکھ کر رہ گیا اور روحان اس کی خاموشی کا کچھ اور ہی مطلب اخذ کرتے ہوئے بولا۔

"کل صبح ٹینڈر کا رزلٹ آجائے گا یوں سمجھ لو کہ بارہ گھنٹے سے بھی کم وقت رہ گیا ہے اس کے بعد تم اپنی زندگی کی پہلی کامیابی سے ہمکنار ہو گے محنت تو بے شک پورے اسٹاف کی تھی مگر منیجر صاحب بتا رہے تھے تمہاری پرزنٹیشن بہت اچھی تھی لگ نہیں رہا تھا کہ تم پہلی بار یہ سب کر رہے ہو۔" روحان جیکٹ اتارتے ہوئے صوفے پر آرام دہ حالت میں بیٹھ گیا شہزاد اس کی بات نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"صادق آفریدی کو تو بہت برا لگا ہو گا نا آپ کا فیصلہ۔" روحان کچھ لمحوں کے لیے چپ ہو گیا پھر صاف گوئی کا مظاہرہ کرتے ہوئے بولا۔

"ان کا ردعمل ویسا ہی تھا جیسی مجھے توقع تھی بلکہ میرے خیال سے انہوں نے اتنی سختی کا مظاہرہ نہیں کیا جتنا کر سکتے تھے بلکہ انہوں نے خود ہی واپس چلنے کی بات کی تھی ورنہ مجھے تو لگ رہا تھا مجھے اکیلے ہی پاکستان آنا پڑے گا لیکن اس ٹینڈر میں وہ معمول سے زیادہ دلچسپی لے رہے ہیں غصہ تو انہیں آیا تھا مگر فی الحال انہوں نے اپنا غصہ ختم کر دیا ہے۔"

"لیکن اگر یہ ٹینڈر کسی اور کمپنی کو مل گیا تو....." شہزاد کی نظریں اپنی الماری کی طرف اٹھ گئی تھیں جس کے اندر وہ بریف کیس رکھا تھا جو روشنی نے کاغذات لینے کے بعد اسے تھمایا تھا اور جسے کمرے میں آکر کھولنے کے بعد شہزاد نے زندگی میں پہلی بار اتنی بڑی رقم کو اتنے قریب سے دیکھا تھا۔

"تو کیا؟" روحان نے الٹا اسی سے پوچھا تو شہزاد نے ایسے الماری پر سے نظریں ہٹالیں۔ اگر روحان نے اس کے تعاقب میں دیکھا تو راہ میں حائل لکڑی کا پٹ اور بریف کیس سے بھی آر پار ہوتی ہوئی کی نظر ان نوٹوں تک پہنچ جائے گی حالانکہ روحان نے دھیان بھی نہیں دیا اور اپنی ہی دھن میں بولا۔

"ڈیٹ از دا پارٹ آف دا بزنس' بزنس میں ایسا ہونا کوئی انہونی بات نہیں ہے بابا یہ بات جانتے ہیں ہماری عمروں سے بھی زیادہ ان کا تجربہ ہے تم بے فکر رہو وہ تم سے خائف نہیں ہوں گے ہاں لیکن ایک بات ہے تمہیں آفس لا کر میں نے کھلم کھلا ان کی خفگی مول لے لی ہے اس لیے نتیجے سے قطع نظر تمہاری پرفارمنس اتنی زبردست ہونی چاہیے ایسا آؤٹ اسٹینڈنگ کام کرو کہ وہ مجھے یہ طعنہ نہ دے سکیں کہ تمہیں آفس لا کر میں نے کوئی غلطی کی ہے۔" روحان مسکراتے ہوئے بولا شہزاد بس چپ چاپ اسے دیکھتا رہا۔

☆ ☆ ☆

"سچ یار مجھے تو عادل پر ترس آرہا ہے۔"

آفس سے آکر کچن میں پانی پیتی ماریہ باجی نے بظاہر بڑے عام سے انداز میں کہا تھا مگر صحن میں نماز پڑھتی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حوریہ کے محاورتاً "نہیں حقیقتاً" رونگٹے کھڑے ہو گئے اس نے سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھایا ہی تھا کہ ماریہ باجی کا جملہ اس کے لب ساکت کر گیا۔

"وہ کس لیے۔" رات کے لیے چاول چنتی شازیہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"کل بے چارے کی شادی ہے اور وہ ابھی تک آفس میں بیٹھا کام نبٹا رہا ہے۔" ماریہ باجی کے کہنے کے ساتھ ہی شازیہ اور ماریہ باجی دونوں کی ہنسی چھوٹ گئی تھی۔

"انہوں نے چھٹی کے لیے اپلائی کیا تھا اس کا کیا ہوا۔" شازیہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"کچھ نہیں آفس میں کام بہت ہے نامنظور ہو گئی سر کہہ رہے تھے اگلے مہینے ہنی مون پر چلے جانا اس کے لیے چھٹی مل جائے گی۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہے۔" شازیہ منمنائی تو ماریہ باجی آواز دباتے ہوئے بولیں۔

"اچھا ہی ہے یار پتا نہیں حوریہ کے علاج میں کتنا وقت لگے گا اسے بعد میں چھٹی کی زیادہ ضرورت پڑے گی۔" انہیں پتا نہیں تھا کہ حوریہ صحن میں نماز پڑھ رہی ہے کیونکہ ان کے دھیمے بولنے کے باوجود کچن کی کھڑکی کی وجہ سے یہ جملہ صحن میں با آسانی سنا جا سکتا تھا۔

"ہاں وہ تو ہے۔" شازیہ نے بھی مرے ہوئے انداز میں کہا اور ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی حوریہ بوجھل دل کے ساتھ بغیر دعا مانگے مصلے پر سے اٹھ گئی اسے لگ رہا تھا جیسے سینے پر کوئی بھاری سل رکھی ہو سانس تھا کہ سینے میں اٹکے جا رہا تھا۔

صبح سے گھر میں ایک افراتفری مچی تھی حالانکہ نکاح سادگی سے ہونا قرار پایا تھا مگر کام تھے کہ نکلے چلے آ رہے تھے اور اتنی مصروفیت اور گہما گہمی کے باوجود اس کے اندر ایک جنگ بدستور جاری تھی۔

آخر نکاح سے محض اٹھارہ گھنٹے پہلے اس کے اندر برپا تلاطم میں سکوت چھا گیا شادی سے محض اٹھارہ گھنٹے پہلے اس نے وہ فیصلہ کر لیا جو وہ پچھلے ایک ماہ سے نہیں کر پا رہی تھی۔

وہ اتنے بڑے بوجھ کے ساتھ اپنی نئی زندگی کا آغاز نہیں کر سکتی تھی بھلے ہی یہ کوشش آغاز کو شروعات سے پہلے ہی انجام میں بدل دے مگر اس نے عادل کو سب بتا دینے کا فیصلہ کر لیا اس بات کا تذکرہ کسی سے کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا ورنہ وہ تینوں اس کے ارادے میں دراڑیں ڈال دیتیں جبکہ اس نے ہر طرح کے انجام کے لیے خود کو تیار کر لیا تھا اس کے باوجود جب رات کو ساڑھے بارہ بجے اس کا فون آیا تو اس سے بات کرنے کے خیال سے اس کے ہاتھ پیروں سے جان نکل گئی۔

☆ ☆ ☆

ٹینڈر کا رزلٹ آتے ہی آفس میں ایک شور بلند ہوا تھا تالیوں کا شور! سارا اسٹاف ایک دوسرے کو اور خصوصی طور پر شہزاد کو مبارک باد دے رہا تھا اگر کوئی اس سارے منظر سے الگ اور خاموش تھا تو وہ تھے صادق آفریدی۔ جن کی نظریں شہزاد پر جمی تھیں اور ان نظروں میں ایک الجھن ایک بے یقینی صاف

نمایاں تھی جب کہ سب سے زیادہ خوشی روحان کے چہرے پر پھیلی تھی اس نے شہزاد کے پاس جا کر اسے گلے لگایا تھا بلکہ وہ اس خوش خبری کو سن کر اتنا خوش تھا کہ صادق آفریدی کو بالکل بھول ہی گیا تھا مگر شہزاد کو اپنے چہرے پر مسلسل کسی کی نظروں کا بخوبی احساس ہو گیا تھا اس کی نظریں خود بخود اپنے کیبن کے دروازے پر کھڑے صادق آفریدی کی جانب اٹھ گئیں جو اسے متوجہ ہوتا دیکھ کر اپنے کمرے کی طرف پلٹ گئے اور بڑی برہمی سے دروازہ بند کر دیا ان کی اس حرکت کو روحان نے بھی نوٹ کیا تھا بلکہ شہزاد کو ان کے بند دروازے کی طرف دیکھتا پا کر اس نے شہزاد کو کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے آہستگی سے کہا۔

"انہیں ٹینڈر ملنے کی خوشی ہے مگر وہ تمہیں سراہنے کی ہمت نہیں رکھتے اسی لیے وہ اپنی خوشی بھی ظاہر کرنا نہیں چاہتے حالانکہ اس ٹینڈر کے پیچھے ان کے پورے اسٹاف کی محنت پوشیدہ ہے۔" شہزاد نے اس کی بات پر کوئی تبصرہ نہیں کیا لیکن تھوڑی دیر بعد جب وہ روحان کے ساتھ اس کے کیبن میں آیا تو کہنے لگا۔

"میں سوچ رہا ہوں لاہور واپس چلا جاؤں۔" روحان اپنی ٹیبل کی دراز پر جھکا ہوا تھا اس کی بات پر سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا۔

"بابا کی وجہ سے کہہ رہے ہو۔"

"ظاہری بات ہے۔ جب وہ مجھے اس قدر ناپسند کرتے ہیں تو یہاں رہنے کی میری کوئی تک نہیں بنتی۔" شہزاد نے کرسی پر بیٹھتے ہوئے موبائل پینٹ کی جیب سے نکال کر شیشے کی میز پر رکھ دیا۔

"ایک دو مہینے رک جاؤ میری شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی ہے اور ہمیں کوئی قریب کی ہی تاریخ رکھنی ہے جبکہ تم اگر ایک بار چلے گئے تو مشکل سے ہی واپس آؤ گے۔" روحان نے سنجیدگی سے کہا تو شہزاد اس کی شکل دیکھنے لگا۔

"میرے آنے سے آپ کی سسرال میں بھی پرابلم ہو گئی ہو گی۔"

"کیوں؟" روحان نے الٹا اس سے سوال کیا۔

"انہیں بھی لوگوں کی عجیب عجیب باتوں کا جواب دینا پڑ رہا ہو گا۔"

"کون سی عجیب عجیب باتوں کا۔"

"سب کو پتا ہے اماں بابا کی علیحدگی ہو گئی تھی اور ایک بیٹے کو امی اپنے ساتھ لے گئی تھیں اب امی کا انتقال ہو گیا تو وہ بیٹا واپس اپنے باپ کے پاس آ گیا اس ساری صورت حال میں عجیب عجیب سوال کھڑے ہونے کی گنجائش کہاں ہے۔" شہزاد کچھ کہنے کی بجائے اٹھ کر شیشے کی بڑی سی کھڑکی کے سامنے جا کھڑا ہوا جہاں سے نظر آنے والی طویل شاہراہ پر معمول کے مطابق ٹریفک رواں دواں تھا۔

"مگر میری اچانک واپسی لوگوں کو حیرانی میں مبتلا کر رہی ہے وہ تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر میرے بارے میں چھان بین کرا سکتے ہیں جس کے بعد عجیب عجیب سوال کھڑے ہونے کی گنجائش فوراً نکل سکتی ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اور اگر ہو تب بھی میری شادی پر کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ علیزہ کے گھر والے ساری حقیقت سے واقف ہیں۔" روحان کے اطمینان سے کہنے پر شہزاد چونک اٹھا اس کے چہرے پر حیرت واضح تھی تبھی روحان کو وضاحت کرنی پڑی۔

"میری اور علیزہ کی منگنی تو اب ہوئی ہے مگر ان کے گھرانے سے ہمارے گھرانے کے دوستانہ تعلقات امی بابا کی شادی سے بھی پہلے سے ہیں وہ شروع سے سارے حالات جانتے ہیں۔" کچھ دیر کے لیے ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی کہ تبھی میز پر رکھا شہزاد کا موبائل بجنے لگا روحان نے سیل اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا مگر شہزاد نے لینے کی بجائے بے دلی سے کہا۔

"رانگ نمبر ہو گا مجھے آپ کے علاوہ کوئی فون نہیں کرتا۔" روحان نے غیر ارادی طور پر اسکرین کی طرف دیکھا اور حیرانی سے بولا۔

"اسکرین پر Unknown Numer تو نہیں لکھا بلکہ فون کرنے والی کا نام لکھا آرہا ہے بڑا ہی روشن سا نام ہے روشی۔" روحان نے معنی خیز انداز میں موبائل اس کی طرف بڑھایا مگر تب تک لائن ڈسکنیکٹ ہو گئی۔

"تم چاہو تو اپنے کیبن میں جا کر کال بیک کر سکتے ہو۔" روحان مسکرایا مگر شہزاد کے وجود میں کوئی جنبش نہ ہوئی اس نے موبائل کی طرف دیکھا بھی نہیں اور اکتائے ہوئے انداز میں بولا۔

"مجھے کال بیک کرنے کی ضرورت نہیں وہ خود فون کرے گی۔"

"اوہ۔" روحان نے بظاہر بڑی سنجیدگی سے کہا مگر اس کے چہرے اور آنکھوں میں شرارت رقصاں تھی۔

"آپ کی کمپنی کا ٹینڈر اس کے حوالے کر دینے کی عوض اس نے مجھے پچاس لاکھ روپے دیے تھے میں نے اس سے پیسے تو لے لیے مگر جو کاغذات اسے دیے اس میں درج اعداد و شمار سب غلط تھے۔" روحان ساری شرارت بھول کر حیرانی سے اسے دیکھنے لگا۔

"یہ حسن اینڈ سنز میں چیف ایگزیکٹو ہے۔" شہزاد نے کہنے کے ساتھ ہی اسے مختصراً روشنی کے بارے میں بتا دیا۔

"تم نے اسے ڈبل کراس کیوں کیا صاف منع کر دیتے۔" روحان نے بے یقینی سے پوچھا۔

"ہاں تاکہ وہ ناکام ہونے پر خاموشی سے جا کر بیٹھ جاتی اور کسی کو پتا بھی نہ چلتا کہ وہ کسی کو خریدنے کی کوشش کرنے گئی تھی میں نے جان بوجھ کر اسے غلط پیپرز دیے تھے۔ تاکہ وہ آفس جا کر خوشی خوشی اپنا کارنامہ دکھائے اور جب رزلٹ سامنے آئے تو اسے پتا چلے کہ پیسے سے ہر چیز نہیں خریدی جا سکتی۔" شہزاد کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

"لوگ بزنس ایسے ہی کرتے ہیں دھوکے اور فراڈ سے' اس میں اتنا جذباتی ہونے کی کوئی بات نہیں؟

کیوں اپنے لیے دشمنیاں کھڑی کر رہے ہو بزنس کی دنیا میں رہنا ہے تو ایسی باتوں کو نظر انداز کرنا سیکھو۔" روحان نے متانت سے کہا تو شہزاد چیخ کر بولا۔

"وہ بات ایسے کر رہی تھی جیسے میں اس کی ہمدردی کے لیے مرا جا رہا ہوں پتا نہیں خود کو کیا سمجھتی ہے۔"

"ہمدردی۔" روحان نے چونک کر پوچھا۔

"وہ میرے بارے میں سب کچھ جانتی ہے بلکہ مجھے سمجھا رہی تھی مسٹر روحان کے چاہنے یا فیصلہ کرنے سے آپ کو یہ پوسٹ نہیں مل سکتی ابھی تو آپ کا باقاعدہ ایگریمنٹ بھی نہیں ہوا ہے اس کی نوبت تب آئے گی جب مسٹر صادق واپس آکر اپنے بیٹے کے فیصلے کو بلا چون و چرا قبول کر لیں گے۔" روحان کی آنکھوں میں الجھن تیرنے لگی۔

"یہ کون ہے جو تمہارے بارے میں اتنا کچھ جانتی ہے۔"

"ایسا کوئی مشکل تو نہیں ہے میرے بارے میں جاننا لاہور کے کسی بھی فرد سے پوچھ لیں میرا پورا بائیو ڈیٹا نکال کر رکھ دے گا۔" شہزاد نے بے زاری سے کہا۔

"خیر اب ایسی بھی کوئی بات نہیں ہے ویسے تم اتنے پیسوں کا کرو گے کیا۔"

"اس کے منہ پر مار دوں گا مجھے کیا ضرورت ہے حرام پیسہ استعمال کرنے کی۔" شہزاد نے لاپرواہی سے کہا اس سے پہلے کہ روحان کچھ کہتا ایک بار پھر اس کا سیل بجنے لگا روحان کچھ دیر اسکرین پر چمکتا نمبر دیکھتا رہا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"میں بات کروں اس سے۔" شہزاد نے عدم دلچسپی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کندھے اچکا دیے اور ایک بار شیشے سے باہر دیکھنے لگا روحان نے جیسے ہی کال کا بٹن پش کر کے موبائل کان سے لگایا دوسری طرف سے کافی خوب صورت آواز بڑے برہم لہجے کے ساتھ ابھری۔

"مسٹر شہزاد آپ کیا سمجھتے ہیں آپ اس طرح ڈبل کراس کر کے بچ جائیں گے جن کاغذات کے بدلے آپ نے پچاس لاکھ لیے ہیں وہ اس ٹینڈر سے قطعاً" مختلف ہیں جو آپ کی کمپنی نے جمع کرایا تھا اب میری کمپنی آپ کے ساتھ جو سلوک کرے گی آپ اس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔" روحان خاموشی سے اسے بگڑتا ہوا سنتا رہا پھر ایک دم اس نے موبائل آف کر دیا۔

"اسے کال بیک کرو اور پیسے لینے کے لیے بلاؤ۔" روحان نے موبائل شہزاد کی طرف بڑھاتے ہوئے

"کیا ضرورت ہے بلانے کی میں پیسے ایسے ہی بھیج دوں گا کہیں آپ اس کے خلاف کوئی ایکشن لینے کا تو نہیں سوچ رہے۔" شہزاد نے موبائل لیتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔

"ایکشن لینے کا کوئی فائدہ نہیں ہے ویسے بھی اس لڑکی نے وہ سب اپنے مالک کے کہنے پر کیا ہو گا اور بزنس میں ایسا ہوتا ہی رہتا ہے میں تو بس ایک بار اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ایک طرف آپ کہہ رہے ہیں کہ آپ کی شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی ہے دوسری طرف آپ لڑکی دیکھنا چاہتے ہیں۔" شہزاد زیر لب مسکرا دیا تو روحان کسی گہری سوچ میں ہونے کے باوجود زبردستی مسکرانے لگا کیونکہ شہزاد عموماً بہت سنجیدہ رہتا تھا بہت کم ہی اس کے منہ سے کوئی شوخ جملہ ادا ہوتا تھا جسے سن کر روحان کو لگتا کہ ان دونوں کے بیچ بھائیوں والی بے تکلفی قائم ہو گئی ہے۔

"شادی کی ڈیٹ فکس ہونے والی ہے ہوئی نہیں ہے۔" روحان نے بات کو شوخی کا رنگ دیتے ہوئے اس کے سوال کو گول کر دیا کہ وہ اس سے کیوں ملنا چاہتا ہے۔

"اگر یہ بات میں علیزہ بھابھی کو بتا دوں تو۔۔۔" شہزاد نے موبائل میں اس کا نمبر سرچ کرتے ہوئے بلیک میل کرنے والے انداز میں کہا۔

"ہو ہی نہیں سکتا جو شخص پچاس لاکھ کے عوض میرا سیکریٹ اوپن نہ کرے وہ مفت میں میرا کوئی راز کیوں کھولے گا۔" روحان نے بھرپور یقین سے کہا پھر فوراً ہی کچھ سوچتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا تمہیں ایک بار بھی یہ خیال نہیں آیا کہ اگر یہ ٹینڈر بابا سے چھین لیا جائے تو۔۔۔" روحان نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا غیر ارادی طور پر وہ صادق آفریدی کے شبہات کی حقیقت کو جانچنے لگا تو شہزاد موبائل کو کان سے لگاتے ہوئے بڑے ٹھوس لہجے میں بولا۔

"ایک پل کے لیے بھی نہیں اس لیے نہیں کہ میں انہیں تکلیف نہیں پہنچانا چاہتا بلکہ اس لیے کہ اس طرح آپ کو شرمندہ ہونا پڑتا اور میں ان میں سے نہیں ہوں جو محبت اور جنگ میں سب جائز سمجھتے ہیں میں تو اگر دشمنی بھی کرتا ہوں تو اپنے اصولوں پر قائم رہ کر۔" شہزاد آگے بھی کچھ کہنے والا تھا کہ دوسری طرف سے روشی کی آواز سنائی دینے پر اس کی طرف متوجہ ہو گیا جبکہ روحان کی روح تک سرشار ہو گئی تھی اس کے جواب پر وہ بڑے پرسکون انداز میں شہزاد کو دیکھنے لگا جو کہہ رہا تھا۔

"میں آپ کے پیسے واپس کرنا چاہتا ہوں بتائیں کہاں بھیجنے ہوں گے۔"

"بات صرف پیسوں کی نہیں ہے مسٹر شہزاد آپ نے مجھے پورے اسٹاف کے سامنے ذلیل کر دیا ہے میں۔۔۔"

"میں آپ کو سب چھ ایکسپلین کر سکتا ہوں آپ پلیز ایک بار مجھ سے مل لیں۔" شہزاد کے بڑے مودب انداز پر دوسری طرف کچھ دیر کے لیے خاموشی چھا گئی شہزاد پہلے تو اس کے بولنے کا انتظار کرتا رہا پھر اسے لگا وہ دوسری طرف کسی اور سے ہم کلام ہے حالانکہ اس نے روشی یا کسی دوسرے شخص کی آواز بھی نہیں سنی تھی مگر اس کا وجدان کہہ رہا تھا کہ وہ کسی سے مشورہ کر رہی ہے اور شاید دوسری طرف سے اسے گرین سگنل مل گیا تھا تبھی وہ بڑی انجان بنتی ہوئی بولی۔

"ویسے تو مجھے آپ کے کسی ایکسپلینشن سے کوئی دلچسپی نہیں ہے بٹ آئی ول کم آف یو انٹ۔" اس نے کہنے کے ساتھ ہی ملنے کی جگہ اور وقت بتا کر فون بند کر دیا۔

"کیا کہا اس نے۔" روحان نے فوراً پوچھا۔

"دوسری طرف کسی نے اسے کہا کہ ملنے چلی جاؤ اس لیے ماننا پڑا۔" شہزاد نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تم نے آواز سنی تھی کہنے والی کی۔" روحان نے ٹھٹک کر پوچھا تو شہزاد نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

"آواز تو تب سنائی دیتی جب وہ کچھ کہتا وہ شاید اشاروں میں بات کر رہے تھے میں نے تو محض اندازہ لگایا ہے۔" شہزاد کے کہنے پر روحان سوچ میں پڑ گیا۔

"آپ اتنے پریشان کیوں ہو گئے اس کے آفس کے مالکان وغیرہ ہوں گے ان کی ہدایت پر ہی اس نے ملنے کی ہامی بھری ہو گی۔" شہزاد کے کہنے پر روحان نے موضوع ختم کرنے کے لیے سر اثبات میں ہلا دیا کیونکہ وہ روشی کو دیکھے بغیر شہزاد سے یہ نہیں کہنا چاہتا تھا کہ حسن اینڈ سنز کی چیف ایگزیکٹو کوئی لڑکی نہیں ایک مرد ہے اور جس لڑکی کی آواز اس نے ابھی ابھی سنی تھی اسے سن کر روحان کو لگا تھا وہ اس لڑکی کو جانتا ہے تو وہ کون ہے جو حسن اینڈ سنز سے نہیں آئی لیکن اتنی بڑی رقم اٹھا کر شہزاد کو دے دی۔

☆ ☆ ☆

شام میں اپنے مقررہ وقت پر شہزاد ریسٹورنٹ پہنچا تو روشی کو ایک میز پر پہلے سے اپنا منتظر پایا اس پر نظر پڑتے ہی شہزاد اس کے قریب چلا آیا اور ہاتھ میں پکڑا بریف کیس اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے بولا۔

"ایک روپیہ بھی کم نہیں ہے چاہیں تو گن لیں۔" شہزاد کے کہنے پر وہ خاموشی سے اس کی شکل دیکھنے لگی روحان آفس میں ہی کسی کام میں پھنس گیا تھا اس نے شہزاد سے کہہ دیا تھا تم پہنچو میں کام ختم ہوتے ہی آجاؤں گا اس لیے جب تک روحان نہیں آجاتا تھا شہزاد کو اسے باتوں میں مصروف رکھ کر یہاں روکنا تھا اس لیے اس کے کہے بغیر ہی کرسی گھسیٹ کر اس کے سامنے والی نشست سنبھال لی اسے بیٹھتا دیکھ کر روشی سپاٹ لہجے میں بولی۔

"آپ نے ایسا کیوں کیا اگر آپ کو ڈیل نہیں کرنی تھی تو آپ اسی وقت انکار کر دیتے اس تماشے کی کیا ضرورت تھی۔"

"تاکہ آئندہ آپ کسی کو خریدنے کی کوشش کرتے وقت اتنی کانفیڈینٹ نہ ہوں۔" شہزاد نے اس سے بھی زیادہ سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میں نے آپ کی کنپٹی پر کوئی بندوق نہیں رکھ دی تھی آپ کی مرضی پر فیصلے کا انحصار تھا آپ چاہتے تو آفر قبول کر لیتے چاہتے تو مسترد کر دیتے۔" اس کے الجھن بھرے انداز پر شہزاد تلخی سے بولا۔

"آپ خود ایمانداری سے بتائیں کیا اتنی بڑی آفر مسترد کرنا انسان کی مرضی پر منحصر ہے۔" شہزاد رک کر اس کی شکل دیکھنے لگا پھر سے خاموش پا کر خود ہی بولا۔

"اگر آج سے کچھ مہینے پہلے مجھے ایسی کوئی آفر کی گئی ہوتی بلکہ پچاس لاکھ تو بہت ہیں کوئی اگر صرف پانچ لاکھ دینے کی بات کرتا تو میں کسی کو قتل کرنے کے لیے بھی تیار ہو جاتا۔" شہزاد یہ سب کہنے کے ارادے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے نہیں آیا تھا وہ تو صرف روحان کے کہنے پر چلا آیا تھا مگر روشنی کے پوچھنے پر وہ غیر ارادی طور پر کہنے لگا۔

"میں نے زندگی میں بہت برا وقت دیکھا ہے اس لیے مجھے معلوم ہے پیسہ انسان سے کیا کچھ کرا سکتا ہے حالانکہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں جو گناہ کی زندگی جینا نہیں چاہتے مگر آپ جیسے لوگ انہیں اکساتے ہیں تو وہ نا چاہتے ہوئے وہ کام کرنے کے لیے رضامند ہو جاتے ہیں جسے وہ خود بھی ٹھیک نہیں سمجھتے کسی کو آزمائش میں ڈالنا اس کی کمزوری پر بندوق رکھنے کے ہی مترادف ہے اسی لیے میرا دل چاہ رہا تھا کہ یہ سارا پیسہ آپ کو لوٹانے کی بجائے میں غریبوں میں بانٹ دوں مگر پھر میں نے سوچا میری اس حرکت سے آپ کی فرم کے مالکان آپ کی طرف سے مشکوک ہو سکتے ہیں وہ یہ سوچ کر آپ کو جاب سے بھی نکال سکتے ہیں کہ سارا پیسہ آپ خود کھا گئیں اور ان سے آکر جھوٹ بول دیا اور میں کسی کے روزگار پر لات مارنے والوں میں سے نہیں ہوں۔"

روشنی سوچ کر تو بہت کچھ آئی تھی کہ اس کے سامنے یہ کہے گی اور وہ کہے گی مگر شہزاد کو بولتا دیکھ کر وہ اپنی تقریر بھول ہی گئی تھی خود شہزاد بھی بلا ارادہ بول رہا تھا بلکہ بات کرتے وقت اس کا ذہن کہیں سے کہیں چلا گیا تھا وہ دیکھ اسے رہا تھا مگر اس کی آنکھوں کے سامنے اپنی گزشتہ زندگی کے پیچیدہ ترین دن کسی فلم کی طرح چل رہے تھے۔

"تم میرے بارے میں سب کچھ پتا کر کے آئی تھیں نا کہ میں کون ہوں کہاں سے آیا ہوں تم نے سوچا ہوگا ایسی عورت کا بیٹا کسی بھوکے کتے کی طرح رال ٹپکاتا تمہاری آفر کو قبول کر لے گا لیکن اگر تم میری ماں سے ملی ہوتیں تو مجھے اتنی بڑی رقم دینے کی غلطی کبھی نہ کرتیں ان کے بارے میں تم نے جو کچھ بھی سنا اور پھر اس کی روشنی میں تم نے ان کے بارے میں جو بھی رائے قائم کی وہ اس ایک سبق سے غلط ثابت ہو گئے ہوں گے آئندہ سنی سنائی بات پر کبھی یقین مت کرنا۔"

شہزاد کے جسم میں خون کی گردش تیز سے تیز تر ہوتی گئی وہ کرسی گھسیٹ کھڑا ہو گیا اور اس کی طرف دیکھے بغیر واپسی کے لیے مڑ گیا جبکہ وہ وہیں حق دق بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔

مگر پندرہ منٹ بعد جب روحان وہاں پہنچا تو وہاں شہزاد موجود تھا نہ کوئی لڑکی کچھ دیر تو روحان ادھر ادھر دیکھتا رہا آخر مجبوراً اسے شہزاد کو فون کرنا پڑا تب اس کے استفسار پر شہزاد کہنے لگا۔

"سوری روحان بھائی میں آپ کا انتظار کیے بغیر ہی اسے پیسے لوٹا کر وہاں سے نکل گیا۔"

"کیوں؟" شہزاد کی بات سے زیادہ اس کے پژمردہ لہجے پر روحان چونک اٹھا۔

"بس یاد ہی نہیں رہا تھا کہ آپ آنے والے ہیں اسے پیسے دے کر میں شاید پانچ منٹ ہی رکا ہوں گا۔"

وہ نہایت صاف گوئی سے بولا تو ایک لمحے کے لیے روحان کو شدید غصہ آیا مگر اگلے ہی پل اس نے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے بظاہر عام سے انداز میں کہا۔

"کوئی بات نہیں۔ تم گھر پر ہونا۔ آفس کا کام ختم ہو گیا ہے میں بھی گھر آ رہا ہوں۔"

"نہیں میں تو گھر پر نہیں ہوں۔"

"تو پھر کہاں ہو تم۔" روحان نے ٹھٹک کر پوچھا۔

"ایسے ہی بس سڑک پر پھر رہا ہوں۔" شہزاد کا لہجہ بہت کھویا کھویا سا تھا روحان بری طرح الجھ گیا۔

"شہزاد تم ٹھیک تو ہو نا۔" روحان نے گومگو لہجے میں پوچھا۔

"مجھے کیا ہو گا۔" شہزاد نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا اور اللہ حافظ کہہ کر فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

بڑی مشکل سے روشنی اپنا منتشر ذہن یکجا کر کے کرسی سے اٹھی اور بریف کیس اٹھا کر ریسٹورینٹ سے باہر نکل آئی دائیں جانب کو جا کر پہلی گلی میں مڑتے ہی صادق آفریدی کی گاڑی کھڑی تھی اس نے دروازہ کھولا اور گاڑی میں بیٹھتے ہی بریف کیس صادق آفریدی کی طرف بڑھا دیا۔

"پبلک پلیس میں بریف کیس کھول کر دیکھنے کی میری ہمت نہیں ہوئی مگر مجھے یقین ہے جس طرح ہم نے بریف کیس دیا تھا وہ ویسے ہی واپس آ گیا ہے اس میں سے ایک روپیہ بھی کم نہیں ہوا ہے۔" صادق آفریدی اس کے نڈھال چہرے کو حیرانی سے دیکھنے لگے۔

"اتنے یقین کی کوئی وجہ۔" وہ صرف انہیں دیکھ کر رہ گئی تب وہ خود ہی بریف کیس کھول کر چیک کرنے لگے اتنی بڑے رقم گننے کا وقت تو نہیں تھا مگر نوٹوں کی دو چار گڈیاں اٹھا کر دیکھنے پر انہیں بھی اس کی بات صحیح لگنے لگی تھی تبھی بریف کیس بند کرتے ہوئے کہنے لگے۔

"جب پیسے لینے ہی نہیں تھے تو اتنا ڈرامہ کیوں کیا تھا۔" وہ چپ چاپ ونڈو اسکرین سے باہر دیکھتی رہی صادق آفریدی کو خود ہی کہنا پڑا۔

"کچھ بتایا نہیں اس نے اپنی بچکانہ حرکت کا پس منظر۔"

"بتایا تو تھا مگر شاید آپ کو اچھا نہ لگے۔" وہ گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"نہیں بھئی پتا تو چلے کیا کہا اس نے۔" صادق آفریدی کے متجسس انداز پر اس نے ایک نظر انہیں دیکھا پھر گود میں رکھے اپنے ہاتھوں کو دیکھتے ہوئے شہزاد کی کہی تمام بات حرف بہ حرف ان کے سامنے دہرا دی اس کے چپ ہونے پر ان کے درمیان موت کا سناٹا چھا گیا وہ چور نظروں سے صادق آفریدی کو دیکھنے لگی جن کے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا تھا وہ جانے کن خیالات میں گم تھے آخر کچھ دیر بعد انہوں نے سر جھٹکتے ہوئے گاڑی اسٹارٹ کر دی اور فل اسپیڈ پر سڑک پر چھوڑ دی۔

☆ ☆ ☆

"کیا تمہیں پتا ہے ہماری شادی میں کتنا ٹائم رہ گیا ہے۔" حوریہ کے فون ریسیو کرتے ہی عادل نے بڑی شوخی سے پوچھا۔

"جی صرف سترہ گھنٹے رہ گئے ہیں۔" فیصلہ کر لینے کے باوجود اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا حالانکہ اس نے سنا تھا انسان جب کسی چیز کا تہیہ کر لیتا ہے تو اس کی بے چینی ختم ہو جاتی ہے مگر اس کے ساتھ تو ایسا کچھ نہیں ہوا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا اسی لیے دوسری طرف اس کے ناقابل فہم لہجے پر عادل ڈپٹنے والے انداز میں بولا۔

"صرف! تمہیں یہ سترہ گھنٹے صرف لگ رہے ہیں مجھے یہاں ایک ایک پل ایک ایک صدی لگ رہی ہے اور تم اسے صرف کہہ رہی ہو۔" اپنی بات کے اختتام پر وہ خود ہی ہنسا اور ایک جذب کے عالم میں کہنے لگا۔

"تمہیں اندازہ ہی نہیں ہے کل اس وقت تک زندگی کتنی بدل چکی ہوگی کل اس وقت ساڑے گیارہ بجے ہمیں بات کرنے کے لیے اس فون کی ضرورت نہیں رہے گی۔" حوریہ کی ہمت ایک بار پھر جواب دینے لگی اسے لگ رہا تھا اس کے سچ کہتے ہی ان کے بیچ سب ختم ہو جائے گا اور تب کل واقعی انہیں بات کرنے کے لیے اس فون کی ضرورت نہیں رہے گی کیونکہ کل عادل اس سے بات کرنا ہی نہیں چاہے گا۔

مگر وہ کب تک سچ کو چھپا سکتی تھی کل اس وقت تک وہ ساری حقیقت سے آگاہ ہو چکا ہوگا چاہے حوریہ خود بتائے یا سب کچھ خود آشکار ہو جائے جب اس موڑ سے گزرنا ہی تھا تو ایک دن بعد کیوں آج کیوں نہیں۔ اگر رشتہ ٹوٹنا ہی تھا تو نکاح کی کارروائی درمیان میں لانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔

حوریہ نے گہرا سانس کھینچا اور اپنی ساری ہمتیں مجتمع کیں ابھی اس نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ عادل کی دلکش آواز ایئر پیس سے ابھری۔

"کل اس وقت میرے ہاتھ میں یہ موبائل نہیں بلکہ تمہارا ہاتھ ہوگا اور تم۔۔۔۔"

"عادل میں آپ سے کچھ کہنا چاہتی ہوں۔" اس سے پہلے کہ عادل کا لب و لہجہ اس کے قدم اکھاڑ دیتا وہ اس کی بات کاٹتے ہوئے تیزی سے بولی۔

"زہے نصیب' زہے نصیب کہو کہو میں تو خود یہی چاہتا ہوں کہ کبھی تو تم بھی کچھ کہو۔" وہ اس کے بات کاٹنے کو اس کا جھینپنا سمجھ کر مزید شوخ ہو گیا تھا۔

"میں۔۔۔۔ میں نے آپ کو بہت بڑے دھوکے میں رکھا ہے۔"

حوریہ کی آواز کانپنے لگی تھی موبائل پر اس کی گرفت جیسے ڈھیلی پڑنے لگی اپنا دل اسے اپنے کانوں میں دھڑکتا سنائی دے رہا تھا۔

"کیا بات ہے حوریہ۔" عادل نے اچانک سنجیدہ ہوتے ہوئے بے حد اپنائیت سے پوچھا یقیناً" حوریہ کا انداز اسے "ٹھٹکنے" پر مجبور کر گیا تھا وہ تو ہمیشہ حوریہ کے احساسات کہے بغیر سمجھ جایا کرتا تھا تو بھلا اس وقت اس کی غیر ہوتی حالت کو کیونکر محسوس نہ کر پاتا۔

"جو کچھ میں آپ کو بتانے جا رہی ہوں ہو سکتا ہے اسے سننے کے بعد آپ مجھ سے شادی کرنے سے انکار کر دیں لیکن میری بس ایک گزارش ہے آپ کبھی مجھ سے نفرت مت کیجیے گا۔" اس کا مہربان لہجہ سن کر حوریہ کا دل بھر آیا تھا یہ خیال ہی کتنا روح فرسا تھا کہ یہ خلوص اور محبت سے گندھا لہجہ دکھ اور نفرت کی نذر ہو جانے والا تھا یہ ساری چاہت اور شوخی غصے اور حقارت میں تبدیل ہونے والی تھی۔

"یہ تم کیسی باتیں کر رہی ہو آخر ہوا کیا ہے۔" عادل کے انداز میں فکرمندی کا عنصر بڑھنے لگا صاف ظاہر تھا کہ حوریہ کی گفتگو اسے پریشان کرنے لگی تھی وہ اسے مزید ستانا نہیں چاہتی تھی اس لیے بغیر رکے ایک ہی سانس میں کہہ گئی۔

"میں بچپن سے بینائی کی نعمت سے محروم ہوں میں دیکھ نہیں سکتی۔" اس ایک جملے کے ادا ہوتے ہی حوریہ کو لگا جیسے پوری کائنات خاموش ہو گئی ہو چاروں طرف ایک ہیبت ناک سناٹا چھا گیا تھا بالکل ایسے جیسے ہو کا عالم ہو۔

دوسری جانب پتا نہیں اس کے کیا تاثرات تھے وہاں تو شاید ایک دھماکا ہوا ہوگا آخر اتنا کچھ کر چکی کر چکی ہوا تھا شور تو بلند ہوگا کیا کچھ نہیں ٹوٹا تھا اعتماد' خواب' بھروسہ' اعتماد' امیدیں' خواہش ہر چیز تو بکھر کر پاش پاش ہو گئی تھی پھر خاموشی کیسے ہو سکتی تھی لیکن اگر وہ خاموش تھا تو شاید اس لیے کہ وہ خود کو یہ یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا کہ حوریہ مذاق کر رہی ہے۔

مگر کوئی خود کو جان بوجھ کر بے وقوف کیسے بنا سکتا ہے جو اس کی خاموشی میں صرف اس کی سانسوں کے زیر و بم سے اس کی کیفیت کا اندازہ لگا لیتا ہو وہ حوریہ کے اتنی سنجیدگی سے کپکپاتے لہجے میں کہی بات پر خود کو کسی خوش فہمی میں کیسے مبتلا کر سکتا تھا آخر بہت دیر بعد وہ کچھ کہنے کے قابل ہوا۔

"حوریہ۔۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ میں۔۔۔۔ میں تو خود تم سے ملا تھا۔۔۔۔ میری پھوپھی تم سے ملنے آئی تھیں پھر۔۔۔۔ کیا کیا تمہیں نظر نہیں آتا۔"

اس کا ٹوٹا ہوا لہجہ اتنا شکست خوردہ تھا کہ اس کی کرچیاں حوریہ کو اپنے وجود میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں وہ کہنا چاہتی تھی کہ وہ پہلے ہی دن اسے ساری حقیقت سے آگاہ کر دینا چاہتی تھی بلکہ وہ تو اس طرح دھوکے سے شادی کے لیے قطعاً" تیار ہی نہیں تھی مگر آواز نے ساتھ چھوڑ دیا تھا کیونکہ اس ایک جملے کو کہنے میں اس نے اپنی ساری توانائی صرف کر دی تھی اسے لگ رہا تھا وہ ابھی چکرا کر گر پڑے گی جبکہ وہ دوسری طرف باتھ روم سے باہر آتے ہی شروع ہو گیا تھا جو حوریہ کی بات سنتے ہی اسے پہنچا تھا تبھی اس نے بڑے تیز لہجے میں دریافت کیا۔

"اگر تم دیکھ نہیں سکتیں تو یہ بات تم نے اب کیوں بتائی صرف سترہ گھنٹے ہی تو رہ گئے ہیں ہمارے نکاح میں۔ سترہ اٹھارہ گھنٹے بعد مجھے پتا چل ہی جاتا پھر ابھی سے کیوں۔"

حوریہ کو احساس تھا اسے کتنا بڑا دھچکا لگا ہے وہ اسے اپنے والدین کی خوش فہمی کے بارے میں بتانا چاہتی تھی کہ وہ اس کے مستقبل کی طرف سے کتنی پُرامید تھے انہیں لگتا تھا وہ علاج کے ذریعے ٹھیک ہو جائے گی اور اس کی بہنوں کا دعوا تھا اگر ایک بار وہ ٹھیک ہو گئی تو عادل اس دھوکے پر ان کا شکر گزار ہوگا کہ ان کے سچ نہ بتانے کی وجہ سے اسے ایسی بہترین شریک حیات مل گئی ورنہ عام حالات میں وہ اس کا انتخاب کبھی نہیں کرتا اور ساری زندگی ایسی بہترین اور آئیڈیل بیوی سے محروم رہنا پڑتا یہ وہ بچکانہ جملے تھے جو وہ روز سنتی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو دلیلیں کبھی اس کے دل کو نہ لگیں وہ بھلا عادل کو کیا قائل کرتیں ویسے بھی اس کے والدین اور بہنوں نے عادل کے ساتھ جو بھی کیا اس کے لیے وہ جوابدہ نہیں تھی مگر وہ خود اتنے دنوں تک اس کے ساتھ کیا کرتی رہی اس کا حساب تو اسے دینا ہی تھا وہ جانتی تھی اس کی دادی بہت بیمار ہیں اپنے پوتے کے لیے لڑکی نہیں ڈھونڈ سکتیں اور اس نے ان کی اس بے بسی کا فائدہ اٹھایا ہی نہیں بلکہ ان کی اتنی سیریس کنڈیشن دیکھ کر بھی کہ نہیں سوچا کہ جب انہیں اس دھوکے کا علم ہوگا تو ان کا بیمار اور نحیف وجود اسے صدمے کو کیسے جھیل پائے گا۔

اس کے پاس عادل کو دینے کے لیے کوئی معقول جواز نہیں تھا کوئی دل کو لگتی دلیل نہیں تھی اور پھر شاید عادل اس کی صفائی یا وضاحت سننا بھی نہیں چاہتا تھا یا پھر وہ صدمے کے زیر اثر بات کرنے سے قاصر تھا بہرحال وجہ جو بھی ہو اس نے بغیر کچھ کہے لائن کاٹ دی۔

اس کا یہ رویہ حوریہ کو جیتے جی قبر میں اتار گیا تھا وہ تکیے پر گر کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی اس کی گھٹی گھٹی چیخیں اس کے اندر ہی دم توڑ گئی تھیں کہ اس کے پاس سوئی اس کی بہنوں کو احساس بھی نہیں ہو سکا تھا کہ اس پر کیا قیامت گزر گئی ہے۔

کیونکہ قیامت تو اب ٹوٹنے والی تھی اس گھر پر جس کے سامنے حوریہ کے دل پر مچی تباہی بھی کچھ نہیں تھی۔

☆ ☆ ☆

گھر کے ماحول میں ایک تبدیلی اس وقت آئی تھی جب روحان شہزاد کو لے کر گھر آیا تھا اس وقت صادق آفریدی اور شہزاد دونوں کا تلخ و سرد لہجہ روحان کے لیے حیران کن نہیں تھا کیونکہ وہ ان کے پس منظر سے واقف تھا مگر جب سے ان کی کمپنی کو Falcon کمپنی کا ٹینڈر ملا تھا گھر کا ماحول پھر سے تبدیل ہو گیا تھا مگر اس بار صادق آفریدی اور شہزاد دونوں کا رویہ اس کی سمجھ سے باہر تھا شہزاد کی خاموشی میں ایک طرح کی اداسی چھپی تھی وہ کیوں اتنا اپ سیٹ تھا روحان سمجھ نہیں پا رہا تھا دوسری طرف صادق آفریدی کی خاموشی میں ایک پراسراریت موجود تھی جیسے وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہوں شہزاد سے تو پھر بھی اس نے ایک دو بار اس کے رویے کی وجہ پوچھی تھی مگر صادق آفریدی سے تو استفسار کرنے کی ہمت بھی نہیں تھی کم از کم ان کے خاموش ہونے کی وجہ سے بحث اور طنز کے نشتر چلنا بند ہو گئے تھے مگر وہ کیا کرتا کہ یہ خاموشی بھی کھٹک رہی تھی (واقعی انسان کسی حال میں خوش نہیں رہتا)

تبھی اچانک روحان کے سرکل میں ایک بہت بڑا سیلیبریشن نکل آیا روحان کو امید تو نہیں تھی کہ شہزاد ساتھ چلنے کے لیے تیار ہو گا پھر وہاں وہ کسی کو جانتا بھی نہیں تھا اسی لیے جانے کے بعد اسے بوریت ہی ہونی تھی پھر بھی روحان کسی طرح اسے راضی کرنے کے درپے تھا تبھی کھانے کے بعد رات کو وہ اسے چہل قدمی کے لیے ٹیرس پر لے آیا۔

"شہزاد بابا کے ایک دوست کا بیٹا ابراڈ سے تعلیم ختم کر کے لوٹا ہے انہوں نے اپنے فارم ہاؤس پر ایک

بہت بڑی پارٹی نما پکنک رکھی ہے تم چلو گے نا۔"

"میں کیا کروں گا۔" شہزاد نے توقع کے عین مطابق جواب دیا۔

"بہت اچھی پارٹی ہے زیادہ تر ینگسٹرز ہی ہوں گے سارے بڑے شام تک آئیں گے جب کہ ینگ پارٹی صبح سے نکلے گی بابا بھی شام میں آئیں گے۔" روحان نے خاص طور پر صادق آفریدی کا ذکر کیا اور واقعی وہ سوچ میں پڑ گیا تھا آخر چھٹی کے دن وہ اکیلا گھر میں بیٹھ کر کیا کرتا۔

"آپ صبح سے چلے جائیں گے۔" شہزاد نے پوچھا۔

"ہاں علیزہ بھی آ رہی ہے نا مجھے تو جانا ہی ہوگا۔" روحان نے ریلنگ پر کہنیاں ٹکاتے ہوئے کہا۔

"کب سے جانتے ہیں آپ علیزہ بھابھی کو؟"

"بچپن سے بابا اور احسان انکل شادی سے پہلے سے دوست تھے اس لیے ہمارے گھرانوں میں شروع سے دوستانہ تعلقات رہے ہیں تم علیزہ کے پیرنٹس سے نہیں ملے کبھی۔ کل چلو میرے ساتھ میں تمہیں اس کی پوری فیملی سے ملواؤں گا۔" شہزاد بھی اس کے برابر میں ہی ریلنگ پر رک کر روحان کو دیکھنے لگا جو آسمان پر دور ٹمٹماتے ننھے ننھے ستاروں کو دیکھتے ہوئے ایک جذب کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

"مجھے بچپن سے ہی علیزہ کا گھر بہت پسند تھا وہ مجھے ہمیشہ ایک آئیڈیل فیملی لگتی تھی ماں باپ بچے۔ سب ساتھ مل کر باتیں کرتے کھانا کھاتے گھومنے جاتے ان کی زندگی مجھے بہت اٹریکٹ کرتی تھی۔ حالانکہ شوکت آنٹی ورکنگ وومن ہیں اتنی ٹف جاب ہے ان کی اس کے باوجود ان کا گھر کبھی نیگلیکٹ نہیں ہوا اتنی بڑی ڈاکٹر ہونے کے باوجود انہوں نے جاب اور گھر میں بڑی خوش اسلوبی سے بیلنس کیا ہوا ہے وہ بچپن میں جب بھی میرے گھر ملنے آتے میرا دل چاہتا وہ واپس ہی نہ جائیں ان کے آنے سے گھر میں زندگی کا احساس ہوتا تھا سچ ہے یار گھر میں عورت نہ ہو تو گھر کبھی گھر نہیں لگتا۔" شہزاد خاموشی سے روحان کو دیکھتا رہا اس کیفیت سے وہ خود ہمیشہ گزرتا آیا تھا جب بھی اپنے آس پڑوس میں جاتا وہاں بچوں کو اپنے والد سے لاڈ اٹھواتا دیکھ کر وہ بھی یہی سوچتا تھا کہ گھر میں باپ نہ ہو تو گھر گھر نہیں لگتا۔

فضا ایک دم بہت بوجھل ہو گئی تھی شہزاد بات بدلنے کے لیے پوچھنے لگا۔

"اس لیے آپ نے علیزہ بھابھی سے شادی کرنے کا فیصلہ کر لیا۔" اس کی بات پر روحان کی ہنسی نکل گئی۔

"پاگل ہو گئے ہو کیا۔ یہ تو میں بچپن کی بات بتا رہا ہوں علیزہ کو میں بچپن سے جانتا تھا ہماری دوستی بھی شروع سے تھی مگر اس سے شادی کا فیصلہ میں نے کالج میں آنے کے بعد کیا تھا اور اپنے فیصلے پر میں اتنا مطمئن تھا کہ کبھی علیزہ سے اس کی مرضی پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی بغیر پوچھے مجھے پتا تھا کہ وہ انکار نہیں کرے گی تم یقین نہیں کرو گے لیکن ہمارے بیچ اتنی انڈراسٹینڈنگ ہے کہ ہم ایک دوسرے کی بات کہے بغیر سمجھ جاتے ہیں صرف ایک بار میں غلط فہمی کا شکار ہوا ہوں وہ بھی اس لیے کہ وہ گیم بابا نے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ کھیلا تھا اگر بابا کی جگہ وہ بات کسی اور نے کہی ہوتی تو میں کبھی نہ مانتا۔"

"گیم۔" شہزاد حیرانی سے بولا تو روحان نے اسے اپنی اور علیزہ کی منگنی کی پوری تفصیل الف سے یے تک سنادی خلاف توقع ساری بات سن کر شہزاد بھی دل کھول کر ہنسا تھا۔

"مجھے نہیں پتا تھا آپ کو بے وقوف بنانا اتنا آسان ہے۔" شہزاد نے کھنچائی کرنے کی کوشش کی مگر روحان چڑے بغیر اطمینان سے بولا۔

"جب تمہیں محبت ہوگی تب پتا چلے گا کہ ایسے موقعوں پر کتنی آسانی سے بے وقوف بنا جاتا ہے۔" شہزاد قہقہہ مار کر ہنسا تھا اسے اس طرح ہنستے ہوئے روحان نے پہلی بار دیکھا تھا مگر جب وہ بولا تو روحان کی اپنی مسکراہٹ غائب ہوگئی۔

"میں یک طرفہ محبت میں یقین نہیں رکھتا اور دو طرفہ محبت میرے ساتھ ہو نہیں سکتی اتنا خوش نصیب میں ہوں نہیں۔" اس کے لہجے میں کوئی حسرت نہیں تھی بلکہ بڑے عام سے لہجے میں وہ کہہ رہا تھا فوری طور پر روحان کی سمجھ میں نہ آیا اسے کیا کہنا چاہیے پھر کچھ سوچتے ہوئے کہنے لگا۔

"ایسی باتیں تو ناکام عاشق کرتے ہیں تم اتنا کڑوا کیوں بول رہے ہو کہیں تمہارے ساتھ۔۔۔" روحان نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" شہزاد بے ساختہ مسکرا دیا۔

"میں تو ایک جنرل بات کر رہا تھا اب دیکھیں نا جس کی بدنامی اس سے دو قدم آگے چلتی ہو اس سے کون سی لڑکی محبت کرے گی اب وہ زمانہ نہیں رہا جب محبت کی نہیں جاتی تھی ہو جاتی تھی آج کل تو عشق بھی سوچ سمجھ کر کیا جاتا ہے۔" اپنی بات پر شہزاد خود ہی ہنسا جبکہ روحان کو کسی تیر کی طرح اس کی بات چبھی تھی اپنی ذلت بھری زندگی کا وہ خود تمسخر اڑا رہا تھا روحان کو معلوم تھا اگر اس وقت اس نے شہزاد کو ٹوکا تو وہ اپنی اور تذلیل کرے گا اس لیے بات کو دوسرا رنگ دیتے ہوئے بظاہر بڑے نارمل انداز میں بولا۔

"مجھے تو دال میں کچھ کالا لگ رہا ہے۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہیں بھئی دال میں کیا کالا ہوگا میرے خیال سے اب سونا چاہیے۔" اس نے اچانک کہا اور فوراً "ہی کمرے میں جانے کے لیے پلٹ گیا۔

"پھر تم چل رہے ہو نا پارٹی میں۔" روحان نے ابھی تصدیق کر لینی چاہی تو اس کے بڑھتے قدم رک گئے وہ کچھ دیر تو روحان کی شکل دیکھتا رہا پھر سر اثبات میں ہلا کر روحان کو حیران کرتا اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

☆ ☆ ☆

بڑے سے فارم ہاؤس پر اتنے لوگ مدعو تھے کہ شہر سے دور ویرانے میں اچھی خاصی رونق لگ گئی تھی تقریباً" سبھی لوگ ایک دوسرے کو جانتے تھے اس لیے باتوں اور شگوفوں کے خوب مظاہرے ہو رہے تھے روحان اسے کئی لوگوں سے ملوا تا لڑکیوں کے ایک گروپ کے پاس لے آیا جہاں وہ علیزہ کے علاوہ کسی کو

نہیں جانتا تھا۔

"ارے تم بھی آئے ہو میں تو سمجھ رہی تھی تم کوئی بہانہ کر کے رک جاؤ گے۔" علیزہ نے اس پر نظر پڑتے ہی اتنی بے تکلفی سے کہا کہ شہزاد خجل ہو کر روحان کو دیکھنے لگا۔

"میں نے کہا تھا چلنے کے لیے انکار کیسے کرتا۔" روحان مسکرایا کسی نے اُسے آواز دی تو وہ ان سب سے ایکسکیوز کرتا ایک دم پلٹ گیا اور شہزاد کی جان مشکل میں آگئی۔

"سلام تو کر لو بڑی ہوں تم سے رشتے میں بھی اور عمر میں بھی۔" علیزہ کا انداز صاف چھیڑنے والا تھا مگر اسے بدستور خاموش دیکھ کر وہ اپنے ساتھ بیٹھی لڑکیوں کا تعارف کرانے لگی شہزاد کو دلچسپی تو تھی نہیں وہ بے دھیانی سے سنتا رہا بلکہ وہ سوچ رہا تھا کیا بہانہ کر کے یہاں سے نکلے کہ تبھی دو اور لڑکیاں علیزہ کے قریب چلی آئیں وہ اپنی باتوں میں اتنی مگن تھیں کہ علیزہ کو انہیں چپ کراتے ہوئے شہزاد کی طرف متوجہ کرنا پڑا تھا ان میں سے ایک تو شہزاد پر نظر پڑتے ہی ساکت ہوگئی تھی جبکہ دوسری بڑی خوش دلی سے بولی۔

"اچھا آپ ہیں شہزاد بھائی مجھے آپ سے ملنے کا بڑا شوق تھا میں نے باجی سے پوچھا بھی تھا کہ آپ آئیں گے یا نہیں مگر علیزہ باجی نے کہا آپ کا آنا تقریباً" ناممکن ہے مجھے بڑا دکھ ہوا۔"

"کیوں؟" شہزاد کے منہ سے بلا ارادہ نکلا۔

"بھئی آپ کا اتنا ذکر جو سنا ہے بلکہ باجی بتا رہی تھیں آپ نے آفس جوائن کرتے ہی بہت بڑا ٹینڈر حاصل کر لیا ہے۔" اس کے جوش میں کوئی کمی نہیں آئی تھی آخر علیزہ کو بیچ میں بولنا پڑا۔

"شہزاد یہ میری بہن ہے عروبہ اور اسے تو تم جانتے ہی ہوگے یہ رومیسہ ہے۔" شہزاد نے بالکل غیر ارادی طور پر اس دوسری لڑکی کی طرف دیکھا تھا جو آتے وقت تو عروبہ کے ساتھ تھی مگر اب اس کے پیچھے کھڑی تھی ٹھوڑی سینے سے لگائے وہ ایسے آنکھوں کو مل رہی تھی جیسے آنکھ میں کچھ چلا گیا ہو اس کے اس طرح چھپنے کی کوشش کرنے پر شہزاد اس پر دوسری نظر بھی ہرگز ڈالتا لیکن ایک تو علیزہ نے تعارف کراتے ہوئے کہہ دیا تھا کہ تم اسے جانتے ہی ہوگے دوسرا اس پر نظر پڑتے ہی وہ چونک اٹھا تھا چہرہ واضح طور پر نظر نہ آنے کے باوجود وہ اس کے آدھے رخ سے ہی اسے پہچان گیا تھا یہ چہرہ تو اس کے ذہن پر نقش ہو گیا تھا خود کو روشنی کہہ کر متعارف ہونے والی اس لڑکی کا نام علیزہ نے رومیسہ بتایا تھا ابھی حیران ہونے کے لیے اتنی باتیں ہی کافی تھیں کہ اس پر علیزہ کی دی آگے کی تفصیل مزید انوکھی تھی۔

"یہ تمہاری ہی فرم میں ہوتی ہے اور رومیسہ تم بھی شہزاد سے مل چکی ہوگی نا یہ روحان کا بھائی ہے۔"

"میری فرم میں؟" شہزاد نے الجھ کر پوچھا کیونکہ اس کے چھپنے کی کوشش ناکام ہوگئی تھی عروبہ اخلاق کا تقاضا نبھاتے ہوئے ایک جانب ہٹ گئی تھی اور اب وہ دونوں ایک دوسرے کے روبرو تھے شہزاد بے یقینی سے اسے دیکھ رہا تھا اور وہ سٹپٹائے ہوئے انداز میں ادھر ادھر ہر چیز دیکھ رہی تھی ایک سوائے اپنے سامنے کھڑے شہزاد کو چھوڑ کر۔

"ہاں تمہاری فرم میں اچھا ہاں تم اس سے نہیں ملے ہوگے تم تو آفس میں ہوتے ہو جبکہ یہ فیکٹری کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سائیڈ پر ایڈمن میں ہے ویسے تو یہ پڑھائی کر رہی ہے ابھی حال ہی میں اس نے آنرز کیا ہے مگر وہ جو کہتے ہیں نا کہ اگر منہ کو ایک بار خون لگ جائے تو چھٹتا نہیں ہے تو وہی اس کے ساتھ ہوا ہے صادق انکل نے اپنے آفس میں کسی کے ریپلیسمنٹ کے طور پر اسے رکھا تھا مگر انہوں نے کچھ زیادہ ہی اچھا کام کر دکھایا اور خود انہیں بھی انڈیپنڈنٹ لائف کا نشہ ہو گیا ہے کہ ہمارے ہزار منع کرنے کے باوجود پچھلے دس مہینوں سے وہاں جاب کر رہی ہیں۔

جاب اور پڑھائی کی مصروفیت میں محترمہ کے پاس اتنا ٹائم بھی نہیں بچتا ہے کہ کبھی گھر آ کر اپنی شکل ہی دکھا دیں آج بھی ہم اسے زبردستی کھینچ کھانچ کر لائے ہیں اس میں بھی آنے سے پہلے محترمہ نے ایک ایک بندے کی تفصیل پوچھی ہے کہ کون کون آ رہا ہے۔" علیزہ کہتی چلی گئی شاید ان میں آپس میں بہت زیادہ بے تکلفی تھی تبھی تو وہ کہہ تو شہزاد سے رہی تھی مگر سنا رومیسہ کو رہی تھی خود شہزاد کی بھی نظریں رومیسہ پر جمی تھیں مگر اس کی آنکھوں کے سامنے وہ منظر گھوم رہا تھا جب رومیسہ نے نہایت اطمینان سے اور نہایت اعتماد سے اپنا تعارف کراتے ہوئے خود کو حسن اینڈ سنز کی چیف ایگزیکٹو بتایا تھا۔

جتنا اعتماد اس وقت اس کے لہجے میں تھا آج اتنی ہی گھبراہٹ اس کے چہرے پر تھی صاف ظاہر تھا وہ شہزاد سے سامنا ہو جانے کے لیے بالکل بھی تیار نہیں تھی اگر اسے ذرا بھی علم ہوتا کہ شہزاد یہاں ہو گا تو وہ کبھی یہاں نہ آتی۔

شہزاد کا ذہن اس گتھی کو سلجھانے سے قاصر تھا جب وہ حسن اینڈ سنز میں چیف ایگزیکٹو کی جاب پر تھی ہی نہیں تو وہ اس کے سامنے اس حیثیت سے کیوں آئی اور کیوں اس سے وہ کاغذات حاصل کرنے کے لیے ہلکان ہوئی وہ سب مذاق نہیں تھا کیونکہ وہ نوٹ اصلی تھے اتنی بڑی رقم کوئی مذاق میں ہرگز نہیں دے سکتا۔

عروبہ اس کی کیفیت سے بے خبر اس سے جانے کیا کیا بولے جا رہی تھی شہزاد نے پہلے تو اس کی باتوں پر دھیان دینے کی کوشش کی مگر جب وہ خود کو کمپوز کرنے میں کامیاب نہ ہو سکا تو روحان کو بلانے کا بہانہ کرتا وہاں سے ہٹ گیا۔

زیادہ تر لڑکے گھڑ سواری میں مگن تھے شہزاد بھی وہیں جا بیٹھا ان سب سے قدرے ہٹ کر وہ بظاہر ان کا شوق ملاحظہ کر رہا تھا مگر حقیقتاً" اس کا ذہن مسلسل اسی نکتے پر سوچ رہا تھا کہ تبھی اسے اپنے قریب کسی کی آہٹ محسوس ہوئی شہزاد نے پلٹ کر دیکھا تو رومیسہ عرف روشی اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی تھی اس کے چہرے پر پھیلی شرمندگی کو دیکھ کر شہزاد چپ چاپ اس کے بولنے کا انتظار کرنے لگا مگر اس کی بھی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کرے آخر شہزاد کو ہی بولنا پڑا۔

"معافی کے فضول مکالمے سننے میں مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے صرف یہ بتا دو کہ تم نے یہ سب کیوں کیا؟"

وہ کچھ دیر تو سر جھکائے ہونٹ کاٹتی رہی پھر بڑی آہستگی سے بولی۔

"اگر آپ وعدہ کریں اس بات کا ذکر روحان بھائی سے نہیں کریں گے تو میں آپ کو سب بتا سکتی

ہوں۔" شہزاد بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا مگر وہ اس کی اگلی بات سننے کا شدت سے منتظر تھا اس لیے اپنی حیرت پر قابو پاتے ہوئے تیزی سے بولا۔

"ٹھیک ہے میں روحان بھائی سے کچھ نہیں کہوں گا اب بولو۔"

"مجھ سے صادق انکل نے کہا تھا آپ سے ملنے کے لیے۔" شہزاد کو لگا آسمان اس کے سر پر گر پڑا ہو یہ بات تو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی صادق آفریدی اور اتنی گری ہوئی حرکت۔ رومیسہ انگلیاں مروڑتے ہوئے بڑے شرم سار لہجے میں کہنے لگی۔

"صادق انکل کے مجھ پر بہت احسانات ہیں میرے پاپا صادق انکل کے دوست تھے میرے پیرنٹس کی ڈیتھ میرے بچپن میں ہو گئی تھی تب سے آج تک صادق انکل نے ہی مجھے باپ بن کر پالا ہے کہنے کو تو میں بہت عرصے علیزہ باجی کے گھر پر رہی ہوں لیکن میرا خرچ ہمیشہ صادق انکل نے ہی اٹھایا اگر ان کے گھر میں ان کی بیوی ہوتیں تو وہ مجھے اپنے پاس ہی رکھتے مگر وہ نہیں چاہتے تھے کہ لوگوں کو باتیں بنانے کا موقع ملے انہوں نے میرے لیے اتنا کچھ کیا کہ جب انہوں نے مجھے آپ کے بارے میں بتایا تو میں انکار نہ کر سکی ویسے بھی ان کی باتوں سے لگ رہا تھا آپ صرف اور صرف انہیں تباہ کرنے یہاں آئے ہیں اور جو شخص صادق انکل کا دشمن ہو وہ میرا بھی دشمن ہے اسے بے نقاب کرنے کے لیے میں کچھ بھی کر سکتی تھی اور یہاں تو صرف ایک بار آپ سے ملنے جانا تھا۔

مگر یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں کہ آپ اتنی بڑی رقم لوٹا بھی سکتے ہیں اب اگر یہ بات روحان بھائی کو معلوم ہو گئی تو۔۔۔"

رومیسہ نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا اس کی گھبراہٹ دیکھ کر شہزاد کی حیرت غصے میں تبدیل ہوتی جا رہی تھی دل تو چاہ رہا تھا ابھی جا کر روحان کو سب بتا دے مگر وہ اپنی بات سے پھر جانے والوں میں سے نہیں تھا لیکن اپنا غصہ ضبط کرنے کی بھی اس نے کوئی کوشش نہیں کی

"صادق آفریدی اگر تم سے کہیں گے کہ کنویں میں کود جاؤ تو کیا تم کنویں میں کود جاؤ گی تمہارے پاس اپنی خود کی عقل اور سمجھ ہے یا نہیں۔

صادق آفریدی کا دشمن تمہارا دشمن ہے یہ سوچ کر تم ایک اجنبی ایک انجان شخص کو رشوت دینے چل پڑیں تم نے صادق آفریدی سے پوچھا نہیں کہ یہ کام ان کی فیکٹری کا کوئی مرد بھی کر سکتا ہے پھر وہ تم سے کیوں کروا رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے صرف اور صرف تمہاری خوب صورتی کو استعمال کرنے کی کوشش کی ہے وہ میرے اندازے سے کہیں زیادہ گرے ہوئے ایک نہایت ہی گھٹیا انسان ہیں۔"

"پلیز ایسا مت کہیں۔" رومیسہ فوراً" بولی تو شہزاد کا خون مزید کھولنے لگا۔

"کیوں نہ کہوں ٹھیک ہی تو کہہ رہا ہوں تمہیں کیا لگتا ہے انہوں نے تمہیں باپ بن کر پالا ہے نان سینس!

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اگر تمہاری جگہ ان کی اپنی بیٹی ہوتی تو کیا وہ اسے اس طرح کسی کو رشوت دینے کے لیے پیسوں سے بھرا بریف کیس دے کر بھیجتے۔" غصے کی شدت سے شہزاد کا والیم بڑھتا جا رہا تھا رومیسہ ہراساں ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگی مگر ان کے آس پاس کوئی نہیں تھا اس کے تاثرات سے شہزاد کو بھی اپنی بے اختیاری کا احساس ہو گیا وہ اس کی طرف سے رخ موڑ کر بظاہر میدان میں گھوڑے دوڑاتے لڑکوں کو دیکھنے لگا جبکہ حقیقتاً" وہ اپنا غصہ پینے کی کوشش کر رہا تھا تبھی دانت پیس کر بولا۔

"جاؤ میں روحان بھائی کو کچھ نہیں بتاؤں گا یہ سب اس قابل ہے بھی نہیں کہ انہیں بتایا جائے اور آئندہ صادق آفریدی کے کہنے پر ایسا کوئی کام کرنے مت چل پڑنا انہوں نے تم پر جتنے بھی احسان کیے ہوں ان کا قرض تم اتار چکی ہو اب وہ مزید تم سے کچھ مانگنے کا حق نہیں رکھتے کیونکہ اگر میری جگہ کوئی اور ہوتا تو۔۔۔" شہزاد جو ایک تسلسل سے بول رہا تھا بہت ہی مشکل سے اس نے خود کو کوئی سخت بات کہنے سے روکا مگر رومیسہ کے چہرے پر نظر پڑنے کے بعد اسے احساس ہوا کہ کچھ نہ کہتے ہوئے بھی سب کہہ گیا تھا۔

رومیسہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تھے وہ زخمی نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی یقیناً" اپنے کیے پر اسے خود بھی پچھتاوا تھا پتا نہیں کس جذبے کے تحت وہ جوش میں یہ سب کرنے نکل کھڑی ہوئی تھی کسی کے احسانوں کا بار کندھوں پر ہونا شاید اتنا ہی تکلیف دہ ہوتا ہے کہ اس کے بدلے انسان اپنی فطرت کے برعکس کام کرنے کے لیے رضامند ہو جاتا ہے۔

شہزاد غیر ارادی طور پر اس کی جھلملاتی آنکھوں کو دیکھتا چلا گیا وہ تو پہلے ہی اتنی شرمندہ تھی اسے اتنی باتیں سنا کر شہزاد نے گویا اسے زمین میں گاڑھ دیا تھا اگر اس کے دل میں روحان کو پتا چل جانے کا ڈر نہ ہوتا تو وہ شہزاد کو مخاطب کرنے کی بھی ہمت نہ کرتی۔

تاسف اور شرمندگی میں اس نے اپنا ہونٹ کاٹ کر زخمی کر لیا تھا خون کی باریک لکیر کو دیکھ کر جانے کیوں وہ برداشت نہیں کر سکا۔

"آپ پلیز یہاں سے جائیں اور بے فکر رہیں یہ سب صرف میرے اور آپ کے بیچ رہے گا۔" اس کا لہجہ اور انداز حیرت انگیز طور پر بدل گئے تھے رومیسہ کتنی ہی دیر چپ چاپ پانی بھری آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی پھر ایک دم پلٹ گئی جاتے وقت وہ شہزاد کا جانے کیا کچھ لے گئی تھی کہ وہ ہر احساس سے عاری ہو سوچنا تو وہ بہت کچھ چاہتا تھا مگر ذہن نے کام کرنے سے انکار کر دیا تھا۔

صادق آفریدی نے پورا ڈرامہ رچا کر اسے روحان کی نظروں سے گرنے کی کوشش کی تھی وہ سوچ رہے ہوں گے اتنی بڑی رقم شہزاد نے کبھی دیکھی نہیں ہو گی اتنا پیسہ دیکھ کر وہ اپنے حواس کھو بیٹھے گا۔

ان کے اس فعل سے اسے اپنی شدید سبکی کا احساس ہوا تھا مگر اسے اپنے آپ پر حیرت ہو رہی تھی کہ اسے صادق آفریدی پر اتنا غصہ نہیں آ رہا تھا جتنا آنا چاہیے تھا وہ چاہتے ہوئے بھی صادق آفریدی کے بارے میں سوچ ہی نہیں پا رہا تھا۔

روحان نے کئی بار اس کے پاس آ کر اسے ٹوکا اور سب کے ساتھ چل کر بیٹھنے پر اصرار بھی کیا مگر شہزاد بڑی خوب صورتی سے ٹال گیا ویسے بھی روحان جانتا تھا وہ کافی تنہائی پسند ہے اور کسی سے آسانی سے گھلتا ملتا نہیں ہے پھر یہاں اس کے لیے سب لوگ نئے تھے وہ بہت کم لوگوں کو جانتا تھا ان سے بھی اس کی کوئی بے تکلفی نہیں تھی اور پھر ابھی احسان انکل اور شوکت آنٹی آئے نہیں تھے ان کے آنے پر روحان شہزاد کو ان سے ملوانا چاہتا تھا اس لیے اس نے ابھی زیادہ اصرار نہیں کیا کہیں شہزاد کا موڈ خراب ہو جائے اور وہ ان سے بھی ملنے سے انکار کر دے مگر اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔

وہ ابھی دوپہر کے کھانے سے فارغ ہوئے تھے کہ شہر میں کسی جلسے میں دھماکا ہو گیا وہ لوگ جس فارم ہاؤس میں آئے تھے وہ ہائی وے سے بھی آگے واقع تھا۔ دھماکے کی خبر سنتے ہی سب لوگوں میں کھلبلی مچ گئی اس سے پہلے کہ راستے بند ہو جاتے سب کو اپنے اپنے گھر پہنچنے کی فکر ستانے لگی ان میں سے کافی لوگ ایک کوچ بک کرا کر آئے تھے اور کیونکہ ان کا ارادہ رات کو دس گیارہ بجے یہاں سے نکلنے کا تھا لہٰذا کوچ کا ڈرائیور انہیں اتار کر کسی کام سے چلا گیا تھا اسے فون کر کے بلانے کا وقت نہیں تھا اور پھر اتنے خراب حالات میں وہ آنے کا رسک بھی نہ لیتا کیونکہ ہنگامی حالات میں سب سے پہلے ان ہی کی بس اور ویگنیں روک کر جلا دی جاتی ہیں اس کا انتظار کرنے کی بجائے ایک ایک گاڑی میں کئی کئی لوگ ٹھس ٹھاس کر آناً" فاناً" وہاں سے نکل گئے اور ہائی وے کراس کرنے کے بعد سب نے اپنے اپنے گھروں کے لیے ٹیکسیاں روک لیں۔

"شہزاد تمہیں گھر کا راستہ معلوم ہے نا میرا مطلب ہے تم اکیلے گھر پہنچ سکتے ہو نا۔" روحان نے شہزاد کے قریب آ کر پوچھا جو ابھی ابھی ایک گاڑی سے اترا تھا کیونکہ روحان کی گاڑی میں اتنے لوگ بیٹھ گئے تھے کہ اس کے لیے جگہ ہی نہیں بچی تھی۔

"ہاں جا تو سکتا ہوں کیوں کیا ہوا؟"

"یہ جو اتنی ساری لڑکیاں کوچ میں آ رہی تھیں ان میں سے کچھ کو تم گاڑی میں چھوڑ دو کچھ کو میں ٹیکسی میں چھوڑ آتا ہوں تاکہ سب جلد سے جلد گھر پہنچ جائیں۔" روحان نے گھڑی دیکھتے ہوئے کہا جہاں سوئی پانچ کے ہندسے تک پہنچ گئی تھی دو تین گھنٹے میں اندھیرا پھیلنے والا تھا۔

"آپ گاڑی لے جائیں مجھے اتنی اچھی ڈرائیونگ آتی بھی نہیں کہ رش میں چلا سکوں اور پھر ٹیکسی ڈرائیور ساتھ ہو گا تو مجھے راستے میں بھی پرابلم نہیں ہو گی کیونکہ یہ ٹیکسی میں سفر کرنے والی لڑکیاں نہیں ہیں یہ راستہ نہیں سمجھ پائیں گی۔" شہزاد نے جلدی جلدی کہا اور تھوڑی دیر بعد اس کی ٹیکسی میں دو لڑکیوں کے علاوہ رومیسہ آ کر بیٹھی تو وہ محض گہرا سانس کھینچ کر رہ گیا۔ مگر دو گھنٹے بعد اسے احساس ہوا کہ اچھا ہوا جو وہ اس کے ساتھ چلی آئی کیونکہ اگر وہ کسی اور کے ساتھ گئی ہوتی تو شہزاد اس کی خیریت کی طرف سے بہت زیادہ فکر مند رہتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شہر کے حالات واقعی بہت خراب تھے جگہ جگہ گاڑیاں جلائی جا رہی تھیں باقی کی دو لڑکیوں کے گھر نسبتاً" قریب تھے مگر انہیں بھی گھر پہنچنے میں دو گھنٹے لگے تھے ٹیکسی ڈرائیور ان راستوں سے گاڑی نکال کر لایا تھا جہاں سے راستہ صاف ہونے کی امید تھی اس کوشش میں وہ فاصلے سے دوگنا زیادہ راستہ طے کر کے آئے تھے اسی لیے جب شہزاد نے رومیسہ کے ہاسٹل کا پتا بتایا تو ڈرائیور نے بڑی انکساری کے ساتھ معذرت کر لی۔

"وہ علاقہ تو بہت خطرناک ہے بھائی۔ ہم آپ کو بھی مشورہ دے گا کہیں اور نکل جاؤ اور مہربانی کر کے دوسرا سواری لے لو اب ہم اپنے گھر کے قریب آگیا ہے ہمیں بھی گھر جانے کا ہے ٹیکسی میں سی این جی بھی ختم ہونے کو ہے ہم سفر کرنے کا خطرہ نہیں لے سکتا۔" اس کی شرمندگی سے بھری التجا پر شہزاد بحث نہیں کر سکا وہ اس کی ٹیکسی سے تو اتر آیا مگر اترنے کے بعد سخت پچھتاوا ہوا کیونکہ یہاں دور دور تک کسی سواری کے ملنے کے آثار نظر نہیں آرہے تھے اسے اپنی فکر نہیں تھی مگر وہ رومیسہ کو جلد از جلد اس کے ہاسٹل پہنچانا چاہتا تھا۔

"روحان بھائی کو فون کر کے بلا لیں وہ اب تک ان سب کو ڈراپ کر کے گھر پہنچ چکے ہوں گے۔" رومیسہ نے آہستگی سے کہا شہزاد ملگجے اندھیرے میں دور تک پھیلے سناٹے کو دیکھ رہا تھا اس کی بات پر اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"میرے موبائل کا چارج ختم ہو گیا ہے۔" پھر ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"موبائل تو تمہارے پاس بھی ہے نا۔ تم روحان بھائی کو فون کرو اگر وہ تمہیں ہاسٹل چھوڑ جائیں گے تو تمہارے لیے کوئی مسئلہ بھی نہیں ہو گا۔"

"میرے پاس تو موبائل ہے ہی نہیں۔" رومیسہ نے کندھے اچکائے۔

"کیوں اس موبائل کا کیا ہوا جس سے تم نے مجھے فون کیا تھا۔" شہزاد بے اختیار بولا۔

"وہ تو صادق انکل نے دیا تھا تاکہ کام کے دوران ضرورت پڑنے پر میں ان سے بات کر سکوں چنانچہ کام ختم ہو جانے پر میں نے سیل انہیں واپس کر دیا۔" رومیسہ تفصیل سے بولی۔

"بڑی سمجھ داری کا ثبوت دیا۔" شہزاد نے تلخی سے کہا کسی سواری کے انتظار میں انہوں نے پیدل چلنا شروع کر دیا تھا مگر دور دور تک کوئی آدم تھا نہ آدم زاد۔ چاروں طرف قبرستان جیسا سناٹا تھا حالانکہ وہ رہائشی ایریے میں کھڑے تھے۔

"میں بلاوجہ کسی کا احسان نہیں لیتی اور پھر سیل فون کی مجھے ضرورت ہی نہیں تو میں کیوں اس دردسر کو اپنے پاس رکھوں ورنہ مجھے خریدنا ہوتا تو میں اپنی تنخواہ سے خرید لیتی۔" رومیسہ نے حتمی انداز میں کہا۔

"تمہیں موبائل کی ضرورت نہیں ہے۔" شہزاد نے اس کا جملہ دھراتے ہوئے طنزیہ کہا۔

"تم ہاسٹل میں رہتی ہو جاب بھی کرتی ہو ماں باپ تمہارے ہیں نہیں اور اس پر یہ غرور کہ مجھے موبائل

کی ضرورت نہیں۔ صادق آفریدی کو اس موبائل کی کیا ضرورت تھی جو تم انہیں واپس کرنے کے لیے اتنی بے چینی تھی اصل میں پرابلم یہ ہے کہ تم ہو بہت بے وقوف، لیکن خود کو بہت عقل مند سمجھتی ہو۔"

"کیا بے وقوفی دکھادی میں۔" رومیسہ حیرانی سے بولی۔

"میرے ساتھ ٹیکسی میں آنے کی بجائے تمہیں روحان بھائی کے ساتھ گاڑی میں جانا چاہیے تھا ٹائم دیکھا ہے سات بج رہے ہیں کب ہاسٹل پہنچو گی تم کیا سوچیں گے ہاسٹل والے تمہارے بارے میں جب میں تمہیں وہاں ڈراپ کروں گا۔" شہزاد کہتا چلا گیا۔

"وہ ہاسٹل صادق انکل کی کمپنی کا ہے وہاں ورکرز رہتے ہیں اور تقریباً" سبھی آپ کو جانتے ہیں۔" گزرتے وقت کی تیزی کا احساس اسے بھی تھا اس لیے منمنا کر بولی تب بھی وہ روحان کی گاڑی میں بیٹھنے والی بات گول کر گئی اس میں پہلے ہی عروبہ کی دوستیں بیٹھنے کا فیصلہ کر چکی تھیں اور وہ کبھی ان لڑکیوں کے مقابل نہیں آتی تھی ساری زندگی وہ ان کے گھر پلی بڑھی تھی تقریباً" سبھی اس کے حالات سے واقف تھیں علیزہ اور عروبہ کے لحاظ میں وہ اس کے سامنے تو اسے کچھ نہیں کہتی تھیں مگر ان کا رویہ اس کے ساتھ ہمیشہ روکھا پھیکا سا ہوتا تھا۔

جب صادق آفریدی کے آفس میں اچانک ایک لڑکی کے جاب چھوڑ دینے پر اس نے وقتی طور پر وہاں جاب کی تو سائیڈ پر واقع آفس اسے علیزہ کے گھر سے بہت دور پڑتا تھا وہ اس لڑکی کی جگہ ہاسٹل میں شفٹ ہو گئی اور وہاں رہ کر اسے پہلی بار احساس ہوا کہ کسی دوسرے کے عالیشان گھر میں رہنے سے لاکھ درجہ بہتر ہوتا ہے ایک چھوٹے سے آسائشوں سے عاری مگر اپنے گھر میں رہنا اسے رہنے کے لیے ایک کمرہ ملا تھا جس میں پہلے ہی دو لڑکیاں موجود تھیں مگر وہاں جا کر اسے ذہنی طور پر بہت سکون ملا تھا اور اس ذہنی سکون کے پیچھے وہ ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہو جاتی جو ان احسانات کو کم کرنے میں معاون ثابت ہوتا جو روحان یا علیزہ کی فیملی نے اس پر کیے تھے۔

"وہاں سب لوگ مجھے جانتے ہیں اچھا! کیا جانتے ہیں وہی جو تم جانتی ہو۔" شہزاد کے سرد لہجے پر رومیسہ ایک لمحے کے لیے لاجواب ہو گئی پھر گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولی۔

"اگر صادق انکل کو آپ کی اصلیت کا ڈھنڈورا پیٹنا ہوتا تو وہ اب تک آپ کو بزنس سے بے دخل کر چکے ہوتے آپ کیونکہ ان سے بہت بدگمان ہیں اس لیے آپ کو ان کا ہر عمل بالکل غلط لگتا ہے ورنہ سچ تو یہ ہے کہ اگر انہوں نے آپ کو آزمانے کی کوشش کی تو ایسا کچھ غلط نہیں کیا یہ ایک بالکل فطری سی بات ہے کسی کے بھی دل میں یہ خدشہ پیدا ہو سکتا ہے کہ شاید آپ اس بزنس میں کسی غلط ارادے سے آئے ہوں وہ آپ کو آفس آنے سے منع کر کے روحان بھائی کو دکھ نہیں دینا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے آپ کو پرکھنے کی کوشش کی تھی کہ آیا واقعی آپ اعتبار کے قابل ہیں یا نہیں اگر آپ اس امتحان میں فیل ہو جاتے تب بھی صادق انکل کوئی ایشو نہ کھڑا کرتے بلکہ صرف روحان بھائی کے سامنے آپ کی اصلیت بے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نقاب کردیتے اسی لیے انہوں نے اس کام کے لیے میرا انتخاب کیا تھا کیونکہ بس ایک میں ہی ہوں جس پر وہ بھروسہ کرسکتے تھے جو اس بات کی آفس میں کسی کو بھنک بھی نہیں پڑنے دیتی کہ آپ کو بے عزت کرنے کی کوشش میں سب سے زیادہ تماشا ان ہی کا بنے گا۔" رومیسہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ ہوگئی تھی غیر ارادی طور پر وہ دونوں چلنا چھوڑ کر رک کر بحث میں لگ گئے تھے۔

"ہاں تمہارے صادق انکل تو بہت عظیم انسان ہیں ان میں تو کوئی برائی ہے ہی نہیں۔ اتنے کروڑوں کا بزنس ہے ان کا اس بزنس کو غلط ہاتھوں میں دینے سے پہلے وہ مقابل کی نیت کو جانچنے کی کوشش کررہے تھے اور اس کوشش میں ایسی کوئی برائی نہیں اگر میں اس امتحان میں فیل ہوتا تو وہ میری اصلیت روحان بھائی کو بتا کر مجھے بزنس سے بے دخل کردیتے ہے نا۔" شہزاد بول ایسے رہا تھا جیسے اس سے سو فیصد متفق ہو مگر اس کے لہجے میں دبا دبا غصہ رومیسہ کو اسے الجھن بھری نظروں سے دیکھنے پر مجبور کرگیا تھا اس کے پوچھنے پر رومیسہ نے غیر ارادی طور پر سر اثبات میں ہلا دیا کچھ دیر تو شہزاد خاموشی سے اسے دیکھتا رہا پھر ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"تو پھر میرے کامیاب ہونے پر انہوں نے روحان بھائی کے سامنے مجھے بلا کر مجھے سراہا کیوں نہیں؟"

ایک بار پھر رومیسہ اس کے سامنے لاجواب ہوگئی تھی مگر شہزاد کی نظریں بدستور رومیسہ کے چہرے پر جمی تھیں اور وہ نہیں چاہتی تھی کہ شہزاد کے دل میں صادق انکل کے لیے کوئی میل آئے اگر اسے معلوم ہوتا کہ شہزاد اس فارم ہاؤس میں آرہا ہے تو وہ علیزہ کے بے حد اصرار پر بھی یہاں ہرگز نہیں آتی اس نے تو بار بار علیزہ سے پوچھا تھا کہ پارٹی میں کون کون چل رہا ہے اور یہ اطمینان کرلینے کے بعد راضی ہوئی تھی کہ شہزاد کے آنے کے بالکل امکان نہیں ہیں اس کی وجہ سے صادق آفریدی کی بات کھل گئی تھی اور اب اسے ہر حال میں اسے نبھانا تھا اس لیے اپنے لہجے میں اعتماد پیدا کرتے ہوئے اس نے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ایک دن آئے گا جب وہ آپ کو روحان بھائی کے سامنے بلا کر سراہیں گے اور اپنی غلطی تسلیم کریں گے۔ وہ نہیں جو انہوں نے آپ کے ساتھ کیا بلکہ وہ جو انہوں نے آپ کی ماں کے ساتھ کیا تھا۔" شہزاد اپنی جگہ سن ہوگیا اس جواب کی اسے قطعاً توقع نہیں تھی وہ اس کی بات سے متفق تو نہیں ہوا مگر اس کا غصہ صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھتا چلا گیا اسی لیے جب وہ بولا تو اس کے لہجے میں طنز نہیں تھا مگر مایوسی ضرور گھلی تھی۔

"ایسا کبھی نہیں ہوگا۔"

"اگر یہیں کھڑے رہیں گے تب تو واقعی نہیں ہوگا۔" رومیسہ کے سنجیدگی سے کہنے پر فوری طور پر وہ سمجھا ہی نہیں اور جب سمجھا تو بے ساختہ مسکرا دیا۔

وہ دونوں اگلے پندرہ منٹ تک اسی طرح سڑک پر چلتے رہے راستے میں ایک دو سواریاں گزریں مگر کسی

نے بھی گاڑی روکنے کی زحمت نہیں کی آخر اللہ اللہ کرکے ایک ٹیکسی ڈرائیور انہیں بٹھانے کے لیے تیار ہوگیا وہ بھی رومیسہ کے ہاسٹل جانے کے لیے تیار نہیں تھا کہ اس علاقے میں حالات اور بھی سنگین نوعیت اختیار کرگئے تھے تب شہزاد نے رومیسہ کو فی الحال گھر لے جانے کا فیصلہ کرتے ہوئے اسے گھر کا پتا سمجھا دیا اب وہ مزید سڑک پر کھڑے رہنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے تھے اچھا خاصا اندھیرا ہوگیا تھا اسے اپنی اتنی فکر نہیں تھی جتنی پریشانی اسے رومیسہ کی طرف سے تھی اسی لیے جب ٹیکسی ڈرائیور نے گھر کے گیٹ پر ٹیکسی روکی تو اسے پیسے دے کر اترنے کے بعد شہزاد نے باقاعدہ با آواز بلند اللہ کا شکر ادا کیا وہ بھی ہاتھ اٹھا کر جس پر رومیسہ مذاق اڑاتے ہوئے بولی۔

"اللہ سے تھوڑی ہمت بھی مانگ لیں کراچی میں رہنے والے لوگ تو ان حالات کے عادی ہوگئے ہیں۔"

"سارے راستے چہرا انڈے کی زردی بنا رہا اور پھر بھی عادی ہونے کے دعوے دار بنے ہوئے ہیں۔" شہزاد نے فوراً "حساب برابر کیا تھا حالانکہ ان دونوں کو ہی لگ رہا تھا کہ وہ جتنی ٹینشن سے گزرے ہیں اتنے تھکے نہیں بلکہ معمول سے زیادہ خوشگوار موڈ میں چاق و چوبند تھے۔

چوکیدار نے انہیں دیکھتے ہی گیٹ کھول دیا اسے خیریت کی مختصر اطلاع دیتے ہوئے وہ گھر میں داخل ہو گئے لان عبور کرکے وہ جیسے ہی گھر تک پہنچے گھر کا گیٹ چوپٹ کھلا نظر آیا۔

"روحان بھائی تو بہت پریشان ہو رہے ہوں گے۔" شہزاد بڑبڑانے والے انداز میں بولا اور جیسے ہی اس نے گھر میں قدم رکھا کسی کے زور زور سے چیخنے کی آوازیں آرہی تھیں جیسے کوئی بہت غصہ کررہا ہو۔ ان دونوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا اور کسی انہونی کا ڈر لیے تیزی سے لاؤنج کی طرف بڑھ گئے جہاں پہنچ کر صادق آفریدی کے الفاظ صاف سنائی دے رہے تھے بلکہ ان کا غصے سے لال ہوتا چہرہ دیکھ کر وہ دونوں ہی لاؤنج کی دہلیز پر رک گئے تھے۔

"تم تو بھائی کی محبت میں اندھے ہوگئے ہو نہ دنیا کا ہوش ہے نہ زمانے کی اونچ نیچ کی پروا۔ وہ تو شکر ادا کرو کہ لوگ میرے اور عتیقہ کے بیچ طلاق کی وجہ نہیں جانتے ورنہ شہزاد کو اپنی پارٹی میں آنے کی اجازت دینا تو درکنار کوئی اس کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔"

"بس کیجیے بابا اس سے آگے آپ اور کچھ نہیں کہیں گے۔" صادق آفریدی غصے سے ٹہل رہے تھے جبکہ روحان کمرے کے ایک جانب موبائل ہاتھ میں لیے کھڑا تھا دونوں کے ہی چہرے سے اضطراب صاف ظاہر تھا روحان کی بات پر تو صادق آفریدی پھٹ پڑے تھے۔

"کیوں نہیں کہوں۔ آخر رومیسہ ابھی تک ہاسٹل کیوں نہیں پہنچی اگر رومیسہ کو کچھ ہوا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہوگا۔"

"اٹ از اینف بابا۔" روحان چیخ پڑا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"چلاؤ مت! ایسے لوگوں کا کوئی ضمیر نہیں ہوتا نہ کوئی دین نہ ایمان۔ پتا نہیں کس کا گند اخون۔۔۔۔"
شہزاد کو لگ رہا تھا کسی نے اس کے کانوں میں گھلا ہوا سیسہ ڈال دیا ہو شاید اتنی ہی تکلیف اس کے برابر میں کھڑے وجود کو ہوئی تھی تبھی حیرت اور صدمے سے چور لہجے میں ان کی بات کاٹ کر انہیں آگے کچھ بھی کہنے سے روک دیا۔
"انکل پلیز۔۔۔۔"

☆ ☆ ☆

ساڑھے آٹھ بجے گھنٹے نے اپنا مخصوص ٹن ٹن بجایا تو روحان نے ایک بار پھر جانے کس امید پر اپنا موبائل نکالا اور شہزاد کا نمبر ملانے لگا مگر دوسری طرف وہی جواب موصول ہوا جو پچھلے دو گھنٹے سے آرہا تھا۔ شہزاد کا موبائل آف تھا اس کے باوجود روحان اسے کوئی دس بار فون کر چکا تھا ہر بار اسے فون کرنے کے بعد وہ یہ ہی سوچتا کہ اب دوبارہ یہ حماقت نہیں کرے گا مگر بابا جس طرح بے چینی سے ادھر سے ادھر ٹہل رہے تھے وہ روحان کو بھی چین سے بیٹھنے نہیں دے رہے تھے شہزاد اور رومیسہ کی خیریت کی طرف سے فکر مند ہونے کے ساتھ ساتھ وہ بابا کے غصے کی وجہ سے بھی بار بار اسے کانٹیک کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔
ساڑے پانچ بجے وہ علیزہ' عروبہ اور ان کی چند دوستوں کو چھوڑ کر گھر پہنچ گیا تھا بابا اس وقت ٹی وی لگائے بیٹھے تھے خبروں میں شہر کی بگڑتی حالت کی پل پل کی خبر دی جا رہی تھی روحان نے اپنی خیریت کی اطلاع تو راستے سے ہی دے دی تھی مگر شہزاد نے ایسا کوئی فون نہیں کیا تھا ویسے بھی وہ جس جس کو ڈراپ کرنے گیا تھا ان کے گھر اتنی دور تھے کہ شہزاد کو واپس آنے میں دو گھنٹے تو لگنے ہی تھے اس لیے روحان نے ایک دفعہ کال کرنے کے بعد دوبارہ اس کا نمبر نہیں ملایا مگر سات بجے کے قریب اس کی پریشانی سوا ہونے لگی تب روحان نے ان لڑکیوں کا نمبر حاصل کر کے انہیں فون کیا جو شہزاد کے ساتھ گئی تھیں جن میں سے دو نے اسے ایک ہی جواب دیا کہ وہ دونوں چھ' ساڑھے چھ تک گھر پہنچ گئے تھے بس ایک رومیسہ کے ہاسٹل والوں نے اس کی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا جس پر روحان کو تشویش تو ہوئی مگر اس نے صادق آفریدی پر ظاہر نہیں ہونے دیا اور چپ چاپ ان کے ساتھ بیٹھا ٹی وی دیکھتا رہا آخر آٹھ بجے اس کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا اور وہ گاڑی کی چابیاں اٹھاتا اٹھ کھڑا ہوا حسب توقع صادق آفریدی نے اس کے اٹھنے کا فوراً نوٹس لیا اور ٹی وی کا والیم کم کرتے ہوئے بولے۔
"کوئی ضرورت نہیں ہے شہزاد کے پیچھے جانے کی۔ وہ حالات دیکھ کر راستے میں ہی کہیں رک گیا ہو گا تم اسے ڈھونڈ نہیں پاؤ گے الٹا خود پھنس جاؤ گے۔"
"بابا ایک چکر لگانے میں کیا حرج ہے۔" روحان نے بظاہر سرسری انداز میں کہا تو وہ بگڑ گئے۔
"حالات نہیں دیکھ رہے تم شہر کے۔ گاڑی لے کر نکلو گے کوئی گاڑی جلا دے گا۔"
"بابا ایسا کچھ نہیں ہو گا۔" روحان انہیں ٹالتا کمرے سے نکلنے لگا کہ وہ ٹی وی بند کرتے کھڑے ہو گئے۔

"کوئی عزت ہی نہیں رہی ہے تمہاری نظر میں میرے حکم کی۔ میں کچھ بھی کہتا رہوں تم اپنی ہی من مانی کرتے ہو۔" روحان بے بسی سے انہیں دیکھنے لگا۔
"میں جانتا ہوں اس طرح شہزاد کو ڈھونڈنا بہت مشکل ہے پتا نہیں وہ کہاں پھنس گیا ہے مگر بابا۔۔۔ اس کے ساتھ رومیسہ بھی ہے میں نے اس کے ہاسٹل فون کیا ہے وہ ابھی تک وہاں پہنچی نہیں ہے۔" صادق آفریدی جو سارے جہاں کی بے زاری چہرے پر سجائے اس کی بات سن رہے تھے' بری طرح چونک کر اسے دیکھنے لگے۔
"کتنی دیر ہو گئی تمہیں فون کیے ہوئے۔" اب ان کے چہرے سے گھبراہٹ ظاہر ہوئی تھی ورنہ شہزاد کے متعلق سوچ کر انہیں کوئی پریشانی نہیں تھی۔
"ایک گھنٹہ ہو گیا ہے میں نے کہا تھا جب وہ آئے تو مجھے کال بیک کرا دیں مگر اس کا ابھی تک فون نہیں آیا اس کا مطلب ہے۔۔۔" روحان نے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور خود موبائل نکال کر رومیسہ کے ہاسٹل کا نمبر ملانے لگا فون بہت مشکل سے ملا تھا اور ملنے کے بعد وہی مایوسی بھرا جواب سننے کو ملا تو صادق آفریدی اس پر بگڑنا شروع ہو گئے۔
"تمہیں ضرورت کیا تھی رومیسہ کی ذمہ داری کسی اور پر ڈالنے کی۔ تم خود اسے ڈراپ کرنے کیوں نہیں گئے۔" وہ روحان کے باہر جا کر تلاش کرنے کے حق میں نہیں تھے اس لیے ان کی تان اسی جملے پر آکر ٹوٹی تھی اور وہ جو گاڑی کی چابیاں لیے جانے کے لیے کھڑا تھا اس غیر ضروری بحث پر چڑ جانے کے باوجود رسانیت سے بولا۔
"بابا علیزہ کا گھر شہر کے ایک کونے میں' رومیسہ کا ہاسٹل شہر کے دوسرے کونے میں۔ میں اسے اپنے ساتھ کیسے لے جا سکتا تھا۔" روحان خود بھی فکر مند تھا اس لیے ان کی پریشانی کو بخوبی سمجھ رہا تھا وہ انہیں اس طرح متفکر چھوڑ کر بھی نہیں جا سکتا تھا صادق آفریدی اس کی بات پر تلملاتے ہوئے ادھر سے ادھر ٹہلنے لگے۔
"ایک تو یہ رومیسہ کی خوامخواہ کی ذمہ داری مجھے بالکل پسند نہیں۔ میں نے خود اسے موبائل خرید کر دیا تھا مگر دو دن یوز کرنے کے بعد اس نے مجھے لوٹا دیا۔ کیا تھا جو وہ موبائل اپنے پاس رکھ لیتی۔ میرے منع کرنے کے باوجود ہاسٹل میں رہ رہی ہے جاب بھی نہیں چھوڑتی۔ میری بات تو کوئی بھی نہیں سنتا' ہر ایک کو اپنی من مانی کرنے کا شوق ہے اور یہ تمہارے چہیتے بھائی نے موبائل کسی خوشی میں آف کر رکھا ہے۔"
رومیسہ کی آڑ میں وہ اسے بھی سنا رہے تھے ان کی نظر میں آج کل وہ بھی اپنی بہت من مانی کرنے لگا تھا اپنے ذکر پر تو وہ چپ رہا مگر شہزاد کے لیے "تمہارے چہیتے بھائی" کے طرز تخاطب پر وہ دل ہی دل میں سلگ جانے کے باوجود ضبط کرتے ہوئے بولا۔
"موبائل آف نہیں کیا ہے اس نے بیٹری لو ہونے کی وجہ سے فون بند ہو گیا ہو گا ورنہ وہ خود فون کر کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی خیریت کی اطلاع دے چکا ہوتا۔"

"بیٹری کو لو ہونے کے لیے بھی یہی وقت ملا تھا۔" وہ ایسے بولے جیسے انگارے چبا رہے ہوں۔

"بابا ہم لوگ صبح سے نکلے ہوئے تھے موبائل کتنی دیر چارج رہ سکتا تھا۔" روحان نے حتی الامکان اپنا لہجہ ٹھنڈا رکھنے کی کوشش کی مگر وہ سر جھٹکتے ہوئے بولے۔

"ہونہہ اچھی طرح سمجھتا ہوں میں یہ چالیں۔"

"کیسی چالیں۔" روحان کو لگ رہا تھا اس کا ضبط جواب دینے والا ہے۔

"مجھ سے کیا پوچھ رہے ہو ساڑھے آٹھ ہو رہے ہیں آخر کہاں ہے رومیسہ؟" وہ چیخ کر بولے تو روحان کا لہجہ بھی تیز ہو گیا۔

"آپ تو ایسے ری ایکٹ کر رہے ہیں جیسے شہزاد نے اسے اغوا کر لیا ہو۔"

"کیا عجب اگر وہ ایسا کر لے۔" صادق آفریدی چیخ کر بولے۔

"بابا پلیز۔" روحان کی تنبیہی انداز پر وہ اسے غصے سے گھورنے لگے۔

"تم تو بھائی کی محبت میں اندھے ہو گئے ہو نہ دنیا کا ہوش ہے نہ زمانے کی اونچ نیچ کی پروا۔ وہ تو شکر ادا کرو کہ لوگ میرے اور عتیقہ کے بیچ طلاق کی وجہ نہیں جانتے ورنہ شہزاد کو اپنی پارٹی میں آنے کی اجازت دینا تو درکنار کوئی اس کے منہ پر تھوکنا بھی پسند نہیں کرتا۔

"بس کیجیے بابا اس سے آگے آپ اور کچھ نہیں کہیں گے۔" روحان کا خود پر سے کنٹرول ختم ہو گیا تھا مگر صادق آفریدی کو رتی بھر پروا نہیں تھی وہ پہلے سے بھی زیادہ طیش سے بولے۔

"کیوں نہیں کیوں۔ آخر رومیسہ ابھی تک ہاسٹل کیوں نہیں پہنچی اگر رومیہ کو کچھ بھی ہوا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"اٹ از اینف بابا۔" روحان کا بس نہیں چل رہا تھا کہ کیا کر ڈالے وہ شہزاد کے متعلق ایک غلط لفظ نہیں سن سکتا تھا کجا کہ اتنی بڑی بڑی باتیں مگر انہیں روحان کے احساسات کا احساس ہی نہیں تھا اتنے دنوں سے جو لاوا ان کے اندر پک رہا تھا رومیسہ کی فکر میں وہ پھٹ کر باہر آ گیا تھا۔

"چلاؤ مت ایسے لوگوں کا کوئی ضمیر نہیں ہوتا نہ کوئی دین نا ایمان۔ پتا نہیں کس کا گند اخون....."

"انکل پلیز۔" وہ آگے جانے اور کون کون سے ایک الفاظ استعمال کرنے والے تھے کہ رومیسہ کی کانپتی آواز نے ان دونوں کو چونک کر پلٹنے پر مجبور کر دیا۔

رومیسہ اور شہزاد جانے کب وہاں آ گئے تھے انہیں خبر ہی نہیں ہوئی شہزاد نے انہیں متوجہ دیکھ کر غیر محسوس طور پر اپنا رخ موڑ لیا تھا شاید وہ اپنے تاثرات چھپانا چاہتا تھا لیکن رومیسہ کی زرد پڑتی رنگت ظاہر کر رہی تھی کہ وہ دونوں کافی کچھ سن چکے تھے روحان اپنی جگہ پتھرا گیا جو اس کے لیے ناقابل برداشت تھا وہ شہزاد نے کیسے سہا ہو گا جبکہ صادق آفریدی کا چہرہ پل بھر کے لیے متغیر ہوا پھر وہ پر جلال لہجے میں پوچھنے لگے۔

"تم ہاسٹل کیوں نہیں گئیں۔"

"ہاسٹل جانے کا راستہ بند تھا کتنی دیر تک تو ہمیں سواری ہی نہیں ملی ایک ٹیکسی ڈرائیور نے تو ہمیں راستے میں ہی اتار دیا تھا جب دوسری ٹیکسی ملی تو اس نے بھی وہاں جانے سے انکار کر دیا اس علاقے میں ابھی بھی حالات بہت خراب ہیں آخر انہوں نے رات گہری ہوتی دیکھ کر مجھے گھر لے آنے کا فیصلہ کر لیا میں بھی یہ سوچ کر مان گئی کہ اتنی رات گئے ان کے ساتھ ہاسٹل جانے سے بہتر ہے میں کل صبح آپ کے ساتھ چلی جاؤں تاکہ ہاسٹل کا عملہ اعتراض بھی نہ کر سکے مگر مجھے کیا معلوم تھا سب سے پہلے تو آپ خود الزام لگانے کے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔"

رومیسہ کا ٹوٹا ہوا لہجہ صادق آفریدی کو شرمندہ کر گیا مگر وہ شہزاد کے سامنے کسی کمزوری کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہتے تھے اسی لیے اپنی خجالت چھپانے کے لیے خوامخواہ کا غصہ دکھاتے ہوئے بولے۔

"رومیسہ تم میری بیٹی ہو اور بیٹیوں کو ذرا بھی دیر ہو جائے تو والدین کی جان پر بن آتی ہے اور تم تو گئیں بھی اس کے ساتھ تھیں تم پر تو مجھے بھروسہ ہے مگر شہزاد کا کیا اعتبار۔" صادق آفریدی کی ڈھٹائی پر روحان اور رومیسہ کے لیے سر تک اٹھانا دوبھر ہو گیا روحان میں تو شہزاد کی طرف دیکھنے کی بھی ہمت نہیں تھی حالانکہ وہ اپنی عادت کے مطابق بالکل لاتعلق بنا کھڑا تھا مگر روحان کو اچھی طرح علم تھا جس وقت وہ سخت اذیت سے گزر رہا ہوتا ہے اس وقت وہ ایسے ہی بے حسی کا لبادہ اوڑھ کر سپاٹ چہرہ بنا کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ جیسے اسے کسی کی فکر نہ ہو حالانکہ اس کے اندر ایک طوفان مچل رہا ہوتا ہے۔

"بابا بہت ہو گیا اب بس کریں رومیسہ ساتھ خیریت کے آ گئی ہے۔" روحان نے بمشکل دبے دبے لہجے میں کہا۔

"ہاں اللہ کا شکر ہے ورنہ تم نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی میری بیٹی کو برباد کرنے میں۔"

"انکل اتنی بڑی بڑی باتیں کرنے کا آپ کو کوئی حق نہیں ہے کسر تو آپ نے بھی نہیں چھوڑی تھی ورنہ اگر آپ واقعی مجھے اپنی بیٹی سمجھتے ہیں اور اگر یہ آپ کی نظروں میں اتنے ہی گرے ہوئے ہیں تو آپ نے مجھے ان کے پیچھے اتنی بڑی رقم لے کر کیوں بھیجا تھا۔" رومیہ کا سلگتا لہجہ ان تینوں کو چونکا گیا تھا صادق آفریدی چونکنے کے بعد سٹپٹا گئے تھے جبکہ روحان چونکنے کے بعد حیرانی سے کبھی رومیسہ کو تو کبھی صادق آفریدی کو دیکھنے لگا تھا اور شہزاد چونکنے کے بعد قہر برساتی نظروں سے رومیسہ کو دیکھنے لگا تھا جو اتنی نظروں کی زد میں ہونے کے باوجود ذرا نہیں گڑبڑائی تھی بلکہ بڑے اطمینان سے صادق آفریدی کو دیکھ رہی تھی جو بغلیں جھانکنے لگے تھے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کس رقم کی بات کر رہی ہو تم۔" روحان نے آگے بڑھ کر سختی سے پوچھا تو رومیسہ شہزاد کو دیکھنے لگی صرف ایک پل کے لیے اس کی نظریں شہزاد سے ملی تھیں کہ شہزاد منہ موڑ کر دوسری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جانب دیکھنے لگا مگر وہ اس کی آنکھوں میں لکھی تحریر با آسانی پڑھ چکی تھی۔

"کچھ نہیں روحان بھائی۔ آپ پلیز مجھے میرا کمرہ بتائیں میں بہت تھک گئی ہوں۔"

"پہلے میرے سوال کا جواب دو۔" روحان غرا کر بولا پھر شہزاد سے مخاطب ہوتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"کیا یہی تھی حسن اینڈ سنز کی چیف ایگزیکٹو۔"

"کیا ہو گیا ہے بھائی آپ کو کیسی باتیں کر رہے ہیں۔" شہزاد نے قدرے جھنجھلا کر کہا۔

"مجھے اسی وقت فون پر وہ آواز سنی ہوئی لگ رہی تھی۔" روحان نے اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بڑبڑاتے ہوئے کہا پھر نہایت برہمی سے صادق آفریدی کی طرف پلٹ گیا۔

"تو گویا یہ گھٹیا حرکت آپ کی تھی۔ آپ شہزاد کا امتحان لے رہے تھے اور کوئی نہیں ملا آپ کو رومیہ کے علاوہ اس گرے ہوئے کام کے لیے۔" روحان کا غصے سے برا حال ہو رہا تھا رومیہ کو احساس تھا اسے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا مگر وہ مسلسل شہزاد کی تذلیل کر رہے تھے جو وہ کسی بھی طور برداشت نہیں کر سکی تھی مگر شاید اسے اپنی بے عزتی کی کوئی پروا نہیں تھی بلکہ اب روحان کو غصے میں دیکھ کر اسے بھی غصہ آنے لگا تھا رومیہ نے جب ڈرتے ڈرتے شہزاد کی طرف دیکھا تو وہ چہرے پر سارے جہاں کی بے زاری لیے اسے ہی دیکھ رہا تھا اسے متوجہ دیکھ کر وہ گہرا سانس کھینچ کر تاسف بھرے انداز میں سر نفی میں ہلانے لگا۔

"میں تمہاری ہر بات کا جواب دینے کا پابند نہیں ہوں۔" صادق آفریدی تو پہلے ہی بہت طیش میں تھے روحان کو خود سے پہلی بار اس لہجے میں بات کرتا دیکھ کر انہیں پتنگے ہی لگ گئے وہ لاؤنج کے دوسرے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے بے گانگی سے بھرپور لہجے میں بولے۔

"میں تمہیں صفائی دینا ضروری نہیں سمجھتا۔"

"ہاں صفائی دینا اس وقت ضروری ہوتا ہے جب انسان کے پاس صفائی دینے کے لیے کچھ ہو۔" روحان نے دانت پیسے اس کے دوبدو کہنے پر وہ برجستہ بولے۔

"ٹھیک یہی بات میں نے تمہاری ماں سے کہی تھی۔" کمرے میں ایک دم موت کا سناٹا چھا گیا سب کی سانس ہی رک گئی تھی تو آواز کس چیز کی ہوتی۔

صادق آفریدی اور روحان بڑی خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے دونوں کی آنکھوں میں ایک طوفان مچل رہا تھا جس کے زور پکڑنے سے پہلے ہی صادق آفریدی نے اپنے کمرے کی طرف قدم بڑھا دیے کہ تبھی اتنی دیر میں پہلی بار شہزاد کی آواز ابھری۔

"میری ماں نے اگر صفائی نہیں دی تو اس کا یہ مطلب نہیں تھا کہ وہ مجرم تھی بلکہ آپ اس قابل نہیں تھے کہ آپ کا اعتبار بحال کیا جاتا۔" صادق آفریدی نے پلٹ کر ایک تیز نظر شہزاد پر ڈالی اور گرجدار آواز میں بولے۔

"یہ میرا ظرف ہے کہ میں نے عتیقہ کو اتنی خاموشی سے یہاں سے جانے دیا ورنہ اسے تو بیچ چوراہے پر

سنگسار کر دینا چاہیے تھا۔" غصے کی شدید لہر شہزاد کے رگ و پے میں اٹھی تھی اسے لگ رہا تھا وہ آج صادق آفریدی کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔

"زبان سنبھال کر بات کریں مسٹر صادق کہیں ایسا نہ ہو کہ آپ کی بات آپ کے آخری الفاظ بن جائیں۔" شہزاد کی آنکھیں ضبط گریہ سے سرخ انگارہ ہو گئی تھیں غصہ تو روحان کو بھی بہت آیا تھا مگر شہزاد کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر وہ سب کچھ بھول بھال کر تیزی سے اس کے قریب چلا آیا۔

"شہزاد چلو اپنے کمرے میں۔" روحان نے اسے کندھوں سے تھام لیا مگر وہ اپنی جگہ سے ہلا تک نہیں اور خون آشام نظروں سے صادق آفریدی کو دیکھتا رہا جو اس کے تیور دیکھ کر بالکل خاموش ہو گئے تھے انہیں چپ دیکھ کر اور روحان کے بے حد اصرار پر شہزاد اس وقت تو اپنے کمرے میں چلا گیا۔ مگر وہ ساری رات اس نے انگاروں پر گزاری تھی۔

صبح ہوتے ہی وہ اپنا مختصر سا سامان لیے روحان کے کمرے کے دروازے پر پہنچ گیا۔

"میں اگر اس گھر میں رہا تو پاگل ہو جاؤں گا پلیز مجھے جانے دیں میں نے ہمیشہ آپ کی بات مانی ہے آج آپ کو میری بات ماننی ہو گی۔" روحان بے بسی سے اس کے پژمردہ چہرے کو دیکھنے لگا خود روحان کی آنکھیں رات بھر جاگنے کے باعث سرخ ہو رہی تھیں وہ بغیر بحث کیے شکست خوردہ لہجے میں بولا۔

"ٹھیک ہے جیسی تمہاری مرضی۔ اگر یہاں نہیں رہنا چاہتے تو کہیں اور شفٹ ہو جاؤ لیکن ایک ہفتے سے پہلے کراچی چھوڑنے کے متعلق سوچنا بھی نہیں آفس میں کئی ڈاکومنٹس ایسے ہیں جن پر تمہارے سائن کی ضرورت پڑے گی تم بھلے ہی آفس مت آنا میں پیپرز تمہارے پاس بھجوا دوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" شہزاد خلاف توقع فوراً مان گیا تو روحان وقت ضائع کیے بغیر بولا۔

"کہاں جاؤ گے۔"

"پتا نہیں۔" شہزاد بجھے ہوئے لہجے میں بولا۔

"ہمارے آفس کی ایک بیچلر ایکوموڈیشن ہے چاہو تو وہاں شفٹ ہو جاؤ جیسے رومیہ بھی آفس کے ہاسٹل میں رہتی ہے۔"

"رومیہ چلی گئی۔" شہزاد نے اچانک چونکتے ہوئے پوچھا۔

"وہ کیسے جا سکتی ہے میں خود اسے چھوڑ کر آؤں گا تم نے مجھے فارم ہاؤس پر ہی رومیہ کے بارے میں کیوں نہیں بتا دیا۔" روحان نے ناراضی سے انداز میں کہا تو شہزاد نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اگر اس نے رومیہ سے وعدہ نہ کیا ہوتا تب بھی وہ یہ ہرگز نہ چاہتا کہ رومیہ کا تاثر کسی کی بھی نظروں میں خراب ہو روحان کی بھی نہیں۔

"اچھا یہ بتاؤ ناشتا کرو گے۔" روحان نے اسے خاموش دیکھ کر بات بدل دی مگر شہزاد کے نفی میں سر ہلانے پر متانت سے کہنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کل رات ہمارے جھگڑے میں رومیسہ نے بھی کھانا نہیں کھایا اب اگر ہم ناشتا نہیں کریں گے تو وہ بھی بھوکی رہے گی اس لیے پلیز چل کر ایک کپ چائے ہی پی لو بابا تو آج اپنے کمرے سے بھی نہیں نکلیں گے۔" رومیسہ کا نام آنے پر وہ ایک بار پھر مان گیا اور پھر واقعی ناشتے کی میز پر ان تینوں نے صرف ایک ایک کپ چائے پی تھی وہ بھی اتنی خاموشی سے جیسے کہنے سننے کے لیے کچھ بچا نہ ہو رومیسہ کی روئی روئی آنکھیں دیکھ کر وہ دونوں ہی ٹھٹک گئے تھے پھر روحان نے تو بے نیازی اپنا لی مگر شہزاد اپنی جگہ چور بن گیا تھا۔

وہ تینوں ساتھ ہی روانہ ہوئے رومیسہ کو اس کے ہاسٹل چھوڑ کر روحان نے شہزاد کو اس کی ایکو موڈیشن میں لے آیا ساری ضروری کارروائی کرنے کے بعد جیسے ہی وہ جانے لگا شہزاد کے سنجیدگی سے کہے جملے نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

"بھائی آپ ناراض تو نہیں ہیں نا۔" روحان بے اختیار اسے دیکھے گیا جو کچھ بابا نے کل رات کہا تھا اس قسم کی باتیں شہزاد نے بہت بار سنی ہوں گی جس زہر کو ایک بار پینا روحان کو اس قدر روح فرسا لگ رہا تھا وہ جام شہزاد اور اس کی ماں پچھلے بیس سالوں سے نوش کرتے آرہے تھے روحان نے بے اختیار اسے گلے لگا لیا۔

"میں تم سے کبھی بھی ناراض نہیں ہو سکتا بلکہ میں تو شرمندہ ہوں کہ تمہیں وہ سب نہیں دلا سکا جس کا میں نے دعوا کیا تھا میری وجہ سے تو تمہیں اتنا کچھ سہنا پڑا۔"

"مجھے تو پتا تھا ایک دن یہی ہو گا خیر آپ نے اپنی سی کوشش کر لی کم از کم آپ کو خود سے کوئی شرمندگی نہیں رہے گی۔" شہزاد نے سادگی سے کہا تو روحان اسے خود سے الگ کرتے ہوئے بولا۔

"تم ذرا محتاط رہنا یہاں سب بابا کے ملازم ہیں اگر بابا رومیسہ کو تمہارے خلاف۔۔۔"

"رومیسہ کا کوئی قصور نہیں ہے بھائی بس وہ خود کو ان کا کچھ زیادہ ہی احسان مند سمجھتی ہے۔" شہزاد نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"ہاں اس کا بھی خیال رکھنا وہ بہت ڈیپریس ہے بابا تو خیر اب کبھی اس کی شکل بھی نہیں دیکھیں گے ہو سکے تو تم دھیان رکھنا وہ جوش میں کوئی انتہائی قدم نہ اٹھا لے۔ کچھ زیادہ ہی حساس ہے وہ۔ اگر جاب وغیرہ چھوڑ کر چلی گئی تو اسے ڈھونڈنا مشکل ہو جائے گا۔" روحان کی بات پر وہ زیر لب مسکرا دیا۔

"آپ بے فکر رہیں میں ایسا کچھ نہیں ہونے دوں گا۔" شہزاد یقین سے بولا۔

☆ ☆ ☆

صبح حوریہ خلاف معمول بہت دیر سے جاگی تھی جس پر عالیہ باجی نے فوراً ہی اس کی خبر بھی لی۔

"میں نے تو سنا تھا کہ شادی سے پہلے لڑکیوں کی نیندیں اڑ جاتی ہیں مگر تم تو مردوں سے شرط باندھ کر سوئی تھیں ارے مایوں کی باقاعدہ رسم نہیں کی تو کیا ہوا فی الحال تم مایوں کی دلہن ہو اگر سوتی بن کر بستر پر نہ بھی پڑی رہو تب بھی ہم تمہیں کسی کام کو تھوڑی کہیں گے خوامخواہ کے ڈھکوسلے۔" حوریہ انہیں جواب دیے

بغیر دیوار کے سہارے چلتی کمرے سے نکل کر برآمدے میں آگئی غسل خانے کی طرف جاتے سے اماں کی آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"اللہ کا شکر ہے تم اٹھ گئیں نو بج رہے ہیں عصر کے قریب وہ لوگ بارات لے کر آجائیں گے ہم اپنے خاندان والوں کو جمع نہیں کر رہے مگر وہ تو اپنے چند رشتے دار لا رہے ہیں مگر یہاں تو گھر میں سب ایسے آرام سے ہیں جیسے بارات نہ آرہی ہو بلکہ دودھ والا دودھ دینے آرہا ہو کسی کے معمول میں کوئی فرق ہی نہیں ہے۔" اماں کے لہجے میں غصے سے زیادہ گھبراہٹ کا عنصر شامل تھا وہ تو چھوٹے چھوٹے معاملوں میں اتنا گھبرا جاتی تھیں یہ تو پھر بیٹی کی شادی تھی وہ بھی غیر معمولی حالات میں اس وقت تو انہیں جو ہول نہ اٹھتے وہ کم تھے مگران کی اس بوکھلاہٹ پر شازیہ کھلکھلا کر ہنسی۔

"اماں آج تو گھر کا نقشہ ہی بدلا ہوا ہے اور آپ کہہ رہی ہیں کسی کے معمول میں کوئی فرق نہیں آیا ہم تینوں بہنوں نے اپنے اپنے اسکول کالج اور آفس سے چھٹی کی ہے اور میں نے سب کے کپڑے بھی استری کر لیے کہ لائیٹ کا کوئی بھروسہ نہیں اور۔۔۔"

"ارے کچن کی بھی کچھ خبر لی ہے یا نہیں مہمان اپنے منہ سے چاہے کتنا بھی کہے کسی تکلف کی ضرورت نہیں پھر بھی میزبان کا فرض بنتا ہے کہ وہ اس کی خاطر مدارات میں کوئی کمی نہ چھوڑے۔" اماں تنک کر بولیں تو ماریہ باجی نے باورچی خانے سے آواز لگائی۔

"تو اماں یہ جو میں صبح سے چھٹی والے دن بریانی پکانے میں ہلکان ہو رہی ہوں آپ کو کیا لگتا ہے یہ چکن بریانی رکھ کر ہم نے باراتیوں کے منہ پر طمانچہ دے مارا۔" ماریہ باجی کے شوخ لہجے پر اماں کو تسلی تو کیا ہوتی الٹا وہ اور تاؤ کھاتے ہوئے بولیں۔

"ارے ایک بریانی کی پلیٹ تو کوئی پڑوسیوں کے سامنے بھی نہیں رکھتا آج کل تو عام سی دعوت میں بھی انواع و اقسام کے کھانے پکائے جاتے ہیں اور ایک ہم ہیں کہ باراتیوں کے سامنے بس ایک چاول اور رائیتہ رکھ رہے ہیں جبکہ باراتی بھی کوئی ہزاروں پر مشتمل نہیں ہیں مشکل سے بیس بائیس لوگ آرہے ہیں اور انہیں بٹھانے کے لیے بھی پڑوسیوں کے بیٹھک میں انتظام کرنا پڑ رہا ہے۔" اماں کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے کسی ایک چیز کی بھی طرف سے وہ مطمئن نہیں تھیں اس لیے اب کی بار جھاڑن سے کھڑکی کی گرل پر کپڑا مار مار کر صفائی کرتی عالیہ باجی بولیں۔

"اماں آپ کیوں بلاوجہ کی باتیں سوچ کر پریشان ہو رہی ہیں کل عادل نے خود یہیں بیٹھ کر کہا تھا کہ آپ صرف سادہ پانی پلا دیجیے گا اور کسی تردد کی ضرورت نہیں۔" حوریہ نے غسل خانے میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا مگر اماں کی آواز بدستور صاف سنائی دیتی رہی۔

"ہاں اس نے تو کہا تھا وہ تو بہت نیک اور فرماں بردار بچہ ہے اتنے خلوص سے بات کرتا ہے کہ آدھی پریشانی تو اس سے بات کر کے ہی ختم ہو جاتی ہے لیکن آخر ہمارا بھی تو کچھ فرض بنتا ہے۔" حوریہ کے ہاتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چٹخنی پر ہی ٹھہر گئے اس کی سماعتوں میں اپنی اور عادل کی رات والی گفتگو گونجنے لگی حالانکہ اس ساری بات چیت کو وہ تب سے کتنی ہی بار زیر لب دہرا چکی تھی یہاں تک کہ فجر کا وقت ہو گیا تھا۔

اس نے اٹھ کر نماز پڑھی تھی اور اس سے پہلے کہ کوئی دوسرا نماز کے لیے اٹھتا اور اس کی روئی روئی آنکھیں دیکھ کر کچھ پوچھتا وہ بغیر دعا مانگے سر تک چادر اوڑھ کر اپنی جگہ پر لیٹ گئی تب کہیں جا کر اس کی آنکھ لگی تھی ساری رات جاگ کر بھی اسے گہری نیند نہیں آئی تھی اور وہ اتنی جلدی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی اس لیے طبیعت اب بھی بوجھل اور بھاری ہو رہی تھی اتنی دیر سے اپنی بربادی کا ماتم کرنے کے بعد اب اس کے دل میں خیال آیا تھا کہ ہو سکتا ہے عادل سب کچھ جاننے کے بعد بھی اسے اپنا لے۔

ہو سکتا ہے وہ وقتی صدمے کے زیر اثر اس سے بات نہ کر سکا مگر فون بند کرنے کے بعد اس نے ٹھنڈے دل و دماغ سے سوچا ہو تو اس کا دل اب بھی حوریہ کو اس معذوری کے باوجود اپنانے کے لیے بضد ہو۔

کیا پتا اس کی محبت اتنی زور آور ہو کہ عادل سے اس کا اپنا آپ منوا لے۔

دروازے سے ٹیک لگائے وہ اپنی لامتناہی سوچوں کے دوش پر سفر کرتی جانے کہاں سے کہاں پہنچ گئی تھی اور پھر ہر گزرتا لمحہ اسے آس و نراش کے دلدل میں پھنساتا جا رہا تھا۔

"جانے کیا ہو گا۔"

یہ وہ سوال تھا جو وہ اکثر خود سے پوچھتی تھی اور آج تو جیسے اس کی ایک ایک دھڑکن دس دس بار اس سے استفہام کر رہی تھی۔

عصر کا وقت ہونے تک اس کا دل دھڑک دھڑک کر بند ہونے لگا تھا۔ کتنی بار اس نے سوچا عادل سے خود بات کر کے پوچھ لے کہ اس خاموشی کا مطلب کیا ہے یا پھر ماریہ باجی کو بتا دے کہ وہ اسے ساری حقیقت سے آگاہ کر چکی ہے مگر وہ کسی بھی سوچ کو عملی جامہ نہ پہنا سکی یہاں تک کہ عالیہ باجی کی وہ دوست بھی گھر پہنچ گئی جس نے بیوٹیشن کا کورس کر رکھا تھا وہ کوئی بہت ماہر تو نہیں تھی نیا نیا کورس کیا تھا ایک طرف سے وہ اپنا ہاتھ صاف کرنے آ گئی تھی اس کا شوق پورا ہو رہا تھا اور ان کی ضرورت۔

"تم تو اتنی حسین ہو کہ تمہیں دلہن بنانے میں بہت مزا آئے گا۔" عالیہ باجی کی یہ دوست پہلے بھی کئی بار گھر آ چکی تھی اس لیے اسے حوریہ کو دیکھ کر کوئی حیرانی نہیں ہوئی البتہ اس نے یہ جاننے کی کوشش ضرور کی تھی کہ اس کی شادی کہاں اور کس سے ہو رہی ہے شاید وہ یہ پوچھنا چاہتی تھی کہ وہ کون ہے جو آج کل کے مادہ پرست دور میں بھی اس سے شادی کے لیے راضی ہو گئے ورنہ خود میں چاہے کتنی بھی خامیاں اور کتنے بھی عیب ہوں اپنے لیے شریک حیات سب ہر برائی سے پاک بالکل پرفیکٹ چاہتے ہیں مگر جن سوالوں کا جواب اسے عالیہ باجی نے نہیں دیا ان کا جواب بھلا وہ کیوں دیتی اس کا ذہن تو پہلے ہی اتنا منتشر تھا کہ اس کی آنکھ بند کریں۔ اور آنکھ کھولیں۔

جیسی ہدایتوں پر وہ مشینی انداز میں عمل کر رہی تھی بلکہ بیوٹیشن کے بار بار سراہنے پر پہلی بار اس کے

اندر خود کو دیکھنے کی کوئی حسرت پیدا نہیں ہوئی تھی۔

اس کا ذہن تو کمرے کے باہر ہر آہٹ پر اٹکا ہوا تھا جیسے جیسے بارات آنے کا وقت نزدیک آ رہا تھا اس کا دل امید و ناامیدی کے سمندر میں ڈوب اور ابھر رہا تھا۔

"بہت دیر ہو گئی اب تک تو انہیں آ جانا چاہیے تھا۔" ماریہ باجی نے عجلت بھرے انداز میں کمرے میں آتے ہوئے کہا ان کا انداز خود کلامی کا سا تھا مگر حوریہ بے اختیار بول اٹھی۔

"آپ انہیں فون کر کے پوچھ لیں کب تک آئیں گے۔"

"اوہو! بڑا انتظار ہے بھئی۔" ماریہ باجی اس کی بات پر بڑے معنی خیز انداز میں ہنسیں۔

"خود فون کر کے کیوں نہیں پوچھ لیتیں اپنے دولہا میاں سے۔" ان کے شوخی سے کہنے پر وہ بری طرح بلش ہو گئی وہ الماری سے کچھ نکالنے آئی تھیں اگر ان کے پاس وقت ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے اس کی جان نہ چھوڑتیں مگر وہ بہت جلدی میں تھیں تبھی صرف اتنا کہتی باہر نکل گئیں۔

"آ جائے گا آ جائے گا۔ اتنی بے صبری بھی اچھی نہیں۔" مگر وہ گھڑی قبولیت کی نہیں تھی جو عصر کا وقت ختم ہو کر مغرب میں بدل گیا مگر اسے آنا تھا نہ آیا۔

اماں جو صبح سے ان کے آنے پر ہول رہی تھیں اب ان کے نہ آنے پر حواس باختہ سی پھر رہی تھیں۔

"ارے آج کل شادیاں عصر مغرب کے بیچ کب ہوتی ہیں آج کل تو رات کے بارہ بجے بارات آتی ہے۔" ابا نے تسلی دیتے ہوئے کہا مگر اماں کی ایک ہی رٹ تھی۔

"آپ فون کر کے پوچھ لیں اتنی دیر کیوں ہو گئی۔"

حوریہ کی تیاری بھی ختم ہو گئی تھی وہ دلہن بنی بیٹھی تھی جب ماریہ باجی نے اس سے موبائل مانگا۔

"ابا تو فون کرنے جائیں گے نہیں میں خود ہی پوچھتی ہوں ارے یہ کیا اس میں تو اتنا ہی بیلنس نہیں جتنا اس وقت تھا جب عادل نے موبائل دیا تھا۔" حوریہ جواب میں کچھ نہ بولی اس کا پورا وجود اندیشوں میں گھرا تھا جانے ماریہ باجی اب کیا اطلاع دینے والی تھیں اور واقعی کچھ دیر بعد ان کی حیرت سے بھری آواز ابھری۔

"یہ کیا؟ عادل نے فون کاٹ دیا۔ تمہارا نمبر دیکھنے کے باوجود اس نے لائن ڈس کنیکٹ کر دی۔" ماریہ باجی نے دوبارہ کال کرتے ہوئے کہا مگر دوسری دفعہ بھی ایسا ہونے کے بعد آخر تیسری بار موبائل سوئچ آف کر دیا گیا اب تو ماریہ باجی بھی گنگ رہ گئی تھیں۔

"شاید عادل بہت بزی ہو گا کہیں اس کی دادی۔۔۔" ماریہ باجی نے خود کو تسلی دیتے ہوئے جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور موبائل اسے دے کر کمرے سے نکل گئیں۔

کتنی دیر سے وہ اس خوف کا شکار تھی کہ جانے کیا ہونے والا ہے۔ اب یہ الجھن دور ہو گئی تھی لیکن ایک اضطراب کیا ختم ہوا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے زندگی ختم ہو گئی ہو پوری کائنات میں کچھ بچا ہی نہ ہو۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پہلے ہی اس کے لیے دنیا میں صرف اندھیرا ہی اندھیرا تھا اب تو پورے عالم میں سناٹا بھی چھا گیا تھا بینائی کے ساتھ ساتھ اس کی سماعت بھی چھن گئی تھی اتنی خاموشی تھی جیسے وہ زمین پر نہ ہو بلکہ خلا میں معلق ہو اس کا بھرم اور خوش فہمی تو ختم ہو گئی تھی مگر گھر والوں کی تشویش باقی تھی وہ خود کل رات سے اسی کیفیت سے گزر رہی تھی اب گھر والوں کو ایسی حالت سے نبرد آزما ہوتا وہ برداشت نہیں کر سکی تھی چنانچہ کچھ دیر بعد جب عالیہ نے کمرے میں آکر کہا کہ "ابا گئے ہیں انہیں فون کر کے پتا کرنے۔" تو حوریہ فوراً بول پڑی۔

"وہ بارات نہیں لائیں گے۔" اس کے جملے سے زیادہ اس کی آواز میں ایسا کچھ تھا کہ مصروف سی عالیہ باجی وہیں ٹھٹک کر اس کی شکل دیکھنے لگیں۔

"کیوں؟"

"کیونکہ میں نے انہیں اپنے بارے میں سب بتا دیا ہے۔"

"کیا!" عالیہ باجی چیخ پڑی تھیں۔

"یہ۔۔۔ یہ تم کیا کہہ رہی ہو حوریہ۔۔۔ تم۔۔۔ تم ایسا کیسے کر سکتی ہو۔" غم و غصے سے ان کی آواز پھٹ گئی تھی ماریہ باجی اور شازیہ جو کمرے کے باہر ہی موجود تھیں گھبرا کر دوڑی چلی آئیں وہ تو پہلے ہی اندیشوں میں گھری تھیں عالیہ کے اچانک چلانے پر ان کا دل دہل گیا تھا اور حقیقت کا علم ہونے پر سب سے شدید ردعمل ماریہ باجی کا تھا انہوں نے اسے کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا تھا۔

"کیوں کہا تم نے اس سے یہ سب کیا ضرورت تھی بتانے کی اور۔۔۔ اور کیا کہا تم نے اسے کیا صرف یہی بتایا کہ تم دیکھ نہیں سکتیں یا یہ بھی بتایا کہ ایک معمولی سے آپریشن سے تم بالکل ٹھیک ہو سکتی ہو۔ بتاؤ کیا تم نے علاج کی تفصیل بتائی تھی اسے بولو بولو نا۔" ماریہ باجی نے ہیجانی انداز میں اسے جھنجھوڑتے ہوئے بستر پر دھکیل دیا اماں کو پتا چلا تو وہ سر پکڑ کر بیٹھتی چلی گئیں وقتی طور پر وہ سب حوریہ کو بھول کر ان کے گرد جمع ہو گئیں انہیں بستر پر لٹا کر شازیہ پانی لینے کچن کی طرف دوڑ پڑی۔

☆ ☆ ☆

علیزہ کو جیسے ہی شہزاد کے گھر چھوڑ کر جانے کا علم ہوا وہ سیدھا روحان کے گھر چلی آئی بابا گھر پر نہیں تھے اس دن کی تکرار کے بعد روحان اور صادق آفریدی کے بیچ بات چیت بالکل بند ہو گئی تھی اس لیے روحان کو بالکل پتا نہیں تھا کہ وہ کہاں گئے ہیں اور کب آئیں گے علیزہ کے لیے یہ مقام واقعی قابل حیرت تھا وہ کتنی دیر اس کے سامنے بیٹھی اسے بے یقینی سے دیکھتی رہی سمجھ میں نہیں آرہا تھا اسے کیا کہے جو کچھ ہوا تھا اس پر اظہار افسوس کرے یا اس کے اور صادق آفریدی کے بیچ بڑھتی خلیج کو کم کرنے کا مشورہ دے۔ اسے خاموش بیٹھا دیکھ کر روحان کو ہی بولنا پڑا۔

"تم سوچ رہی ہو گی جو کچھ ہوا اس کی پیشن گوئی تم نے پہلے دن ہی کر دی تھی مگر میں ہی ہٹ دھرموں کی طرح اپنی ضد پر اڑا رہا۔" علیزہ اسے شاکی نظروں سے دیکھتے ہوئے شکایتی انداز میں بولی۔

"یہ میں نہیں تم خود اپنے بارے میں سوچ رہے ہو۔ ویسے مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن وہ شہزاد کو اس گھر سے جانے پر مجبور کر دیں گے مگر مجھے یہ امید نہیں تھی کہ وہ اسے اس طرح ذلیل کریں گے وہ بھی رومیسہ کے سامنے اور رومیسہ تو خود اتنی جذباتی ہے پتا نہیں اس کا کیا حال ہوا ہو گا۔" علیزہ کے لہجے میں ملال گھل گیا۔

"بابا کو کسی کی فکر نہیں ہے ان کے دل میں جو زہر بھرا تھا انہوں نے نکال دیا کوئی اس زہر سے جاں بحق ہو جائے انہیں کوئی فرق نہیں پڑتا۔" روحان کا لہجہ تلخ ہو گیا۔

کافی دیر تک ان دونوں کے درمیان خاموشی چھائی رہی وہ دونوں گھر کے لان میں بظاہر چہل قدمی کر رہے تھے مگر حقیقتاً "ان کا ذہن کہیں اور سفر کر رہا تھا روحان کے موجود ہونے کے باوجود اس کی غیر موجود جیسی کیفیت پر علیزہ بلا آخر رک کر اس کی شکل دیکھنے لگی اسے رکتا دیکھ کر روحان بھی ٹھٹک گیا۔

"میری ایک بات مانو گے۔"

"شہزاد کے بارے میں کوئی مشورہ دے رہی ہو تو بالکل نہیں مان سکتا" اس نے واپس جانے کا فیصلہ کر لیا ہے اور میں اسے روکنے کی ہمت بھی نہیں رکھتا اس نے جو کچھ میری وجہ سے۔۔۔ سے اس کے بعد میں خود نہیں چاہتا کہ وہ یہاں رہے۔"

"شہزاد کے بارے میں بات نہیں کر رہی ہم اسے کس منہ سے رکنے کو کہہ سکتے ہیں۔" علیزہ کے انداز میں شرمندگی در آئی روحان جواب دینے کی بجائے اس کے چہرے سے اس کی بات کا نظر سمجھنے کی کوشش کرنے لگا بھلا اب وہ بجھی راکھ میں سے کیا تلاش کرنے کا سوچ رہی تھی۔ رو بجھن میں دیکھ کر علیزہ نے اطمینان دلانے والے انداز میں کہا۔

"بات تمہارے ہی فائدے کی ہے تھوڑی مشکل ضرور ہے لیکن اگر تم اسے انا کا مسئلہ نہ ایسی کوئی دشوار بھی نہیں۔"

"تم بتاؤ تو سہی تبھی فیصلہ کیا جا سکتا ہے کہ بات مانی جا سکتی ہے یا نہیں۔"

"تم شہزاد کا ڈی این اے ٹیسٹ کرا لو۔" علیزہ آگے بھی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر روحان اس کی بات سنے بغیر ہی سر جھٹکتا ہوا چہل قدمی کے انداز میں آگے بڑھنے لگا علیزہ نے بھی اس کے ساتھ قدم بڑھاتے ہوئے حوصلہ نہیں ہارا اور اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"دیکھو میں ٹھیک کہہ رہی ہوں بابا ایک رپورٹ کی وجہ سے ہی اس سے بدگمان ہوئے تھے اگر تم ایک ٹیسٹ اور کرا لو گے تو وہ کنفیوژن کلیئر ہو جائے گی جانے اس وقت رپورٹ میں کیا غلطی ہوئی تھی کہ اتنا بڑا طوفان کھڑا ہو گیا اگر اسی وقت اس بات کو ایگو پرابلم بنانے کی بجائے ایک ٹیسٹ اور کرا لیا ہوتا تو آج۔۔۔"

"علیزہ میں یہ کب کہہ رہا ہوں کہ وہ رپورٹ صحیح تھی مجھے تو خود یقین ہے کہ اگر اس وقت ٹیسٹ کرا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لیا ہوتا تو ساری حقیقت اسی وقت سامنے آجاتی مگر جب بابا نے اس وقت ایسی کوئی کوشش نہیں کی تو اب کیوں مانیں گے جبکہ ان کے دل میں شہزاد کے لیے اتنی نفرت ہے۔" روحان نے چڑے ہوئے لہجے میں اس کی بات کاٹ دی اور وہ جو اس کے بگڑے ہوئے چہرے کے زاویے دیکھ کر وضاحت پر وضاحت دیے جا رہی تھی اس کا نکتہ اعتراض سن کر علیزہ نے اپنا سر پیٹ لیا۔

"بابا کو تیار کرنے کی بات کون کر رہا ہے تم اپنا ٹیسٹ کرالو۔" روحان کے آگے بڑھتے قدم پل بھر میں زمین میں جکڑ گئے وہ گردن موڑ کر تعجب سے علیزہ کو دیکھنے لگا۔

"میں۔" اس کے لہجے میں بلا کی حیرانی تھی۔

"ہاں تمہارے ٹیسٹ کرانے سے پتا چل جائے گا کہ تم دونوں سگے بھائی ہو یا سوتیلے۔" روحان بری طرح چونک اٹھا یہ خیال تو اسے کبھی آیا ہی نہیں اور اب علیزہ کے کہنے پر اسے اپنی بے خبری پر حیرانی ہو رہی تھی۔

واقعی ایسا ممکن تھا اسے بابا کو تیار کرنے کی ضرورت ہی نہیں تھی انہیں روحان کی طرف سے کوئی شک نہیں تھا اس کی رپورٹ تو اسی وقت صادق آفریدی سے میچ ہو گئی تھی ایسے میں جب شہزاد اس کا سگا بھائی ثابت ہو جائے گا تو بابا اس رپورٹ کو غلط ماننے پر خود بخود مجبور ہو جائیں گے۔

"کیا سوچ رہے ہو۔ آخر تمہیں اعتراض کیا ہے میں تو سوچ رہی تھی تمہیں سنتے ہی مان جانا چاہیے۔" علیزہ کے پوچھنے پر وہ کسی خیال سے چونک کر اسے دیکھنے لگا بے اختیار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی جیسے سر پر سے کوئی بھاری بوجھ سرک گیا ہو۔

"اگر مجھے سنتے ہی مان جانا چاہیے تو تم نے سنانے میں اتنی دیر کیوں کی۔"

"میں سمجھی نہیں۔" علیزہ بولی۔

"مجھے صرف اس بات پر اعتراض ہے کہ اتنا بہترین مشورہ تم نے اتنی دیر سے کیوں دیا۔" اس کے چہرے پر مسکراہٹ دیکھ کر علیزہ ایک دم پرسکون ہو گئی۔

"پہلے مجھے خود بھی خیال نہیں آیا تھا اور جب خیال آیا تب مجھے یہ خدشہ تھا کہ کہیں تم دوبارہ ٹیسٹ کرانے والی بات کو اپنے لیے مسئلہ نہ بنا لو لیکن اگر مجھے پتا ہوتا کہ اس ایک مشورے پر تم اپنے چہرے کے خوفناک زاویے درست کر لو گے تو میں پہلے دن ہی کہہ دیتی۔" وہ خوشی خوشی بولی تو روحان اس کی عقل پر ماتم کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں کیوں مسئلہ بناؤں گا مجھے یہ رپورٹ صرف بابا کو دکھانی ہے ورنہ میں خود تو کسی قسم کے شک و شبہے میں مبتلا نہیں ہوں اس لیے مجھ سے بات کرتے وقت تم پلیز اپنے ننھے سے دماغ پر زور مت دیا کرو اور جو بھی کہنا ہو بغیر سوچے سمجھے بے دھڑک کہہ دیا کرو۔" روحان نے اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔

"اچھا اتنا بہترین مشورہ دیا اور دماغ ابھی بھی میرا ننھا سا ہے۔" روحان کی بے حد اپنائیت سے کی بات کا اس قدر تنک کر جواب دیا گیا تھا کہ روحان کی بے ساختہ ہنسی نکل گئی اسے ہنستا دیکھ کر علیزہ ناراضی سے بولی۔

"ہنسنے کی کیا بات ہے ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔ اگر میرا دماغ ننھا سا ہے تو تمہارا کیا ہو گا میرے ذہن میں تو پھر بھی یہ آئیڈیا آگیا تمہارے ذہن میں تو وہ بھی نہیں آیا۔"

"اچھا بھئی معاف کر دو غلطی سے زبان پھسل گئی ورنہ تمہارا دماغ ننھا سا کیسے ہو سکتا ہے۔ سر سے ایڑی تک پورے جسم میں دماغ ہی دماغ بھرا ہے اور کچھ بھی نہیں ہے دل تو بالکل بھی نہیں۔"

اس کی آدھی بات تک علیزہ کی پیشانی کے بل کم ہو گئے تھے مگر بات ختم ہونے پر وہ پھر اسے خشمگیں نگاہوں سے گھورنے لگی روحان نے باقاعدہ کان پکڑ لیے یہ اور بات تھی کہ وہ اب بھی مسکرا رہا تھا اور اس کے تاثرات دیکھ کر علیزہ بھی زیادہ دیر اپنی مسکراہٹ روک نہیں سکی۔

☆ ☆ ☆

روحان کو شہزاد سے بات کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی کیونکہ اسے معلوم تھا ٹیسٹ کرانے کے متعلق سنتے ہی راضی ہو جائے گا وہ خود ان حالات سے تنگ آچکا تھا بلکہ اس نے اپنی فلائیٹ کے متعلق بتانے کے لیے ہی فون کیا تھا اس نے اگلے ہفتے کی اپنی سیٹ بک کرالی تھی جانے سے پہلے روحان کی خاطر ایک ٹیسٹ کرا لینا اس کے لیے بھلا کیا مشکل تھا البتہ روحان کے پوچھنے پر وہ سنجیدگی سے اس کی شکل ضرور دیکھنے لگا۔

"ٹیسٹ کا رزلٹ کیا آئے گا وہ میں اور آپ تو جانتے ہیں لیکن اگر آپ کے بابا نے اسے بھی ماننے سے انکار کر دیا تو آپ دونوں کا رشتہ بالکل ہی ختم ہو جائے گا اس سے تو بہتر ہے آپ اس بات کو یہیں ختم کر دیں امی تو مر چکی ہیں آپ کیوں زندہ لوگوں کو خود سے الگ کر رہے ہیں۔"

شہزاد کی بات سے روحان کو اختلاف نہیں تھا صادق آفریدی سے کوئی بعید نہیں تھا وہ اس رپورٹ کو بھی جھٹلا سکتے تھے اور ایسا کرنے کے بعد روحان اور ان کا ایک دوسرے کے ساتھ رہنا ناممکن ہو جائے گا مگر روحان نے خود کو ہر طرح کے حالات کے لیے تیار کر لیا تھا تبھی ایک بھی لمحہ ضائع کیے بغیر فوراً بولا۔

"امی مر گئی ہیں لیکن میں تو زندہ ہوں۔" روحان کی بات پر شہزاد نے مزید کچھ نہیں کہا۔

علیزہ نے ہی ان کی اپائنمنٹ فکس کرا دی جہاں ڈاکٹر نے دو دن بعد آکر پتا کر لینے کا کہہ دیا۔ شہزاد کو تو کوئی خاص دلچسپی نہیں تھی مگر روحان لاشعوری طور پر دو دن گزرنے کا انتظار کرنے لگا وہ جلد سے جلد اس رپورٹ کے ساتھ بابا کے سامنے کھڑا ہونا چاہتا تھا حالانکہ ابھی بھی اسے ان سے کسی اچھے ردعمل کی توقع نہیں تھی وہ شہزاد کے لیے ان کے دل میں اتنی نفرت دیکھ چکا تھا کہ اسے یقین تھا کہ ایک رپورٹ ان کدورتوں کو دھو نہیں سکتی جب انسان ہٹ دھرمی پر اتر آئے تو وہ ٹھوس سے ٹھوس ثبوت بھی رد کر سکتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے اور یہ تو روحان کی پیش کردہ رپورٹ تھی بیٹے پر لاکھ بھروسہ سہی مگر اس معاملے میں ان کا ردعمل روحان کی توقع کے برعکس تھا اس لیے اب وہ ان کے بارے میں کوئی بھی دعوا کرنے سے قاصر تھا۔

اس کے باوجود دو دن گزرتے ہی روحان نے آفس میں جیسے ہی ٹائم ملا ڈاکٹر کو فون کر ڈالا۔

"ہاں رپورٹ تو آ گئی ہے کیا تم ابھی آ سکتے۔" ڈاکٹر مراد نے بظاہر سرسری انداز میں ہی پوچھا تھا مگر روحان کچھ ٹھٹک سا گیا۔

"خیریت تو ہے نا ڈاکٹر کیا ہمارا ڈی این اے میچ نہیں ہوا۔" روحان کو اپنا سوال خود عجیب لگا تھا۔

"یہ بات نہیں ہے رپورٹ توقع کے بالکل برعکس ہے تم آجاؤ تو روبرو بات کرتے ہیں۔" ڈاکٹر نے کچھ بڑبڑانے کے انداز میں کہہ کر ایک دم حتمی لہجے میں اسے آنے کی ہدایت دی اور روحان کو کچھ کہنے کا موقع دیے بغیر فون بند کر دیا روحان الجھن بھری نظروں سے موبائل کو دیکھنے لگا وہ اس وقت اتنا بھی فارغ نہیں تھا کہ آفس چھوڑ کر نکل جاتا ایک پارٹی اپائنٹمنٹ لے کر خاص اس سے ملنے آ رہی تھی مگر وہ اپنی اپائنٹمنٹ کینسل کرتا فوراً جانے کے لیے کھڑا ہو گیا اور محض آدھے گھنٹے میں جب وہ ڈاکٹر مراد کے روبرو پہنچا تو ڈاکٹر مراد بھی اسے دیکھ کر حیران رہ گئے۔

"اتنی جلدی آ گئے کیا یہیں ہاسپٹل کے پاس تھے۔"

"نہیں بڑی خطرناک ڈرائیونگ کرتا آفس سے ہی آ رہا ہوں' بات کیا ہے ڈاکٹر آپ نے تو مجھے پریشان کر دیا ہے۔" روحان نے ان کی میز پر دونوں ہتھیلیاں ٹکاتے ہوئے قدرے جھک کر پوچھا۔

"بیٹھو تو سہی۔" انہوں نے ریوالونگ چیئر پر جھولتے ہوئے کہا تو روحان بغیر کچھ کہے جلدی سے صرف اس لیے بیٹھ گیا کہ اس کے انکار پر وہ اصرار کریں گے اور وہ بحث میں وقت برباد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ جبکہ انہوں نے دراز میں سے ایک فائل نکال کر اس کی جانب بڑھا دی۔

"کیا میں اور شہزاد سگے بھائی نہیں ہیں۔" روحان نے فائل لے تو لی مگر کھولنے کی بجائے اپنے سامنے میز پر رکھ دی اور وہ جلد سے جلد اس سوال کا جواب جاننا چاہتا تھا جبکہ رپورٹ پڑھنے میں کافی وقت لگتا اور اس بات کا بھی یقین نہیں تھا کہ رپورٹ پڑھ کر اس کی سمجھ میں آئے گی بھی یا نہیں عموماً میڈیکل رپورٹس صرف ڈاکٹرز ہی سمجھ سکتے ہیں۔

"اگر ایسا ہوتا تو میں تمہیں فون پر ہی بتا دیتا۔" ڈاکٹر مراد نے سنجیدگی سے کہا روحان کو لگا اس کے سینے پر سے کوئی بھاری سل سرک گئی ہو اس نے کھل کر سانس لیتے ہوئے کرسی کی بیک سے ٹیک لگا لی۔

"آپ نے تو میری جان ہی نکال دی میں سمجھا ہمارا ڈی این اے میچ نہیں ہوا۔"

"تو میں نے کب کہا کہ میچ ہو گیا ہے۔" وہ اب بھی سنجیدہ تھے روحان چونک کر انہیں دیکھنے لگا جو چیئر پر جھولتے ہوئے بول رہے تھے۔

"سعودی عرب کی ایمبیسی میں جب یہ ٹیسٹ ہوا تھا کیا اس وقت تمہاری ماں کا ڈی این اے ٹیسٹ کیا

گیا تھا۔"

"پتا نہیں..... لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔" روحان کے الجھے ہوئے لہجے میں پوچھے سوال پر وہ جواب دینے کی بجائے خود کلامی کے انداز میں بولے۔

"میرے خیال سے نہیں ہوا ہوگا اگر اسی وقت تمہاری ماں کا بھی ٹیسٹ ہو جاتا تو آج اس بھاگ دوڑ کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کیونکہ رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم دونوں سرے سے بھائی ہی نہیں ہو سگے نہ سوتیلے۔" روحان ششدر سا انہیں دیکھے گیا جو رپورٹ اپنی طرف کھسکا کر اس کے اوراق پلٹنے لگے۔

"تم دونوں کے باپ تو کیا ماں بھی ایک نہیں ہے بھائی تو کیا تم دونوں کزن بھی نہیں ہو۔

ایک گھر کے تو کیا ایک خاندان کے بھی نہیں۔

باپ دادا سے بھی کہیں کوئی رشتے داری نہیں نکلتی۔

تم دونوں کے ڈی این اے گروپ مکمل طور پر الگ ہیں۔" ڈاکٹر مراد نے ایک صفحہ کھول کر فائل اس کے سامنے رکھ دی جہاں ایک خانے میں NEGATIVE کا لفظ جلی حروف میں لکھا تھا۔

روحان بے یقینی سے کبھی فائل کو اور کبھی ڈاکٹر کو دیکھنے لگا۔

"شہزاد کا ٹیسٹ تمہاری ماں کے ساتھ کرانا چاہیے تھا وہ ان کے ساتھ بھی میچ نہیں ہوتا کیونکہ جب وہ ان کی اولاد ہی نہیں ہے تو رپورٹ پوزیٹو کیسے آتی۔"

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے۔" روحان بمشکل دھیمی آواز میں بولا وہ اتنا سن ہو گیا تھا کہ اس کی قوت گویائی گم ہو گئی تھی۔

"ہو سکتا ہے۔ بلکہ ایسا ہی ہوا ہے اور اس معاملے میں صرف دو ہی Possiblities ہیں جہاں شہزاد پیدا ہوا تھا وہیں کوئی گڑبڑ ہوئی ہے یا کی گئی ہے جس کا علم تمہارے والدین کو بھی نہیں ہو سکا۔" روحان بری طرح چونک اٹھا۔

"آپ کے کہنے کا مطلب ہے کہ....." روحان سے بات پوری کرنا مشکل ہو گیا مگر وہ دونوں ایک ہی بات سوچ رہے تھے اس لیے اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھنا ڈاکٹر مراد کے لیے مشکل نہیں تھا وہ سر اثبات میں ہلاتے ہوئے کہنے لگے۔

"پانچ فیصد امکان ہیں کہ جو بچہ تمہارے والدین کے ہاں پیدا ہوا تھا وہ غلطی سے دوسرے بچے سے بدل گیا یعنی کہ شہزاد سے۔"

"اور باقی کے پچانوے فیصد امکان کس بات کے ہیں۔" روحان کو خود اپنی آواز مختلف لگ رہی تھی وہ کسی مشینی انداز میں بول رہا تھا۔

"نائنٹی فائیو پرسنٹ چانسز ہیں کہ بچہ جان بوجھ کر بدل دیا گیا۔"

روحان کو اپنی سماعتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا اسے لگ رہا تھا اس کے سر پر کوئی بم پھٹ رہا ہو وہ تو یہ سوچ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر ٹیسٹ کرانے آیا تھا کہ زندگی میں پھیلا تناؤ ختم ہو جائے گا مگر یہاں تو اسے اپنے اعصاب پر ایسا تناؤ محسوس ہو رہا تھا کہ اسے اپنے دماغ کی شریانیں پھٹتی ہوئی لگ رہی تھیں اس نے انگلیوں سے کنپٹی کو دباتے ہوئے کمزور سا احتجاج کیا۔

"کسی ہاسپٹل کا عملہ ایسا کیوں کرے گا۔"

"اس سوال کا جواب تو ہاسپٹل کا وہ عملہ ہی دے سکتا ہے لیکن ایک بات طے ہے کہ عملے کے لائے بغیر اتنی بڑی کارستانی ہو نہیں سکتی سب کچھ اتنا آرگنائز ہوتا ہے کہ بچہ غلطی سے نہیں بدل سکتا یہ صرف ایک سازش کے طور پر واقع ہونا ہی ممکن ہے اب دیکھو نا ایک ایسا بچہ اگر تمہارے گھر پرورش پا رہا ہے جو تمہارے گھر پیدا ہی نہیں ہوا تو اس کا صاف مطلب ہے جو بھی گڑبڑ ہوئی ہے بالکل آغاز میں ہی کہیں ہوئی ہے کیا تمہیں پتا ہے شہزاد کس ہاسپٹل میں پیدا ہوا تھا۔" ڈاکٹر مراد نے صاف گوئی سے اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے سوال داغا تو روحان سن ہوتے ذہن کے باوجود چونک اٹھا کوئی خیال بڑی تیزی سے اس کے ذہن میں کوندا تھا کہ وہ ایک دم کھڑا ہو گیا۔

"ڈاکٹر یہ بات اور یہ رپورٹ صرف ہمارے بیچ confidential رہنی چاہیے آپ اس کا تذکرہ کسی سے نہیں کریں گے علیزہ سے بھی نہیں۔" روحان کے کہنے پر انہوں نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا انہیں اگر اس کی بات پر حیرت بھی ہوئی تھی تو بھی انہوں نے ظاہر نہیں کیا لیکن روحان خود ہی وضاحت دیتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں خود علیزہ کو سب بتا دوں گا اس سے پہلے میں خود ایک دو باتیں پتا کرنا چاہتا ہوں۔" روحان نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"ڈونٹ وری میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔" انہوں نے ہاتھ ملاتے ہوئے یقین دہانی کرائی تو روحان الوداعی کلمات کہہ سن کر وہاں سے نکل گیا۔

اپنی گاڑی میں بیٹھ کر وہ بے مقصد گاڑی کو ادھر ادھر گھماتا رہا مگر جیسے جیسے اس کا ذہنی انتشار کم ہوتا جا رہا تھا ویسے ویسے اس کی گاڑی کی سمت کا تعین بھی ہوتا جا رہا تھا آخر نیوسٹی ہاسپٹل کے سامنے گاڑی روک کر اس نے جیب سے موبائل نکالا اور شہزاد کا نمبر ملانے لگا۔ شہزاد نے اس کا نمبر دیکھتے ہی فون اٹھا لیا چند رسمی جملوں کے بعد روحان نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"شہزاد تمہاری ڈیٹ آف برتھ کیا ہے مجھے ایکزیکٹ ڈیٹ ٹائم اور سن بتاؤ۔"

"کیوں؟ خیریت۔" شہزاد حیرانی سے بولا۔

"ایسے ہی یار تمہارے لیے ایک پتھر لینا تھا تمہارے ستارے سے میچ کرتا۔" روحان اسے فی الحال کچھ بتانا نہیں چاہتا تھا اس لیے اسے چونکنے کا بھی کوئی موقع نہیں دے سکتا تھا۔

"بھائی یہ آپ کن چکروں میں پڑ رہے ہیں میں ایسی فضول باتوں پر بالکل یقین نہیں کرتا اور آپ کو بھی

نہیں کرنا چاہیے ان پر زیادہ بھروسہ کرنا شرک ہے۔"

"ارے یقین تو مجھے خود بھی نہیں ہے میں صرف اس کا ٹیسٹ لے رہا ہوں تمہاری سالگرہ دو جون کو ہوتی ہے نا۔" روحان نے موضوع پر واپس آتے ہوئے پوچھا تو شہزاد نے بڑی بے دلی سے اپنا سن پیدائش اور وقت بتا دیا۔

"ویسے تمہیں کچھ آئیڈیا ہے تم کس ہاسپٹل میں پیدا ہوئے تھے۔" روحان نے نیوسٹی ہاسپٹل کے بورڈ کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں امی نے کبھی ذکر نہیں کیا ویسے آپ کے بابا کو ضرور یاد ہو گا۔" شہزاد نے اپنی مکمل لاعلمی ظاہر کر دی۔

"ہاں لیکن ان سے میں پوچھنا نہیں چاہتا ویسے میں علیزہ کی والدہ کے ہاسپٹل میں پیدا ہوا تھا وہ ہمیشہ کہتی ہیں کہ سب سے پہلے انہوں نے مجھے گود میں اٹھایا تھا تو پھر تم بھی یقیناً وہیں پیدا ہوئے ہو گے۔"

"پتا نہیں ہو سکتا ہے ویسے عموماً لوگ جاننے والوں کے پاس ہی جاتے ہیں اور جہاں اتنے پرانے اور گہرے مراسم ہوں وہاں کسی اور کے پاس جانے کے امکان ذرا کم ہی ہیں ویسے ایک بار امی نے یہ تو بتایا تھا کہ میری پیدائش کے وقت ان کی حالت بہت بگڑ گئی تھی ایسے میں وہ کسی اچھے ڈاکٹر کے پاس ہی گئی ہوں گی جس پر انہیں بھروسہ ہو اور ظاہری بات ہے علیزہ بھابھی کی امی کے علاوہ ایسی عورت اور کون ہو سکتی ہے۔" شہزاد کی دی معلومات پر روحان ٹھٹک گیا تھا مگر بظاہر نارمل انداز میں بولا۔

"کیا ہوا تھا امی کو کیا کوئی سیریس بات ہو گئی تھی۔"

"پتا نہیں اتنی تفصیل میں تو میں نے کبھی پوچھا نہیں ایک بار حالات سے تنگ آ کر ان کے منہ سے نکل گیا تھا کہ جب میں پیدا ہوا تھا تب ان کی اور میری دونوں کی زندگی سخت خطرے میں پڑ گئی تھی کاش اس وقت ہم دونوں مر جاتے۔" شہزاد عتیقہ کی کہی بات دہراتے ہوئے کہیں کھو گیا تھا خود روحان کو اپنا پورا وجود ٹھنڈا پڑتا محسوس ہوا تھا۔

تھوڑی دیر کے لیے ان دونوں کے درمیان خاموشی چھا گئی آخر شہزاد ہی بولا۔

"بھائی وہ رپورٹ آج آ جائے گی ناں۔"

"نہیں آج تو نہیں آئے گی میں نے پتا کیا تھا ابھی کچھ وقت لگے گا۔" اتنی تیزی سے یہ جملہ روحان کی زبان سے پھسلا تھا کہ وہ خود بھی حیران رہ گیا۔

"اچھا شہزاد میں تمہیں بعد میں فون کرتا ہوں۔"

اس سے الوداعی کلمات کہہ کر روحان نے موبائل شرٹ کی جیب میں رکھ لیا اور گاڑی پارکنگ میں کھڑی کر کے خود ہسپتال کی طرف قدم بڑھا دیے۔

☆ ☆ ☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے گھر میں اتنا کھانا کبھی نہیں پکا تھا عموماً" وہ سب آدھا پیٹ بھر لینے کے بعد پانی پی کر اپنی بھوک مٹا لیا کرتے تھے اور آج اس گھر میں بھگونا بھر کر بریانی پکی رکھی تھی مگر گھر کے تمام افراد کے اندر سے کھانے کی خواہش دم توڑ چکی تھی وہ سب بھوک پیاس سے بے گانہ کونے کھدروں میں ایک دوسرے سے منہ چھپائے پڑے تھے۔

یہ اتنی تیاری بھی ماریہ نے تنخواہ ایڈوانس میں لے کر کی تھی ورنہ وہ تو اس قابل بھی نہیں تھے انہیں صرف جذباتی اور سماجی لحاظ سے ہی نہیں معاشی لحاظ سے بھی بہت بڑا دھچکا لگا تھا۔

ابا جب عادل کو فون کر کے لوٹے تو اپنے طور پر ان کے پاس گھر والوں کو سنانے کے لیے بہت بری خبر تھی مگر وہ تو پہلے ہی باخبر تھے البتہ ابا کے ذریعے انہیں عادل کے خیالات کا علم ہو گیا تھا انہوں نے گھر میں داخل ہوتے ہی بڑے شکست خوردہ انداز میں پلنگ پر بیٹھتے ہوئے کہا تھا۔

"اسے سب خبر ہو گئی ہے لیکن بجائے اس کے کہ وہ ہمیں گالیاں دیتا وہ مجھ سے معافی مانگ رہا تھا اس نے اپنی دادی کو بھی سچ نہیں بتایا ہے کہ انہیں دکھ ہو گا اس کا کہنا تھا کہ میں اس کی دادی کے پاس جا کر ان سے کوئی بات نہ کروں اگر انہیں اس دھوکے کا علم ہو گیا تو ان کی حالت اور بگڑ جائے گی اس نے اپنی دادی سے بس اتنا کہا ہے کہ ہمارے خاندان کے کچھ لوگ اس شادی کے لیے تیار نہیں اس لیے حوریہ کے والد نے خاندان والوں کے دباؤ میں آ کر شادی سے انکار کر دیا ہے' اس کی دادی تو اس قابل نہیں کہ یہاں آ کر ہم سے بات کر سکیں کچھ دن میں خود ہی سوگ منا کر ٹھیک ہو جائیں گی۔"

ابا کہتے کہتے ہانپنے لگے تھے عادل کے اس اقدام سے انہیں ٹھیس تو پہنچی تھی مگر اس کے رویے سے انہیں شرمندگی زیادہ ہو رہی تھی وہ اسے تو نہیں کوس سکے آخر قسمت سے ہی شکوہ کناں ہو گئے۔

"بہت ہی اچھا لڑکا تھا وہ' جو اتنا کچھ ہونے کے باوجود میرے ساتھ اتنے ضبط سے بات کر رہا تھا لیکن اتنا اچھا داماد ہمیں کیسے مل سکتا تھا ہماری قسمت میں جب اللہ نے بیٹا نہیں رکھا تو یہ بیٹے جیسے داماد کہاں سے آ جاتا۔" ابا آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے جانے کون کون سے شکوے دہرانے لگے اماں بستر پر غنودگی کے عالم میں پڑی تھیں ورنہ وہ بھی ایسے ہی قسمت سے گلے کر رہی ہوتیں بہت کم لوگ ہوتے ہیں جو برے وقت میں نصیب سے شاکی نہیں ہوتے اسی لیے اس وقت زبان پر قابو رکھنا سب سے مشکل اور بہت زیادہ باعث اجر عمل ہے۔

پورے گھر میں ایسی سوگواری چھائی تھی جیسے کسی کی موت ہو گئی ہو ماریہ باجی تو باقاعدہ حوریہ سے ناراض تھیں ان کا کہنا تھا اگر حوریہ نے صبح ہوتے ہی اپنے اس فعل کے بارے میں انہیں بتا دیا ہوتا تو وہ اسی وقت عادل کے پاس جا کر اسے سمجھانے بجھانے کی کوشش ضرور کرتیں ایک بار جب اس نے اپنے خاندان والوں کے سامنے انکار کر دیا تو اس کے بعد عادل کے ارادے کو بدلنا زیادہ دشوار تھا بلکہ اب تو وہ عادل کا سامنا کرنے کے خیال سے ہی پریشان ہو رہی تھیں ابا اور ان کے مابین ہوئی گفتگو سن کر انہیں اتنا

اطمینان تو ہو گیا تھا کہ کم از کم وہ ان کی نوکری کو کوئی نقصان نہیں پہنچائے گا یہ اور بات تھی کہ اب وہ خود وہاں ملازمت کرنا نہیں چاہتی تھیں لیکن ایک تو دوسری نوکری ملنا ہی مشکل تھا اوپر سے وہ تنخواہ ایڈوانس میں لے چکی تھیں اس لیے اگلے دو مہینوں تک ان کا جاب پر جانا بہت ضروری تھا۔

سب ہی اپنی اپنی جگہ سوچوں میں غرق تھے اور جس پر سب سے زیادہ قیامت گزری تھی وہی سب سے نارمل انداز میں ان سے کھانا کھانے پر اصرار کر رہی تھی اماں نے تو باقاعدہ اسے جھڑک کر اس کمرے سے نکال دیا تھا۔ ماریہ کے چلانے سے انہیں پتا چل گیا تھا کہ حوریہ نے خود ہی عادل کو اپنی محرومی کے متعلق بتا دیا تھا انہیں بھی ماریہ کی طرح اس پر شدید غصہ آ رہا تھا جس کا وہ وقتاً" فوقتاً" اظہار بھی کر رہی تھیں حوریہ کے دل پر ایک بوجھ سا آ گرا تھا دل کی دنیا تو تباہ ہوئی تھی اوپر سے گھر والے بھی خفا ہو گئے تھے گو کہ اس کا ضمیر پرسکون تھا مگر زندگی کا سکون ختم ہو گیا تھا کتنا صحیح کہا تھا عادل نے۔

"کل اس وقت تک زندگی کتنی بدل چکی ہو گی۔" اس کا جملہ یاد آنے پر حوریہ کا دل خون ہونے لگتا۔

نیند آنکھوں سے کوسوں دور ہونے کے باوجود وہ گیارہ بجے ہی بستر پر لیٹ گئی تھی گھر کے ہر کونے سے اداسی ٹپک رہی تھی جاگ کر بھی کیا کرنا تھا بستر پر لیٹ کر بھی اس کے ذہن میں عادل کے کہے جملے گردش کرتے رہے۔

"کل اس وقت ساڑھے گیارہ بجے ہمیں بات کرنے کے لیے اس فون کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

اور واقعی آج انہیں اس موبائل کی کوئی ضرورت نہیں تھی صرف ایک دن گزرا تھا مگر حوریہ کو لگ رہا تھا صدیاں گزر گئی ہوں اسے عادل کی آواز سنے' اس کے اندر یہ خوف شروع سے موجود تھا کہ سچائی جاننے کے بعد عادل اسے دھتکار دے گا مگر اس سے اتنے دنوں ہم کلام رہنے کے بعد حوریہ کے لاشعور میں کہیں یہ خوش فہمی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ حوریہ سے اتنی آسانی سے دست بردار نہیں ہو گا یا کم از کم اتنی خاموشی سے کنارہ کشی اختیار نہیں کرے گا وہ اس سے کچھ تو کہے گا کچھ تو پوچھے گا شکوہ نہ سہی بازپرس ہی سہی مگر وہ تو بالکل بے گانہ بن گیا تھا وہ موبائل ابھی تک اس کے تکیے کے نیچے پڑا تھا بالکل خاموش اور جامد۔ اس نے تو ماریہ باجی کی کال بھی ریسیو نہیں کی تھی حالانکہ اس نمبر سے اسے پہلی بار فون کیا گیا تھا اسے تو علم نہیں تھا کہ فون حوریہ کر رہی ہے یا ماریہ باجی مگر اس نے تو بات تک کرنا گوارا نہیں کیا ابا کا فون بھی شاید اس نے اس لیے اٹینڈ کر لیا ہو گا کہ وہ ان کا نمبر نہیں جانتا ہو گا یا پھر وہ ان کا انتظار ختم کر دینا چاہتا ہو گا۔

ساری زندگی اندھیروں میں گزارنے کے باوجود اسے اپنی زندگی میں اتنی تاریکی کبھی محسوس نہیں ہوئی تھی جتنی آج لگ رہی تھی۔

☆ ☆ ☆

روحان کو خود نہیں پتا تھا وہ ہاسپٹل میں جا کر کیا پوچھے گا ایک عجیب طرح کی بے چینی نے اس کے پورے وجود کا احاطہ کر رکھا تھا وہ کچھ سوچنا نہیں چاہتا تھا مگر خیالات خود بخود اس پر الہام کی طرح اتر رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے اگر شہزاد واقعی اسی ہسپتال میں پیدا ہوا تھا تو کیا وہ سارے خدشات صحیح ہوں گے جو ڈاکٹر مراد نے ظاہر کیے تھے۔

"اگر ایک ایسا بچہ تمہارے گھر میں پرورش پا رہا ہے جو تمہارے گھر میں پیدا ہی نہیں ہوا تو اس کا صاف مطلب یہی ہے کہ جو بھی گڑبڑ ہوئی ہے بالکل آغاز میں ہی کہیں ہوئی ہے۔" ہسپتال کے کاریڈور میں چلتے ہوئے ڈاکٹر مراد کی کہی بات کسی ہتھوڑے کی طرح اس کی سماعتوں سے ٹکرا رہی تھی۔

"ٹائنٹی فائیو پرسنٹ چانسز ہیں کہ بچے کو جان بوجھ کر بدل دیا گیا ہے۔" روحان خالی الذہنی کے عالم میں ریسپشن پر آ کھڑا ہوا۔

"اگر یہ سب سچ ہے اور بالکل ایسا ہی ہوا ہے جیسا ڈاکٹر مراد کہہ رہے ہیں تو کیا شوکت آنٹی کو ان سب باتوں کا علم ہے۔"

"ایک بات تو طے ہے عملے کے علم میں لائے بغیر اتنی بڑی کارستانی ہو ہی نہیں سکتی۔" ڈاکٹر مراد کی کہی باتیں اس کے ذہن میں اٹھتے ہر سوال کا جواب دے رہی تھیں ساتھ ہی اس کی سوچوں کو ایک نئے رخ پر گامزن کر رہی تھیں۔

"اگر یہ سب ان کے علم میں تھا تو کیا یہ ان ہی کے حکم سے ہوا تھا اور سب کچھ جاننے کے باوجود اتنے دنوں تک وہ خاموش رہیں اتنا کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوتا رہا بابا نے طلاق سے پہلے انہیں رپورٹ دکھائی تھی جسے دیکھ کر وہ خاموش ہو گئی تھیں اس وقت انہیں بولنا چاہیے تھا پھر وہ خاموش تماشائی کیوں بنی رہیں کم از کم انہیں۔۔۔"

"مے آئی ہیلپ یو سر؟" جانے لامتناہی سوچوں کا سلسلہ کب تک چلتا رہتا کہ ریسپشنسٹ کے پوچھنے پر وہ چونک اٹھا۔

"آں۔۔۔ وہ ایکچولی۔" اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا وہ کیا کہے ڈاکٹر مراد کی بات سن کر اسے لگا تھا وہ ابھی شوکت آنٹی کے پاس پہنچ جائے اور ساری الجھی گتھی سلجھا لے۔ مگر یہاں آ کر اسے احساس ہوا تھا کہ اس کے لیے اسے باقاعدہ لائحہ عمل ترتیب دینا ہوگا ورنہ اتنے برسوں تک شوکت آنٹی نے جو بات چھپائی تھی وہ اس کے پوچھنے پر اتنی آسانی سے کیوں بتا دیں گی بلکہ اگر انہیں بھنک بھی پڑ گئی کہ اسے ان پر شک ہو گیا ہے تو وہ اس کے راستے کو اور کٹھن بنا دیں گی اسے جو بھی پتا کرنا تھا ان کے علم میں لائے بغیر کرنا تھا۔

"سر آپ کو کس سے ملنا ہے۔" ریسپشنسٹ نے مودب انداز میں پوچھا اس سے پہلے کہ روحان کچھ کہتا ایک خوشی سے بھرپور آواز سماعتوں سے ٹکرانے پر وہ چونک کر پلٹنے پر مجبور ہو گیا۔

"ارے روحان بیٹا تم یہاں۔" براؤن شیفون کی ساڑھی پر ڈاکٹرز کا مخصوص سفید کوٹ پہنے شوکت آنٹی اس کے روبرو کھڑی تھیں اسے اچانک وہاں دیکھ کر انہیں کس قدر خوشی ہوئی تھی وہ ان کے چہرے سے صاف ظاہر تھا مگر پہلی بار انہیں دیکھ کر روحان نے سلام کیا نہ ان کی خیریت پوچھی وہ تو جیسے کچھ بولنے

کے قابل ہی نہیں رہا تھا بے دھیانی میں انہیں دیکھتے ہوئے وہ مسکرا بھی نہیں سکا لیکن انہوں نے محسوس ہی نہیں کیا بلکہ بڑے پرجوش انداز میں وہ ریسپشنسٹ سے اس کا تعارف کرانے لگیں۔

"یہ میرا بیٹا ہے روحان۔ میرا ہونے والا داماد پہلی بار یہ میرے ہاسپٹل آیا ہے اور تم نے اسے یہیں کھڑا کر رکھا ہے۔" ان کا انداز ڈانٹنے والا نہیں تھا تبھی ریسپشن پر کھڑی سسٹر شرمندہ ہونے کی بجائے خوش مزاجی سے رسمی جملے بولنے لگی جنہیں قطع کرتے ہوئے شوکت آنٹی نے پوچھا۔

"خیریت تو ہے نا تم یہاں کیسے۔" انہوں نے بڑی خوش دلی سے پوچھا تو جانے کیسے روحان کو بروقت ایک بہترین بہانہ سوجھ گیا۔

"علیزہ نے بتایا تھا آپ شہر سے باہر جا رہی ہیں میں یہاں سے گزر رہا تھا سوچا آپ سے مل لوں۔" وہ کوئی پہلی بار کسی ٹرپ پر نہیں جا رہی تھیں اکثر بڑے بڑے سیمینار اٹینڈ کرنے وہ شہر سے باہر جاتی رہتی تھیں روحان ان سے کبھی اس طرح ملنے نہیں آیا تھا وہ بھی ان کے ہسپتال تو کبھی بھی نہیں آیا تھا مگر انہیں زیادہ کھوج نہیں ہوئی تھی بلکہ وہ اپنی رہنمائی میں اسے اپنے کیبن تک لے جاتے ہوئے اس کی خاموشی محسوس کیے بغیر تواتر سے بولتی رہیں۔

"تم نے بہت دیر کر دی آنے میں میری فلائیٹ لیٹ ہو گئی ہے اس لیے میں یہاں نظر آ رہی ہوں ورنہ اب تک تو میں جا چکی ہوتی خیر کوئی بات نہیں اچھا کیا جو تم آ گئے میں فارغ ہی تھی سوچ رہی تھی کیا کروں فلائیٹ ایک گھنٹہ لیٹ ہے گھر آنے جانے کا تو وقت نہیں اور اس وقت دوپہر میں گھر میں کوئی ہوتا بھی نہیں۔" انہوں نے اپنے کیبن میں داخل ہو کر اسے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور ریموٹ اٹھا کر اے سی آن کرنے لگیں۔

روحان ان کے اشارے کو نظر انداز کرتا کمرے میں آرائش و زیبائش کا جائزہ لینے لگا۔ بے شک ان کا ہسپتال شہر کے بہترین ہسپتالوں میں سے ایک تھا یہ نا صرف عرصہ دراز سے لوگوں کی خدمت کا کام انجام دے رہا تھا بلکہ جدید دور کا ساتھ دیتے یہاں ہر طرح کی نئی سے نئی سہولیات بھی آتی رہتی تھیں اسی لیے اتنا پرانا ہسپتال ہونے کے باوجود وہ بالکل نیا اور جدید طرز کا ہسپتال لگتا تھا عمارت کا طول و عرض وسیع رقبے پر پھیلا تھا جو آنے والے کو باہر سے ہی یہ احساس دلا دیتا کہ اگر جیب اجازت دے تو آپ اندر قدم رکھیں ورنہ باہر سے ہی اس پر ایک ستائشی نظر ڈال کر آگے بڑھ جائیں۔

"پسند آیا۔" اس کی محویت کو دیکھتے ہوئے انہوں نے اپنے مخصوص پر خلوص انداز میں پوچھا۔

"تم تو بہت عرصے بعد آئے ہو گے۔"

"ہوں کافی سال پہلے آیا تھا دوسرے وارڈز میں پھر بھی آیا ہوں بابا کے ایک دو دوست ایڈمٹ ہوئے تھے مگر آپ کے ڈیپارٹمنٹ میں کبھی آنا نہیں ہوا۔" روحان نے کھڑکی کے باہر پھیلے خوب صورت سبزہ زار کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ بھی اس کے پاس چلی آئیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پچھلے کچھ سالوں میں یہاں بہت تبدیلی بھی آئی ہے جب میں نے یہاں پریکٹس شروع کی تھی تب یہ ہاسپٹل اتنے بڑے رقبے پر پھیلا ہوا نہیں تھا یہاں آس پاس اچھی خاصی آبادی تھی پھر جیسے جیسے ہاسپٹل مشہور ہوتا گیا یہاں کی انتظامیہ ساری زمینیں خرید کر ہاسپٹل سے ملحق کرتی گئی۔" وہ کھڑکی سے نظر آتے خوب صورت مصنوعی جھرنے پر نظریں جماتے ہوئے بولیں۔

"ابھی بھی ہاسپٹل کی پچھلی جانب موجود ایئریا کو خریدنے کا سوچا جا رہا ہے لیکن اتنی بڑی زمین حاصل کرنا بہت مشکل ہوتا ہے کافی گنجان آبادی ہے وہاں کافی لوگوں کے ذاتی گھر ہیں تھوڑا کمرشل ایریا بھی ہے وہاں دو کانیں ہیں ہوٹلز ہیں اچھی خاصی مارکیٹ ہے اسکولز وغیرہ بھی ہیں۔" شوکت آنٹی تفصیل سے بتاتیں انٹرکام کی طرف پلٹ گئیں دو کپ چائے آرڈر کر کے وہ اس سے بابا کی خیر خیریت پوچھنے لگیں۔

"آنٹی میں بھی اسی ہاسپٹل میں پیدا ہوا تھا نا۔" روحان نے بظاہر بات سے بات نکالتے ہوئے پوچھا جبکہ حقیقتاً" وہ آہستہ آہستہ اپنے مطلوبہ موضوع کی طرف آ رہا تھا اس کے پوچھنے پر شوکت آنٹی کے چہرے پر ایک شفیق مسکراہٹ دوڑ گئی۔

"ہاں مجھے آج بھی وہ لمحہ یاد ہے جب میں نے تمہیں گود میں اٹھایا تھا۔" روحان بغور ان کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"کیا شہزاد بھی یہیں پیدا ہوا تھا۔" اس نے واضح طور پر ان کے چہرے کو متغیر ہوتے دیکھا۔

"ہاں ظاہری بات ہے عتیقہ میرے علاوہ کسی اور کے پاس جانے کا تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔" ان کا چہرہ اور لہجہ دونوں ہی بالکل نارمل ہو چکے تھے روحان ان کے چہرے پر ابھرے تھوڑے دیر پہلے کے تاثرات کو کوئی نام نہ دے سکا جانے وہ اس کا وہم تھا یا واقعی شہزاد کے ذکر نے انہیں لمحے بھر کے لیے مضطرب کیا تھا۔

"سنا ہے امی اور شہزاد دونوں مرتے مرتے بچے تھے۔"

روحان نے عین ان کے سامنے آ کر کھڑے ہوتے ہوئے پوچھا تو وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"تم سے کس نے کہی یہ بات۔"

"شہزاد نے بتایا تھا لیکن آپ کو اتنی حیرت کیوں ہو رہی ہے؟" روحان انہیں جانچتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا تو وہ ایک دم ہنس پڑیں۔

"میں سمجھی شاید صادق بھائی نے ذکر کیا ہوگا اسی لیے حیران ہو رہی تھی کہ وہ تو عتیقہ کا نام تک لینا پسند نہیں کرتے۔" اپنے طور پر تو انہوں نے وضاحت دی تھی مگر روحان کا دل خون ہو گیا تھا بے خیالی میں انہوں نے روحان کے زخم ادھیڑ دیے تھے۔

"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ، مجھے کبھی کسی نے بتایا ہی نہیں کہ میری ماں کیسی تھیں آپ تو انہیں کافی قریب سے جانتی ہوں گی۔" شوکت آنٹی کچھ گم سم سے انداز میں اسے دیکھنے لگیں۔

"ہاں بہت اچھی طرح جانتی تھی میں اسے، بہت اچھی تھی وہ بالکل سلجھی ہوئی صرف اپنے کام سے کام رکھنے والی۔" وہ ایسے بول رہی تھیں جیسے گہری نیند میں ہوں ان کی نظریں کسی غیر مرئی نکتے پر مرکوز ہو گئی تھیں۔

"اگر وہ اتنی اچھی تھیں تو بابا نے ان پر یقین کیوں نہیں کیا۔" یہ سوال اصولی طور پر اسے بابا سے کرنا چاہیے تھا مگر وہ تو یہاں انہیں پرکھنے آیا تھا جبکہ وہ توقع کے مطابق موضوع سے پہلو تہی کرتے ہوئے بولیں۔

"چھوڑو ان باتوں کو یہ ابھی تک چائے نہیں آئی۔" انہوں نے کہنے کے ساتھ ہی انٹرکام کی طرف ہاتھ بڑھایا کہ اسی وقت ایک بڑی عمر کی ماسی چائے لیے کمرے میں داخل ہو گئی۔

"ارے اماں بڑی لمبی عمر ہے آپ کی۔" شوکت آنٹی اپنے سابقہ خوش باش لہجے میں بولیں روحان کو اس کے آنے سے کوفت ہوئی تھی اب شوکت آنٹی کو دوبارہ اس موضوع کی طرف لانا کافی مشکل تھا پھر وہ اپنی فلائیٹ کے لیے ایئرپورٹ روانہ ہونے والی تھیں جانے ان سے دوبارہ کب ملاقات ہوتی۔

"اماں اسے جانتی ہیں آپ کون ہے یہ؟" شوکت آنٹی نے چائے میز پر رکھتی اماں سے پوچھا تو وہ گردن گھما کر اسے دیکھنے لگیں کچھ دیر اسے پہچاننے کی کوشش کرنے کے بعد انہوں نے نفی میں سر ہلا دیا روحان ان سے پہلی بار مل رہا تھا مگر وہ جانتا تھا شوکت آنٹی کس حوالے سے پوچھ رہی ہیں اور واقعی اماں کے جواب نہ دینے پر وہ ہنس کر بولیں۔

"اماں! یہ اپنی علیزہ کا ہونے والا خاوند ہے۔" شوکت آنٹی کا کہنا تھا کہ اماں کو جیسے قارون کا خزانہ مل گیا وہ اتنی خوش ہوئیں کہ روحان کو حیرانی ہونے لگی۔

"ماشاء اللہ کتنی پیاری جوڑی ہے دونوں کی، سبحان اللہ۔" ان کی نان اسٹاپ بلائیں اور دعائیں شروع ہو گئی تھیں۔ شوکت آنٹی کو ان کے انداز پر بھی ہنسی آنے لگی۔

"اماں! ایک اور بات بتاؤں، یہ ہمارے ہسپتال میں ہی پیدا ہوا تھا اور اسے آپ نے ہی نہلایا تھا۔" شوکت آنٹی کی بات پر وہ مزید جوش میں آ گئیں، اب تو گویا دوہرا رشتہ ہو گیا تھا جبکہ روحان حیرانی سے شوکت آنٹی کو دیکھنے لگا۔

"مجھے انہوں نے نہلایا تھا، کوئی نرس یا ملازمہ نہیں تھی۔" اس سے پہلے کہ شوکت آنٹی کچھ کہتیں، اماں جھڑکتے ہوئے بولیں۔

"ارے چھوڑو نرسوں سے زیادہ اچھا کام آتا ہے ہمیں۔ نرس کو کیا پتا یہ کام کتابیں پڑھنے سے نہیں آتے مجھ سے پوچھو میرے آٹھ بچے تھے جب میں ڈاکٹر بی بی کے پاس کام مانگنے آئی تھی۔" روحان بے یقینی سے شوکت آنٹی کو دیکھنے لگا جو اماں کے انداز اور اس کی حیرت دیکھ کر ہنسی سے دوہری ہو گئی تھیں وہ اس کی حیرت کم کرنے کے لیے تسلی دینے والے انداز میں بولیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پہلے یہ سارے کام ماسیاں ہی کرتی تھیں اتنا کوئی اسٹیبلشڈ ہاسپٹل نہیں تھا یہ۔۔۔ وہ تو اب یہ سارے چونچلے پال لیے ہیں ہم نے یوں سمجھ لو پیشنٹ سے پیسے ہتھیانے کے ہتھکنڈے ہیں۔" اس سے پہلے کہ روحان کچھ کہتا انٹر کام پر شوکت آنٹی کے لیے کوئی بلاوا آگیا تو وہ اس سے ایکسکیوز کرتیں کمرے سے نکل گئیں ساتھ ہی اماں کو ہدایت کر گئیں کہ روحان کا سر کھانے کی ضرورت نہیں مگر علیزہ شاید ان کی کچھ زیادہ ہی لاڈلی تھی کہ ان کا جوش و خروش کم ہی نہیں ہو رہا تھا وہ روحان کو علیزہ کی عادت مزاج کے بارے میں ایسے بتانے لگیں جیسے روحان نے خالص روایتی انداز میں صرف "اماں کی پسند" پر سر جھکا کر اس سے منگنی کر لی ہو روحان بغیر کچھ بولے چپ چاپ علیزہ نامہ سنتا رہا کہ اچانک بولتے بولتے انہیں کچھ خیال آیا اور وہ چونک کر پوچھنے لگیں۔

"تمہارا یوم ولادت کیا ہے؟"

"کیا چیز؟" روحان کے سر پر سے گزر گئی ان کی بات۔

"ارے تم کب پیدا ہوئے تھے تاریخ بتاؤ تو شاید مجھے یاد آجائے کہ تم بچپن میں کیسے تھے اور تمہاری ماں کون تھی؟"

"اماں یہ بہت سال پرانی بات ہے آپ تو ایسے پوچھ رہی ہیں جیسے تاریخ بتاتے ہی چھم سے میرا بائیو ڈیٹا حاضر کر دیں گی۔" روحان نے مسکراتے ہوئے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

"ارے ڈیٹا ویٹا نہیں آتا مجھے باقی سب بتا سکتی ہوں کہ کس وقت پیدا ہوئے تھے تو کس مزاج کے ہو گے۔ پچھلے تیس سال سے میں یہاں ہوں بچے کا رونا سن کر بتا سکتی ہوں کہ یہ بڑا ہو کر غصے کا تیز نکلے گا یا ٹھنڈے مزاج کا ہو گا۔" اماں فخریہ انداز میں بولیں تو کچھ دیر تو روحان ان کی شکل دیکھتا رہا حالانکہ ان کی طرف سے کسی بھی حوصلہ بخش جواب کی توقع نہیں تھی پھر بھی روحان نے انہیں آزماتے ہوئے نہایت ٹھہر ٹھہر کر پوچھا۔

"اماں آج سے بیس سال پہلے دو جون کو رات کے گیارہ بجے ایک لڑکا پیدا ہوا تھا کیا اس کے بارے میں کچھ بتا سکتی ہیں کہ وہ کیسا اور کون تھا۔" اماں جو اس کی بات بہت غور سے سن رہی تھیں گال پر ہاتھ رکھتے ہوئے بگڑ کر بولیں۔

"لے۔۔۔ تو میرا مذاق اڑا رہا ہے میرا امتحان لے رہا ہے۔ شکل سے کتنا بھولا لگتا ہے اور مجھے بے وقوف بنا رہا ہے آلینے دو ڈاکٹر بی بی کو ابھی بتاتی ہوں اپنی معصوم بچی کے لیے کیسا ٹیڑھا لڑکا پسند کیا ہے۔"

"اماں میں مذاق نہیں کر رہا اور نہ ہی آپ کا امتحان لے رہا ہوں میں شوکت آنٹی کے پاس اس بچے کے بارے میں معلوم کرنے ہی آیا تھا وہ اسی ہسپتال میں پیدا ہوا تھا مگر اس کے کچھ کاغذات کم پڑ رہے ہیں تو۔۔۔"

"تو مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو حفیظ سے کہو نا۔ اس کے پاس پرانے سے پرانا ریکارڈ موجود ہے۔"

اماں تنک کر بولیں روحان ایک دم چونک گیا انجانے میں ہی سہی اماں نے اسے بڑا بہترین مشورہ دے دیا تھا وہ پرسوچ انداز میں کہنے لگا۔

"اماں شوکت آنٹی کب تک آئیں گی۔"

"وہ اب نہیں آئے گی دیکھ لینا میری لائی ہوئی چائے ایسے ہی پڑی رہ جائے گی اور وہ اپنی فلائیٹ پر چلی جائے گی ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے۔" روحان نے فوراً "پیالی لبوں سے لگا لی چائے واقعی ٹھنڈی ہو چکی تھی پھر بھی اس نے زہر مار کر جلدی جلدی حلق سے اتاری اور پیالی ٹرے میں رکھتا کھڑا ہو گیا۔

"کیا مزے دار چائے تھی اماں دل خوش کر دیا ذرا علیزہ کو بھی ایسی چائے بنانا سکھا دیں۔" اس کا لگایا تکمن کافی سے زیادہ اثر کر گیا اماں سارا غصہ بھول کر ایک بار پھر اسے اور علیزہ کو دعائیں دینے لگیں تو روحان کو مجبوراً "ان کی بات کاٹتے ہوئے کہنا پڑا۔

"اماں آپ مجھے حفیظ کے پاس لے چلیں اس بچے کے بارے میں معلوم کرنا بہت ضروری ہے اس کا برتھ سرٹیفکیٹ بنوانا ہے۔" روحان کے التجائیہ انداز پر وہ صدقے واری ہونے لگیں۔

"ارے تیرا اپنا ہسپتال ہے جو چاہو معلوم کر لو۔"

"وہ تو ٹھیک ہے اماں لیکن حفیظ صاحب تو یہ بات نہیں جانتے اور شوکت آنٹی بھی چلی گئی ہیں اگر آپ حفیظ صاحب سے کہیں گی تو وہ یہ انفارمیشن جلدی نکال دیں گے۔"

"ہاں یہ تو ہے آؤ میرے ساتھ۔" اماں فوراً "سر ہلاتے ہوئے بولیں تو روحان ان کے ساتھ ہی چل پڑا کہ تبھی اس کا موبائل بج اٹھا۔

دوسری جانب شوکت آنٹی تھیں وہ اس سے معذرت کر رہی تھیں کہ اس طرح اچانک وہ ہاسپٹل سے نکل گئیں اور اب وقت کی قلت کے باعث وہ وہیں سے ایئرپورٹ جا رہی تھیں ان کا سامان تو گاڑی میں ہی رکھا تھا۔

روحان کو یہ اطلاع سن کر گونا گوں اطمینان ہوا تھا اس نے انہیں احتیاط سے سفر کرنے کی ہدایتیں دیتے ہوئے فون بند کر دیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ اماں کی رہنمائی میں شوکت آنٹی کے کمرے سے کافی دور بنے ایک آفس میں آکھڑا ہوا شاید اس کمرے میں ہسپتال کا تمام ریکارڈ موجود تھا مختلف ریک میں بے تحاشا فائلز رکھی تھیں اور کئی میز پر کمپیوٹرز موجود تھے جن میں سے صرف ایک زیر استعمال تھا ایک دبلا پتلا سا تقریباً "پینتالیس سال کا سانولا سا آدمی آنکھوں پر نازک سے فریم کا چشمہ لگائے پورے انہماک سے اپنے کام میں مشغول تھا اماں کے کمرے میں داخل ہونے پر بھی اس نے کوئی خاص دھیان نہیں دیا مگر جب انہوں نے روحان کا تعارف شوکت آنٹی کے داماد کی حیثیت سے کرایا تو وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر اس سے مصافحہ کرتے ہوئے رسمی کلمات بولنے لگا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"حفیظ بیٹا اسے ایک بچے کا ریکارڈ دیکھنا ہے شوکت بی بی کو ایک کام آپڑا وہ تو چلی گئی اب تم ہی اس کی مدد کرو۔" اماں نے لجاجت سے کہا تو وہ گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔

"اس وقت تو میں بہت مصروف ہوں آپ اگر پھر کسی دن آجائیں۔" وہ کہہ کر روحان کی شکل دیکھنے لگا جو خود بھی کسی قدر الجھ گیا تھا پھر کسی دن آنے اور نئے سرے سے اس شخص سے مل کر بات کرنے میں بہت وقت ضائع ہو جاتا اور پھر شوکت آنٹی کے سامنے یہ سب کرنا ممکن بھی نہیں تھا اس سے پہلے کہ روحان کچھ کہتا اسے تامل کا شکار دیکھ کر حفیظ صاحب خود ہی کہنے لگے۔

"آپ کو کیا پتا کرنا ہے؟"

"آپ کے ہاسپٹل میں بیس سال پہلے ایک بچہ پیدا ہوا تھا اس کا برتھ سرٹیفکیٹ کھو گیا ہے اسی سلسلے میں ریکارڈ نکلوانا ہے۔" روحان نے سوچا سمجھا بہانہ سنا دیا۔

"بیس سال پرانا ریکارڈ۔" اس نے حیرانی سے دوہرایا۔

"کیوں کوئی پرابلم ہے کیا۔" روحان نے فوراً پوچھا۔

"نہیں پرابلم تو نہیں ہے سارا پرانا ریکارڈ بھی ہم نے کمپیوٹر میں ڈال لیا ہے مگر۔" اس نے کچھ سوچتے ہوئے کہا پھر جیسے شوکت آنٹی کا لحاظ کرتے ہوئے ایک حل نکالنے پر مجبور ہو گیا۔

"اگر آپ کو اس بچے کی پیدائش کا سن اور نام وغیرہ سب معلوم ہے تو میں کمپیوٹر میں پاس ورڈ ڈال دیتا ہوں فائل آپ خود اوپن کر لیں۔" ریکارڈ چیک کرنے کا اتنا بہترین موقع مل جائے گا یہ تو روحان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا وہ اس پیشکش پر فوراً راضی ہو گیا۔

"جی جی آپ آرام سے اپنا کام کریں میں خود انفارمیشن حاصل کر لوں گا۔"

"پلیز مائنڈ مت کیجیے گا آج میرے دو کولیگ نے ایک ساتھ چھٹی کر لی ہے میں اگر بزی نہ ہوتا تو۔" اس نے شرمندگی سے کہتے ہوئے دانستہ جملہ ادھورا چھوڑ دیا ڈاکٹر شوکت کے داماد کے لیے اس کے پاس وقت نہیں تھا یہ احساس اسے خجالت کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیلے جا رہا تھا جبکہ روحان اس شاندار آفر پر اچھا خاصا پرجوش ہو گیا تھا اس لیے اس کا کندھا تھپتھپاتے ہوئے بولا۔

"کوئی بات نہیں آپ صرف پاس ورڈ ڈال دیں باقی سب میں خود کر لوں گا۔" وہ واقعی بہت مصروف تھا اس لیے کمپیوٹر آپریٹ کر دینے کے بعد ایک بار بھی جھانک کر اس نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ روحان کس بچے کی فائل اوپن کر رہا ہے خود روحان بھی جلد از جلد کام ختم کرنے کی کوشش کر رہا تھا تاکہ حفیظ صاحب کو بھنک بھی نہ پڑے کہ اس نے کس کی فائل اوپن کی ہے بھلے ہی شوکت آنٹی ابھی چلی گئی تھیں لیکن ان کی واپسی پر حفیظ صاحب اور اماں اس کی یہاں آمد اور اس کی تمام کارروائی کی تفصیلی اطلاع دے سکتے تھے ایسے میں بچے کا نام مخفی رکھنا ازحد ضروری تھا۔

روحان کی انگلیاں تیزی سے کی بورڈ پر حرکت کر رہی تھیں شہزاد کا سن اور تاریخ پیدائش کمپیوٹر میں

ڈالتے ہی اس دن پیدا ہونے والے تمام بچوں کی لسٹ اسکرین پر نمودار ہو گئی۔

روحان نے کرسر کو شہزاد کے نام پر رکھ کر کلک کیا تو اس کی پوری فائل روحان کے سامنے کھل گئی اپنی ماں کا نام اسکرین پر جگمگاتا دیکھ کر وہ اردگرد کے ماحول سے بے گانہ ہو گیا اور خود فراموشی کے عالم میں ان کی رپورٹس پڑھتا چلا گیا۔

ایک ایک چیز کا ریکارڈ موجود تھا اس فائل میں حتیٰ کہ کس دن کتنے بجے چیک اپ کے لیے آئیں وہ پڑھتے وقت اتنا مگن ہو گیا کہ یہ بھول ہی گیا کہ وہ یہاں آیا کیوں ہے بڑے ہی آرگنائز طریقے سے ساری تفصیلات درج تھیں آخر وہ اس وقت چونکا جب الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ اس کے سامنے آئی تب وہ تمام احساسات کو پس پشت ڈال کر ایک بار پھر متحرک ہو گیا مگر آگے کی تفصیلات میں کہیں ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے پڑھ کر روحان کو کوئی سرا مل جاتا اس نے تمام ریکارڈ اپنے پاس محفوظ رکھنے کے لیے تمام فائلز الیچ کیں اور اپنے فولڈر میں سینڈ کر دیں اور کاغذوں کے ڈھیر میں سر کھپائے حفیظ صاحب کو دیکھنے لگا۔

"سر کیا ایسا ممکن ہے کہ ہسپتال میں بیک وقت پیدا ہونے والے دو بچے آپس میں بدل جائیں۔" وہ چونک کر روحان کو دیکھنے لگے ان کے چہرے سے ظاہر تھا وہ روحان کی بات سمجھے نہیں تبھی روحان کو وضاحت دینی پڑی۔

"اگر الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہو کہ بیٹی پیدا ہو گی جبکہ حقیقت میں بیٹا ہو جائے تو کیا ایسا ممکن ہے کہ اس دن پیدا ہونے والے کسی دوسرے بچے سے وہ بچی بدل گئی ہو۔" روحان کی بات پوری ہونے سے پہلے ہی وہ بری طرح ہنس پڑے۔

"الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ تو اکثر غلط ہو جاتی ہے اس کا یہ مطلب تھوڑی ہے کہ بچے بدل گئے بلکہ ہمارے ہسپتال میں تو عرصہ دراز سے اسی اصول پر عمل کیا جا رہا ہے کہ والدین کو پہلے سے کچھ بتایا ہی نہیں جاتا کیونکہ بعد میں الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ سے الگ نتیجہ سامنے آتا ہے تو والدین بہت پریشان کرتے ہیں لیکن جہاں تک تمہارے سوال کی بات ہے تو ایسا ممکن نہیں بچہ غلطی سے کبھی بھی نہیں بدل سکتا۔" روحان چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا پھر ایک ایک لفظ چباتے ہوئے بولا۔

"کیا جان بوجھ کر بچہ بدلا جا سکتا ہے۔" حفیظ صاحب فوری طور پر کچھ نہیں بولے کچھ دیر سوچتے رہنے کے بعد وہ بڑے گہرے لہجے میں کہنے لگے۔

"اگر عملہ چاہے تب تو واقعی بدلا جا سکتا ہے کسی کو کانوں کان خبر بھی نہیں ہو سکتی ہسپتال میں ایک دن میں اتنے بچے پیدا ہوتے ہیں کہ بہت آسانی سے اور بڑی رازداری سے یہ کام کیا جا سکتا ہے اور کسی کو شک بھی نہیں ہو سکتا۔" وہ دونوں ہی اپنی جگہ خاموش ہو گئے روحان کی نظریں اسکرین پر جم گئیں فائل اس کے فولڈر میں پہنچ چکی تھی روحان شہزاد کی فائل سے باہر نکل کر ان تمام بچوں کی فہرست دیکھنے لگا جو اس دن پیدا ہوئے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بات کیا ہے آخر۔" حفیظ صاحب نے بظاہر سرسری انداز میں پوچھا مگر روحان کو بخوبی اندازہ تھا ان کا ذہن اچھا خاصا الجھ گیا ہوگا اس لیے اپنے لہجے کو حتی الامکان ہلکا پھلکا بناتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

"بات تو کچھ بھی نہیں ہے بس کچھ افواہیں سنی تھیں اس لیے By the way پوچھ بیٹھا۔" روحان نے ایک مایوس کن نظر اسکرین پر ڈالی جہاں شہزاد کے ساتھ پیدا ہونے والے بچوں کی فہرست لگی تھی وہاں صرف دو ہی نام موجود تھے اور دونوں لڑکے تھے۔ جبکہ اسے یقین تھا شہزاد کی بجائے ان کے گھر ایک بیٹی پیدا ہوئی ہوگی جیسا کہ الٹرا ساؤنڈ کی رپورٹ سے ظاہر تھا مگر بعد میں اس بیٹی کو کسی وجہ سے شہزاد سے بدل دیا گیا۔

"افواہوں کو خود پر حاوی مت ہونے دو زندگی عذاب ہو جائے گی ویسے بھی جس ہاسپٹل میں بیٹھے ہو وہاں ایسے غیر قانونی کام نہیں ہوتے۔" حفیظ صاحب نے بھی جواباً "مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں آپ کا اسٹاف فرشتوں پر مشتمل ہے کیا۔" روحان نے احتیاطاً "شہزاد کی ڈیٹ آف برتھ سے ایک اور دو دن پہلے کی لسٹ کھنگالنی شروع کردی روحان جس میز کا کمپیوٹر استعمال کر رہا تھا اس کا رخ کچھ ایسا تھا کہ حفیظ صاحب اسکرین نہیں دیکھ سکتے تھے انہیں کمپیوٹر کا پچھلا حصہ نظر آرہا تھا۔

"نہیں میرا مطلب ہے جن ہسپتالوں میں ایسی حرکتیں ہوتی ہیں وہ بدنام ہو ہی جاتے ہیں ایسی باتیں زیادہ چھپائی نہیں جاسکتیں اسٹاف میں سے ہی کوئی نہ کوئی راز لیک آوٹ کر دیتا ہے اب نظام الدین سینٹر کو ہی لے لو ہمارے ہسپتال کی پچھلی سائیڈ پر جو آبادی ہے وہاں عرصہ دراز سے وہ ہسپتال موجود ہے وہ ایسے کاموں کے لیے بہت مشہور ہے مریض پتھری نکلوانے آتا ہے اور اس کی کڈنی چوری کر کے بیچ دی جاتی ہے۔

ہنگامی حالات میں آئے مریضوں کے ساتھ تو اور بھی برا سلوک ہوتا ہے جن لاشوں کی شناخت نہیں ہوتی ان کے ہر ہر اعضاء کو کاٹ کر بیچ دیا جاتا ہے۔" حفیظ صاحب کہتے چلے گئے روحان کو اپنے جسم میں سنسنی سی دوڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

"تو کیا آپ کے ہسپتال میں کبھی وہاں سے کوئی چیز منگوائی جاتی ہے میرا مطلب ہے اچانک ضرورت پڑنے پر۔۔۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو۔" حفیظ صاحب نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔

"وہ تو غریبوں کا ہسپتال ہے وہاں وہی لوگ جاتے ہیں جو مہنگا علاج افورڈ نہیں کر سکتے جبکہ ہمارا ہاسپٹل شہر کا ہی نہیں ملک کا بہترین ہاسپٹل ہے یہاں علاج کے لیے شہر کی جانی مانی ہستیاں آتی ہیں اگر یہاں ایسے فراڈ ہوا کرتے تو یہ ہاسپٹل کب کا بند ہو گیا ہوتا۔" ان کے جرح کرتے لہجے پر روحان سنجیدگی سے انہیں دیکھتے ہوئے بولا۔

"آپ کا ہاسپٹل شہر کا ہی نہیں ملک کا بہترین ہاسپٹل ہے یہاں علاج کے لیے شہر کی جانی مانی ہستیاں

آتی ہیں ظاہری بات ہے آپ کو ان کے اعضاء کاٹ کر بیچنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن کسی ایمرجنسی کی صورت میں نظام الدین جیسے ہسپتالوں سے کٹے ہوئے اعضاء خریدے تو جاسکتے ہیں آخر جانی مانی ہستیوں کو خوش کرنا بھی تو ضروری ہے تاکہ وہ بار بار یہیں آئیں۔ اپنے بہترین ہسپتال کے نام اور ساکھ کو بچانا اور برقرار رکھنا اتنا آسان تو نہیں۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہوتی تو پتا چل ہی جاتا۔" وہ کسی طور ماننے کے لیے تیار نہیں تھے۔

"کہاں پتا چلتا ہے بقول آپ کے نظام الدین ہسپتال عرصہ دراز سے قائم ہے کیا ہوا ہے اس کے خلاف آج تک۔۔۔ بدنام ہونے کے باوجود لوگ وہاں جاتے ہیں۔ کیونکہ لوگوں کو علم ہی نہیں ہوگا یہ تو آپ خود اس فیلڈ میں ہیں اس لیے آپ کو اپنے شعبے سے منسلک دوسرے اداروں کی کارکردگی اور ریپوٹیشن کا علم ہے اور پھر وہ غریبوں کا ہسپتال ہے اس لیے اس کی بات زیادہ اچھالی جاتی ہوگی ورنہ اگر وہ ہسپتال اعضاء کاٹ کر بیچنے پر بدنام ہے تو دوسرا کوئی ہسپتال خریدنے پر بدنام ہونا چاہیے کوئی امیروں کا ہسپتال۔" روحان کا لہجہ طنزیہ ہو گیا حفیظ صاحب ٹھٹک کر بغور اسے دیکھنے لگے۔

"کیوں کیا غلط کہہ رہا ہوں میں۔ کوئی دوسرا ادارہ غیر قانونی طریقے سے کاٹے گئے اعضاء خریدتا ہوگا تبھی تو وہ بیچتے ہیں۔ خریدنے والے بھی اتنے ہی مجرم ہیں جتنے بیچنے والے اور دیکھا جائے تو سب سے قریب آپ ہی کا ہسپتال ہے امیروں کا ہسپتال' جہاں شہر کی جانی مانی ہستیاں آتی ہیں سب سے زیادہ آرڈرز تو نظام الدین ہسپتال کو یہیں سے جاتے ہوں گے۔" روحان زہرخند لہجے میں بولتا ایک جھٹکے سے کھڑا ہو گیا حفیظ صاحب اب اسے پریشان نظروں سے دیکھنے لگے تھے مگر روحان نے اپنی بات کا اثر زائل کرنے یا انہیں مطمئن کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی اس کے اندر اتنی کڑواہٹ گھل گئی تھی کہ وہ فوراً "کمپیوٹر شٹ ڈاؤن کر کے انہیں اللہ حافظ کہے بغیر آفس سے نکل گیا۔

☆ ☆ ☆

ماریہ باجی اگلے دن آفس نہیں گئیں ان کی ہمت نہیں ہو رہی تھی عادل کا سامنا کرنے کی' سارا اسٹاف جانتا تھا عادل کی شادی ماریہ باجی کی بہن سے ہو رہی ہے وہ کس کس کو جواب دیں گی اگر شادی ہو گئی ہوتی تو ان کا گریز میں ایک جھجک ہوتی مگر شادی ٹوٹنے پر انہیں سارے اسٹاف سے شرم آرہی تھی اسی کے لیے عادل سے کترانے میں ایک غصہ ایک خفگی بھی در آئی تھی حالانکہ وہ عادل کو اتنا قصوروار نہیں مانتی تھیں مگر انہیں عادل سے عین شادی کے وقت پیچھے ہٹ جانے کی امید بھی نہیں تھی۔

چاروناچار انہیں آفس تو جانا پڑا مگر آفس جا کر انہیں توقع کے برعکس حالات کا سامنا کرنا پڑا جو انہوں نے گھر آتے ہی خوشی خوشی حوریہ کے گوش گزار کردیا۔

ماریہ باجی اور عادل آفس میں الگ الگ فلور پر بیٹھتے تھے عادل خود ماریہ باجی سے خاص طور پر ملنے آیا پہلے تو اس نے اتنے بڑے دھوکے پر شدید حیرانی اور دکھ کا اظہار کیا مگر جب اسے پتا چلا کہ حوریہ کا علاج

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لکن ہے وہ ٹھیک ہو سکتی ہے اس لیے انہوں نے یہ بات چھپا کر شادی کی تاریخ دے دی کہ شادی کے بعد عادل اسے باہر لے جا کر وہ مہنگا علاج کرا سکتا ہے جو اس کے والدین خواب میں کرانے کا بھی نہیں سوچ سکتے تب عادل کے رویے میں تھوڑی لچک آگئی وہ اس وقت تو خاموشی سے چلا گیا مگر آفس ٹائم ختم ہونے پر اس نے ماریہ باجی سے کہا کہ وہ حوریہ کے علاج پر آنے والے تمام اخراجات اٹھانے کے لیے تیار ہے۔

اس پیشکش پر حوریہ کو جتنی سبکی کا احساس ہوا تھا اس سے بھی زیادہ صدمہ یہ جان کر ہوا تھا کہ ماریہ باجی نے اس پیشکش کو فوراً" رد کرنے کی بجائے سوچنے کی مہلت مانگی تھی اور یہ مہلت بھی انہوں نے حوریہ کے مزاج کے پیش نظر مانگی تھی ورنہ اپنے طور پر تو انہوں نے اسی وقت رضامندی دے دی تھی اور یہ سب سن کر حوریہ ہتھے سے اکھڑ گئی۔

"آپ مجھے کیوں میری ہی نظروں میں گرانا چاہتی ہیں اتنا تو ذلیل ہو چکی ہوں اب اس سے اتنی بڑی رقم لے کر اپنی رہی سہی عزت بھی خاک میں ملا دوں۔"

"حوریہ پلیز' زیادہ جذباتی ہونے کی ضرورت نہیں ہے پہلے ہی تم خوامخواہ کی خودداری دکھا کر اپنا کافی نقصان کر چکی ہو اگر تم نے خاموشی سے شادی کر لی ہوتی تو عادل تھوڑا بہت غصہ کر کے بعد میں تمہارے علاج کی ہی کوشش کرتا مگر قسمت تمہیں ایک بار پھر موقع دے رہی ہے اتنی بے وقوفیاں دکھانے کے باوجود بھی۔

ہمارے پاس اتنا پیسہ کبھی نہیں ہو گا کہ تمہارا علاج کرا سکیں تمہیں اس ایک موقع کے ذریعے ساری زندگی کے اندھیروں سے چھٹکارا مل سکتا ہے بلکہ سچ پوچھو تو مجھے لگتا ہے وہ اب بھی تم میں انٹرسٹڈ ہے۔ ہو سکتا ہے وہ یہی سوچ رہا ہو کہ اگر تم ٹھیک ہو جاتی ہو تو۔۔۔"

"تو۔۔۔ تو کیا۔" حوریہ نے پھر کران کی بات کاٹ دی۔

"تو وہ مجھ سے شادی کر لے گا اتنی ہی گری پڑی ہوں نا میں کہ وہ' جب چاہے گا ٹھکرا دے گا اور جب چاہے گا اپنا لے گا۔" حوریہ کی غصے کے باوجود آواز رندھ گئی مگر ماریہ باجی بھی بھڑک اٹھی تھیں وہ تڑخ کر بولیں۔

"اگر گری پڑی نہیں ہو تو ایسے کوئی سرخاب کے پر بھی نہیں لگے ہیں تم میں کہ وہ ہر حال میں تمہیں قبول کر لے اور نہ ہی آج کے دور میں کوئی کسی سے ایسی محبت کرتا ہے کہ کسی کو اس کے ہر عیب اور کمی کے ساتھ اپنا لے ہر انسان اپنے لیے ایک ایسا ہم سفر چاہتا ہے جو ہر لحاظ سے پرفیکٹ ہو اگر اس نے تمہیں ریجیکٹ کر دیا تو اس میں اتنا واویلا مچانے والی کوئی بات نہیں ہے جو ہم نے اس کے ساتھ کیا تھا وہ بھی کم نہیں تھا وہ اگر چاہتا تو میری جاب بھی ختم کر سکتا تھا مگر اس نے ایسا کوئی قدم اٹھانے کی بجائے اب بھی ہماری مدد کرنی چاہی ہے اس نے تو آفس میں بھی مجھے کسی کے سامنے شرمندہ نہیں کیا کہ ہمارے بچے بزرگوں کے مداخلت کے باعث شادی فی الحال ملتوی کر دی گئی ہے۔ وہ بھی کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہے

انسان ہے تم اگر اس سے فلمی ہیرو جیسی توقعات باندھے بیٹھی تھیں تو یہ تمہاری اپنی بے وقوفی تھی۔"

"ہاں میری بے وقوفی تھی جو میں نے اسے سب سچ بتا دیا آپ لوگوں کی طرح اسے دھوکا دے کر اس کی زندگی میں شامل ہو جاتی وہ شریف خاندان سے تعلق رکھتا ہے میرے اندھے پن کے باوجود مجھے قبول کر لیتا اور میرے علاج میں چاہے جتنا بھی وقت لگتا جتنا بھی پیسہ خرچ ہوتا وہ چپ چاپ صرف کرتا رہتا اس امید پر کہ ایک دن میں ٹھیک ہو جاؤں گی لیکن بالفرض اگر میں ٹھیک نہ ہوتی تو؟ کیا کبھی آپ نے یہ سوچا ہے کہ اتنا مہنگا علاج کرانے کے باوجود اگر میری بینائی واپس نہ آتی تو کیا ہوتا کیا یہ اس شخص کے ساتھ زیادتی نہیں ہوتی۔

لیکن نہیں' آپ سب تو صرف مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے آپ سب مجھ سے عاجز آگئے ہیں جب آپ سب کا رویہ یہ ہے تو کل کو عادل کا مزاج میرے ساتھ کیسا ہوتا اس کی تو میں مجرم ہوتی اسے دھوکا دینے والی ایک فریبی۔ میں نے جو کیا بالکل صحیح کیا۔ اب بھی آپ جا کر اسے بتا دیں کہ مجھے اس کی خیرات کی کوئی ضرورت نہیں ایک آپ لوگوں پر ہی بوجھ ہونے کا خیال میرا جینا دوبھر کرتا ہے اس سے اتنے لاکھوں کی خیرات لے کر تو میں جیتے جی قبر میں دفن ہو جاؤں گی۔" حوریہ کی تنفر سے شروع کی گئی بات کا اختتام ایک سرد آہ پر ختم ہوا تھا مگر ماریہ باجی اس کی اداسی پر مزید سلگ گئیں تبھی چبا کر بولیں۔

"ہاں تم بس فضول کی باتیں سوچ سوچ کر ایسے ہی اپنا دل جلاتی رہو اگر اتنی شرمندگی ہے ہم لوگوں پر بوجھ ہونے پر تو شادی کر کے عادل کے ساتھ چلی جاتیں سچ تو یہ ہے حوریہ کہ تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہارا بھلا سوچا جائے' تمہیں کیا لگتا ہے ہمیں اس سے خیرات لے کر بڑی خوشی ہو رہی ہے ہم صرف تمہیں ٹھیک دیکھنا چاہتے ہیں جو اتنی بڑی بھیک لینے کے لیے راضی ہو گئے ہیں۔

ایک تو پہلے ہی ہمارے پاس کچھ نہیں تھا اوپر سے گھر آتی بارات تک راستے سے لوٹ گئی وہ تو شکر ہے کہ ہم نے خاندان میں کسی سے اس شادی کا ذکر نہیں کیا مگر محلے میں تو سب جانتے ہیں۔ تمہیں کیا پتا محلے میں کتنی باتیں ہو رہی ہیں مجھے تو ڈر ہے محلے والوں کے ذریعے ایک دن سب خاندان والوں کو بھی پتا چل جائے گا کاش مردانے کھانے کا انتظام برابر والوں کے گھر میں نہ کیا ہوتا تو آج یہ شرمندگی نہ اٹھانی پڑتی۔"

ماریہ باجی کے لہجے میں اترتی دکھ اور یاسیت کی آمیزش حوریہ کو تڑپا گئی مگر وہ ان کی بات کسی طور نہیں مان سکتی تھی چاہے اس کے لیے اسے گھر والوں کی کتنی ہی ناراضی کیوں نہ سہنی پڑے اور واقعی آنے والے دنوں میں اسے لگا تھا جیسے زندگی اس پر دن بہ دن تنگ ہوتی جا رہی ہو اماں نے تو اس کی بات کا جواب تک دینا چھوڑ دیا تھا ماریہ باجی' عالیہ باجی اور شازیہ بھی اکثر خفا خفا سی رہتیں صرف ایک ابا تھے جو پہلے سے بھی زیادہ نرم ہو گئے تھے ان کا میٹھا لہجہ سن کر بھی اسے اذیت ہی ہوتی تھی ان کی اکیلے کی محبت اتنے سارے مخلص لوگوں کی درشتگی کو کم نہیں کر سکتی تھی پھر یہ احساس اور سوار ہو جاتا کہ ابا کی محبت اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

شفقت کے بدلے وہ انہیں ذرا سا بھی آرام نہیں پہنچا سکتی بلکہ ہمیشہ اس کا وجود ان کے لیے تکلیف کا سبب بنا رہا۔

وہ شدید قسم کے ذہنی دباؤ کا شکار رہنے لگی تھی کبھی کبھی اس کا شدت سے دل چاہتا کہ کچھ کھا کر خود کو ختم کر لے مگر جانے کیا چیز تھی جو اسے اس فیصلے سے باز رکھے ہوئے تھی ورنہ اپنا وجود اسے قطعی غیر اہم اور بے مصرف لگنے لگا تھا گو کہ پہلے بھی اس کا اپنے بارے میں یہی خیال تھا مگر اب دن بہ دن یہ خیال زور پکڑتا جا رہا تھا کہ اب اپنا آپ اسے دنیا پر بوجھ لگنے لگا تھا اکثر اس کے ذہن میں سوال ابھرنے لگا تھا کہ وہ پیدا ہی کیوں ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے دنیا میں کیوں بھیجا تھا اور اگر بھیج ہی دیا تھا تو اب اٹھا کیوں نہیں لیتا دنیا میں اتنے لوگ روز مرتے ہیں تو پھر اسے موت کیوں نہیں آتی وہ کیوں زندہ ہے۔

سارا سارا دن اپنے کمرے میں پڑی وہ ایسی ہی باتیں سوچتی رہتی۔

☆ ☆ ☆

شہزاد دوپہر کا کھانا کھا کر جیسے ہی اپنے کمرے میں واپس جانے لگا ریسپشن پر موجود شخص نے اسے روک لیا۔

"سر آپ نے کہا تھا۔ مس رومیسہ کے بارے میں کوئی بھی خبر ہو تو آپ کو فوراً انفارم کیا جائے۔"

"ہاں کیا ہوا؟" شہزاد فوراً ہمہ تن گوش ہو گیا۔

"سر انہوں نے ہاسٹل چھوڑ دیا ہے وہ آج ہی روم خالی کر کے جا رہی ہیں۔"

"اور جاب' وہ بھی چھوڑ دی کیا؟" شہزاد نے بغیر چونکے اطمینان سے پوچھا۔

"سر وہ تو پتا نہیں۔ مگر ان کے ہاسٹل سے ابھی ابھی فون آیا تھا کہ آپ کو انفارم کر دیا جائے وہ جا رہی ہیں۔"

اس نے مودب انداز میں کہا اس نے خاص طور پر رومیسہ کے ہاسٹل میں ہدایت دے رکھی تھی کہ اگر وہ ہاسٹل چھوڑنا چاہے تو اسے اطلاع کیے بغیر رومیسہ کو جانے نہ دیا جائے۔

شہزاد اسی وقت الٹے قدموں واپس پلٹ گیا اور سیدھا رومیسہ کے ہاسٹل پہنچ گیا رومیسہ اسے اپنے چھوٹے سے اٹیچی کیس کے ساتھ ہاسٹل کی عمارت کے باہر ورانڈے میں ہی سیمنٹ کی بنی بینچ پر بیٹھی نظر آ گئی وہ اپنی سوچوں میں اتنی گم تھی کہ اتنی خاموشی اور سناٹا ہونے کے باوجود شہزاد کی قدموں کی چاپ پر وہ چونکی تک نہیں جب شہزاد اس کے عین سر پر پہنچ گیا تب اس نے کسی گہری سوچ سے باہر آتے ہوئے سر اٹھا کر اسے دیکھا اور اسے سامنے دیکھ کر وہ واضح طور پر گھبرا گئی تھی۔

"کیا ہاسٹل کے ساتھ ساتھ جاب بھی چھوڑ رہی ہو۔" شہزاد کے اطمینان سے پوچھنے پر وہ اسے حیرانی سے دیکھنے لگی پھر اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے ہاسٹل کے کھلے گیٹ سے باہر سڑک کی جانب دیکھنے لگی۔

"ٹیکسی منگوائی ہے نا تم نے۔ ایک گھنٹہ تو ہو ہی گیا ہو گا کہے ہوئے۔" شہزاد سامنے ہی بنے ایک چبوترے پر بیٹھ گیا۔

"دراصل ٹیکسی منگوانے کی بجائے انہوں نے مجھے اطلاع کر دی تھی اور میرے آنے میں ٹائم تو لگنا ہی تھا چنانچہ تمہیں روکنے کے لیے انہوں نے یہی ظاہر کیا ہے کہ وہ ٹیکسی منگوا رہے ہیں۔" رومیسہ کی حیرانی برہمی میں تبدیل ہونے لگی تھی مگر شہزاد نے پروا کیے بغیر اپنا سوال دہراتے ہوئے پوچھا۔

"بتایا نہیں تم نے کیا صرف ہاسٹل چھوڑ رہی ہو یا جاب بھی چھوڑنے کا ارادہ ہے۔"

"آفس میں کوئی مخبر نہیں بٹھایا جو یہ خبر دے سکے۔" رومیسہ جل کر بولی۔

"بٹھایا ہوا تو ہے ایک بندہ' مگر اس نے ابھی تک کوئی اطلاع نہیں دی کیا پتا وہ اتنا ایفیشنٹ نہ ہو جتنا ہاسٹل کا عملہ ہے۔" شہزاد بڑی سنجیدگی سے بولا۔

"آپ خود تو آفس جا نہیں رہے میری نوکری کی بڑی فکر ہے۔" رومیسہ چڑ گئی۔

"کیونکہ روحان بھائی نے کہا تھا کہ تم بڑی جذباتی ہو ہاسٹل اور جاب چھوڑ کر کہیں بھی چلی جاؤ گی اور اپنی خبر تک نہیں دو گی۔"

"اب میں اتنی بھی خود سر نہیں کہ اس طرح فرار ہو جاؤں اور روحان بھائی کو مشکل میں ڈال دوں۔"

"روحان بھائی کے بھائی کو مشکل میں ڈالتے وقت یہ خیال نہیں آیا۔" شہزاد کے برجستہ کہنے پر وہ خاموش سی ہو گئی۔

"مجھے تو منع کر دیا کہ روحان بھائی کو کچھ مت بتانا اور خود سارا پول کھول دیا۔" شہزاد اسے شاکی نظروں سے دیکھنے لگا رومیسہ پہلو بدل کر رہ گئی اس سے پہلے کہ شہزاد مزید کچھ کہتا وہ بات بدلتے ہوئے بولی۔

"میں کہیں فرار نہیں ہو رہی۔ شوکت آنٹی کے گھر جا رہی ہوں جاب فی الحال نہیں چھوڑی ہے جب تک کوئی اور جاب نہیں مل جاتی اسے کیسے چھوڑ سکتی ہوں اور یہاں ہاسٹل میں رہ کر کسی اور جاب کے لیے اپلائی نہیں کر سکتی اس لیے ہاسٹل چھوڑنا پڑ رہا ہے مگر یہ سب آپ کیوں پوچھ رہے ہیں آپ تو خود آفس جانا چھوڑ چکے ہیں۔"

"تمہیں کیسے پتا۔" شہزاد حیرانی سے بولا۔

"بے فکر رہیں میں نے آپ کی طرح مخبر نہیں لگائے ہیں۔ مالکوں کی باتیں تو خود ہی پورے ادارے میں گردش کرتی ہیں۔" رومیسہ کو اسے حیران کر کے بڑا مزا آیا تھا اس لیے بالکل اس کے انداز میں اطمینان سے بولی مگر شہزاد کا جواب اس کے اطمینان کو زیادہ دیر برقرار نہ رکھ سکا۔

"میں لوٹ رہا ہوں واپس جا رہا ہوں اس لیے آفس جانا چھوڑ دیا ہے۔"

"ک۔۔۔ کب جا رہے ہیں آپ۔" رومیسہ ایک دم بولی۔

"اگلے ہفتے۔" شہزاد نے نہایت سکون سے کندھے اچکائے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پھر کب آئیں گے۔" رومیسہ کی حیرت ہی ختم نہیں ہو رہی تھی۔

"اتنا کچھ ہونے کے بعد میں دوبارہ کیوں آؤں گا۔" شہزاد الٹا اسے سوالیہ انداز میں دیکھنے لگا تو وہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی اس کے چہرے پر ایسا کچھ تھا کہ شہزاد زیادہ دیر اسے دیکھ نہ سکا بلکہ اس کے اٹیچی کا معائنہ کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"تم جا رہی ہو واپس علیزہ بھابھی کے گھر۔ اگر واپس ہی جانا تھا تو گھر کیوں چھوڑا تھا۔"

"میں نے گھر لڑ کر نہیں چھوڑا تھا ایک موقع ملا تھا خود مختار لائف جینے کا سو جی لی۔ لیکن اب میں اتنی بھی مجبور نہیں کہ ہر حال میں جاب کیے جاؤں اور اس ہاسٹل میں پڑی رہوں۔" رومیسہ نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا تو شہزاد پر سوچ انداز میں اسے دیکھنے لگا۔

"تم نے علیزہ بھابھی کا گھر کیوں چھوڑا تھا۔"

"بتایا تو تھا اچھا نہیں لگتا کسی کے اوپر ڈیپینڈ کرنا۔" رومیسہ نے سرسری انداز میں کہا۔

"یہ تو وہ بات ہے جو تم نے سب کو بتائی ہے میں تو وہ پوچھ رہا ہوں جو سچ ہے۔"

"کیا مطلب۔" رومیسہ اس کے پراسرار انداز پر ٹھٹک گئی۔

"اگر تم علیزہ بھابھی کی بجائے کسی اور کے گھر میں ہوتیں تو میں یہ سمجھتا کہ ان کا رویہ تمہارے ساتھ اچھا نہیں ہوگا اس لیے تم نے موقع ملتے ہی اپنی رہائش الگ کر لی مگر علیزہ بھابھی کی فیملی ایسی نہیں ہے پھر کیا وجہ ہو سکتی ہے تمہارے یہاں آجانے کی۔"

وہ دلچسپی سے اس کے پریشان چہرے کو دیکھنے لگا جیسے اس کے چہرے پر سب لکھا ہو وہ سب' جو وہ چھپانا چاہتی ہے۔

"اور کوئی وجہ نہیں ہے علیزہ باجی کی فیملی تو ایک آئیڈیل فیملی ہے۔" رومیسہ حیرت اور الجھن کی ملی جلی کیفیت میں بولی تو شہزاد ہلکے ہلکے سر نفی میں ہلانے لگا۔

"اپنا گھر اتنی آسانی سے کوئی نہیں چھوڑتا جہاں تم بچپن سے رہی ہو تمہارے لیے وہی گھر ہے وہ بھلے ہی آئیڈیل فیملی ہو لیکن تمہارے لیے آئیڈیل نہیں ہوگی تبھی تم یہاں ہو۔" شہزاد کے یقین سے بھرپور انداز پر وہ صرف اسے دیکھ کر رہ گئی اور اسے خاموش دیکھ کر شہزاد خود ہی کہنے لگا۔

"چلو پہلے میں بتاتا ہوں میں لاہور سے یہاں کیوں آگیا۔ جب روحان بھائی نے مجھ سے چلنے کے لیے کہا تو پہلے تو میں نے سوچا صاف منع کر دوں کیونکہ میں ان کے ساتھ بالکل آنا نہیں چاہتا تھا لیکن پھر اچانک مجھے خیال آیا کہ چل کر ایک بار صادق آفریدی سے مل لوں روحان بھائی کے پاس علیزہ بھابھی کا فون آیا تھا کہ صادق آفریدی کی طبیعت بہت خراب ہے۔ مجھے یہ سن کر بہت اچھا لگا انہوں نے امی کو اپنی زندگی سے تو نکال دیا لیکن ان کی موت پر انہیں ایسے ہی تکلیف ہوئی تھی جیسے کسی بہت اپنے کو ہوتی مجھے معلوم تھا ان کے دل میں امی کے لیے اب کوئی محبت نہیں ہوگی مگر ان کے درمیان دکھ کا ایک رشتہ ابھی تک موجود تھا

اور اسی رشتے کے بھروسے میں یہاں آگیا میں یہ بھی جانتا تھا کہ وہ مجھے قبول نہیں کریں گے مگر میں دنیا کے سامنے یہی تاثر دینا چاہتا تھا کہ انہوں نے مجھے قبول کر لیا۔"

رومیسہ حیرانی سے اسے دیکھ رہی تھی جو دور کہیں خلاؤں میں دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"میں وہاں اپنا گھر' اپنی جاب' اپنی پڑھائی سب چھوڑ کر اس لیے آیا تھا کہ میرے پیچھے وہ تمام لوگ سوچ میں پڑ جائیں گے جن کے طعنے سن سن کر میری ماں کا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ ان تمام لوگوں کو جب یہ پتا چلے گا کہ جس بچے کی وجہ سے صادق نے اپنی بیوی کو چھوڑ دیا تھا بیوی کے مرنے پر صادق نے اس بچے کو اپنے پاس بلا لیا اس کا مطلب ہے ان کے بیچ کوئی غلط فہمی ہوئی تھی جو طلاق کے بعد دور ہو گئی مگر تب تک صادق بیوی کو واپس بلانے کا حق کھو چکا تھا لیکن بیٹے کو اس نے فوراً بلا لیا۔

اس لیے جب میں یہاں آیا تو میرا ارادہ یہاں سے چپ چاپ کہیں اور چلے جانے کا تھا وہاں لاہور میں سب یہی سوچتے رہیں گے کہ میں صادق آفریدی کے پاس رہ رہا ہوں۔

مگر ایک دن اچانک عمار ماموں کا فون آگیا اتفاق سے میں نے ہی ان کی کال اٹینڈ کی تھی انہوں نے کبھی لاہور میں رہ کر مجھ سے میری خیریت نہیں پوچھی مگر وہ یہاں فون کر کے میرا حال پوچھ رہے تھے بہت جلد مجھے اندازہ ہو گیا کہ انہوں نے چند اڑتی ہوئی خبروں کی تصدیق کرنے کے لیے فون کیا ہے انہیں پتا چل گیا تھا کہ صادق آفریدی لندن چلے گئے ہیں وہ یہ جاننا چاہتے تھے صادق آفریدی کا رویہ میرے ساتھ کیسا ہے۔

میں بھلا انہیں سچ کیوں بتاتا میں نے خوب لمبی لمبی چھوڑ دی اور تبھی اچانک روحان بھائی نے مجھے آفس جوائن کرنے کی آفر دے دی۔ مجھے یقین تھا یہ خبر بھی لاہور ضرور پہنچے گی میں نے نہ چاہتے ہوئے بھی محض یہ ثابت کرنے کے لیے یہ آفر قبول کر لی کہ صادق آفریدی نے بزنس کی دنیا میں مجھے بیٹے کی حیثیت سے قبول کرتے ہوئے روحان بھائی کے برابر پوزیشن دے دی ہے۔

اگر مجھے ان پر یہ ثابت نہ کرنا ہوتا تو میں روحان بھائی کے ساتھ کبھی نہ آتا یہ بات میں نے آج تک روحان بھائی کو بھی نہیں بتائی میں نے زندگی میں کبھی کسی کے ساتھ اپنا دکھ شیئر نہیں کیا کتنا عجیب لگتا نا اگر میں روحان بھائی کو بتاتا کہ میں صادق آفریدی کی طرف سے دی گئی ایک پہچان کو حاصل کرنے کے لیے اتنا تڑپ رہا ہوں کہ..... ہر وہ کام کرنے کے لیے تیار ہو گیا جسے کرنے کی مجھے کوئی خواہش نہیں۔

اب بھی مجھے یہاں سے جانے کا اتنا دکھ نہیں ہے یہ یقین تو مجھے بہت پہلے سے تھا کہ صادق آفریدی مجھے زیادہ دیر برداشت نہیں کریں گے مگر مجھے صرف ایک فکر ہے کہ جب لاہور میں سب کو پتا چلے گا کہ میں واپس آگیا ہوں تو وہ سب لوگ ایک بار پھر میری پہچان کی طرف سے مشکوک ہو جائیں گے وہ سمجھ جائیں گے کہ روحان کی وجہ سے صادق آفریدی نے مجھے رکھ تو لیا مگر قبول نہیں کیا۔

اسی لیے میں نے سوچا ہے میں اب لاہور میں نہیں رہوں گا بلکہ وہاں جا کر اپنے ضروری کاغذات لوں گا گھر کا سامان وغیرہ بیچوں گا اور پھر کہیں اور شفٹ ہو جاؤں گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

حالانکہ دل تو چاہ رہا ہے یہاں سے سیدھا اس فلیٹ میں چلا جاؤں جہاں امی کے ساتھ رہتا تھا مگر۔۔۔"

شہزاد اتنی دھیمی آواز میں بول رہا تھا کہ رومیسہ بمشکل سن پا رہی تھی کتنی بار اس کا دل چاہا تھا کہ وہ کچھ کہے اسے کوئی تسلی دے۔ کوئی دلاسا مگر لب جیسے آپس میں پیوست ہو گئے تھے کس منہ سے وہ اسے کوئی جھوٹی آس دلاتی۔

صادق آفریدی کا رویہ وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی تھی اپنی بے بسی اور اس کی محرومی کا احساس آنسو بن کر اس کی آنکھوں سے چھلک پڑا تھا۔ شہزاد بے دھیانی میں اپنی ہی دھن میں بولے جا رہا تھا کہ بالکل غیر ارادی طور پر اس کی نظر رومیسہ کی طرف اٹھی تھی اور اس کی آنکھوں سے رواں سیلاب دیکھ کر وہ ایک دم چپ ہو گیا اچانک اسے احساس ہوا تھا کہ وہ کیا کچھ کہہ گیا تھا وہ بھی اس کے سامنے جو خود اتنی کمزور تھی کہ اسے تسلی دینے کی بجائے اس کے دکھ پر اس سے بھی زیادہ دکھی ہو گئی تھی شہزاد گلا کھنکارتے ہوئے بمشکل نارمل انداز میں بولا۔

"یہ تو تھی میری دکھ بھری کہانی۔ اب تم بتاؤ تم نے علیزہ بھابھی کو کیوں چھوڑ دیا اینڈ فار گاڈ سیک وہ گھسی پٹی اسٹوری مت سنا دینا اس پر علیزہ بھابھی یا روحان بھائی تو یقین کر سکتے ہیں لیکن میں نہیں۔" اس کے اس طرح بدل کر بولنے پر وہ ہتھیلی کی پشت سے اپنے آنسو پونچھنے لگی۔

"وجہ تو تھی مگر وہ اس قابل نہیں تھی کہ میں کسی کو بتاتی حالانکہ علیزہ باجی بہت کیئرنگ ہیں مگر ان کے سامنے اگر میں ذکر کرتی تو وہ میری بات کو سیریسلی لینے کی بجائے ہنس کر یہی کہتیں۔

"ارے چھوڑو لوگوں کی تو عادت ہوتی ہے ایسی باتیں کرنے کی۔"

لوگوں کی بھلے عادت ہوتی ہو باتیں بنانے کی مگر سننے والے کو کبھی عادت نہیں پڑتی۔

میں نے اکثر ڈھکی چھپی باتوں میں اور کبھی مذاق کی آڑ میں بہت لوگوں کے طعنے سنے تھے۔

دوسروں پر بوجھ ہوں 'خیرات پر پل رہی ہوں' خاندان والے تو پوچھتے نہیں غیروں کی مشکل آ گئی ہے۔

حالانکہ جن لوگوں کو میری ذمہ داری اٹھانی پڑ رہی تھی انہیں تو کوئی پریشانی نہیں تھی اپنی خوشی سے انہوں نے یہ ذمہ داری اپنے سر لی تھی مگر لوگوں کو بڑی پریشانی رہتی تھی۔ میں نے بھی ایسی باتوں پر دھیان دینا چھوڑ دیا تھا مگر ایک پارٹی میں دو عورتیں میرے بارے میں ایسے باتیں کر رہی تھیں کہ اسے سن کر میرا دل چاہا میں خود کو ختم کر لوں وہ دونوں شوکت آنٹی سے ہمدردی کر رہی تھیں کہ کس طرح انہوں نے ایک یتیم لڑکی کو اپنی بیٹیوں کی طرح پالا مگر آج کل کسی کا بھروسہ نہیں ہے شوکت کو دھیان رکھنا چاہیے جس لڑکی کو اولاد کی طرح پالا ہے کل کو وہی پورے گھر پر قابض ہو سکتی ہے دولت اور جائیداد کے پیچھے لڑکیاں بڈھے بڈھے مردوں کو بھی پھنسا لیتی ہیں مگر شوکت نے تو بالکل ہی آنکھیں بند کر لی ہیں خوامخواہ رومیسہ کو پڑھائے جا رہی ہے شادی کر کے دفعان کرے کل کو رومیسہ نے احسان بھائی کو پھانس لیا تو روتی پھرے گی شوکت۔"

رومیسہ تلخی سے بولتے بولتے رو پڑی شہزاد ہکا بکا اسے دیکھتا رہا اس پر بھی رومیسہ والی کیفیت طاری ہو گئی تھی وہ اتنے شاک میں تھا کہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیا تسلی دے۔ جس کی روتے روتے ہچکیاں بندھ گئی تھیں۔

"میں نے تو کبھی اس طرح سوچا بھی نہیں۔ میں تو علیزہ باجی اور عروبہ کی طرح انہیں بابا کہتی تھی لیکن ۔۔۔ لیکن میں ان کی اولاد نہیں ہوں۔ میرے سر پر ماں باپ نہیں ہیں اس لیے جو شخص میرے بارے میں جو چاہے کہہ سکتا ہے۔ میں نے بھی سوچ لیا اب ۔۔۔ میں اس گھر میں نہیں رہوں گی شوکت آنٹی بہت اچھی سہی مگر لوگوں کی باتیں سن کر ان کے دل میں بھی ایسا ہی کوئی خیال آ گیا تو۔ اس لیے میں یہاں آ گئی مگر ۔۔۔" رومیسہ روتے ہوئے کچھ اور بھی کہنا چاہتی تھی کہ شہزاد نے اسے ڈانٹتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

"مگر تم واپس وہیں جا رہی ہو۔ اتنے اچھے لوگوں کے بیچ کام کر رہی ہو اتنے ریلائیبل لوگوں کے بیچ رہنے کی جگہ مل گئی ہے مگر تم سب چھوڑ چھاڑ کر جا رہی ہو لوگ ٹھیک کہتے ہیں بعض لوگوں کو عزت راس نہیں آتی۔" شہزاد کو اتنا غصہ آ رہا تھا کہ اس کا بس نہیں چل رہا تھا ابھی ان عورتوں کا قتل کر دے جنہوں نے رومیسہ کے بارے میں ایسی باتیں کہی تھیں۔

"صادق انکل نے جو کہا ہے اسے سننے کے بعد میں ان کے ہاں کام نہیں کر سکتی۔" رومیسہ پھر روہانسی ہو گئی۔

"تمہارے صادق انکل نے تمہیں کچھ نہیں کہا تھا وہ جو بھی سنا رہے تھے مجھے سنا رہے تھے تمہیں ایموشنل ہونے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چلو اٹھاؤ یہ سامان اور واپس جاؤ۔" رومیسہ بھیگے چہرے کے ساتھ اس کے حکمیہ انداز کو دیکھنے لگی۔

"سنا نہیں میں نے کیا کہا۔" اس کے ساکت وجود میں کوئی جنبش نہ ہوتی دیکھ کر شہزاد سختی سے بولا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر اپنا اٹیچی کیس اٹھاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تم کتنے خوش نصیب ہو ناں جہاں چاہے جا سکتے ہو نہ کوئی روک سکتا ہے نہ بلا سکتا ہے۔" رومیسہ کہہ کر آگے بڑھنے لگی تو شہزاد اس سے بھی زیادہ سپاٹ لہجے میں بولا۔

"یہ کیسی خوش نصیبی ہے کہ نہ کوئی روکنے والا ہے نہ کوئی بلانے والا۔ پھر بھی لوگوں کو خوش قسمتی پر رشک آئے جا رہا ہے۔" رومیسہ ہاسٹل میں واپس جانے کے لیے پلٹ چکی تھی مگر شہزاد کا سرد انداز سن کر رک کر اسے دیکھنے لگی۔

"اگر کوئی روکنے والا ہو تو کیا تم رک جاؤ گے۔" شہزاد چونک سا گیا ایک ناقابل یقین خیال اس کے دل میں ابھرا تھا کہ شاید وہ اسے روکنا چاہتی ہے جہاں اس خیال پر حیرت اور خوشی کے ملے جلے احساسات سے اس کا دل دھڑکنا بھول گیا تھا وہیں اپنے جواب کے متعلق سوچ کر اس کے تمام احساسات سرد پڑ گئے۔

وہ یہاں کسی قیمت پر نہیں رک سکتا تھا صادق آفریدی نے جس طرح اسے ذلیل کیا تھا اسے سہنے کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بعد وہ ان کے گھر سے ہی نہیں ان کے شہر سے بھی دور چلے جانا چاہتا تھا حالانکہ اسے پتا تھا اس کا یہ اقدام روحان کے لیے بھی تکلیف دہ ہے مگر اسے یہ بھی معلوم تھا کہ روحان اسے سمجھتا ہے اور پھر وہ چاہے جہاں بھی رہے روحان اس سے رابطہ میں رہے گا بلکہ جب چاہے گا ملنے بھی آجائے گا مگر رومیسہ کی طرف سے وہ ایسی کوئی امید نہیں رکھ سکتا تھا نہ اسے خود ایسی کوئی آس دلا سکتا تھا ابھی وہ اس قابل ہی نہیں تھا کہ اس سے کوئی وعدہ کرتا اس نے اپنی تعلیم تک چھوڑ رکھی تھی واپس لاہور جا کر اسے وہی چھوٹی موٹی جابز کرنی تھیں جو وہ اب تک کرتا آیا تھا اور جس سے اس کا اور عتیقہ کا خرچ بھی مشکل سے چلتا تھا کجا کہ اس آمدنی سے ایک نئی زندگی کا آغاز کرنا۔ پہلی بار اسے اپنی تعلیم چھوڑنے پر شرمندگی ہوئی تھی۔

رومیسہ کچھ دیر تو اس کے جواب کا انتظار کرتی رہی مگر اسے سوچوں میں گم دیکھ کر اس کے دل پر گھونسا سا پڑا تھا گویا اتنا مشکل تھا یہ فیصلہ اس کے لیے۔

رومیسہ تیزی سے پلٹ کر ہاسٹل کی طرف جانے لگی اور جب وہ عین ہاسٹل کے دروازے پر پہنچ گئی تب اس نے شہزاد کو کہتے سنا۔

"میں اگر رک نہیں سکتا تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں لوٹ بھی نہیں سکتا میں ایک دن آؤں گا تمہیں لینے کیا تب تم میرے ساتھ چلو گی۔" رومیسہ کے قدم زمین نے جکڑ لیے اسے لگ رہا تھا نہ وہ آگے بڑھ سکتی ہے نہ واپس پلٹ سکتی ہے اپنی جگہ ساکت کھڑی وہ خود کو باور کرا رہی تھی کہ اس نے وہی سنا تھا جو شہزاد نے کہا تھا اس سے سننے میں کوئی غلطی نہیں ہوئی۔

اسے خاموش دیکھ کر شہزاد خود ہی اس کے نزدیک چلا آیا۔

"میرا جواب نہ پا کر تو فوراً" ناراض ہو کر چل پڑی تھیں اور اب خود سے بولا نہیں جا رہا۔" اس کے شرارتی انداز پر رومیسہ کو اپنا اس طرح شرماتے ہوئے انداز میں کھڑے رہنا سخت برا لگا تھا وہ اٹیچی کیس زمین پر رکھتی بظاہر بڑی خود اعتمادی سے اس کی طرف پلٹ گئی۔

"ایسے کیسے جواب دے دوں پہلے سوچوں گی' دیکھوں گی' پرکھوں گی پھر کسی سے مشورہ کروں گی اس کے بعد جواب دوں گی۔"

"سوچو' دیکھو' پرکھو جو چاہے کرو مگر مشورہ مت کرنا۔ کیونکہ مشورہ کرنے پر جواب میرے حق میں نہیں ہو گا تمہارا کوئی بھی مخلص تمہیں میرے جیسے شخص کے ساتھ چلنے کا مشورہ کبھی نہیں دے گا کیونکہ میرا ماضی مجھ سے دو قدم آگے چلتا ہے۔" بہت تھوڑی دیر کے لیے اس کا سنجیدگی کا خول چٹخا تھا اس لیے اب وہ واپس اپنے سپاٹ لہجے میں بول رہا تھا جو رومیسہ کو بالکل اچھا نہیں لگا تھا وہ دو ٹوک انداز میں بولی۔

"مشورہ کیے بغیر تو میں کبھی بھی فیصلہ نہیں کروں گی پہلے میں آپ کے بارے میں معلومات کراؤں گی آپ کا چال چلن کیسا ہے' محلے کی لڑکیوں کی آپ کے بارے میں کیا رائے ہے' کوئی پینے پلانے کی عادت ہے یا نہیں جب یہ تمام معلومات اکٹھی ہو جائیں گی تب میں اسی سے مشورہ کروں گی جو آپ کی سی

آئی ڈی پر مامور ہو گا اور وہ ایسا انسان ہے کہ مجھے کبھی غلط گائیڈ نہیں کر سکتا نہ ہی آپ کے بارے میں کوئی غلط انفارمیشن دے سکتا ہے اس کا کہا ایک ایک لفظ ہنڈرڈ پرسنٹ صحیح ہو گا۔" شہزاد الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگا۔

"کون ہے وہ روحان بھائی؟"

"روحان بھائی تو یہاں رہتے ہیں انہیں کیا پتا آپ لاہور میں کیا کچھ کر چکے ہیں۔ میں تو اس کی بات کر رہی ہوں جو آپ کا پورا بائیو ڈیٹا مجھے دے دے گا۔" رومیسہ کا اعتماد سے بھرپور لہجہ شہزاد کا تجسس دوگنا کر گیا۔

"کون ہے وہ؟" شہزاد نے زچ ہو کر پوچھا۔

"یہ میں کیوں بتاؤں تاکہ آپ پہلے ہی جا کر اسے سمجھا بجھا دیں۔ بس یوں سمجھ لیں کہ اگر اس نے ہاں کر دی تو میں بھی ہاں کر دوں گی۔" رومیسہ نے شان بے نیازی سے کہتے ہوئے اپنا اٹیچی کیس اٹھایا اور دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گئی شہزاد ابھی تک الجھا ہوا تھا اسے تنگ کر کے رومیسہ کو بڑا مزا آیا تھا مگر اپنے پیچھے دروازہ بند کرتے ہوئے اس نے مسکراتے ہوئے اس کی پریشانی ختم کرنے کے لیے کہا۔

"اس کا نام شہزاد ہے۔" اپنی بات کہہ کر وہ رکی نہیں اور تیزی سے آگے بڑھ گئی اس کی بات کا مطلب سمجھ میں آنے تک وہ اچھی خاصی دور جا چکی تھی پھر عمارت کے اندر دروازے کے پاس چوکی دار نماز پڑھ رہا تھا لہٰذا وہ متوجہ نہ ہو یہ سوچ کر شہزاد مسکراتا ہوا چپ چاپ وہیں سے پلٹ گیا۔

☆ ☆ ☆

روحان کے اندر ایک آگ جل رہی تھی اسے یہ مسئلہ کسی طور حل ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا شہزاد کو جس بچے کی جگہ بدلا گیا تھا وہ ہرگز بھی اس ہسپتال میں پیدا نہیں ہوا ہو گا یہاں واقعی شہر کے نامی گرامی لوگ آتے ہیں ان لوگوں کے ساتھ کوئی گیم کھیلنے کا مطلب گویا اپنے آپ کو خود خطرے میں ڈالنے کے برابر تھا ویسے بھی جس وقت شہزاد پیدا ہوا تھا اس سے چار پانچ گھنٹے پہلے اور چار پانچ گھنٹے بعد کوئی ولادت نہیں ہوئی تھی ایسے میں شہزاد کے وقت انہوں نے کسی دوسرے بچے کا انتظام کسی دوسرے ہسپتال سے ہی کیا ہو گا۔ کہیں وہ دوسرا ہسپتال نظام الدین ہی تو نہیں۔ اگر یہ سچ تھا تب بھی وہاں سے اتنا پرانا ریکارڈ نکلوانا کوئی آسان کام نہیں تھا اور کیا پتا اس ریکارڈ کو نکالنے کے بعد بھی کوئی سرا ہاتھ میں آتا یا نہیں۔

اگر واقعی اس کے والدین کے ہاں شہزاد کی جگہ کوئی لڑکی پیدا ہوئی تھی تو وہ لڑکی اس وقت کہاں ہو گی کیا وہ زندہ ہو گی یا موت کی آغوش میں جا چکی ہو گی اپنی ماں کے پاس وہ تب پہنچا تھا جب وہ اس دنیا سے تعلق توڑ چکی تھی تو کیا اپنی بہن کو بھی وہ نہیں دیکھ سکے گا۔

اپنی ماں کی کیس ہسٹری پڑھ کر اور حفیظ صاحب کی باتیں سن کر اس کی سمجھ میں بہت کچھ آ گیا تھا بلکہ اس پر سوچوں کی ایک یلغار ہو رہی تھی ایک کے بعد ایک خیال جیسے تانے بانے بنتا چلا آ رہا تھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس کی ماں کی حالت بہت نازک تھی بالکل آخری وقت میں ڈاکٹر کو سیزیرین کرنا پڑا تھا جس میں عتیقہ کا خون بھی کافی ضائع ہو گیا تھا اور ان کی حالت بعد میں بھی کافی دنوں تک خراب رہی تھی اس کے برعکس شہزاد پوری طرح سے نارمل اور بالکل تندرست پیدا ہوا تھا اور یہی بات روحان کو کسی گڑبڑ کا احساس دلا رہی تھی۔

وہ شہر کا ایک بہترین ہسپتال تھا اس کے بابا شہر کی معروف ہستی تھے اگر کیس ڈاکٹر کی غلطی سے بگڑا تھا تو یہ بات ہسپتال کی ساکھ کو بہت متاثر کرتی پھر بابا جیسے کلائنٹ کو بھی اپنے خلاف کر لینا کوئی عقلمندی کا سودا نہیں تھا انہیں ایک کثیر رقم ہرجانے کے طور پر بھرنی پڑتی بلکہ اگر ڈاکٹر کی غلطی کچھ زیادہ ہی بڑی تھی تو بابا ان پر مقدمہ دائر کر کے ڈاکٹر کی ڈگری تک کینسل کرا سکتے تھے۔

ایسے میں تمام ممکنات اور نقصانات سے بچنے کے لیے عین ممکن تھا کہ ڈاکٹر نے ایک دوسرے ہسپتال سے ایک بچے کو منگوا کر عتیقہ کی جھولی میں ڈال دیا وہ تو ویسے بھی اس وقت ہوش و خرد سے بے گانہ تھیں چنانچہ باہر آ کر بابا کو جو بھی اطلاع دی گئی بابا نے اسی پر یقین کر لیا۔

روحان کا دل چاہ رہا تھا وہ ابھی شوکت آنٹی کے پیچھے ایئرپورٹ پہنچ جائے اور وہیں بھرے مجمع میں ان سے حساب مانگنے کھڑا ہو جائے مگر وہ جوش میں ہوش نہیں کھونا چاہتا تھا انہیں چوکنا کر کے وہ اپنے لیے اور دشواریاں پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا کیونکہ اب اس کے سامنے صرف شہزاد کی شناخت کا ہی مسئلہ نہیں تھا بلکہ اپنی اصل ماں جائی کی تلاش بھی کسی سوالیہ نشان کی طرح اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی اسی لیے وہ موہوم سی امید لیے نظام الدین ہسپتال کی طرف نکل کھڑا ہوا حفیظ صاحب نے ذکر کیا تھا وہ ان کے ہسپتال کے پیچھے ہی کسی جگہ واقع تھا اس لیے وہاں سے نکلنے کے بعد بے مقصد سڑک پر گاڑی دوڑاتے رہنے کے بعد روحان نے گاڑی دوبارہ اسی سمت موڑ لی اور جس وقت اس نے نظام الدین ہسپتال کی تنگ گلی میں گاڑی روکی اس وقت تک شام کے سائے گہرے ہو چکے تھے اس نے دوپہر کا کھانا تک نہیں کھایا تھا وہ بھوک اور پیاس کے ہر احساس سے عاری صبح سے ایک ہی کھوج میں لگا تھا جب سے ڈاکٹر مراد نے اس کے سامنے رپورٹ رکھی تھی پھر بھی نظام الدین ہسپتال کے معمولی سے گیٹ سے اندر داخل ہوتے وقت اس پر شدید قسم کی مایوسی طاری تھی جیسے یہاں آنے سے پہلے ہی اپنی شکست قبول کرتے ہوئے اس نے مان لیا تھا کہ یہاں بھی کوئی نشاں اس کے ہاتھ نہیں لگے گا آج دوپہر سے جس طرح وہ گھن چکر بنا ہوا تھا اس کا ذہن بھی ایسی لامتناہی سوچوں کے ساتھ گردش کر رہا تھا۔

ہسپتال کا ماحول نیوسٹی ہاسپٹل کے مقابلے میں بہت گھٹا ہوا اور ویران سا تھا حالانکہ اچھا خاصا رش تھا پھر بھی در و دیوار سے جیسے اداسیاں ٹپک رہی تھیں وہ ایسے ہسپتال میں پہلے کبھی نہیں آیا تھا یہاں آ کر مریض کا ٹھیک ہونا تو درکنار اچھا بھلا تندرست بیمار ہو جائے۔

راہداری کی لمبائی کو مدنظر رکھے بغیر محض دو ٹیوب لائیٹس لگا دی گئی تھیں جو مطلوبہ روشنی مہیا کرنے

سے قاصر ہونے کے ساتھ ساتھ ماحول کو سوگوار بھی بنا رہی تھیں روحان سست روی سے چلتا ریسیپشن پر پہنچ گیا اور وہاں بیٹھے وارڈ بوائے کو وہی کہانی سنا دی جو وہ حفیظ صاحب کو سنا کر آ رہا تھا۔

"ساری فائلیں گودام میں رکھی ہوتی ہیں اتنی پرانی فائل تو بہت نیچے دبی ہو گی ایک ہفتے بعد آ کر پتا کرنا۔" وارڈ بوائے نے دھیان دیے بغیر پان کے پچھلے حصے سے کان صاف کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے یہ فائل ابھی اور اسی وقت چاہیے اس کے بدلے میں تم جتنی چاہے رقم لے لو۔" روحان نے بغیر لگی لپٹی رکھے دو ٹوک انداز میں کہا تو وہ آنکھیں پھاڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

"میرے کو پانچ چاہئیں۔" اس نے رازدارانہ انداز میں کہا۔ روحان نے بغیر کسی حجت کے ہزار کے پانچ نوٹ نکال کر کاؤنٹر پر رکھ دیے۔

"ہزار!" وہ جس طرح چلایا تھا اور پھر ادھر ادھر دیکھتے ہوئے اس نے تیزی سے نوٹ جیب میں رکھے اسے دیکھ کر روحان کو اندازہ ہوا وہ پانچ سو کی بات کر رہا تھا ہزار کے نوٹ کا تو اس نے تصور بھی نہیں کیا ہو گا جتنی تندہی سے اس نے پیسے جیب میں ٹھونسے تھے اس سے بھی تیزی سے وہ اپنی جگہ سے کھڑا ہو گیا تھا اور پھر گودام میں دبی فائل جو ایک ہفتے بعد نکل سکتی تھی محض ایک گھنٹے میں روحان کے ہاتھ میں تھی۔

روحان کا ارادہ تھا کہ بیس سال پہلے دو جون کے دن پیدا ہوئے تمام بچوں کی تفصیل اپنے پاس اتار لے گا اور فردا" فردا" ایک ایک کے گھر جا کر سب کے والدین سے ملے گا اسے خود بھی اندازہ تھا کہ یہ سب آسان نہیں تھا جانے کتنے لوگ اس ایڈریس کی بجائے کسی دوسرے پتے پر منتقل ہو گئے ہوں گے اور جو اس گھر میں رہ بھی رہے ہوں گے ان سے بھی بات کرنا اور انہیں کسی ٹیسٹ کے لیے آمادہ کرنا تقریبا" ناممکن ہی تھا لیکن وہ ناممکن کو ممکن بنانے نکلا تھا۔

مگر حیرت کی بات تھی اس دن اس ہسپتال میں صرف دو ہی بچے پیدا ہوئے تھے جن میں سے ایک پر نظر پڑتے ہی روحان چونک اٹھا۔

رجسٹر کے خانے میں "لڑکا" کا لفظ کاٹ کر "لڑکی" لکھ دیا گیا تھا۔

"یہ خانہ کٹا ہوا کیوں ہے۔" روحان نے سنسناتے لہجے میں پوچھا۔

"معلوم نہیں شاید غلطی سے لڑکا لکھ دیا ہو گا لیکن آپ کو پتا کس کا چاہیے۔" وارڈ بوائے نے رجسٹر کے صفحے کو تجسس بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا وہ ہسپتال جہاں مریضوں کی جیب سے پچاس روپے بھی مشکل سے نکلتے ہوں وہاں پانچ ہزار روپے دے کر اگر کوئی شخص کسی بچے کا پتا لگانے آیا تھا تو اس بچے کو جاننے کا جتنا اشتیاق ہو کم ہے مگر روحان نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا بلکہ اپنے موبائل میں اس بچی کا ایڈریس سیو کرنے لگا جسے دیکھ کر وہ شخص حیرانی سے بولا۔

"تم عابد حیات بھائی کے کوئی رشتے دار ہو۔" روحان موبائل کے بٹن پش کرتے ہوئے ٹھٹک گیا اس بچی کے باپ کے خانے میں عابد حیات کا نام لکھا تھا اسے ایڈریس سیو کرتا دیکھ کر وہ یہی سمجھا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

روحان اسی بچی کے بارے میں معلوم کرنے آیا تھا حالانکہ روحان دوسرا پتا بھی اتارنے والا تھا مگر جس طرح اس شخص نے عابد حیات کا نام لیا تھا اس سے ظاہر تھا کہ وہ انہیں ذاتی طور پر جانتا ہے۔

"تم جانتے ہو عابد حیات کو۔"

"ہاں وہ شروع سے اسی علاقے میں تو رہے ہیں بلکہ پچھلے کافی مہینوں سے بہت بیمار بھی ہیں اس لیے تقریباً" روز ہی ہسپتال کا چکر لگاتے ہیں لیکن تم ان کے کون ہو تمہیں پہلے تو کبھی اس علاقے میں نہیں دیکھا اور ان کی بیٹی کے برتھ سرٹیفکیٹ سے تمہارا کیا کام۔"

اس کے لہجے میں شوق و حیرانی کوٹ کوٹ کر بھری تھی اسے روحان کی دولت کا اندازہ ہو ہی چکا تھا جبکہ اس علاقے میں رہنے والوں کی مالی حالت کیا ہوگی وہ بھی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں تھی ایسے میں وہ جتنا بھی مشکوک ہوتا کم تھا پھر روحان جس لڑکی کا پتا لکھ رہا تھا وہ بھی اب تک جوان ہو چکی ہوگی لہٰذا اس شخص کا ذہن کوئی بھی کہانی آرام سے ترتیب دے سکتا تھا روحان اس کے سوالوں کو نظر انداز کرتا جلد سے جلد یہاں سے جانے کا سوچنے لگا ویسے بھی اسے یہ پتا چل گیا تھا کہ عابد حیات ابھی تک اسی پتے پر رہ رہے ہیں اور اس کے اطمینان کے لیے اتنی معلومات کافی تھی البتہ وہ دوسرے بچے کا ایڈریس بھی اپنے موبائل میں محفوظ کرنا چاہتا تھا اس لیے اس شخص کا دھیان بٹانے کے لیے ایڈریس نوٹ کرتے ہوئے پوچھنے لگا۔

"جس لیڈی ڈاکٹر کے پاس یہ دونوں کیس آئے تھے کیا وہ ابھی بھی یہاں موجود ہے میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"نہیں۔ اس ڈاکٹرنی کو کئی سال پہلے ہسپتال سے نکال دیا گیا تھا اور اس بچی کی وجہ سے ہی نکالا تھا۔"

روحان چونک کر اس کی شکل دیکھنے لگا جس کا لہجہ بڑا پراسرار ہو گیا تھا۔

"کیوں؟" روحان نے پوچھا۔

"تمہارے تو رشتے دار ہیں تم تو جانتے ہو گے اس لڑکی کے ساتھ کیا مسئلہ ہے۔" روحان نے خود کو سنبھالتے ہوئے خانے میں درج اس بچی کا نام دیکھتے ہوئے بظاہر سرسری انداز میں کہا۔

"ہاں تم حوریہ کی بات کر رہے ہو نا میں تو جانتا ہوں مگر تم کیا جانتے ہو۔"

"آپ کو یہ تو پتا ہو گا کہ یہ اندھی ہے۔" اس نے بات کا آغاز کرتے ہوئے پوچھا۔ روحان کو اپنا دل بند ہوتا محسوس ہوا وہ سانس روکے اس کی اگلی بات سننے کا منتظر تھا۔

وہ شخص ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بڑی رازداری سے بولا۔

"یہ لڑکی پیدائش کے وقت ہی اندھی ہو گئی تھی مگر اس کے والدین جانے کس امید پر اسے ہر نئے آنے والے ڈاکٹر کے پاس اس کا علاج کرانے کے لیے آتے ہیں۔ آج سے کوئی دس سال پہلے جب یہ حوریہ آٹھ نو سال کی تھی' تب یہاں اسپتال میں آنکھوں کا ایک نیا ڈاکٹر آیا تھا' ڈاکٹر قاسم۔ عابد بھائی حوریہ کا علاج کرانے اس کے پاس لائے تو اس ڈاکٹر نے چیک اپ کر کے کہا۔ یہ بچی اندھی نہیں تھی بلکہ پیدائش

کے وقت اس کے سر پر کوئی اوزار لگا تھا جس کی وجہ سے اس کی بینائی چلی گئی۔"

روحان نے بے اختیار ہاتھ میں پکڑا رجسٹر میز پر رکھ کر میز کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اسے لگ رہا تھا جیسے اس کے جسم سے جان نکل رہی ہو مگر اس شخص کو احساس ہی نہیں تھا' وہ اس کی حالت پر دھیان دیے بغیر تواتر سے بولتا رہا۔

"ڈاکٹر کی بات سن کر عابد بھائی نے بتایا۔ یہ بچی تو اسی اسپتال میں پیدا ہوئی تھی اور وہ ڈاکٹرنی تو ابھی تک یہاں موجود ہے' آپ ان سے پوچھ لیں' ایسا کچھ نہیں ہوا تھا۔ یہ کوئی آپریشن سے تھوڑی پیدا ہوئی تھی' وہ تو نارمل ڈلیوری تھی۔ ہاں البتہ پیدائش کے وقت وہ جسمانی طور پر بہت کمزور تھی۔

ڈاکٹر قاسم تو عابد بھائی کی بات سن کر چپ ہو گیا مگر اسپتال میں ایک طوفان آ گیا۔ جانے اندر ہی اندر کیا کھچڑی پکی کہ اس ڈاکٹرنی کو بھی اسپتال سے نکال دیا گیا اور وہ ڈاکٹر قاسم بھی جاب چھوڑ کر چلا گیا مگر اس حادثے کے بعد سے حوریہ اور اس کے والدین اسپتال میں بڑے مشہور ہو گئے۔ اسپتال کے تمام ڈاکٹرز کو ہدایت دے دی گئی ہے کہ ان کا علاج کرتے ہوئے اور ان کے سامنے بولتے ہوئے بڑے محتاط رہیں۔"

روحان کو لگ رہا تھا کسی نے اس کا دل زمین پر پھینک کر پیروں تلے روند دیا ہو۔ گویا اس کے بدترین خدشات سچ ثابت ہو گئے تھے۔

سیزیرین میں شوکت آنٹی سے ہی غلطی ہوئی تھی جس کے باعث اوزار اس کی بہن کے سر پر لگا تھا۔ وہ اس نقصان کی تلافی نہیں کر سکتی تھیں۔ اپنی غلطی کو چھپانے کے لیے انہوں نے اس بچی کو ہی چھپا دیا اور اس کی جگہ ایک دوسرا بچہ اس کے والدین کے سامنے پیش کر دیا۔ فوری طور پر انہیں کوئی بچی نہیں ملی اور نہ ہی ان کے پاس تلاش کرنے کا وقت تھا' لہٰذا اپنے قریبی اسپتال سے ایک لڑکے کو ہی منگوا لیا اور اس کی بہن کو اس بچے کی جگہ بھیج دیا۔ ایک تیسرے درجے کے اسپتال میں آئی ایک عورت کو بھلا کیا پتا چلتا کہ اس کے ساتھ کتنا بڑا دھوکا ہو گیا اور اگر اسے کچھ اندازہ ہو بھی جاتا تو وہ معمولی سی عورت اسپتال والوں کا بھلا کیا بگاڑ سکتی تھی۔ یہ خطرہ تو صادق آفریدی کی طرف سے لاحق تھا۔

شوکت آنٹی نے ایک غلطی کو چھپانے کے لیے ایک جرم کیا اور اس جرم کو چھپانے کی کوشش میں وہ گناہ کبیرہ کی مرتکب ہو گئیں کہ ان کے سامنے ایک عورت پر بہتان لگا اور وہ اس کی بے گناہی سے واقف ہونے کے باوجود چپ رہیں۔ حالانکہ ان کا گواہی پر مشتمل اعتراف ایک گھر کو اجڑنے سے بچا سکتا تھا مگر وہ خاموش تماشائی بنی رہیں۔

روحان کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ کوئی اتنا بے حس کیسے ہو سکتا ہے کہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اتنی آسانی سے انجان بن جائے۔

روحان کی آنکھوں میں دھند جمع ہونے لگی' اس کے لیے وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تو وہ تیزی سے مڑا اور اس شخص کے پکارنے کی پروا کیے بغیر اسپتال سے باہر نکلتا چلا گیا۔ اس کا بس نہیں چل رہا تھا وہ شوکت

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آنٹی کو بیچ چوراہے پر کھڑا کر کے گولی مار دے۔ اس کے سر پر خون سوار تھا' دل چاہ رہا تھا پوری دنیا کو آگ لگا دے اور اس کے بعد خود کو بھی ختم کر لے۔

بے مقصد گاڑی سڑک پر دوڑاتے ہوئے اس کی ذہنی رو اتنی بہک گئی تھی کہ اسے لگ رہا تھا وہ گاڑی کہیں ٹھوک دے گا' وہ ابھی اور اسی وقت عابد حیات کے گھر جانا چاہتا تھا مگر ان سے بات کرنے کے لیے اس کا ذہنی طور پر پوری طرح حاضر ہونا سخت ضروری تھا۔ انہیں قائل کرنے کے لیے اسے پہلے سے اپنے دلائل تیار رکھنے تھے جبکہ اس کے پاس کہنے کے لیے کچھ تھا ہی نہیں۔ یہ تو محض اس کے اندازے تھے۔

اس کا بھائی بے شک اسپتال میں بدل دیا گیا تھا مگر وہ اسی عابد حیات کی بیٹی حوریہ حیات کے بدلے میں بدلا گیا تھا' اس بات کا اس کے پاس کوئی ثبوت نہیں تھا۔ اب وہ لوگ محض ایک اجنبی کے کہنے پر اپنی بیٹی کا ڈی این اے ٹیسٹ تو کرانے سے رہے جبکہ اسے وہاں پوری تیاری کے ساتھ جانا تھا تاکہ اس کی بات کو کسی طور پر رد نہ کیا جا سکے' اس کے لیے اسے سب سے پہلے ڈاکٹر قاسم تک پہنچنا تھا اور وہ اس وقت ممکن نہیں تھا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اسے گاڑی گھر کی طرف موڑنی پڑی۔

☆ ☆ ☆

اسے پورے دو دن لگے تھے ڈاکٹر قاسم کا پتا معلوم کرنے میں' وہ بھی اس لیے کہ وہ اب شہر کے مشہور آئیز اسپیشلسٹ میں گردانے جاتے تھے۔ اگر وہ دنیا کی بھیڑ میں کھو گئے ہوتے یا ملک سے باہر چلے گئے ہوتے تو روحان کا ان تک پہنچنا ناممکن ہو جاتا اور بغیر ان تک پہنچے وہ حوریہ کے گھر کسی ٹھوس دلیل کے ساتھ نہیں جا سکتا تھا۔

ڈاکٹر قاسم نے کہا تو وہی سب تھا جس کی روحان کو امید تھی مگر ان سے مل کر روحان کو ایک نئی اذیت سے گزرنا پڑا تھا۔ ڈاکٹر قاسم کے سامنے نظام الدین اسپتال کا نام لیتے ہی انہیں عابد حیات اور حوریہ پوری طرح یاد آ گئے۔ بغیر کسی بحث کے انہوں نے عابد حیات کے ساتھ ہوئے دھوکے کی تصدیق کر دی۔

"اتنا بڑا ظلم دیکھنے کے بعد بھی آپ نے اتنی خاموشی سے وہاں سے ریزائن کر دیا۔ اس ہاسپٹل اور لیڈی ڈاکٹر کے خلاف کوئی ایکشن لینے کی کوشش نہیں کی۔" روحان نے جھنجھلتے ہوئے لہجے میں پوچھا مگر ان کے اطمینان میں کوئی فرق نہیں آیا بلکہ وہ الٹا اسی سے پوچھنے لگے۔

"تو پھر اور کیا کرتا۔" روحان ان کے اتنے انجان بن کر پوچھنے پر اندر ہی اندر سلگ اٹھا مگر لب بھینچے ان کے بولنے کا انتظار کرتا رہا جو اسے خاموش دیکھ کر کہنے لگے۔

"میں کوئی اس وقت بہت اسٹیبلشڈ ڈاکٹر نہیں تھا' اتنے بڑے عملے سے دشمنی مول لینا میرے کیریر کے لیے نقصان دہ ہو سکتا تھا۔ دوسرے انہوں نے میرے سامنے ہی ظاہر کیا تھا کہ یہ سب اس لیڈی ڈاکٹر کی کارستانی ہے' اسے انہوں نے نوکری سے نکال ہی دیا تھا لیکن یہ مجھے بعد میں پتا چلا کہ وہ ہاسپٹل تو ایسے کاموں کے لیے بدنام ہے' البتہ اس لیڈی ڈاکٹر نے پوری ٹیم کو ملائے بغیر بالا ہی بالا وہ بچہ نیشنل ہاسپٹل پہنچا

دیا اور کسی کو کمیشن نہیں دیا' اس لیے اسپتال والے اس کے خلاف ہو گئے تھے۔"

ڈاکٹر قاسم کے تفصیل سے کہنے پر روحان گہری سانس کھینچتے ہوئے بولا۔

"کیا آپ کو نہیں لگتا آپ نے خاموش رہ کر غلط کیا۔"

"نہیں' بالکل بھی نہیں۔ یہ تو تم آج آ کر کہہ رہے ہو کہ وہ لڑکی شاید تمہاری بہن ہے۔ اس وقت تو وہ میرے سامنے لاوارث تھی۔ ان غریب والدین کے سامنے اگر میں یہ ظاہر کر دیتا کہ یہ بچی ان کی نہیں ہے تو وہ جو اس کی معذوری کی وجہ سے پہلے ہی پریشان تھے' اس سے تنگ آ کر اسے کسی دارالامان میں چھوڑ آتے جبکہ کم از کم وہ لڑکی ابھی تک ایک محفوظ چھت کے نیچے تو ہے۔" روحان خاموشی سے ان کے پرسکون چہرے کو دیکھتا رہا' اسے اندازہ تھا وہ صرف باتیں بنا رہے ہیں۔ وہ کسی دردسری میں پڑنا نہیں چاہتے تھے' اس لیے چپ چاپ ریزائن کر کے چلے گئے یا شاید دوسری جگہ سے زیادہ اچھی آفر آنے پر اس اسپتال پر لعنت بھیج کر چلے گئے۔

روحان نے ایک کڑوا سا گھونٹ پیتے ہوئے دوٹوک لہجے میں کہا۔

"اب تو آپ ایک اسٹیبلشڈ ڈاکٹر ہیں' اب اگر کسی قانونی کارروائی میں آپ کی گواہی کی ضرورت ہو تو کیا آپ کو آپریٹ کریں گے۔" وہ کچھ دیر پرسوچ انداز میں اسے دیکھتے رہے پھر ہاتھ میں پکڑا اس کا کارڈ دیکھنے لگے جو اس نے اندر آنے سے پہلے ڈاکٹر قاسم کو بھجوایا تھا۔

"ٹھیک ہے' اگر میری ضرورت پڑی تو میں ہر طرح سے کو آپریٹ کرنے کے لیے تیار ہوں۔" روحان کا نام اور کمپنی کا نام پڑھ کر انہیں اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر اس کیس میں انہوں نے گواہی دی تو ان کی شہرت میں اضافہ ہو گا کمی نہیں۔

کسی وجہ سے بھی سہی انہیں رضامند دیکھ کر روحان شکر کا کلمہ پڑھتا جانے کے لیے کھڑا ہو گیا۔ کہنے کو اس کے شک کی تصدیق ہو گئی تھی' چنانچہ اس کا آگے کا راستہ بہت آسان ہو گیا تھا مگر شک دور ہونے کے باوجود اس کی بے چینی میں کوئی کمی نہیں آئی تھی۔ عابد حیات کے گھر جا کر سچائی ان کے سامنے رکھنے کے خیال سے روحان مضطرب ہوئے جا رہا تھا۔ ایک طرف اگر وہ جلد از جلد ان سے ملنا چاہتا تھا تو دوسری طرف اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا' وہ ان سے کیسے گا کیا۔

بیس سال سے جس لڑکی کو وہ اپنی بیٹی سمجھتے آ رہے ہیں' اسے ایک انجان شخص کے کہنے پر پرایا کیوں مان لیں گے۔ ٹیسٹ کرانے کے لیے راضی ہونا تو بہت بعد کی بات تھی' پتا نہیں وہ اس کی پوری بات سنیں گے بھی یا اسے کوئی فراڈ اور دھوکے باز سمجھ کر گھر میں قدم رکھنے ہی نہیں دیں گے۔ اگر انہوں نے تعاون نہیں کیا تو کیا ہو گا پھر عابد حیات کے گھر میں بھی اس بات کو سن کر ایک تناؤ کی کیفیت پیدا ہو جائے گی۔

پتا نہیں اس گھر میں کتنے لوگ ہوں گی۔ پتا نہیں اس لڑکی کے ساتھ سب کا رویہ کیسا ہو گا اور روحان کی بات سننے کے بعد تبدیل ہو کر کیسا ہو گا۔ اگر یہ سب شوکت آنٹی سے منسوب نہ ہوتا تو وہ علیزہ کو سب بتا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر اسے اپنے ساتھ لے جاتا۔ ایک لڑکی کو دیکھ کر حوریہ کے گھر والے شاید پھر بھی اس کی بات سنجیدگی سے سن لیتے مگر وہ ابھی علیزہ سے کسی قسم کا تذکرہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ علیزہ کی محبت پر اسے پورا یقین سہی مگر یہ اس کی ماں کا معاملہ تھا۔ وہ چاہے کتنی بھی غیر جانبدار ہو جاتی' اپنی ماں کے خلاف اتنی بڑی حقیقت کو تسلیم کرنے میں اسے وقت لگتا' اس کے لیے یہ صورت حال بہت اذیت ناک ہوتی۔

وہ اسے اس معاملے میں گھسیٹ کر اپنے لیے دو دو محاذ کھڑے کرنا نہیں چاہتا تھا۔ اسے تو خود کو سنبھالنا مشکل ہو رہا تھا' کجا کہ علیزہ کو سمیٹتا۔ تب ہی اس نے شہزاد سے بھی ابھی تک کوئی ذکر نہیں کیا تھا۔ حالانکہ چند دنوں بعد وہ واپس جانے والا تھا بلکہ وہ صرف اس رپورٹ کے لیے رکا ہوا تھا ورنہ دو دن پہلے ہی جا چکا ہوتا۔ روحان نے فی الحال اس سے کہہ دیا تھا کہ وہ ڈاکٹر کسی ایمرجنسی میں شہر سے باہر چلے گئے ہیں اور ان کی غیر موجودگی میں وہ رپورٹ نہیں مل سکتی۔

شہزاد کو زیادہ کرید تو تھی نہیں' اس نے فوراً یقین کر لیا مگر ایک نہ ایک دن اسے یہ حقیقت بتانی ہی تھی۔ کیسا لگے گا اسے یہ سن کر کہ علیزہ کی ماں نے اسے دس ہزار روپے میں خرید کر عتیقہ کی جھولی میں ڈال دیا تھا اور نظام الدین اسپتال کی اس لیڈی ڈاکٹر نے اتنی سی رقم کی خاطر اسے اس کے ماں باپ سے جدا کر دیا تھا۔

سوچ سوچ کر روحان کا ذہن مفلوج ہو گیا' تب ہی اس کا موبائل بج اٹھا۔ اپنے بستر پر آڑے ترچھے انداز میں پڑے ہوئے وہ اتنا سست ہو گیا تھا کہ اس وقت سائیڈ ٹیبل پر پڑے موبائل کو اٹھانا اسے عذاب لگ رہا تھا مگر اسکرین پر علیزہ کا نمبر دیکھ کر وہ ایک جست میں اٹھ بیٹھا۔

"کہاں ہو تم' بھائی کیا آگیا ہے تمہارے پاس تو کسی کے لیے فرصت ہی نہیں رہی۔" ایئر پیس سے علیزہ کی شوخ سی آواز ابھری تو روحان اتنی مایوسی کے عالم میں بھی مسکرا دیا۔

"بھائی آیا اور چلا بھی گیا' اس سے تو ڈھنگ سے بات بھی نہیں ہو پاتی۔" روحان پژمردگی سے بولا۔

"تو پھر کہاں مصروف ہو' جب بھائی سے بھی بات نہیں ہوتی' میں کب سے ویٹ کر رہی ہوں' اس ٹیسٹ کا کیا رزلٹ آیا۔" ایک پل کے لیے روحان چپ سا ہو گیا پھر اپنے لہجے کو سرسری بناتے ہوئے بولا۔

"نہیں' وہ دراصل وہ رپورٹ ہی نہیں آئیں' اس لیے میں نے تمہیں فون نہیں کیا تھا اور شوکت آنٹی آگئیں اپنے ٹرپ سے۔" روحان نے اچانک پوچھا تو علیزہ بھی ایک دم چونکتے ہوئے بولی۔

"ارے ہاں' کیا تم واقعی مما کے ہاسپٹل گئے تھے۔"

"ہاں کیوں۔"

"پہلے تم بتاؤ کہ تمہیں کیا تکلیف تھی وہاں جانے کی۔" علیزہ ناراضی سے بولی۔

"آخر ہوا کیا ہے۔" روحان نے حیرانی سے پوچھا۔

"تم تو پانچ منٹ بیٹھ کر آگئے اور اماں نے میرا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ کیا بکواس کر کے آئے تھے تم ان کے سامنے علیزہ کو چائے بنانا سکھا دیں۔ تمہارے گھر آکر مہمان ہونے کے باوجود میں تمہیں چائے بنا کر پلاتی ہوں اور تمہاری نزدیک مجھے چائے بنانا اماں سے سیکھنا چاہیے۔" علیزہ بگڑے ہوئے لہجے میں کہتی چلی گئی جبکہ روحان بے اختیار ہنس دیا۔ اسے معلوم تھا علیزہ کا غصہ مصنوعی تھا۔ وہ کبھی سنجیدگی سے ناراض نہیں ہوتی تھی' اسی لیے وہ اس کے غصے کو ہمیشہ انجوائے کرتا تھا۔

"مہمان ہونے کے باوجود ہمیشہ تم چائے بنا کر پلاتی ہو' اسی لیے تو مجھے معلوم ہے کہ تمہاری چائے کیسی ہوتی ہے۔" روحان نے اسے تپانے کے لیے شرارت سے کہا تو حسب توقع وہ ایک دم جوش میں آگئی۔

"اچھا یہ بات ہے۔ ایک بار شادی تو ہونے دو پھر دیکھنا میں تمہیں کیسی چائے پلاتی ہوں۔"

"یہ تم دھمکی دے رہی ہو یا گزارش کر رہی ہو۔" روحان کی پھر ہنسی چھوٹ گئی اور دوسری طرف اس کے تلووں میں لگی اور سر پر بجھی۔

"میں اور گزارش کروں گی' وہ بھی تم سے...؟ ہوش میں تو ہو بلکہ مجھے پتا ہے تمہارے ہوش کیوں اڑے ہوئے ہیں۔ یہ سب اماں کا کیا دھرا ہے' جب بولنے پر آتی ہیں تو رکتی ہی نہیں۔ انہوں نے ہی چڑھا دیا ہے تمہیں۔"

"اچھا تو یہ بھی بتایا ہے انہوں نے تمہیں کہ وہ مجھ سے مل کر کتنی متاثر ہو گئی تھیں۔" روحان کو اچانک ان کا صدقے واری جانا یاد آگیا تو وہ ایک بار پھر اسے تپانے کے لیے بڑی معصومیت سے بولا۔

"بتایا...؟ پورا افسانہ سنایا تھا انہوں نے۔ اچھا یہ تم وہاں کس کے بارے میں معلوم کرنے گئے تھے۔" علیزہ کی یہی عادت تھی' لڑتے لڑتے اسے کچھ یاد آجاتا تو وہ غصہ بھول کر اچانک نارمل طریقے سے بات کرنے لگتی۔

"ارے وہ بہت لمبا قصہ ہے تمہیں فرصت سے بتاؤں گا۔ پہلے تم یہ بتاؤ کہ چائے بنانا کب سیکھنے جا رہی ہو' اسی لحاظ سے پھر ہم اپنی شادی کی تاریخ طے کریں گے۔" روحان نے اتنی خوبصورتی سے بات بدلی تھی کہ علیزہ کو گمان تک نہیں ہوا۔

"تم چائے کی بات کر رہے ہو' میرا کاٹا تو پانی بھی نہیں مانگتا۔" علیزہ نے بگڑے بغیر اترا کر کہا تو روحان ہنستا چلا گیا۔

کتنے دنوں سے وہ ذہنی الجھن کا شکار تھا مگر علیزہ سے بات کرتے سے جیسے وہ سب کچھ بھول گیا' صرف اس کی آواز کی کھنک اردگرد کے تمام شور کو خاموش کر دیتی تھی اور اس سے بات کر کے تو روحان کی ساری تھکن ہی اتر گئی۔ کوئی بیس منٹ بعد اس نے فون رکھا تھا اور روحان خوابوں سے حقیقت کی دنیا میں لوٹ آیا تھا۔

ڈاکٹر قاسم سے تو اس نے یقین دہانی کرائی تھی کہ اگر کیس بننے کی صورت میں ان کے تعاون کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ضرورت ہوئی تو وہ کو آپریٹ کریں گے مگر علیزہ سے تو اس نے اب تک ذکر بھی نہیں کیا تھا۔

دکھ تو اسے یقیناً ہوا تھا بلکہ صدمہ پہنچا تھا مگر اس صدمے سے باہر آنے میں علیزہ کو کتنا وقت لگے گا۔ اس کا اندازہ لگانا روحان کے لیے تقریباً ناممکن تھا۔

"کاش یہ سب کچھ علیزہ کی ماں نے نہ کیا ہوتا یا پھر کاش علیزہ ان کی بیٹی نہ ہوتی۔" روحان نے بالوں میں انگلیاں پھنساتے ہوئے مضطرب انداز میں سوچا۔ وہ علیزہ کو یہ دکھ نہیں دینا چاہتا تھا مگر وہ خاموش ہو کر بھی نہیں بیٹھ سکتا تھا۔

ویسے بھی اسے یقین تھا علیزہ بہت بہادر لڑکی ہے۔ وہ سچ جاننے کے بعد ٹوٹے گی ضرور مگر بکھرے گی نہیں بلکہ جب وہ اس کے ساتھ آ کھڑی ہوگی اور اس کی ماں کے ساتھ ہوئی زیادتی پر سراپا احتجاج بنے گی تب اپنی ماں کو وہ خود اقبال جرم کرنے پر مجبور کردے گی مگر اس مقام تک پہنچنے سے پہلے روحان کو کئی موڑ طے کرنے تھے جن میں سے سب سے پہلا مرحلہ حوریہ اور اس کے گھر والوں کو سمجھانا اور راضی کرنا تھا اور اس سے پہلے ہی مرحلے میں وہ دوراہے پر آ کھڑا ہوا تھا۔

ڈاکٹر قاسم نے ملنے کا وقت اتنی مشکل سے دیا تھا ورنہ وہ انہیں اپنے ساتھ لے جاتا' بات کرنے کے لیے شاید انہیں روحان کے ساتھ دیکھ کر حوریہ کے گھر والے اس کی بات تھوڑے دھیرج کے ساتھ سن لیتے مگر ڈاکٹر قاسم کے انتظار میں وہ اپنا وقت ہرگز ضائع نہیں کر سکتا تھا۔

☆ ☆ ☆

حوریہ نہا کر نکلی تو گھر میں معمول سے زیادہ خاموشی کا احساس اسے پل بھر کے لیے ٹھٹکنے پر مجبور کر گیا۔ دراصل آج اسے نہانے میں بھی معمول سے زیادہ دیر لگ گئی تھی۔ پون گھنٹے سے وہ کپڑے دھونے میں مصروف تھی۔ اس کے بعد جیسے ہی نہانا شروع کیا' پانی چلا گیا۔ کافی دیر انتظار کے بعد نل میں ہلکا ہلکا پانی آیا تو اس نے سکون کا سانس لیا۔

وہ کمرے میں آ کر بال تولیے سے خشک کرنے لگی کہ تب ہی خاموشی کو چیرتی ابا کے زور زور سے کھانسنے کی آواز' اس کے ہاتھ پاؤں پھولا گئی۔ وہ بدحواسی کے عالم میں چھڑی لیے بغیر کمرے کی دہلیز پر آ کھڑی ہوئی۔

"اماں۔۔۔ اماں ابا کو پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا ہے۔" اس نے کچن کی طرف منہ کر کے اماں کو آواز دی مگر کوئی جواب نہ آیا۔ الٹا بیٹھک سے ایسی آوازیں آنے لگیں جیسے کوئی بحث ہو رہی ہو۔ الفاظ تو حوریہ کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے' البتہ اتنا اندازہ اسے ہو گیا تھا کہ اماں بھی وہیں موجود ہیں اور یہ احساس ہونے پر اس کی گھبراہٹ سوا ہو گئی کیونکہ اماں شاید رو رہی تھیں۔

حوریہ بغیر سوچے سمجھے تیزی سے بیٹھک کی طرف بڑھنے لگی۔ ابھی اس نے آدھا ورانڈہ ہی عبور کیا تھا کہ ورانڈے میں اپنے علاوہ کسی اور کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے وہ اپنی جگہ ٹھٹک گئی۔

بھلے وہ دیکھ نہیں سکتی تھی لیکن اگر کوئی دوسرا شخص اسے دیکھ رہا ہوتا تو یہ بات اسے خود بخود پتا چل جاتی تھی' اب بھی اسے احساس ہو گیا تھا کہ نا صرف ورانڈے میں کوئی موجود ہے بلکہ وہ مسلسل اس کی نظروں کی زد میں ہے۔

"ک۔۔۔ کون ہے یہاں؟" حوریہ غور سے کسی آہٹ کو پہچاننے کی کوشش کرنے لگی مگر مقابل پر تو شاید سکتہ طاری ہو گیا تھا' اس کی سانس تک کی آواز نہیں آ رہی تھی پھر بھی حوریہ کو یقین تھا کہ اس سے محض چند قدم کے فاصلے پر کوئی موجود ہے اور اسی کی طرف متوجہ بھی۔

حوریہ کے پورے وجود میں خوف کی ایک لہر دوڑ گئی لیکن اپنے ڈر کو چھپانے کے لیے وہ قدرے سختی سے گویا ہوئی۔

"کون ہے یہاں' جواب کیوں نہیں دے رہے۔" اس سے پہلے کہ وہ ہراساں ہو کر اماں کو آواز دیتی' کسی نے بہت دھیمی آواز میں پوچھا۔

"تم حوریہ ہو نا۔" ایک بالکل انجان اور مردانہ آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تو وہ بے اختیار چند قدم پیچھے ہٹ گئی۔

"آپ۔۔۔ آپ کون؟" ابا کے کھانسنے کی آواز مسلسل آ رہی تھی۔ اسے لگ رہا تھا جیسے وہ شخص ابا سے مل کر آ رہا ہے اور اسی سے بات کر کے ابا کی حالت بگڑی ہے۔ گھر میں دن کے وقت اور تو کوئی موجود نہیں ہوتا تھا۔ اماں بھی ابا کے پاس تھیں۔ حوریہ کے خوف میں اچانک کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ اس شخص نے جیسے حوریہ کا سوال سنا ہی نہیں بلکہ اس نے ایک ایسا سوال پوچھا کہ حوریہ چند لمحوں کے لیے سن ہو گئی۔

"کیا تم نے اپنے ماں باپ سے کبھی یہ نہیں پوچھا کہ تم اندھی کیسے ہو گئیں۔" اس غیر متوقع سوال کو ابھی حوریہ سمجھی بھی نہیں تھی کہ ایک اور سوال پوچھا گیا۔

"تم یہ تو جانتی ہو گی کہ تم پیدائشی اندھی نہیں ہو' تمہاری آنکھیں پیدائش کے بعد ضائع ہوئی ہیں۔ کیا تم نے کبھی یہ جاننے کی کوشش نہیں کی کہ ایسا کیوں اور کیسے ہوا؟" حوریہ سن کھڑی آواز کے اتار چڑھاؤ پر غور کرنے لگی۔ کون تھا یہ جو یہ سب پوچھ رہا تھا جبکہ وہ شخص حوریہ کو مسلسل خاموش دیکھ کر خود ہی کہنے لگا۔

"نہیں جانتیں تو میں بتاتا ہوں۔ پیدائش کے وقت تمہارے سر میں اوزار لگ گیا تھا جس کی وجہ سے تمہاری بینائی چلی گئی مگر یہ بات تمہارے والدین جانتے ہیں نہ انہوں نے کبھی جاننے کی کوشش کی۔ بچپن میں شاید انہوں نے محسوس ہی نہیں کیا ہو گا اور جب اندازہ ہوا ہو گا' تب انہوں نے اس نشان کو ایک قدرتی بات سمجھ کر نظرانداز کر دیا ہو گا۔ حالانکہ وہ کوئی اتفاق نہیں تھا بلکہ ایک ثبوت تھا تمہارے ساتھ ہوئے ظلم کا۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں' میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔ آپ ہیں کون؟" حوریہ نے زچ ہوتے ہوئے اس کی بات کاٹ دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پہلے اپنے والدین سے پوچھو کہ کیا انہوں نے تمہارے سر کے پچھلی جانب کسی زخم کا نشان دیکھا تھا' اگر دیکھا تھا تو اس بات کا ذکر کسی ڈاکٹر سے کیوں نہیں کیا۔ جب وہ تمہاری طرف سے اتنے فکر مند تھے کہ نظام الدین اسپتال میں آئے ہر نئے آئیز اسپیشلسٹ کے پاس تمہیں لے جاتے تھے تو ڈاکٹر قاسم کے کیے انکشاف پر کبھی غور کیوں نہیں کیا۔ کسی اور ڈاکٹر سے سیکنڈ اوپینین لیتے وقت ڈاکٹر قاسم کے لگائے اندازے کا تذکرہ کیوں نہیں کیا۔" اس شخص کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا۔ حوریہ اچھی خاصی نروس ہو گئی۔ وہ جھنجلائے ہوئے انداز میں بولی۔

"آخر آپ بتاتے کیوں نہیں آپ کون ہیں؟"

"میرا نام روحان ہے اور میں تمہارا بھائی ہوں۔"

روحان نے بھرپور اعتماد کے ساتھ کہا جبکہ حوریہ کچھ دیر تو ہونقوں کی طرح کھڑی رہی پھر کچھ کہے بغیر بیٹھک کی طرف بڑھنے لگی۔

"جن والدین کے پاس تم جا رہی ہو' وہ تمہارے سگے ماں باپ نہیں ہیں' تمہارے باپ کا نام صادق آفریدی اور ماں کا نام عتیقہ ہے۔ ڈاکٹر کی غلطی سے تم پیدائش کے وقت زخمی ہو گئی تھیں جس کے باعث تمہاری بینائی ختم ہو گئی۔ ڈاکٹر نے اپنی غلطی چھپانے کے لیے تمہیں نظام الدین اسپتال پہنچا دیا۔ میری ماں کو تو اس وقت ہوش نہیں تھا' لہٰذا اسپتال کے عملے نے بڑی آسانی سے تمہاری جگہ عابد حیات کے بیٹے کو میری ماں کے پاس رکھ دیا۔

سننے میں یہ ساری سچائی تمہیں بہت عجیب لگ رہی ہو گی لیکن اگر تم اور تمہارے گھر والے ذرا سا تعاون کرنے کے لیے تیار ہو جائیں تو یہ ساری سچائی بڑی آسانی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ میں نے تمہارے والدین سے بات کرنی چاہی مگر انہوں نے میری پوری بات سننے سے پہلے ہی مجھے فراڈ اور دھوکے باز کہہ کر گھر سے چلے جانے کے لیے کہہ دیا۔ تمہارے والد کی طبیعت بگڑتی دیکھ کر میں فی الحال تو جا رہا ہوں مگر میں ایک دو دن بعد پھر آؤں گا' تم اپنے والدین سے اس موضوع پر بات ضرور کرنا اور حسب خواہش نتیجے کی توقع رکھے بغیر محض حقائق کو جاننے کی کوشش کرنا۔"

حوریہ سن کھڑی اسے سنتی رہی جس کی آواز میں صدیوں کی تھکن نمایاں تھی جو مزید کہہ رہا تھا۔

"اگر تمہیں میری بات میں ذرا بھی سچائی محسوس ہو تو بھلے ہی تمہارے والدین تمہیں کچھ بھی بتانے سے انکار کر دیں' تم مجھ سے رابطہ ضرور کرنا۔ یہ میرا کارڈ ہے' اگر تمہارے لیے ممکن ہو تو جب چاہے مجھے فون کر سکتی ہو۔" سامنے کھڑے اس شخص نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے بڑے اعتماد سے اس کا ہاتھ پکڑا اور اس کی ہتھیلی پر کارڈ رکھ کر مٹھی بند کر دی۔ اس کی جرات سے زیادہ حوریہ کو اپنے رویے پر حیرانی ہوئی تھی کہ اس نے ذرا بھی مزاحمت کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی۔ اسے اس شخص کی سنائی کہانی پر یقین تو نہیں آ رہا تھا مگر وہ اس سے بات ضرور کرنا چاہتی تھی۔ اندر سے اس کا شدت سے دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس

سے کچھ پوچھے مگر اس طرح ایک انجان شخص کی بے تکی بات میں وہ اپنی دلچسپی ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی اور اسے بدستور خاموش دیکھ کر جانے کے لیے دروازے کی طرف پلٹ گیا۔ اس کے قدموں کی چاپ کو خود سے دور ہوتا محسوس کرتے ہی حوریہ بے ساختہ بول اٹھی۔

"آپ یہ سب اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہیں' کیا آپ کے پاس کوئی ثبوت ہے۔" حوریہ نے واضح طور پر اس شخص کو چونک کر پلٹتا محسوس کیا تھا۔

"میرے پاس ایسا کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے میں یہ ثابت کر سکوں کہ تمہیں اسپتال میں بدل دیا گیا تھا لیکن تمہاری جگہ جو بیٹا اس گھر میں پیدا ہوا تھا' وہ میرا بھائی نہیں ہے' یہ ضرور ثابت ہو چکا ہے بلکہ آج سے کئی سال پہلے ہی ثابت ہو گیا تھا۔ بچوں کی اس ایک تبدیلی نے کتنی زندگیاں تبدیل کر دی ہیں۔ وہ تم ابھی سوچ بھی نہیں سکتیں۔" روحان نے یہ کہنے کے ساتھ ہی نہایت مختصر الفاظ میں عتیقہ اور شہزاد کے اوپر بیتی قیامت کا ذکر کر دیا۔ حوریہ شاک رہ گئی تھی۔ یہ سب سن کر اس سے کچھ بولا ہی نہیں جا رہا تھا جبکہ بیٹھک میں سے اماں کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ابا کی طبیعت سنبھل گئی تھی۔ اماں کچھ بڑبڑاتی ہوئی بیٹھک سے باہر آ رہی تھیں' تب ہی وہ الوداعی انداز میں کہتا گھر کی چوکھٹ پار کر گیا۔

"تمہارے تعاون کے بغیر میری ماں پر لگا الزام مٹ نہیں سکتا۔ یہ ایک عورت کی عزت کا معاملہ ہے' تم میری باتوں کو یکسر نظر انداز نہیں کر سکتیں۔" حوریہ پر گویا سکتہ طاری ہو گیا تھا' اس کے چلے جانے کے باوجود حوریہ کے کانوں میں اس کی کہی باتیں گونج رہی تھیں۔ یہاں تک کہ اماں کی آواز اسے سنائی نہیں دے رہی تھی جو بولتے بولتے اس کے سر پر پہنچ گئی تھیں۔ آخر جب انہوں نے چلا کر پوچھا تو حوریہ حال میں واپس آ گئی۔

"میں کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔ کیا کہہ رہا تھا وہ۔ کیوں آئیں تم کمرے سے باہر۔"

"اماں... اماں... وہ..." حوریہ سے کچھ بولا ہی نہیں گیا' بے اختیار اس کا دل چاہنے لگا وہ تمام سوال پوچھنے کا جو ابھی روحان اسے پوچھنے کے لیے کہہ کر گیا تھا مگر اماں کے تیور دیکھ کر اس کی ہمت ہی نہیں پڑی بلکہ وہ فوراً" بیٹھک کی طرف بڑھ گئی۔ مبادا اماں کچھ اور نہ کہہ دیں۔

ابا کی کھانسی کا زور ٹوٹ گیا تھا مگر وہ ابھی بھی ہانپ رہے تھے۔ حوریہ آواز سے ان کی نشست کا اندازہ لگاتی ان کے نزدیک چلی آئی۔

"ابا! آپ کے لیے پانی لاؤں۔"

"نہیں بیٹے! میں ٹھیک ہوں۔" وہ ایسے گویا ہوئے جیسے کسی گہری سوچ میں غرق ہوں۔

"کیا بات ہے ابا! کون تھا یہ اور کیا کہہ رہا تھا۔" حوریہ نے آہستگی سے پوچھا تو وہ جیسے چونک اٹھے۔

"ہاں' کوئی نہیں' کوئی بھی نہیں۔ تم آرام کرو۔" وہ اس کے سر کو تھپکتے ہوئے فوراً" وہاں سے اٹھ گئے تو حوریہ مزید کوئی سوال نہ کر سکی مگر سوال جواب کا سلسلہ ختم نہیں ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اماں ابا کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کمرے سے بالکل غیر معمولی انداز میں ان کے گفتگو کرنے کی آواز سنائی دینے لگی جیسے وہ دبی دبی آواز میں بحث کر رہے ہوں تاکہ حوریہ کچھ سن نہ سکے۔

ان کی تکرار کا کیا نتیجہ نکلا' وہ تو اسے پتا نہ چل سکا مگر شازیہ' عالیہ اور ماریہ باجی کو گھر آتے ہی ماحول میں پھیلی کشیدگی کا احساس ہو گیا۔

حوریہ نے شازیہ اور عالیہ کے استفسار پر تو پتا نہیں کہہ کر بات ختم کر دی مگر ماریہ باجی اسے لاعلم دیکھ کر اماں کے پاس جانے لگیں۔

"میں اماں سے ہی پوچھ لیتی ہوں۔"

"رہنے دیں باجی! وہ بہت غصے میں ہیں۔" حوریہ نے آگاہ کر دینا ضروری سمجھا۔

"لیکن غصے میں کیوں ہیں' کوئی وجہ تو ہو گی۔ ابا بھی اتنے اداس لگ رہے ہیں۔" وہ کہتی ہوئی کمرے سے نکل ہی رہی تھیں کہ حوریہ نے انہیں روک کر روحان کی آمد اور اس کی گفتگو کا مختصر احوال سنا دیا۔

ان تینوں کو جیسے سانپ سونگھ گیا۔ کچھ دیر بعد شاک سے باہر آنے پر شازیہ تو اچھے خاصے غصے میں آ گئی۔

"اماں ابا تو ہر ایک کو منہ اٹھا کر گھر میں بلا لیتے ہیں' بالکل بھی پتا نہیں ہے انہیں باہر کیسے کیسے فراڈ پھر رہے ہیں۔" شازیہ کی بات پر عالیہ بھی اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے اپنے کلاس فیلو کے بھائی کے ساتھ ہوا کوئی واقعہ سنانے لگی جسے طول پکڑتا دیکھ کر ماریہ باجی کو اس کی بات کاٹتے ہوئے بولنا پڑا۔

"تم کہہ رہی ہو اس کے جانے کے بعد اماں ابا کے بیچ بحث ہونے لگی۔ تم نے سننے کی کوشش نہیں کی' وہ کیا بات کر رہے ہیں۔"

"میرا دماغ خراب ہے کیا' پہلے ہی اماں مجھ سے ناراض رہتی ہیں۔ میں تو چپ چاپ کمرے میں پڑی رہی۔" حوریہ فوراً بولی۔

"کیا بات ہے' باجی! آپ کیوں پریشان لگ رہی ہیں۔" شازیہ کے پوچھنے پر حوریہ چونک اٹھی۔ ماریہ کی غیر معمولی خاموشی اس نے بھی اب محسوس کی تھی۔

"نا۔۔۔ نہیں۔۔۔ پریشان تو نہیں ہوں مگر۔۔۔ میں سوچ رہی تھی حوریہ کے سر پر گردن کے پاس بچپن سے ایک چوٹ کا نشان ہے تو سہی۔ کہیں ایسا تو نہیں وہ شخص واقعی سچ کہہ رہا ہو۔" ماریہ کے الجھے ہوئے لہجے پر ان تینوں کا دماغ گھوم گیا۔

"کیا کہہ رہی ہیں ماریہ باجی آپ' آپ کا مطلب ہے حوریہ ہماری بہن نہیں ہے۔" عالیہ تو ایک دم لڑنے پر اتر آئی۔ اس کی بات پر حوریہ کو ایک پل کے لیے اپنا دل رکتا ہوا محسوس ہوا تھا۔

"میں یہ کب کہہ رہی ہوں لیکن تمہیں بھی یاد ہو گا جب ہم آٹھویں یا نویں جماعت میں تھے تب نظام الدین اسپتال کے ایک آئیز اسپیشلسٹ نے بھی یہی کہا تھا کہ کوئی اوزار لگنے سے حوریہ کی بینائی ختم ہوئی

ہے' تب بھی گھر آ کر اماں ابا کی کافی لڑائی ہوئی تھی۔ ابا نے پوچھا تھا کہ کیا بچپن میں اس کے سر پر کوئی چوٹ کا نشان تھا اور اماں اس سوال پر بہت گھبرا گئی تھیں۔" ماریہ کے ٹھہرے ہوئے لہجے پر عالیہ بھڑک کر بولی۔

"ہاں' مجھے یاد ہے بلکہ بعد میں' میں نے ہی آپ سے کہا تھا کہ بچپن میں حوریہ کی دیکھ بھال زیادہ تر نانی جان نے ہی کی تھی۔ ہو سکتا ہے ان کی غلطی سے حوریہ کو سر میں چوٹ لگ گئی ہو۔ وہ بچپن سے ہی کمزور تھی۔ چوٹ لگنے سے اس کی بینائی پر اثر پڑ گیا ہو گا اور یہ بات اماں نے اس لیے چھپالی ہو گی تاکہ نانی پر کوئی الزام نہ آئے۔"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں' اماں نے یہ سوچ کر یہ بات چھپالی کہ نانی پر کوئی الزام نہ آئے جبکہ ہو سکتا ہے نانی کی کوئی غلطی ہی نہ ہو اور حوریہ کے سر میں وہ زخم پیدائش کے وقت سے ہو جس کا علم اماں کو بھی نہ ہو سکا۔" ماریہ کے گمبھیر لہجے پر کمرے میں خاموشی چھا گئی۔ بڑے اعتماد سے بحث کرتی عالیہ کی جیسے زبان تالو سے چپک گئی تھی۔ آخر شازیہ ہی اکتائے ہوئے انداز میں بولی۔

"چھوڑیں باجی! کیوں خوامخواہ پریشانیاں بڑھانے والی باتیں کر رہی ہیں۔ چلیں چھت پر چلتے ہیں۔" شازیہ نے ماریہ باجی سے کہنے کے ساتھ ہی حوریہ کا بازو پکڑ کر اسے اٹھا لیا۔

"تم جاؤ' میں اماں کے پاس جا رہی ہوں۔" وہ جواب تک ماریہ باجی کو روک رہی تھی' خود ان سے بات کرنے کے لیے کھڑی ہوتے ہوئے بولی۔ شازیہ ہونق بنی اس صورت حال کو دیکھنے لگی۔ اس کے نزدیک تو روحان کی کہی بات سرے سے غور کرنے کے قابل ہی نہیں تھی۔ ایسے فراڈ لوگوں کو گھر میں گھسنے ہی نہیں دینا چاہیے۔ وہ حیرانی سے ماریہ باجی اور عالیہ باجی کو دیکھنے لگی۔ عالیہ باجی تو خود الجھن کا شکار تھیں جبکہ ماریہ باجی' حوریہ کے ساتھ ہی کھڑی ہو گئیں۔

"اب بات کرنے کا کیا فائدہ' وہ شخص تو چلا بھی گیا۔" ماریہ باجی کے کہنے پر حوریہ نے پلٹ کر اپنے تکیے کے نیچے رکھا وہ کارڈ نکال کر اس کی طرف بڑھا دیا جو روحان نے چلتے وقت اسے دیا تھا۔

"یہ کارڈ دیا تھا انہوں نے جانے سے پہلے۔" حوریہ کی آہستگی سے کہنے پر ماریہ غور سے کارڈ پڑھنے لگی۔ عالیہ نے ویسے تو سرسری انداز میں ہی دیکھا تھا مگر نظر پڑنے کے بعد وہ بھی چونک کر قریب چلی آئی اور کارڈ پر لکھی تفصیل پڑھ کر وہ حیرانی سے ماریہ باجی کو دیکھنے لگی جو خود بھی اسے سپاٹ نظروں سے دیکھ رہی تھیں۔

☆ ☆ ☆

روحان پر ایک بار پھر شدید قسم کی مایوسی طاری ہو گئی تھی' حالانکہ اسے اندازہ تھا کہ حوریہ کے گھر جا کر فوری طور پر کوئی اس کی بات کا یقین نہیں کرے گا مگر اس کے والدین اتنے ضعیف اور پریشان حال ہوں گے' یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے عابد حیات سے بات شروع ہی کی تھی کہ ان کا پورا وجود کانپنے لگا تھا۔ ان کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر روحان کے لیے بات پوری کرنا مشکل ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس پر ستم یہ کہ عابد حیات کی بیوی نے بھی اسے اچھی خاصی باتیں سنا دی تھیں۔ حالانکہ روحان کے دروازہ کھٹکھٹانے پر انہوں نے ہی دروازہ کھولا تھا اور روحان کے محض یہ پوچھنے پر کہ عابد حیات سے ملنا ہے کیا وہ یہیں رہتے ہیں۔

وہ خاتون اسے بغیر کسی روایتی سوال و جواب کے بیٹھک میں عابد حیات کے پاس لے گئی تھیں۔ اسے عابد حیات کے پاس بٹھا کر وہ اس سے چائے پانی کا پوچھ کر باہر چلی گئیں مگر یہ محض روحان کی غلط فہمی تھی، جب اس نے بات شروع کی اور عابد حیات کی حالت بگڑنے لگی تو وہ بیٹھک میں چلی آئیں۔ وہ یقیناً دروازے کی اوٹ میں ساری گفتگو سن رہی تھیں، تب ہی انہوں نے آتے ہی اسے اپنے گھر سے چلے جانے کے لیے کہہ دیا مگر روحان نے ان سنی کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھی۔

"خالہ! میری بات سننے میں عجیب ضرور ہے مگر نظام الدین اسپتال کی شہرت زیادہ اچھی نہیں ہے۔ کچھ نہ کچھ آپ لوگوں نے بھی اس کے متعلق سن رکھا ہوگا۔ آخر آپ اتنے عرصے سے یہاں رہائش پذیر ہیں اور وہ اسپتال آپ ہی کے علاقے میں ہے۔

اس اسپتال میں بچوں کی چوری اور مریض کے اعضا کاٹ کر بیچ دینے کی وارداتیں ہوتی رہی ہیں۔ آپ کے گھر میں بھی بیٹی نہیں بلکہ ایک بیٹا پیدا ہوا تھا جسے اسپتال کے عملے نے ایک بچی سے بدل دیا تھا۔

آپ کو ڈاکٹر قاسم تو یاد ہوں گے، میں ان سے مل کر آرہا ہوں۔ انہوں نے خود مجھے بتایا ہے کہ آپ کے بیٹے کو دس ہزار روپے میں نیشنل ہاسپٹل کے عملے کو بیچ دیا گیا تھا۔" عابد حیات کو کھانسی کا شدید پھندا لگا تھا۔ وہ شکل سے اتنے کمزور اور ناتواں لگ رہے تھے کہ انہیں ایسے کسی صدمے سے دوچار کرنا ان کی زندگی کو خطرے میں ڈال دینے کے مترادف تھا۔ خود روحان کو یہ سب کہتے ہوئے شرمندگی ہو رہی تھی مگر یہ سب کہنا اشد ضروری تھا۔ اب بات صرف اس کی ماں کے کردار کی نہیں رہی تھی بلکہ اس سارے قصے میں کئی زندگیاں متاثر ہو رہی تھیں۔

"بند کرو یہ بکواس، تمہیں بھی ہم ہی ملے ہیں۔ یہ جھوٹی کہانی سنا کر کوئی سازش کرنے کے لیے۔ ہم پہلے ہی قسمت کے ستائے ہوئے ہیں۔" عابد حیات کا سانس اکھڑنے لگا تھا۔ اماں نے بات تو بڑے غصے سے ہی شروع کی تھی مگر عابد حیات کی حالت دیکھ کر وہ روہانسی بھی ہو گئیں۔ وہ عابد حیات کے پاس بیٹھ کر ان کی پیٹھ سہلانے لگیں۔

"مجھے کیا ضرورت ہے کوئی جھوٹی کہانی سنانے یا کوئی سازش کرنے کی۔ میں تو آپ کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ لڑکی میری بہن ہے۔ آپ کے پاس میری بہن بھلے ہی ایک نارمل بچی کی طرح پرورش پا رہی ہوگی مگر آپ کا بیٹا بچپن سے آج تک پل صراط سے گزر رہا ہے۔"

روحان بہت مختصر الفاظ میں انہیں شہزاد کے متعلق بتانے لگا مگر اماں نے بپھر کر اس کی بات کاٹ دی۔

"ہم کچھ سننا نہیں چاہتے، چلے جاؤ تم یہاں سے ورنہ میں سارے محلے کو جمع کر لوں گی۔" ان کی دھمکی

کا روحان پر بھلا کیا اثر ہوتا مگر ان کی آنکھ سے تواتر سے بہتے آنسو دیکھ کر وہ مزید کچھ کہنے کا ارادہ ترک کرتا کھڑا ہو گیا۔ ویسے بھی اب کہنے کے لیے کچھ بچا نہیں تھا۔ اس نے اپنی بات کا آغاز حوریہ کے سر میں لگی چوٹ اور ڈاکٹر قاسم کے کیے انکشاف سے ہی کیا تھا۔ اب اگر اتنا کچھ سننے کے بعد بھی وہ اس کی بات پر یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھے تو اس کا مطلب یہی تھا کہ اب اس موضوع پر بات کرنا بے کار ہے۔ عابد حیات کی کھانسی کو کسی طور پر رکتا نہ دیکھ کر روحان نے متانت سے کہا۔

"ان کی حالت بگڑ رہی ہے، چلیں میں انہیں اسپتال لیے چلتا ہوں۔"

"کہیں نہیں جانا ہمیں۔ تمہارے ساتھ تو بالکل نہیں جانا۔ بس تم یہاں سے چلے جاؤ، ان کی حالت خود بخود سنبھل جائے گی۔ تمہیں اللہ، رسولؐ کا واسطہ۔" اماں کے لہجے میں انگارے اور عاجزی دونوں ہی شامل تھے جو ان کے غصے کے ساتھ ساتھ ان کی بے بسی کی بھرپور عکاسی کر رہے تھے۔ روحان لب بھینچتا تیزی سے بیٹھک سے نکل گیا۔ صحن عبور کر کے وہ جیسے ہی دروازے کی طرف بڑھا، کسی لڑکی کی گھبرائی ہوئی آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔

"اماں۔۔۔ اماں۔۔۔ ابا کو پھر کھانسی کا دورہ پڑ گیا ہے۔" روحان بے اختیار آواز کی سمت گھوم گیا۔

بیٹھک سے قدرے فاصلے پر بنے ایک کمرے کے دروازے میں وہ ایستادہ تھی، اس کے ہاتھ میں ایک تولیہ تھا۔ شاید وہ بال سکھا رہی تھی کہ ابا کے کھانسنے کی آواز پر کمرے کے دروازے پر آ کھڑی ہوئی۔

روحان کو اپنے جسم سے روح نکلتی محسوس ہو رہی تھی، وہ لڑکی بہت جلدی میں آئی تھی، اس لیے شاید اپنی چھڑی اٹھانا بھی بھول گئی تھی مگر جس طرح اپنا دایاں ہاتھ ہوا میں اٹھائے وہ سینت سینت کر چل رہی تھی، وہ منظر روحان کو اپنی جگہ ساکت کر گیا تھا۔ حالانکہ اسے پہلے سے سب پتا تھا لیکن یہ سب دیکھنا اتنا اذیت ناک ہو گا یہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔ بے اختیار اس کے دل سے آہ نکلی کہ کاش وہ بھی کچھ دیکھنے کے قابل نہ ہوتا تو آج اسے اپنی بہن کی یہ بے بسی نہ دیکھنی پڑتی۔

جب اس نے شہزاد کو پہلی دفعہ اس کے گھر پر دیکھا تھا تب بھی اس کی مالی حالت کا اندازہ لگا کر اسے بہت دکھ ہوا تھا کہ وہ خود تو ہمیشہ اتنے عیش و آرام سے رہا اور اس کے بھائی نے زندگی ہر نعمت کے لیے ترستے ہوئے گزار دی مگر آج حوریہ کو دیکھ کر جیسے اس پر دکھ اور زیاں کا ناقابل بیان پہاڑ ٹوٹا تھا۔

وہ اپنی جگہ بت بنا بے یقینی سے اسے دیکھے گیا، اسے دیکھنے کے بعد کسی ٹیسٹ اور کسی گواہی کی ضرورت نہیں رہی تھی۔ وہ تو ہو بہو اس کی اماں کا پرتو تھی، وہی ناک نقشہ، وہی رنگت اور ویسا ہی بے مثال حسن جیسا اس کی ماں کے پاس اپنی جوانی میں ہو گا مگر روحان نے جس وقت عتیقہ کو دیکھا تھا تب تک وہ زندگی سے لڑتے لڑتے تھک چکی تھیں اور کچھ ان کی عمر کا بھی تقاضا تھا مگر اس کی یہ بہن جس نے ابھی جوانی میں قدم رکھا تھا جس کا ابھی زندگی کے سرد و گرم سے واسطہ بھی نہیں پڑا تھا، اس کے چہرے پر بھی شگفتگی اور شادابی کی اتنی ہی قلت تھی جتنی اس کی ماں کے چہرے پر تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بڑی بڑی غلافی آنکھیں بے نور ہونے کے ساتھ سیاہ حلقوں کے باعث بالکل ماند تھیں۔ پتلے پتلے ہونٹوں پر گلاب کھلنے کی بجائے پیلاہٹ واضح تھی۔ مجموعی طور پر وہ اپنی عمر کی لڑکیوں کے مقابلے میں بہت کمزور اور بالکل نڈھال تھی۔

اس کا رخ بیٹھک کی جانب تھا' جہاں سے عابد حیات کے کھانسنے کی آواز آرہی تھی مگر اب کھانسنے کی شدت میں کمی آگئی تھی۔ شاید اماں نے انہیں پانی وغیرہ پلا دیا تھا کیونکہ اماں کے بڑبڑانے کی آواز ابھی بھی آرہی تھی۔ شاید وہ قسمت سے شکوہ کناں تھیں مگر اچانک حوریہ ان کے پاس جانے کی بجائے بیچ راستے میں ہی رک گئی۔

"ک... کون ہے یہاں..." روحان اس سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا مگر وہ صرف اس کی موجودگی کو محسوس کر سکتی تھی۔ اس سے آگے کی صلاحیتیں تو کسی کی نااہلی کی نذر ہو گئی تھیں۔

روحان کا دل پھٹنے لگا تھا یہ سب دیکھ کر' تب سے لے کر اب تک وہی منظر اس کے سامنے گھوم رہا تھا۔ کتنی بار اس نے آنکھیں بند کر کے اس زندگی کا تصور کیا تھا جو اس کی بہن پیدائش سے جی رہی تھی اور ہر بار پندرہ بیس سیکنڈ کے اندر ہی اس نے گھبرا کر آنکھیں کھول دی تھیں۔ نوکر کے بلانے پر وہ رات کا کھانا کھانے میز تک آ تو گیا تھا مگر کھانے کی ڈشز دیکھ کر ہی اس کا جی متلانے لگا۔

وہ کرسی پر بیٹھنے کی بجائے کرسی کی پشت پکڑے عجیب خالی الذہنی کے عالم میں کھڑا تھا اور اس کی یہ کیفیت بابا کے لیے بالکل انوکھی تھی۔ اتنے دنوں سے اس کے اور صادق آفریدی کے بیچ خاموشی کی ایک سرد جنگ چل رہی تھی۔ اس پل اس کے چہرے کے تاثرات دیکھ کر چند لمحوں کے لیے صادق آفریدی بھی اپنے خول سے باہر نکل آئے اور غیر ارادی طور پر اسے مخاطب کر بیٹھے۔

"کیا بات ہے' اتنے پریشان کیوں لگ رہے ہو۔"

روحان چونک کر ان کی طرف دیکھنے لگا' اتنی لاتعلقی دکھانے کے باوجود وہ اس سے غافل نہیں ہو سکتے تھے۔

"کیا ہوا روحان! کوئی پرابلم ہے کیا۔" اسے خاموش دیکھ کر صادق آفریدی تفکر سے پوچھنے لگے۔

روحان کے دل میں ایک ہوک سی اٹھی' جتنی فکر انہیں اس کی تھی' اگر اس کی آدھی فکر بھی انہوں نے اس کی ماں کی کرلی ہوتی تو آج ان کا گھرانہ اس طرح بکھرا ہوا نہ ہوتا جو کچھ وہ آج معلوم کر رہا تھا' صادق آفریدی وہ سب آج سے کئی سال پہلے اس سے زیادہ بہتر طریقے سے معلوم کر چکے ہوتے مگر انہوں نے ایسی کوئی کوشش ہی نہیں کی۔

پہلی بار اسے ان سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ انہیں دیکھتا ہوا بغیر ان کی بات کا جواب دیے کمرے کی طرف پلٹ گیا۔

صادق آفریدی اس کے رویے پر حیران رہ گئے' وہ کبھی ان کی ساتھ اس طرح پیش نہیں آیا تھا۔ ان

سے بھی کھانا کھانا محال ہو گیا مگر انہوں نے خاموشی اس لیے اختیار کر لی کہ شہزاد کے علاوہ اس کے پاس پریشانی کی کوئی وجہ نہیں تھی اور وہ شہزاد کا نام تک سننا نہیں چاہتے تھے' کجا کہ اس کے مسائل کو ڈسکس کرتے ہوئے روحان کو کریدنے کی کوشش کرتے مگر وہ پریشان ضرور ہو گئے تھے۔

☆ ☆ ☆

روحان اگلے دن کسی معمول کے مطابق آفس تو آ گیا تھا مگر اس کا کام میں بالکل دل نہیں لگ رہا تھا۔ ذہن ایک ہی نکتے پر اٹکا ہوا تھا کہ اب اسے کیا کرنا چاہیے۔ دوبارہ حوریہ کے گھر جا کر اس کے والدین سے بات کرنے کی اس کی ہمت نہیں ہو رہی تھی۔

ابھی وہ اسی کشمکش میں تھا کہ اس کا سیل فون بج اٹھا۔ کال اٹینڈ کرنے پر ایک پل میں اس کی ساری الجھنیں دور ہو گئیں۔ دوسری طرف ایک انجان نسوانی آواز نے اپنا تعارف کراتے ہوئے جو کہا تھا' اسے سن کر وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"میں حوریہ کی بڑی بہن ماریہ بول رہی ہوں' کل آپ ہمارے گھر آئے تھے۔"

"ہاں ہاں' مجھے یاد ہے۔" روحان فوراً بولا۔

"میرے والدین نے آپ کو گھر سے نکال دیا تھا' اس پر مجھے بڑی شرمندگی ہے۔ میں یہ نہیں کہہ رہی کہ مجھے آپ کے کہے پر یقین ہے لیکن میں پوری بات سننا چاہتی ہوں۔ خاص طور پر اگر آپ میری ڈاکٹر قاسم سے ملاقات کرا دیں تو..." ماریہ نے نپے تلے انداز میں کہا تو روحان نے پرسکون انداز... انس کھینچتے ہوئے نہایت مودب انداز میں کہا۔

"اپنے والدین کے رویے پر آپ کو شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں' مجھے امید تھی وہ ایسا ہی کریں گے۔ آپ بتائیں' آپ کب مل سکتی ہیں' میں آپ کو اسی وقت ڈاکٹر قاسم کے پاس لے جا سکتا ہوں۔"

دوسری طرف کچھ دیر کے لیے ماریہ باجی سوچ میں پڑ گئی تھیں۔

"میں آپ کو گھر تو نہیں بلا سکتی کیونکہ میرے اماں' ابا کو اس بارے میں پتا چل گیا تو وہ ہنگامہ کھڑا کر دیں گے۔ انہوں نے تو میرے پوچھنے پر مجھے کچھ بتایا بھی نہیں لیکن مجھے یاد ہے' بچپن میں حوریہ کے سر کے پچھلے حصے پر کسی چوٹ کے نشان کا ذکر میں نے سنا ہے۔ میں آج دوپہر تک اپنے آفس سے فارغ ہونے کے بعد آپ کے آفس آجاؤں گی۔ کارڈ پر آپ کے آفس کا ایڈریس درج ہے' آپ یہیں ہوں گے نا؟"

"ہاں ہاں' میں آپ کا انتظار کروں گا۔ ڈاکٹر قاسم سے ملنے کے لیے اپائنٹمنٹ لینی پڑے گی۔ میں کوشش کرتا ہوں آج ہی مل جائے ورنہ میں اس نمبر پر آپ کو انفارم کر دوں گا۔" روحان نے اس سے تو بڑی خوشی خوشی کہہ دیا مگر فون بند ہونے کے بعد وہ سوچ میں پڑ گیا۔

اب اسے ساری بات شہزاد کو اور خاص طور پر علیزہ کو بتا دینی چاہیے۔ علیزہ کو اگر کسی اور سے علم ہوا تو اسے بہت دکھ ہو گا اور شہزاد سے زیادہ مشکل تھا علیزہ کو سچ بتانا۔ روحان نے محض پہلو تہی کے انداز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں پہلے شہزاد سے بات کرنے کا فیصلہ کرلیا' سب سے پہلے اس نے ڈاکٹر قاسم سے اپائنٹمنٹ لینے کی کوشش کی جو حیرت انگیز طور پر چار بجے کی مل گئی۔ اس کے بعد اس نے شہزاد کو فون کیا اور اسے آفس آنے کے لیے کہا۔ اس نے پہلے ہی شہزاد کو یہ کہہ کر روک رکھا تھا کہ کچھ کاغذات وغیرہ پر اس کے دستخط کی ضرورت پڑے گی' اس لیے شہزاد کو نہ چاہتے ہوئے بھی آنے کی ہامی بھرنی پڑی۔ روحان' ماریہ کے ساتھ ساتھ شہزاد کو بھی آج ہی ڈاکٹر قاسم کے پاس لے جانا چاہتا تھا۔ حالانکہ شہزاد کو یقین دلانے کے لیے اسے کسی گواہی کی ضرورت نہیں تھی مگر وہ شہزاد کو حوریہ کے گھر والوں سے ملوانا بھی چاہتا تھا اس لیے روحان نے اسے بھی ماریہ کے ساتھ ہی دو بجے تک کا ٹائم دیا تھا جس پر اس نے بڑی بے دلی سے آنے کی ہامی بھری تھی۔

"دو بجے تک بابا عام طور پر آفس سے جا چکے ہوتے ہیں۔" روحان نے اس کی بے زاری دیکھ کر سنجیدگی سے کہا تو شہزاد نے کچھ بھی کہے بغیر فون بند کردیا۔

سارا دن روحان کے احساسات عجیب سے رہے۔ شاید ایسی ہی کسی گھبراہٹ کا شکار ماریہ بھی تھی جو وہ دو بجے سے پہلے ہی اس کے آفس پہنچ گئی۔

"آپ کو تھوڑا انتظار کرنا پڑے گا' ڈاکٹر قاسم سے چار بجے کی اپائنٹمنٹ ملی ہے' اس سے پہلے نہیں مل سکتے۔" روحان نے اپنے سامنے والی کرسی پر بیٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا جس پر وہ شیشے کی میز پر اپنا پرس رکھتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں بولی۔

"مجھے تو لگ رہا تھا آپ کو اپائنٹمنٹ لینے میں دو تین دن لگ جائیں گے۔ کم از کم دو تین دن تک اس انتظار میں سکون سے وقت گزر جائے گا کہ پتا نہیں آپ سچ کہہ رہے ہیں یا جھوٹ۔"

"میں آپ کی فیلنگز سمجھ سکتا ہوں' جس لڑکی کو آپ بچپن سے اپنی بہن سمجھتی آئی ہیں' وہ آپ کی کوئی نہیں ہے۔ یہ برداشت کرنا بہت مشکل کام ہے۔" روحان نے متانت سے کہا تو ماریہ باجی تلخی سے مسکرا دیں۔

"جو کچھ ہم اب تک برداشت کرتے آئے ہیں' اس کے مقابلے میں اس حقیقت کو برداشت کرنا کچھ بھی نہیں بلکہ جب آپ نے کہا کہ آپ مجھے آج ہی ڈاکٹر قاسم سے ملوادیں گے۔ مجھے تو تب ہی یقین ہوگیا کہ آپ جھوٹ نہیں بول رہے' اب تو میں صرف اس لیے ان سے ملنے جارہی ہوں کہ اماں ابا کو قائل کرسکوں۔ ان لوگوں نے کئی بار حوریہ کا چیک اپ کرایا ہے۔ ڈاکٹر قاسم کے علاوہ بھی ایک ڈاکٹر نے یہی کہا تھا کہ سر میں چوٹ لگنے کی وجہ سے اس کی بینائی ختم ہوگئی لیکن کبھی کوئی ڈاکٹر یہ وضاحت نہیں کرسکا کہ چوٹ لگی کیسے۔ ڈاکٹر قاسم تو جاب ہی چھوڑ گئے اور پھر ان کا رویہ بھی ایک دم چینج ہوگیا تھا۔

اصل میں حوریہ بچپن سے بہت کمزور تھی۔ اماں ابا کو تو امید ہی نہیں تھی کہ وہ بچ جائے گی۔ جب وہ چھ سات مہینے کی ہوئی تب انہیں احساس ہوا کہ وہ دیکھ نہیں سکتی۔ اس کے سر پر ایک زخم تو اماں ابا نے دیکھا

تھا مگر کیونکہ وہ پیدائشی کمزور تھی' اس لیے ان کے ذہن میں کبھی یہ خیال نہیں آیا کہ اس زخم کی وجہ سے اس کی بینائی گئی ہے بلکہ اس زخم کا اماں ذکر بھی نہیں کرتی تھیں۔ حوریہ کو بچپن میں ہماری نانی نے زیادہ تر سنبھالا تھا' کہیں ابا یہ نہ سوچ لیں کہ نانی کی اپروائی یا غیر ذمہ داری سے حوریہ کو کوئی چوٹ لگ گئی اور پھر دیکھنے میں وہ نشان اتنا بڑا بھی نہیں تھا کہ جسے دیکھ کر اندازہ ہوسکتا کہ زخم بہت گہرا ہے۔

ڈاکٹر قاسم نے بھی کئی سال بعد اس زخم کی نشاندہی کی تھی' تب تک تو وہ بالکل ہی ماند پڑ گیا تھا۔ انہوں نے تو کسی ٹیسٹ کے بعد ایک خیال ظاہر کیا تھا جسے ہم لوگوں نے زیادہ اہمیت بھی نہیں دی اور اہمیت تو شاید میں آج بھی آپ کی بات کو نہ دیتی۔ میں نے تو بس آپ کا کارڈ دیکھ کر آپ سے ملنے کا ارادہ کیا تھا۔ آپ کے کارڈ پر درج تفصیل دیکھ کر مجھے یقین ہوگیا تھا کہ آپ اس کا علاج کرانے کی استطاعت رکھتے ہیں۔ میں تو یہی چاہوں گی کہ اگر وہ آپ کی بہن نہیں بھی ہے تو بھی کسی طرح آپ کی بہن ثابت ہوجائے اور آپ اسے اپنے گھر لے جائیں۔"

بولتے بولتے ماریہ باجی کی آواز رندھ گئی تھی۔ روحان کسی شاک میں گھرا انہیں سن رہا تھا۔

"کیا وہ ٹھیک ہوسکتی ہے۔" روحان نے بے یقینی سے پوچھا۔

"جی... ڈاکٹر نے کہا تھا پاکستان سے باہر اس کا علاج ہوسکتا ہے مگر ہمارے پاس اتنے پیسے ہی نہیں ہیں ورنہ آج سے کئی سال پہلے اس کا علاج ہوچکا ہوتا۔" ماریہ کے لہجے میں آنسو گھلے ہوئے تھے۔ روحان کا دل اس بے بسی پر ایک پل کے لیے سکڑ کر پھیلا تھا مگر اس نے فوری طور پر مایوس کن سوچوں کو جھٹکتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"آپ نے بہت اچھا کیا جو یہاں آگئیں' آپ کے والدین کے لیے میری بات پر یقین کرنا آسان نہیں تھا۔ انہوں نے پہلے ہی اتنی تکلیفیں اٹھائی ہیں کہ وہ مزید پریشانیوں کا بار اٹھانے کے خیال سے ہی خوفزدہ ہوگئے ہوں گے' اس لیے ہم انہیں پریشان کیے بغیر پہلے اپنے طور پر سارے ٹیسٹ کرائیں گے اور جب سب ثابت ہوجائے گا' تب ان کے سامنے حاضر ہوں گے۔ اس وقت وہ مقام ان کے لیے اذیت کا نہیں بلکہ مسرت کا باعث ہوگا' جب وہ اپنے بیٹے سے ملیں گے۔" روحان ایک جوش کے عالم میں بول رہا تھا۔ ماریہ کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے خوش ہونا چاہیے یا اداس' اس کے لیے یہ تصور کرنا بھی بہت مشکل امر تھا کہ حوریہ اس کی بہن نہیں ہے مگر دوسری طرف وہ بغیر کسی میڈیکل رپورٹ کی تصدیق کے اس خبر پر یقین کرلینا چاہتی تھی کیونکہ اگر یہ ثابت نہ ہوتا تو وہ اتنی بڑی کمپنی کا مالک اس کی بہن کا علاج نہ کراتا۔ وہ علاج جس کے متعلق سوچنا بھی ان کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا اور جسے ممکن بنانے کے لیے اس نے حوریہ کے ساتھ ساتھ کسی اور کی زندگی کو بھی روگ لگا دیا تھا۔

ایک وقت تھا جب اسے عادل کے اقدام پر بہت غصہ آیا تھا اور اس سے شدید نفرت محسوس ہوئی تھی مگر جیسے جیسے وقت گزرتا گیا' اس کا غصہ پچھتاوے میں تبدیل ہوتا گیا۔ انہوں نے عادل کے ساتھ کب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اچھا کیا تھا جو وہ عادل سے اچھائی کی امید رکھتے۔ اگر عادل کی جگہ وہ خود ہوتیں تو ان کا بھی یہی فیصلہ ہوتا بلکہ وہ شاید کوئی انتقامی کارروائی بھی کر گزرتیں جبکہ عادل نے تو صرف شادی توڑ دی ورنہ اگر وہ چاہتا تو ماریہ کی جاب بھی ختم کر سکتا تھا لیکن اس نے ایسی کوئی کوشش نہیں کی بلکہ جب اسے پتا چلا کہ حوریہ ٹھیک ہو سکتی ہے' تب وہ اس کے علاج کا خرچہ اٹھانے کے لیے بھی تیار ہو گیا اور تب حوریہ کا انکار کرنا انہیں سرتاپا سلگا گیا تھا۔ کتنا بگڑی تھیں وہ حوریہ پر' کیا کچھ نہیں کہا تھا۔ اسے مختلف موقعوں پر کہے اپنے الفاظ انہیں آج بھی یاد تھے۔

"ہمارے پاس اتنا پیسہ کبھی ہو گا نہیں کہ تمہارا علاج کرا سکیں۔ آخر تمہاری زندگی میں بہتری کی امید رکھیں بھی تو کیسے۔"

مایوسی کے گھپ اندھیرے میں کھڑے شخص کو امید کی کوئی کرن نظر نہیں آتی کیونکہ حالات پر نظر رکھنے سے نظر محدود ہو جاتی ہے' کبھی وسیع نہیں ہوتی۔ امید کی کرن صرف مسبب الاسباب کی طرف رجوع کرنے سے پیدا ہوتی ہے جو وہاں سے راستہ نکالتا ہے' جہاں تک انسانی ذہن سوچ بھی نہیں سکتا۔ بس اس کی مدد کا انتظار کرنا شرط ہے جبکہ انہوں نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ یہ تو صرف حوریہ کا ایمان تھا جو عادل کو شادی سے پہلے ساری سچائی معلوم ہو گئی ورنہ وہ تو اسے برباد کر چکے تھے۔ صرف حوریہ کو یقین تھا کہ کسی کو دھوکا دینے سے اس کی زندگی میں کوئی بہتری نہیں ہو جائے گی جو چیز نصیب میں لکھی ہو' وہ بغیر کسی دھوکے اور فراڈ کے بھی ملتی ہے اور جو چیز اس کی پاک ذات نے مقدر نہیں کی' وہ کسی کا حق مارنے سے بھی نہیں مل سکتی۔

ماریہ کا ذہن کہیں سے کہیں چلا گیا تھا' اسے پتا بھی نہیں چلا' روحان اس سے معذرت کرتا آفس سے نکل گیا ہے۔ شہزاد نے آفس پہنچ کر روحان کو مسڈ کال دی تھی اور روحان اسے ماریہ کے سامنے لانے سے پہلے اکیلے میں تیار کرنا چاہتا تھا' وہ اسے لے کر اس کے کیبن میں چلا آیا۔

"کیا بات ہے بھائی! آپ تو کہہ رہے تھے کچھ پیپرز سائن کرنے ہیں۔" شہزاد نے اس کے چہرے سے کچھ اخذ کر لیا تھا' تب ہی حیرانی سے بولا۔ روحان بے خیالی میں اسے دیکھے گیا جس قیامت سے وہ گزر رہا تھا' اب اس کرب سے گزرنے کی باری شہزاد کی تھی۔

"تمہیں بابا سے سخت نفرت ہے نا' ہمیشہ انہیں صادق آفریدی کہہ کر بلاتے ہو' تمہیں انہیں بابا کہنا بھی نہیں چاہیے۔ ڈی این اے رپورٹ آ گئی ہے' تم واقعی ان کے بیٹے نہیں ہو۔" روحان نے اپنی ساری ہمتیں مجتمع کرتے ہوئے کہا۔ شہزاد کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں روحان کو دیکھتا رہا۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ پوچھتا' روحان نے خود ہی سب کچھ بالکل صاف مختصر الفاظ میں اسے بتا دیا کیونکہ وہ بتانے میں جتنا وقت لیتا' شہزاد کو اتنی ہی تکلیف ہوتی۔ اب بھی اس کی حیرت سے پھیلی آنکھیں اس کے شدید شاک کو ظاہر کر رہی تھیں۔ روحان سوائے اس کا کندھا تھپتھپانے کے کچھ نہیں کر سکا۔ اس اذیت اور صدمے کو

صرف وقت کم کر سکتا تھا' زخم کو بھرنے کی صلاحیت تو وقت میں بھی نہیں تھی کہ اتنا نقصان جو ہو گیا تھا' اس کا مداوا کوئی چیز نہیں کر سکتی تھی۔

پورے دس منٹ لگے تھے اسے روحان کے ساتھ اس کے آفس میں آنے میں' اتنی جلدی خود کو کمپوز کر کے وہ یہاں آ تو گیا تھا مگر ماریہ کو دیکھ کر ایک بار پھر اس کے احساسات عجیب سے ہو گئے۔

روحان کے تعارف کرنے پر ماریہ باجی بھی بس اسے دیکھتی رہ گئیں۔ کافی دیر تک روحان ان دونوں میں سے کسی کے بولنے کا انتظار کرتا رہا مگر کسی نے بھی پہل نہیں کی اور اس وقت تو روحان کو بہت عجیب لگا جب شہزاد پلٹ کر تیزی سے آفس سے باہر نکل گیا۔ روحان کی سمجھ میں نہیں آیا کہ اسے شہزاد کے پیچھے جانا چاہیے یا اس وقت شہزاد کو اکیلا چھوڑ دینا بہتر ہے۔ ابھی وہ فیصلہ بھی نہیں کر پایا تھا کہ ماریہ باجی نے ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا۔

"آپ پلیز شہزاد کے رویے سے ہرٹ نہ ہوں' اسے یہ سب ابھی ابھی پتا چلا ہے۔ وہ بہت بڑے شاک سے گزر رہا ہے۔" روحان شرمندہ سے انداز میں وضاحت دینے لگا۔ اسے ساری غلطی اپنی لگ رہی تھی' اسے اس وقت شہزاد کو ماریہ سے نہیں ملوانا چاہیے تھا۔

"میں اس کے رویے سے ہرٹ نہیں ہوئی ہوں۔" ماریہ باجی تیزی سے بولیں۔

"مجھے اچھی طرح احساس ہے اسے کیسا لگ رہا ہو گا۔ حوریہ اور ہم سب بھی کل سے ایسی ہی کشمکش سے گزر رہے ہیں۔ ہم نے آج تک جو بھی زندگی جی وہ جھوٹ تھی۔ ہمارا ایک بھائی بھی ہے اور ہمیں کبھی پتا ہی نہیں چلا اور... اور حوریہ بچپن سے لے کر آج تک ایک نابینا کی زندگی جی رہی ہے' صرف اس لیے کہ اس کے گھر والے اس کے علاج کے اخراجات نہیں اٹھا سکتے۔ حالانکہ آپ لوگوں کے پاس کسی چیز کی کمی نہیں' اگر وہ آپ کے پاس ہوتی تو... آپ... آپ کو نہیں پتا' ہم لوگ حوریہ کی وجہ سے کبھی کھل کر ہنسے نہیں۔

بچپن سے لے کر آج تک کسی موقع' کسی تہوار پر ہم بہنوں نے کبھی کپڑوں' چوڑیوں اور رنگوں کی باتیں نہیں کیں کہ کہیں حوریہ کو ٹھیس نہ پہنچ جائے اور اماں نے تو اپنی پوری زندگی حوریہ تک محدود کر لی تھی۔ انہوں نے خود پر ہر آرام حرام کر لیا تھا۔ ہر وقت سائے کی طرح وہ اس کے ساتھ رہتیں کہ کہیں اسے کوئی ٹھوکر نہ لگ جائے' کہیں وہ کسی چیز سے ٹکرا نہ جائے۔ اسے پڑھنے کا اتنا شوق تھا مگر ہم اس کے لیے بریل (Braille) تک کا انتظام نہ کر سکے کہ وہ کم از کم انگلیوں کی پوروں سے ہی کوئی تحریر پڑھ لیتی۔ جب ہم میں سے کوئی اسے سناتا تھا' تب ہی وہ کوئی کتاب یا اخبار سن لیتی تھی۔ اس کے دکھوں کا مداوا کرنے کے لیے ہم نے... ایک بہت اچھی جگہ اس کی شادی طے کر دی لیکن بھلا ایک اندھی سے کون شادی کرتا' چنانچہ ہم نے بتایا ہی نہیں کہ وہ دیکھ نہیں سکتی مگر حوریہ نے یہ جھوٹ گوارہ نہیں کیا۔ اس نے خود ہی اس لڑکے کو سب بتا دیا اور اس لڑکے نے عین شادی کے وقت بارات لانے سے انکار کر دیا۔ حوریہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دلہن بنی اس کا انتظار کرتی رہی اور۔۔۔" ماریہ باجی بولتے بولتے ہانپنے لگی تھیں۔

روحان کو اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ اسے لگ رہا تھا کہ اس کے اندر خون کی گردش اتنی تیز ہو گئی ہے کہ اس کی شریانیں پھٹ جائیں گی۔ وہ مٹھیاں بھینچتا غیر ارادی طور پر ادھر سے ادھر ٹہلنے لگا مگر اس کا تنفس کم ہونے کی بجائے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتا جا رہا تھا۔

"کسی کو نہیں چھوڑوں گا' ایک ایک کو عدالت میں گھسیٹ لاؤں گا۔ سب کے لائسنس اور ڈگریاں کینسل کرا دوں گا۔ کروڑوں روپے کا حرجانہ بھرواؤں گا اور سب کو فٹ پاتھ پر لے آؤں گا۔

جیسے میرے گھر والوں نے تنگدستی اور مفلسی کی زندگی گزاری ہے' ایسے انہیں بھی ایک ایک پائی کا محتاج کر دوں گا۔ اگر میری ماں کی تذلیل پورے معاشرے کے سامنے ہو سکتی ہے تو وہ بھی پوری سوسائٹی کے سامنے بے عزت ہوں گے۔" ماریہ باجی رونا دھونا بھول کر ہونق بنی روحان کو دیکھتی رہیں جس کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

☼ ☼ ☼

شہزاد کے اندر آندھیاں چل رہی تھیں۔ وہ روحان کے کیبن سے ہی نہیں آفس سے ہی باہر نکل گیا۔ اپنی سماعتوں پر اسے کسی طور یقین نہیں آ رہا تھا۔ اگر یہ سب روحان کے علاوہ کسی اور نے کیا ہوتا تو شاید وہ کبھی یقین نہ کرتا بلکہ کہنے والے کو اپنی بات بھی پوری نہ کرنے دیتا۔

اسے لگ رہا تھا' وہ کوئی خواب دیکھ رہا ہے' کوئی بہت بھیانک خواب' جیسے ہی اس کی آنکھ کھلے گی وہ واپس اپنے گھر میں ہو گا اپنی ماں کے ساتھ۔

اس کا دل چاہ رہا تھا وہ خود کو ختم کر لے ورنہ جب سے وہ روحان کے ساتھ کراچی آیا تھا' اسے اپنی زندگی اتنی بوجھ نہیں لگتی تھی' یہاں اس سے وابستہ حقیقت سے بہت کم لوگ واقف تھے اور وہ بھی اس پر طنز سے بھرے نشتر نہیں چلاتے تھے۔ ایک سوائے صادق آفریدی کے اور ان سے اس کا ملنا بہت کم ہوتا تھا۔ جب سے وہ ان کا گھر چھوڑ کر روحان کی دی ہوئی اس [illegible] ایکوموڈیشن میں شفٹ ہوا تھا' اسے اپنی زندگی بوجھ لگنا کم ہو گئی تھی۔ ایسا لگتا تھا جیسے زندگی میں سکون نہ سہی' ٹھہراؤ آ گیا ہو جس کی ایک بہت بڑی وجہ رومیسہ تھی اور دوسری سب سے بڑی اور اہم وجہ یہ تھی کہ اس کا لاہور کے ان تمام لوگوں سے ساتھ چھوٹ گیا تھا جو اس کی تذلیل کرتے تھے یا اس کی ماں کی دل آزاری کا سبب بنتے تھے بلکہ وہ تو اب بڑے اطمینان سے اپنے اور روحان کے کرائے ڈی این اے ٹیسٹ کی رپورٹ کا انتظار کر رہا تھا کہ کب وہ رپورٹ ہاتھ آئے اور وہ لاہور لے جا کر اسے عماد ماموں کے سامنے رکھ دے۔

لیکن اس ایک سوچ سے ہٹ کر اس نے اور کسی پہلو پر غور ہی نہیں کیا تھا' نہ ہی اور کسی ممکنات پر دھیان دیا تھا' اسی لیے اب جو سچائی اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی' اسے دیکھنے کے بعد وہ خود سے بھی نظریں ملانے کے قابل نہیں رہا تھا۔ اسے تو صادق آفریدی سے گلہ تھا کہ انہوں نے کبھی کچھ جاننے کی

کوشش نہیں کی' بس جو سنا اسی پر یقین کر لیا۔ ان کی اس غیر ذمہ داری اور بے حسی پر کڑھتے اور سلگتے ہوئے اس نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ ایک دن وہ خود بھی اسی صف میں آ کھڑا ہو گا۔

اس نے کب کچھ کرنے کی کوشش کی۔ بس یہ سوچ لیا کہ سعودی عرب کی ایمبیسی سے کوئی غلطی ہو گئی۔ ایک بار بھی اس نے یہ نہیں سوچا کہ اگر اس کا ڈی این اے اس کے باپ سے میچ نہیں ہوا تو عین ممکن ہے کہ اس کی ماں سے بھی میچ نہ ہو۔ اگر اس نے عتیقہ کی زندگی میں ایک بار اپنا اور ان کا ٹیسٹ کرا لیا ہوتا تو اس کی ماں پر لگا تہمت کا داغ اس کی زندگی میں ہی دھل جاتا۔ حالانکہ یہ حقیقت قبول کرنا اس کے لیے بہت مشکل تھا کہ وہ خود کو آج تک جس گھرانے اور خاندان سے وابستہ سمجھتا تھا' اس گھر سے اس کا کوئی رشتہ نہیں تھا بلکہ وہ ایک ایسے خاندان کا فرد ہے جسے وہ جانتا تک نہیں۔

روحان کے ساتھ ٹیسٹ کراتے وقت اسے اپنی ماں کی بے گناہی ثابت ہو جانے کا یقین تھا مگر وہ خود اس طرح ارزاں اور بے نشان ہو جائے گا' یہ تو اس کے گمان میں بھی نہیں تھا۔ ہرچند کہ روحان نے اسے ساری سچائی سے آگاہ کرنے سے پہلے اس کی بنیادوں کا پتا لگا لیا تھا تاکہ اسے اپنی ذات کے بے مایہ ہونے کا احساس نہ ہو مگر اسے شدید قسم کا دھچکا پہنچا تھا جس لڑکی کو روحان نے اس کی بہن کہہ کر ملوایا تھا' اسے دیکھ کر شہزاد کو اپنا پورا وجود ٹھنڈا پڑتا محسوس ہو رہا تھا' اسی لیے وہ فوراً" وہاں سے چلا گیا ورنہ اسے لگ رہا تھا اس کا خون تک جم کر منجمد ہو جائے گا جیسے کسی نے اسے فریز کر دیا ہو۔ وہ ماریہ باجی سے ہی نہیں' خود سے بھی فرار ہوتا آفس سے نکل آیا تھا اور آفس کے پاس ہی بنے ایک چھوٹے سے پارک میں آ بیٹھا تھا۔ دوپہر کا وقت ہونے کے باعث پارک میں رش نہ ہونے کے برابر تھا مگر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہاں چہل پہل اور رونق بڑھ گئی۔

شہزاد شاید اسی طرح اس ایک بینچ پر بغیر ہلے جلے رات تک بیٹھا رہتا کہ اس کا موبائل بج اٹھا۔

دوسری طرف رومیسہ کی آواز سن کر اسے کچھ حیرانی سی ہوئی۔ اس نے کبھی شہزاد کو اس طرح فون نہیں کیا تھا' وہ دونوں ہی ہاسٹل میں رہائش پذیر تھے' اس لیے کبھی ایک دوسرے سے ملنے بھی نہیں جاتے تھے اور رومیسہ کے پاس موبائل بھی نہیں تھا جبکہ شہزاد کو اس کے ہاسٹل فون کرنا کچھ مناسب نہیں لگتا تھا۔

"کہاں ہو شہزاد تم! میں نے تمہارے ہاسٹل فون کیا تھا' وہاں سے پتا چلا تم آفس گئے ہو۔ اب میں آفس آئی ہوں تو پتا چلا ہے کہ نہ تم یہاں ہو نہ روحان بھائی۔" رومیسہ کی آواز میں کافی حیرانی تھی' اپنے ہاسٹل سے وہ اس کے موبائل پر فون نہیں کر سکتی تھی' وہاں کا زیرو لاک تھا۔ اب اس نے یہاں آفس آ کر اسے فون کیا تھا۔ اس کی پریشانی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ جانتی تھی۔ شہزاد نے آفس جانا چھوڑ دیا ہے پھر وہ ہاسٹل سے آفس کا کہہ کر کیوں نکل گیا جبکہ یہاں بھی اسٹاف کے بیان کے مطابق زیادہ دیر نہیں رکا۔

"کیا بات ہے' خیریت تو ہے۔" شہزاد کا اس وقت کسی سے بھی بات کرنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا مگر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رومیسہ کی اتنی بھاگ دوڑ دیکھ کر اسے پوچھنا پڑا۔

"خیر تو ہے' بس تم سے ایک بات کرنی تھی۔" اتنی جلدی روحان نے رومیسہ کو کچھ بتایا تو نہیں ہوگا پھر اسے ایسی کیا بات کرنی تھی جو وہ اسے ڈھونڈتی پھر رہی تھی۔ یہی سوچتے ہوئے شہزاد نے اسے اپنے پارک میں موجود ہونے کے متعلق بتادیا تو وہ محض دس منٹ میں اس کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

"کیا بات ہے شہزاد! تم یہاں کیا کررہے ہو۔"

"پہلے تم بتاؤ' تم یہاں کیا کررہی ہو۔" شہزاد نے ایک طرح سے اسے ٹالنے کے لیے پوچھا تو وہ گہرا سانس کھینچتی بنچ پر اس کے برابر میں بیٹھ گئی۔

"بات تو کچھ خاص نہیں ہے' بس ایسے ہی پریشان ہونے کی عادت پڑ گئی ہے۔" اس نے شولڈر بیگ کندھے پر سے اتارتے ہوئے تھکے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔

"صادق انکل کا فون آیا تھا' اپنے رویے کی معافی مانگ رہے تھے۔" وہ رک کر شہزاد کو دیکھنے لگی جو سوالیہ انداز میں اسے ایسے دیکھ رہا تھا جیسے پوچھ رہا ہو تو کیا ہو گیا۔

"میرا دل ان کی طرف سے کبھی صاف نہیں ہو سکتا لیکن انہوں نے مجھ پر بہت احسانات کیے ہیں پھر وہ میرے بزرگ بھی ہیں۔ مجھے اس طرح ان کا معافی مانگنا بہت برا لگا' شرمندگی بھی بہت ہوئی۔" شہزاد کی سمجھ میں اب بھی کچھ نہیں آیا' وہ لاپروائی سے بولا۔

"تو معاف کردو' ویسے بھی دل میں بغض رکھنے کا کیا فائدہ' جب اتنے احسان کیے ہیں تو ان کی باتیں سننے کا ظرف بھی ہونا چاہیے۔"

"انہوں نے معافی مجھ سے مانگی ہے جبکہ مجھ سے زیادہ انہوں نے تمہاری بے عزتی کی تھی۔ انہیں تم سے پہلے معافی مانگنی چاہیے تھی۔" اس کی بات سن کر شہزاد اچھا خاصا تلخ ہو گیا۔

"احسان انہوں نے تم پر کیے ہیں اور اپنی غلطی بھی تسلیم کررہے ہیں تو بس تم اس معاملے کو ختم کردو اور اس خیال کو دل سے نکال دو کہ وہ کبھی مجھ سے معافی مانگیں گے اور نہ ہی مجھے ایسی کوئی خواہش ہے۔" شہزاد نے آخری جملہ سرگوشیانہ انداز میں خود کلامی میں کہا۔ رومیسہ چپ چاپ اسے دیکھتی رہی تو شہزاد بات بدلنے کے لیے بولا۔

"اسی لیے مجھے ڈھونڈتی پھر رہی تھیں۔"

"ہاں' صادق انکل نے مجھے شام میں گھر بلایا ہے۔ میرا بالکل دل نہیں چاہ رہا جانے کا۔" وہ سپاٹ لہجے میں بولی۔

"تو مت جاؤ' کہہ دو آج کچھ کام ہے' جب غصہ کچھ ٹھنڈا ہو جائے تو چلی جانا۔" شہزاد نے بات ختم کرنے والے انداز میں کہا۔

"وہ آج روحان بھائی کی شادی کی تاریخ طے کرنے جارہے ہیں اور مجھے بھی ساتھ لے جانا چاہتے

ہیں۔" شہزاد چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"علیزہ بھابھی کے ساتھ؟" وہ حیرانی سے بولا۔

"ظاہری بات ہے اور کس کے ساتھ ہوگی۔" رومیسہ بگڑ کر بولی۔

"اور روحان بھائی مان گئے۔" شہزاد اب بھی بے یقین تھا۔ ابھی کچھ گھنٹوں پہلے ہی روحان نے اسے شوکت آنٹی کے بارے میں جو بتایا تھا' اسے سننے کے بعد رومیسہ کی بات سننا اسے متحیر کر گیا تھا۔

"انہیں کیا اعتراض ہوگا۔" رومیسہ چڑ گئی پھر اسے سوچ میں ڈوبتا دیکھ کر کہنے لگی۔

"ویسے روحان بھائی کو یہ نہیں پتا ہے کہ صادق انکل آج تاریخ لینے جارہے ہیں۔ صادق انکل صبح فون پر کہہ رہے تھے' روحان بھائی آج کل بہت اپ سیٹ لگ رہے ہیں۔ وہ مجھ سے پوچھ رہے تھے کیا مجھے ان کی پریشانی کی وجہ معلوم ہے۔" رومیسہ ایک دم رک گئی۔

"پھر تم نے کیا کہا۔" شہزاد نے فوراً پوچھا۔

"میں نے کہہ دیا جو حالات ہیں' ان میں وہ خوشیاں تو نہیں منا سکتے۔ ظاہری بات ہے پریشان ہی ہوں گے۔ تب انکل نے کہا۔ ان کی شادی کردیتے ہیں اور آج ہی چل کر کوئی نزدیک کی ڈیٹ لے لیتے ہیں۔ تم بھی آجاؤ۔" وہ آف موڈ کے ساتھ بولی۔

"تو کیا شادی ہونے سے ان کی ساری پریشانیاں ختم ہو جائیں گی۔" شہزاد نے جارحانہ انداز میں طنز کیا تو رومیسہ بھی تلخ ہو گئی۔

"پریشانیاں تو ویسے بھی ختم نہیں ہو سکتیں لیکن علیزہ بھابھی کے آنے سے کچھ دھیان تو بٹ جائے گا۔" اس کے انداز پر شہزاد نے گہرا سانس کھینچ کر پہلے خود کو ٹھنڈا کیا پھر اسے پرسکون کرنے کے لیے رسانیت سے بولا۔

"دیکھو اس طرح کے معاملوں میں سرپرائز اچھا نہیں لگتا۔ تم ایسا کرو روحان بھائی کو بتادو کہ وہ شادی کی ڈیٹ فکس کررہے ہیں' وہ بھی کوئی نزدیک کی۔ ہو سکتا ہے وہ فی الحال شادی کے لیے تیار نہ ہوں۔"

اس کے لہجہ بدلنے پر رومیسہ بھی نرم پڑتے ہوئے بولی۔

"اب اگر انکل سرپرائز رکھنا چاہتے ہیں تو میں کیسے بتادوں۔ ویسے بھی روحان بھائی کو خوشی ہی ہوگی۔ تمہیں نہیں پتا ان کی منگنی بھی ایسے ہی ہوئی تھی۔ صادق انکل نے۔۔۔۔"

"مجھے معلوم ہے روحان بھائی نے بتایا تھا۔" شہزاد نے اس کی بات کاٹ دی۔ اس کی نظروں کے سامنے وہ منظر گھوم گیا جب روحان نے علیزہ کا ذکر کیا تھا۔ کیسی چمک تھی اس کی آنکھوں میں۔ علیزہ کا تذکرہ کرتے ہوئے جسے یاد کرکے شہزاد گم سم سا ہو گیا اور رومیسہ اسے چپ دیکھ کر سمجھانے لگی۔

"روحان بھائی کو پتا چل ہی جائے گا صادق انکل انہیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے۔ بظاہر وہ ملنے جارہے ہوں گے جب پہنچیں گے تو پتا چلے گا کہ تاریخ طے کرنے آئے ہیں۔" رومیسہ کی بات پر شہزاد

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے خالی الذہنی کے عالم میں سر ہلا دیا اور پر سوچ انداز میں بولا۔

"تمہیں بھی ان کے ساتھ جانا چاہیے۔" اس کی بات پر رومیسہ کچھ کہنے ہی والی تھی کہ شہزاد نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔

"تمہاری روحان بھائی سے تو کوئی لڑائی نہیں ہے نا۔"

اس کے سوالیہ انداز میں دی گئی وضاحت پر رومیسہ کچھ دیر تو اسے دیکھتی رہی پھر ٹھہر ٹھہر کر بولی۔

"پھر تو تمہیں بھی چلنا چاہیے۔" ایک پل کے لیے شہزاد لاجواب ہو کر رہ گیا پھر سنبھل کر بولا۔

"میرے آنے سے ماحول میں کشیدگی ہو جائے گی اور خوشی کے موقع پر کوئی بدمزگی نہیں ہونی چاہیے لیکن میں ایک بار پھر کہوں گا' انہیں وہاں لے جانے سے پہلے جانے کی وجہ بتا دو۔ کہیں وہاں اچانک وہ کچھ کہہ نہ دیں۔"

"روحان بھائی نے صادق انکل سے بات چیت بالکل بند کر رکھی ہے۔ شاید اسی لیے انکل کو مجھے فون کرنا پڑا۔ اب گھر جا کر دیکھوں گی کیا صورت حال ہے۔ پتا نہیں روحان بھائی چلنے کے لیے تیار بھی ہوں گے یا نہیں۔ کیا پتا جانے سے پہلے ہی انہیں انکل کے ارادوں کا علم ہو جائے۔ انکل تو بڑی تیاری سے مٹھائیاں لے کر جا رہے ہیں۔ انہوں نے علیزہ بھابھی کے گھر پر بھی انفارم کر دیا ہے۔" رومیسہ تفصیل بتانے کے بعد اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

"میرا اب اس گھر میں جانے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

شہزاد اس کے خفا خفا انداز کو دیکھتا رہ گیا۔ وہ بچپن سے ذلت سہتا آیا تھا مگر اپنی بے عزتی پر کسی دوسرے کو اتنا خائف دیکھنے کا تجربہ اسے پہلی بار ہو رہا تھا۔ ایک بار پھر اس کے دل میں پچھتاووں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ اگر اس نے روحان کی طرح کچھ جاننے اور کھوجنے کی کوشش کر لی ہوتی تو آج یہ نوبت نہ آتی۔ اس نے پلکیں جھپک کر آنکھوں میں اترتی نمی کو اپنے اندر اتار لیا۔

"میں تمہاری فیلنگز سمجھ سکتا ہوں لیکن روحان بھائی کے لیے تمہیں جانا چاہیے' یعنی کہ میرے لیے۔" شہزاد نے مدھم لہجے میں کہا تو رومیسہ سر جھکا گئی۔

☆ ☆ ☆

کتنے دنوں بعد انہوں نے رومیسہ کو دیکھا تھا۔ حالانکہ ان کا فی الحال کوئی ارادہ نہیں تھا رومیسہ کو فون کر کے اس سے معذرت کرنے کا مگر جب سے وہ گئی تھی روحان نے صادق آفریدی سے بات تک کرنی چھوڑ دی تھی۔ وہ اپنے اور اس کے بیچ اس سرد جنگ کو ختم کرنا چاہتے تھے' ویسے بھی شہزاد یہاں سے چلا ہی گیا تھا۔ اب' نہیں اس معاملے کو خوامخواہ طول دینے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ وہ آج کل بہت زیادہ تنہائی محسوس کر رہے تھے' اسی لیے انہیں سب سے پہلے علیزہ کو گھر لے آنے کا خیال آیا تھا۔ صرف ایک وہی تھی جو ان کے اور روحان کے بیچ کھنچاؤ کو کم کر سکتی تھی مگر شادی کے بارے میں روحان سے بات کرنے کا

ان کا منہ نہیں پڑ رہا تھا لیکن کل رات کھانے کی میز سے جس طرح وہ واپس لوٹ گیا تھا' اسے دیکھ کر انہیں رومیسہ سے رابطہ کرنے کا خیال آیا تھا۔ ویسے بھی ان کی رومیسہ سے کوئی شدید قسم کی ناراضی نہیں تھی' اسی لیے انہوں نے اگلے ہی دن اسے فون کر ڈالا اور شام گہری ہونے سے پہلے وہ ان کے سامنے تھی مگر یہ بھی بہت تھا کہ وہ آ گئی تھی۔ اسے دیکھ کر انہیں واقعی اچھا لگا تھا۔ بڑے پرتپاک انداز میں انہوں نے اس کا خیر مقدم کیا تھا مگر اس نے سیدھا روحان کے متعلق پوچھ لیا۔

"روحان بھائی کہاں ہیں؟"

"وہ پتا نہیں۔ آج تو آفس سے جلدی گھر آ گیا تھا مگر آتے ہی کمرے میں بند ہو گیا' اب کچھ دیر پہلے دوبارہ گھر سے نکل گیا۔" صادق آفریدی کے لہجے میں محسوس کی جانے والی شکستگی تھی۔ رومیسہ نہ چاہتے ہوئے بھی ان کے تھکے ہوئے چہرے کو دیکھنے لگی۔

"میرے خیال سے روحان بھائی کو فون کر کے بلا لیں' میں زیادہ دیر نہیں رک سکتی۔" رومیسہ کے آہستگی سے کہنے پر صادق آفریدی ڈپٹنے والے انداز میں بولے۔

"کیوں' ایسا کیا کام آ گیا ہے۔ کھانا کھائے بغیر نہیں جاؤ گی تم اور جاؤ جا کر میرے اور اپنے لیے چائے بنا کر لاؤ۔" رومیسہ اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں' وہ جوں کی توں لاؤنج کے صوفے پر بیٹھی رہی تو صادق آفریدی گہرا سانس کھینچتے ہوئے بولے۔

"میں فون کر کے اسے بلاؤں گا تو وہ کبھی بھی نہیں آئے گا۔ ایسا کرو تم فون کر دو۔"

"میں... میں کہوں گی' کہاں جانا ہے۔" رومیسہ الجھ کر بولی تو صادق آفریدی بھی سوچ میں پڑ گئے۔ اس سے پہلے کہ وہ کسی فیصلے پر پہنچتے لاؤنج میں رکھا فون بج اٹھا۔ انہوں نے ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف علیزہ کے والد احسان صاحب موجود تھے۔

"احسان ہم لوگ بس روحان کا انتظار کر رہے ہیں وہ جیسے ہی آتا ہے ہم فوراً پہنچتے ہیں۔"

"وہ تو آ بھی گیا۔" احسان صاحب خوش دلی سے بولے۔

"کیا۔" صادق آفریدی چونک اٹھے۔

"ہاں ابھی ابھی آیا ہے' تمہیں تو بس سرپرائز دینے کا شوق چڑھا رہتا ہے۔ اتنا اہم موقع ہے اور وہ ایسے ہی منہ اٹھا کر آ گیا ہے بلکہ صرف علیزہ سے ملنے آیا تھا۔ ہمیں دیکھتے ہی کہنے لگا' انکل آپ اور شوکت آنٹی آج اتنی جلدی کیسے آ گئے۔ دل تو چاہا کہہ دوں' ابھی تمہارے بابا بھی آنے والے ہیں مگر تم پر ترس آ گیا۔" احسان انکل خوشی خوشی بولتے رہے' خود صادق آفریدی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔

"شکر ہے کسی کو تو ترس آیا مجھ پر۔ اب اپنی زبان پر قابو رکھنا میں اور رومیسہ فوراً پہنچ رہے ہیں۔"

"جلدی پہنچو' روحان مجھے زیادہ دیر ٹکتا ہوا نہیں لگ رہا۔" انہوں نے دور ڈرائنگ روم میں بیٹھے روحان کو گلاس وال کے پار دیکھتے ہوئے کہا جو عروبہ کے ساتھ بیٹھا تو تھا مگر اس کے ساتھ باتوں میں شریک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھا۔ عروبہ اکیلی ہی نان اسٹاپ بولے جارہی تھی۔ روحان تو ہوں ہاں تک نہیں کررہا تھا۔

اسے بالکل امید نہیں تھی کہ احسان انکل اور شوکت آنٹی اس وقت گھر پر موجود ہوں گے' وہ تو علیزہ سے بات کرنے آیا تھا' جب سے اس نے ماریہ اور شہزاد سے بات کی تھی' وہ تب سے ذہن میں الفاظ ترتیب دے رہا تھا مگر علیزہ کے متوقع ردعمل کا تصور کرتے ہی اس کے سارے جملے ہوا ہوجاتے پھر بھی یہ سچ جلد از جلد علیزہ کو بتا دینا چاہتا تھا کیونکہ حوریہ کے ٹیسٹ کراتے ہی وہ ساری رپورٹس بابا کے سامنے رکھنے والا تھا جس کے بعد وہ باقاعدہ قانونی کارروائی کرنے والا تھا اور یہ سب کرنے سے پہلے وہ علیزہ کو اعتماد میں لے کر سب بتا دینا چاہتا تھا تاکہ کورٹ میں کیس جانے سے پہلے علیزہ اس شاک سے باہر آجائے مگر یہاں آکر اسے بڑی کوفت اور مایوسی ہوئی تھی۔ سب گھر پر موجود تھے۔ علیزہ سے بات کرنا ممکن ہی نہیں تھا' اوپر سے علیزہ بھی کترا رہی تھی۔ عموماً" وہ اس سے پردہ وغیرہ نہیں کرتی تھی۔ احسان انکل اور شوکت آنٹی کی موجودگی میں بھی وہ اس سے بات کرلیا کرتی تھی مگر آج اسے دیکھتے ہی وہ جس طرح حیران ہونے کے بعد گھبرا کر منظر سے ہٹی تھی' وہ لمحہ واقعی اس کے لیے حیران کن تھا۔ اسے لگ رہا تھا اسے فوراً" گھر چلے جانا چاہیے اور کل علیزہ کو اس کے آفس سے پک کرکے بات کرنی چاہیے مگر وہ یہ سب کسی پبلک پلیس میں ڈسکس نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ یہی سب سوچ رہا تھا' عروبہ اس کے سامنے والے صوفے پر بیٹھی اس سے کیا بولے جارہی تھی' اسے سنائی بھی نہیں دے رہا تھا مگر اگلے ہی پل وہ چونک کر کھڑا ہوتا ہوا حواسوں میں واپس آگیا۔

صادق آفریدی کا اچانک آنا وہ بھی رومیسہ کے ساتھ واقعی تعجب کی بات تھی اور ان کے پیچھے اپنے ڈرائیور کو مٹھائی کے ٹوکرے اور مختلف میوہ جات اٹھائے دیکھ کر اس کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی گویا یقین نہیں کرنا چاہ رہا تھا۔

صادق آفریدی کے پیچھے پیچھے احسان انکل بھی ڈرائنگ روم میں واپس آگئے تھے اور جس طرح وہ گلے لگ کر کافی دیر تک ایک دوسرے کی پیٹھ تھپکتے رہے تھے' اسے دیکھ کر روحان ان پر سے نظریں ہٹا کر رومیسہ کو دیکھنے لگا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی' اسے متوجہ دیکھ کر رومیسہ مسکراتی اس کے قریب چلی آئی۔

"یہ سب کیا ہے رومیسہ؟" روحان نے اس کے سلام کرنے پر جواب دیے بغیر پوچھا۔

"مجھے کیا معلوم۔" وہ کندھے اچکاتے ہوئے چور مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"آپ کو شاید معلوم ہوگا' تب ہی آپ ہم سے بھی پہلے پہنچ گئے۔" رومیسہ نے عروبہ کو دیکھتے ہوئے شرارت سے کہا تو عروبہ کھلکھلا کر ہنس دی۔

"ہاں ہوسکتا ہے علیزہ باجی کو تو پتا ہے اور جو بات انہیں پتا ہو' وہ لیک آؤٹ کرکے روحان بھائی کو بتا بھی سکتی ہیں۔" عروبہ نے بھی آنکھیں نچاتے ہوئے کہا پھر جتنی دیر وہ ان کے ساتھ کھڑا رہا' وہ ایسے ہی ذومعنی جملے بولتی رہیں۔ مجبوراً" روحان کو صادق آفریدی اور احسان انکل کے نزدیک آنا پڑا۔ اس کی توقع کے عین مطابق اس کی شادی کا ذکر ہو رہا تھا مگر شادی کی جو تاریخیں وہ ڈسکس کررہے تھے' انہیں سن کر وہ یک ٹک صادق آفریدی کو دیکھتا چلا گیا جو اس کی کیفیت محسوس کرکے اس کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھنے لگے۔

"تم کچھ بولو روحان! اگلے مہینے کی بیس تاریخ ٹھیک رہے گی نا۔" روحان چپ چاپ انہیں دیکھتا رہا۔ اس کی ناراضی دور کرنے کا جو طریقہ انہوں نے چنا تھا' وہ عام حالات میں شاید قابل قبول ہوتا مگر اس وقت تو اسے اور الجھا گیا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا' صاف منع کردے۔ وہ اگلے کچھ مہینوں تک شادی کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا اور آگے جاکر حالات جانے کیا کروٹ لینے والے تھے' اسے تو اپنا اور علیزہ کا رشتہ بھی داؤ پر لگتا نظر آرہا تھا پھر وہ محض پچیس دن بعد شادی کرنے کی ہامی کیسے بھر سکتا تھا مگر احسان انکل رومیسہ اور عروبہ کی موجودگی میں اس کی زبان تالو سے چپک گئی تھی کہ تب ہی شوکت آنٹی بھی ڈرائنگ روم میں چلی آئیں۔

وہ موبائل پر کسی اہم گفتگو میں مصروف تھیں۔ روحان کے آنے پر انہوں نے محض مسکرا کر اس کا خیر مقدم کیا تھا اور اٹھ کر کمرے میں چلی گئی تھیں۔ انہیں دیکھ کر روحان کا تنفس بڑھنے لگا۔ حسب معمول وہ اس سے بڑی گرم جوشی سے ملتی تھیں مگر روحان نے جواب میں ایک مصنوعی مسکراہٹ بھی چہرے پر سجانی ضروری نہیں سمجھی بلکہ وہ وہاں سے اٹھنے کا بہانہ ڈھونڈنے لگا۔ اسے شدید قسم کی گھٹن ہو رہی تھی۔ ایسا لگ رہا تھا کمرے میں آکسیجن بالکل ختم ہوگئی ہو۔

اگر علیزہ کا خیال نہ ہوتا تو شاید وہ اسی وقت پھٹ پڑتا مگر اسے بتانے سے پہلے وہ یہ حقیقت ان کے سامنے نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ ویسے بھی جب تک حوریہ کا ٹیسٹ نہیں ہوجاتا' وہ ان کے جرم کو پوری طرح ثابت نہیں کرسکتا تھا جبکہ وہ ان کے سامنے پوری تیاری سے آنا چاہتا تھا تاکہ ان کے پاس خود کا دفاع کرنے کے لیے کوئی بودا سا بھی بہانہ نہ ہو۔ البتہ وہاں بیٹھ کر ان سب کو خوش گپیوں میں مصروف دیکھ کر اسے شدت سے احساس ہو رہا تھا کہ جس گھرانے پر وہ اتنا بڑا جرم عائد کرنے جارہا ہے' اس گھرانے میں شادی کرنا اور اتنا مضبوط رشتہ استوار کرنا کیسے ممکن ہے۔ شادی صرف دو لوگوں کے بیچ نہیں' دو خاندانوں کے بیچ ہوتی ہے۔ وہ اس گھر کی بیٹی کو لے جاکر اسی گھر سے قطع تعلق کیسے کرے گا اور اگر اس نے ایسا نہ بھی کیا تو بھی اس گھر کے افراد اسے گھر کے فرد کی حیثیت کیسے دے سکیں گے۔

اس کا ذہن سوچوں کی بھرمار سے شل ہونے لگا کہ تب ہی اس کے موبائل کی میسج ٹون بج اٹھی۔ روحان نے اسکرین پر جیسے ہی علیزہ کا نام دیکھا' ویو کا بٹن دبا دیا۔ اسکرین پر بڑی انکساری سے کی گئی التجا ابھر آئی۔

"پلیز دو ماہ سے پہلے کی کوئی تاریخ مت دینا میرے آفس میں بہت کام ہے۔ نہ چھٹی مل سکتی ہے نہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ریزائن کرنا ممکن ہے۔"

روحان خالی الذہنی کے عالم میں تحریر کو دیکھے گیا پھر بہت سوچتے ہوئے اس نے جواب لکھا اور سینڈ کردیا۔

"میں تم سے ملنا چاہتا ہوں' کہاں ہو تم۔ بہت ضروری بات ہے۔" میسج بھیج کر روحان اس کے جواب کا انتظار کرنے لگا۔ اسے بس ایک ہی فکر لاحق تھی۔ کہیں علیزہ اس کی بات کو مذاق سمجھ کر نظرانداز نہ کردے مگر اس وقت اسے بڑا سکون ملا جب تھوڑی ہی دیر میں اس کا جواب آگیا۔

"اگر سمجھ داری سے اٹھ کر آسکتے ہو تو چھت پر آجاؤ ورنہ نہیں۔" روحان کی انگلیاں تیزی سے میسج کرنے لگیں۔ اس نے علیزہ کو مسڈ کال دینے کی ہدایت جاری کی اور جیسے ہی علیزہ نے فون کیا' وہ سب سے ایکسکیوز کرتا اٹھ کر ڈرائنگ روم سے باہر آگیا۔ عروبہ کے ذہن میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ اس کی بہن نے روحان کو بلایا ہوگا ورنہ وہ ضرور تنگ کرنے کے لیے پیچھے آجاتی جبکہ رومیسہ سے ایسا کوئی خطرہ ہی نہیں تھا۔ وہ ایسے مذاق نہیں کرتی تھی' وہ اگر سمجھ بھی جاتی تو بھی وہیں بیٹھی رہتی۔

روحان تیزی سے سیڑھیاں پھلانگتا چھت پر آیا تو علیزہ کو دیوار پر کہنیاں ٹکائے اپنی جانب پشت کیے کھڑا پایا۔

اسے صادق آفریدی کی آمد اور آمد کی وجہ کی پہلے سے خبر تھی' اسی لیے اس نے تیاری بھی اسی لحاظ سے کر رکھی تھی۔ کاسنی اور گلابی امتزاج کے نفیس سی کڑھائی والے سوٹ میں وہ ہمیشہ سے زیادہ نازک اور حسین لگ رہی تھی۔ کندھوں تک آتے اس کے سلکی بال بہت عرصے بعد روحان نے کھلے دیکھے تھے۔ وہ زیادہ تر اس سے آفس سے واپسی میں مل لیا کرتا تھا اور آفس وہ بڑے سادہ سے حلیے میں جاتی تھی' اسی لیے اس معمولی سی تیاری میں بھی وہ ہمیشہ سے بالکل منفرد نظر آرہی تھی۔

کسی کی موجودگی کا احساس ہونے پر جب اس نے پلٹ کر دیکھا تو اس کا چہرہ واضح طور پر گلابی ہوگیا تھا۔ اس نے بڑی تیزی سے بولتے ہوئے بڑی کوشش کی تھی خود کو نارمل ظاہر کرنے کی مگر اس کی آواز کا ارتعاش اس کی گھبراہٹ کو صاف ظاہر کررہا تھا۔

"دیکھو اگر تم یہ کہنے آئے ہو کہ میں جاب چھوڑ دوں' تو میں نے پہلے ہی بتادیا ہے آفس میں آج کل بہت کام ہے۔ اس وقت میرے ریزائن کرنے سے پورے اسٹاف کو مشکل ہوجائے گی اور پھر کم از کم ایک مہینے کا نوٹس تو مجھے دینا ہوگا' جب انہیں یہ پتا چلے گا کہ میں جاب چھوڑ کر جارہی ہوں تو وہ ایکسٹرا کام کا برڈن بھی میرے اوپر ڈال دیں گے۔ تمہیں تو معلوم ہے مما کے پاس تو ٹائم ہوتا نہیں۔ عروبہ کی پسند پر مجھے بھروسہ نہیں۔ ایسے میں ساری شاپنگ مجھے ہی کرنی ہے۔ جب میرے پاس ٹائم ہی نہیں ہوگا تو میں کیسے مینیج کروں گی۔"

وہ تواتر سے بولتی چلی گئی۔ کتنی مطمئن تھی وہ جیسے سب کچھ اس کی خوشی اور پسند کے عین مطابق

ہونے والا ہو جبکہ روحان جب سے یہاں آیا تھا' اسے اپنا اور علیزہ کا ایک ہونا مشکل سے مشکل تر لگ رہا تھا اور اب اس کے نروس سے انداز کو دیکھ کر پہلی بار روحان کی سوچوں کا دھارا مخالف سمت میں بہنے لگا۔

"کیا حرج ہے اگر وہ شہزاد اور ماریہ کو کچھ دن خاموش رہنے کے لیے کہہ دے۔ بابا اور احسان انکل شادی کی کوئی نزدیک کی تاریخ رکھنا چاہتے ہیں' وہ جلد از جلد شادی کرکے علیزہ کو ایک بار اپنے گھر لے جائے اور اس کے بعد ساری قانونی کارروائی کرلے۔ اس میں تھوڑا وقت تو لگے گا مگر علیزہ کو کھونے کے امکان کم ہوجائیں گے۔

شادی کے بعد وہ اپنے ماں باپ کی مرضی پر چلنے کی پابند نہیں ہوگی' نہ ہی ان کے دباؤ میں آکر اس سے کنارہ کشی اختیار کرے گی۔ شادی بھی نارمل طریقے سے بغیر کسی بدمزگی کے ہوجائے گی۔

روحان بے دھیانی میں اسے دیکھتا چلا گیا تو وہ جو پہلے ہی پزل ہورہی تھی' ناراض ہوتے ہوئے بولی۔

"روحان! پلیز۔" روحان کے خاک بھی سمجھ میں نہیں آیا تھا جبکہ وہ دونوں ہاتھ سینے پر باندھتے ہوئے رخ موڑ کر کھڑی ہوگئی تو روحان ایک دم ہوش میں آگیا۔ اس کا روٹھا ہوا انداز دیکھ کر وہ عین اس کے سامنے آکھڑا ہوا۔ وہ کچھ کہنے کے لیے الفاظ ڈھونڈ رہا تھا جبکہ علیزہ اس کے انداز کو اس کی شرارت سمجھتے ہوئے اس کی طرف دیکھے بغیر خفگی سے بولی۔

"تم نے کہا تھا تمہیں کوئی ضروری بات کرنی ہے' اسی لیے میں نے تمہیں بلالیا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ تم محض بہانہ گھڑ رہے ہو۔ صحیح کہتے ہیں لوگ' کسی پر بھروسہ نہیں کرنا چاہیے۔"

"اگر تمہیں مجھ میں اور اپنے گھر والوں میں سے کسی ایک کو چننا پڑے تو تمہارا فیصلہ کیا ہوگا۔" روحان نے اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بالکل اچانک پوچھا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے میں اپنے گھر والوں کو چنوں گی۔" علیزہ بدستور نروٹھے انداز میں دوسری طرف دیکھتے ہوئے بولی' مگر تھوڑی دیر گزرنے پر بھی جب روحان نے کسی ردعمل کا مظاہرہ نہیں کیا تو وہ کن انکھیوں سے دیکھنے لگی' وہ بظاہر اس کے سامنے کھڑا تھا' مگر کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز اس کی نظریں اس کے کسی اور جہاں میں موجود ہونے کا پتا دے رہی تھیں۔

"کیا بات ہے روحان؟" وہ پوری طرح اس کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے فوراً سنجیدہ ہوگئی۔

"میری اور شہزاد کی ڈی این اے رپورٹ آگئی ہے۔" روحان نے دانستہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا' پھر بھی وہ اس کا چونکنا بخوبی محسوس کرگیا تھا۔

"تو؟" علیزہ نے کچھ خوفزدہ انداز میں پوچھا روحان کا رویہ دیکھتے ہوئے وہ پہلے ہی کوئی حوصلہ شکن جواب سننے کے لیے خود کو تیار کرنے لگی۔

"شہزاد میرا بھائی نہیں ہے' سگا تو کیا' سوتیلا بھائی بھی نہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیا مطلب۔" علیزہ مزید ہراساں ہوگئی تو روحان اپنی ساری ہمتیں مجتمع کرتا براہ راست اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

"مطلب یہ کہ سعودی عرب کی ایمبسی نے جو رپورٹ دی تھی وہ بالکل صحیح تھی۔ بس غلطی یہ تھی کہ اس وقت شہزاد کا ایک ٹیسٹ میری ماں کے ساتھ بھی کرالیا ہوتا تو یہ حقیقت اسی وقت آشکار ہوجاتی۔"

"مگر ایسا کیسے ہوسکتا ہے؟" علیزہ دنگ رہ گئی تھی' روحان کچھ دیر اسے دیکھتے رہنے کے بعد بولا۔

"جب وہ پیدا ہوا تھا تب اسپتال میں اسے میری بہن سے بدل دیا گیا تھا۔"

"بہن۔" علیزہ اچنبھے کے عالم میں بولی۔

"ہمارے گھر ایک لڑکی پیدا ہوئی تھی' جسے بدل کر شہزاد کو اس کی جگہ رکھ دیا گیا۔" روحان نے مشینی انداز میں کہا تو علیزہ جیسے کچھ بولنے کی پوزیشن میں ہی نہیں رہی اور ہکا بکا اسے دیکھے گئی۔ آخر روحان نے خود ہی اسے بتانا شروع کیا' مگر جیسے ہی اس کی ماں کا نام درمیان میں آیا علیزہ کا سکتہ ایک دم ٹوٹ گیا۔

"ایک۔۔۔ ایک منٹ روحان۔۔۔ ایک طرف تم یہ کہہ رہے ہو کہ شہزاد کو پیدائش کے وقت بدل دیا گیا اور اب تم کہہ رہے ہو کہ وہ مما کے اسپتال میں پیدا ہوا تھا' بلکہ میری مما نے ہی کیس ڈیل کیا تھا تو تم خود بتاؤ ایسا بھلا کیسے ممکن ہے اگر لڑکا ہوتا تو یہ تبدیلی کچھ قابل قبول بھی تھی کہ شاید نرسوں کی غلطی سے ایسا ہوگیا ہو' لیکن ایک لڑکا ایک لڑکی سے کیسے بدل سکتا ہے' اگر ایسا ہوتا تو کیا مما کو پتا نہیں چلتا۔"

علیزہ جرح کرتے ہوئے بولی تو روحان اسے دیکھتا چلا گیا' اتنا کچھ سننے کے بعد بھی وہ یہ نہیں سمجھ سکی تھی کہ روحان کیا کہنا چاہ رہا ہے' دراصل اسے اپنی ماں پر اتنا بھروسہ تھا کہ وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ یہ سب اس کی ماں کا کیا دھرا ہوگا۔

"تمہاری ماں کو سب پتا تھا بلکہ یہ سب ان کی ہدایت پر ہی ہوا ہے۔" روحان نے ایک ایک لفظ چباتے ہوئے کہا۔

"کیا بکواس کررہے ہو روحان تم ہوش میں تو ہو۔" علیزہ ایک دم بھڑک اٹھی۔

"تم جانتے ہو تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"یہ صرف میں نہیں کہہ رہا یہ ڈاکٹر قاسم کا بھی کہنا ہے انہوں نے ہی میرے شک کی تصدیق کی ہے' ورنہ تو۔۔۔"

"یہ ڈاکٹر قاسم کون ہیں اور تم ان تک کیسے پہنچ گئے۔" علیزہ اس کی بات کاٹتے ہوئے بگڑے ہوئے انداز میں بولی۔

"اگر تم میری پوری بات سن لو تو تمہیں پتا چل جائے گا کہ وہ کون ہیں اور میں ان تک کیسے پہنچا۔" روحان تحمل سے بولا' علیزہ بپھرے ہوئے انداز میں ایسے دیوار کی طرف رخ کرکے کہنیاں ٹکا کر کھڑی ہوگئی جیسے کہہ رہی ہو۔

"کہو جو کہنا ہے۔" روحان اس ذکر سے اب تنگ آگیا تھا ہر بار اسے کسی نہ کسی کو یہ ساری حقیقت بتانی پڑ رہی تھی اور ہر بار بتانے کے دوران اسے اسی اذیت سے گزرنا پڑتا جو اس ساری کارروائی میں اسے اٹھانی پڑی تھی اور پھر جس جس کو وہ یہ سچ بتا رہا تھا اس کی تکلیف کا سوچ کر روحان کا اپنا درد دوچند ہونے لگتا' علیزہ ضبط کی کئی منزلوں سے گزر رہی تھی' اس کا اندازہ روحان کو بخوبی تھا' کتنی بار اس نے بڑی مشکل سے خود کو کچھ بھی کہنے سے روکا تھا۔ روحان کی کئی باتوں پر اس نے تیزی سے اس کی جانب گردن موڑتے ہوئے کچھ کہنا چاہا' مگر ہر بار سختی سے لب بھینچ کر واپس رخ موڑ گئی اور رخ موڑنے سے پہلے وہ جن زخمی نظروں سے اسے دیکھتی وہ روحان کو بھی لہولہان کر جاتیں بڑی مشکلوں سے اس نے تمام تفصیل علیزہ کے گوش گزار کی تھی اور اس کے کچھ بولنے کا انتظار کرنے لگا تھا' مگر علیزہ بت بنی ایک ہی انداز میں کھڑی رہی' آخر روحان کو ہی بولنا پڑا۔

"میں جانتا ہوں یہ سب جھیلنا تمہارے لیے بہت مشکل ہے' مگر یہ سب سچ ہے تمہیں خود بھی اندازہ ہے میں اتنی بڑی بات کسی تصدیق کے بغیر نہیں کہہ سکتا۔"

روحان کے دھیمے لہجے میں کہنے پر بھی علیزہ نے پلٹ کر اس کی جانب نہیں دیکھا' البتہ بہت ہی سرد سے لہجے میں پوچھا۔

"اب آگے تمہارا کیا ارادہ ہے۔" روحان فوری طور پر کچھ نہیں بول سکا' یہاں تک کہ علیزہ کو پلٹ کر اس کی طرف دیکھنا پڑا' اس کی سرخ ہوتی آنکھیں دیکھ کر روحان کی آواز نے ساتھ دینا چھوڑ دیا اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا وہ اسے اپنے آئندہ کے ارادے کے بارے میں کیسے بتائے۔

"میں نے کچھ پوچھا ہے روحان تمہارا آگے کیا ارادہ ہے' نیچے ہماری شادی کی ڈیٹ فکس ہورہی ہے' جب تم مما کے بارے میں یہ سب کہو گے تو چاہے الزام سچ ہو یا جھوٹ سب کے دلوں میں فرق تو آجائے گا۔" علیزہ کی آواز رندھنے لگی تھی اس موضوع پر سوچتے ہوئے خود روحان کا ذہن شل ہونے لگتا' مگر وہ ساری بات صاف کرلینا چاہتا تھا۔

"میرا تمہاری مما سے اس موضوع پر کوئی بات کرنے کا ارادہ نہیں ہے' بات وہاں کی جاتی ہے جہاں معاملہ رفع دفع کرنا ہو اور میں اس کیس کو اتنی خاموشی سے ختم نہیں کرنا چاہتا جب میری ماں پورے معاشرے کے سامنے ملزم ٹھہرائی گئی تھی تو اس کے مجرم پر بھی پورے معاشرے کے سامنے جرم عائد کیا جائے گا۔" علیزہ کی آنکھیں تحیر سے پھیل گئیں۔

"رو۔۔۔ حان!"

"میں ان کے اسپتال پر کیس کرنے والا ہوں۔" روحان نے دانستہ اس کی طرف دیکھنے سے گریز کیا جو ایک شاک میں گھری اسے دیکھ رہی تھی اور اسی شاک کے عالم میں سر ہلکے ہلکے نفی میں ہلاتے ہوئے بولی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم ایسا نہیں کر سکتے روحان۔ شاید تمہیں اندازہ نہیں ہے تم کیا کہہ رہے ہو۔"

"مجھے اندازہ نہیں ہے۔" روحان کو ایک دم غصہ آیا تھا' وہ تیزی سے اس کی طرف پلٹتے ہوئے بولا۔

"میں نے اچھی طرح سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے تمہاری ماں نے اور نظام الدین اسپتال کی اس لیڈی ڈاکٹر نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے انہیں اس کی سزا ملنی چاہیے' وہ صرف میرے مجرم نہیں ہیں کہ میں ان کے جرم پر پردہ ڈالتے ہوئے عظیم انسان بن جاؤں' انہوں نے کئی لوگوں کی زندگیوں سے کھیلا ہے' حوریہ' اس کے ماں' باپ' اس کی بہنیں' میرے بابا' شہزاد اور سب سے بڑھ کر میری ماں' جن کی سب سے بڑی مجرم شوکت آنٹی ہیں وہ ان کا ٹوٹتا گھر بچا سکتی تھیں' مگر وہ تب بھی خاموش رہیں۔

میری ماں پر لگا الزام کوئی معمولی نہیں تھا' اس وقت شوکت آنٹی نے چپ رہ کر سفاکی کی حد کر دی۔ اس لیے اب وہ کسی قسم کی رعایت کی مستحق نہیں ہیں۔"

روحان کا تنفس بڑھتا جا رہا تھا اور اسی حساب سے علیزہ بھی ضبط کا دامن چھوڑتی جا رہی تھی۔

"تمہاری ماں مر چکی ہے روحان۔" علیزہ چیخ پڑی روحان ایک دم خاموش ہو گیا۔ اسے علیزہ سے اس رد عمل کی ہرگز امید نہیں تھی' اسے یقین تھا اسے دکھ ہو گا' اسے تکلیف پہنچے گی' مگر یہ امید نہیں تھی کہ وہ اس کے اقدام کو غلط قرار دینے پر اتر آئے گی' وہ شاید اس کا ساتھ نہ دے سکے' مگر اسے روکے گی نہیں۔

وہ غیر یقینی انداز میں اپنے سامنے کھڑی اس علیزہ کو دیکھتا رہا' جس کی سمجھ داری اور معاملہ فہمی کو دیکھ کر اسے خود پر رشک آیا کرتا تھا۔

علیزہ کے منہ سے نکلے اس ایک جملے نے روحان کا سارا طیش ختم کر دیا تھا' وہ کچھ دیر بے یقینی سے اسے دیکھتے رہنے کے بعد بالکل ہارے ہوئے انداز میں بولا۔

"ہاں... میری ماں مر چکی ہے۔ لیکن میں ابھی زندہ ہوں۔" آخری جملہ اس نے ایک عزم سے کہا تھا اور تیزی سے جانے کے لیے پلٹ گیا' علیزہ نے اسے روکنے کی کوئی کوشش بھی نہیں کی' اسے خود اس وقت تنہائی کی ضرورت تھی' مگر روحان کو گئے پانچ منٹ ہی ہوئے تھے اور وہ ابھی کچھ سوچ بھی نہیں سکی تھی کہ عروبہ اور رومیسہ چیخ چیخ کر شادی بیاہ کے گانے گاتیں چھت پر چلی آئیں ان کے انداز بتا رہے تھے کہ شادی کی تاریخ طے ہو گئی ہے اور وہ بھی کوئی بہت نزدیک کی ڈیٹ' جبھی وہ دونوں اتنی خوش ہو رہی ہیں' علیزہ نے خود کو نارمل ظاہر کرنے کی کوشش تو بہت کی' مگر وہ ان کی چھیڑ چھاڑ پر مسکرا بھی نہیں پا رہی تھی اور وہ تھیں کہ تاریخ بتانے کی بجائے بے سروپا ہانکے جا رہی تھیں۔

"آخر تم لوگ بتاتے کیوں نہیں' کون سی ڈیٹ فکس ہوئی ہے۔" علیزہ کے چڑ کر پوچھنے پر وہ دونوں ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئیں۔ عروبہ تو کسی شرمیلی دلہن کی طرح انگلیاں مروڑتے ہوئے رومیسہ کو ٹھوکے دینے لگی اور علیزہ کے انداز میں بولی۔

"آخر تم لوگ بتاتے کیوں نہیں کون سی ڈیٹ فکس ہوئی ہے۔" عروبہ کے انداز پر رومیسہ کی ہنسی نکل گئی تو علیزہ جو پہلے ہی پریشان تھی انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر زینے کی طرف بڑھ گئی۔

"اگر آپ روحان بھائی کو ڈھونڈنے جا رہی ہیں تو میں پہلے ہی بتا دوں وہ گھر پر نہیں ہیں' جب ہم اوپر آ رہے تھے ہم نے ان کی گاڑی کے اسٹارٹ ہونے کی آواز سنی تھی۔" رومیسہ نے اطلاع دینا ضروری سمجھا' علیزہ کے قدم اپنی جگہ جم گئے' گویا تاریخ طے ہونے کا علم روحان کو بھی نہیں ہو گا اور اگر ہو بھی جائے تو کیا فرق پڑ جائے گا۔

علیزہ نے خود ہی اپنی پہلی سوچ کی تردید کر دی' وہ دوبارہ جانے کے لیے آگے بڑھنے لگی تو رومیسہ نے احسان کرتے ہوئے کہا۔

"چلیں ناراض مت ہوں اگلے مہینے کی بیس تاریخ طے ہوئی ہے۔"

"صرف پچیس دن ہیں ہمارے پاس۔ بھئی میں تو کل سے کالج نہیں جاؤں گی' اتنی ساری شاپنگ کرنی ہے مجھے۔" عروبہ نہایت فکر مندی سے بولی' جبکہ علیزہ سچ مچ فکر مند ہو گئی' صادق آفریدی کوئی قریب کی تاریخ رکھنا چاہتے ہیں یہ تو اسے معلوم تھا' مگر وہ اتنی نزدیک کی ڈیٹ طے کر دیں گے یہ تو اس نے سوچا بھی نہیں تھا' روحان بھی وہاں سے اٹھ کر آ گیا' ورنہ شاید وہی کچھ کہتا اور اس کے خاموشی سے اٹھ جانے کو انہوں نے اس کی رضامندی سمجھ کر دوبارہ اس سے تصدیق کرنا ضروری بھی نہیں سمجھا۔

☆ ☆ ☆

پوری رات علیزہ نے کانٹوں پر گزاری تھی' صبح ہونے پر وہ کمرے سے نکل کر لاؤنج میں آ بیٹھی' وہ مما سے تفصیلی بات کرنا چاہ رہی تھی' مگر جانتی تھی مما کے پاس ہمیشہ ٹائم کی کمی رہتی تھی' پھر بھی انہوں نے شوہر اور بچوں کو بھرپور توجہ دینے کی ہمیشہ پوری کوشش کی تھی' اسی لیے علیزہ کو یقین تھا کہ جب وہ ان سے بات کرنے کا ذکر کرے گی' تو وہ اپنی ہزار ہا مصروفیت کے باوجود اس کی بات پوری توجہ سے سنیں گی اور واقعی یہی ہوا ان کے کمرے سے نکلتے ہی علیزہ نے آہستگی سے کہہ دیا۔

"آج آپ تھوڑی دیر سے اسپتال چلی جائیے گا' مجھے ڈیڈی اور عروبہ کے جانے کے بعد آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔" انہوں نے چونک کر علیزہ کو دیکھا۔

"علیزہ میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا صادق بھائی جو بھی ڈیٹ مانگیں گے ہم دے دیں گے۔

" Now thene is no more argument

"بات کچھ اور ہے مما۔" علیزہ سنجیدگی سے کہتی وہاں سے ہٹ گئی' جبکہ وہ کچھ پریشان سی وہیں کھڑی رہ گئی تھیں' اسی لیے ناشتے کی میز سے احسان صاحب اور عروبہ کے اٹھتے ہی انہوں نے علیزہ کی طرف سوالیہ انداز میں دیکھا تھا' وہ پھر بھی تب تک نہیں بولی جب تک پورچ میں کھڑی ان کی گاڑی کے اسٹارٹ ہو کر گھر سے نکل جانے کی آواز نہ آ گئی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

علیزہ نے دزدیدہ نظروں سے ان کے پریشان چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنے اور روحان کے بیچ ہوئی ساری گفتگو ان کے سامنے دہرا دی' ان کا چہرہ خطرناک حد تک زرد پڑ گیا تھا اور ان کی غیر ہوتی حالت دیکھ کر علیزہ کے پورے جسم پر چھوٹی چھوٹی چیونٹیاں رینگنے لگیں' حالانکہ روحان کی حاصل کردہ معلومات کی طرف سے اسے یقین تھا کہ اس میں ذرا سی بھی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ پھر بھی اس کے اندر کہیں یہ امید سانس لے رہی تھی کہ اس کی مما ایسی نہیں ہیں جب وہ انہیں بتائے گی تو وہ جھٹلا دیں گی' مگر ان کا تو رنگ فق ہو گیا تھا۔

"وہ۔۔۔ وہ مجھ پہ اور میرے اسپتال پر کیس کرنے والا ہے۔" وہ بڑبڑانے والے انداز میں بولیں۔

"تم نے اس سے کہا نہیں' اگر وہ اس طرح کرے گا تو تمہاری اور اس کی شادی کا کیا ہو گا۔" ان کا خوف اور گھبراہٹ اب غصے میں تبدیل ہونے لگا تھا' علیزہ کا اپنا دماغ گھوم گیا' وہ ایک جھٹکے سے کرسی گھسیٹ کر کھڑی ہو گئی۔

"اس کا مطلب ہے یہ سب سچ ہے۔ یہ گری ہوئی گھناؤنی حرکت آپ نے کی ہے' آپ ہیں ذمہ دار عتیقہ آنٹی کا گھر اجڑنے کی۔"

"زبان سنبھال کر بات کرو علیزہ۔ میں کوئی پہلی ڈاکٹر نہیں ہوں جو یہ سب کر رہی ہوں یہ اتنے بڑے بڑے اسپتال ایسے ہی نہیں کھڑے ہو جاتے نام اور شہرت کے لیے میڈیکل کیریئر میں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے اپنی مرضی اور پسند کے مخالف بھی۔

مگر میری سمجھ میں یہ نہیں آ رہا کہ روحان اس لڑکی تک کیسے پہنچ گیا' اگر اسے اس کی بہن نہیں ملی ہوتی تو ہم کورٹ میں آرام سے ثابت کر سکتے تھے کہ بچہ غلطی سے بدل گیا ہو گا یا عتیقہ کی لاپرواہی کی وجہ سے اس کا اپنا بچہ کہیں کھو گیا اور وہ کسی دوسرے بچہ کو اٹھا لائی۔

مگر۔۔۔ مگر اس لڑکی کی ڈی این اے ٹیسٹ رپورٹ اور ڈاکٹر قاسم کی گواہی تو سارا بھانڈا پھوڑ دے گی' بلکہ اس لڑکی کا مکمل چیک اپ کر کے وہ آرام سے ثابت کر دیں گے کہ سیزیرین میں مجھ سے کہاں غلطی ہوئی تھی۔" ڈاکٹر شوکت اضطرابی انداز میں ٹہلتے ہوئے گویا خود سے باتیں کرنے لگیں۔

"آپ کو اپنے کیے پر ذرا سی بھی شرمندگی نہیں ہے مما۔" علیزہ ششدر سی انہیں دیکھتے ہوئے بولی۔ تو وہ ٹھٹک کر اسے دیکھنے لگیں۔

"علیزہ میں بہت پریشان ہوں' فار گاڈ سیک مجھے اور ڈسٹرب مت کرو' تمہیں اندازہ نہیں ہے ہم کتنی بڑی مشکل میں پھنس سکتے ہیں' مجھے جیل ہو سکتی ہے۔" وہ اس کے قریب آ کر اسے کندھوں سے تھامتے ہوئے بولیں' ان کی آنکھوں میں اتنا خوف اور ہراس اس نے کبھی نہیں دیکھا تھا' وہ ایک جھٹکے سے اپنے کندھے چھڑاتی ہوئی بولی۔

"جرم کرتے وقت آپ کو خیال نہیں آیا کہ اس کے نتیجے میں آپ کتنی بڑی مشکل میں پھنس سکتی ہیں۔"

"علیزہ میری بچی' اس وقت سوچنے کا وقت نہیں تھا' اس بچی کے سر پر اوزار لگا تھا' وہ مرنے والی تھی' اگر بچ بھی

جاتی تو بھی معذور تو ہو ہی جاتی' مجھے بس ایک ہی راستہ نظر آیا کہ میں اس کی جگہ ایک نارمل بچی کو رکھ دوں' مگر اس وقت کسی لڑکی کا انتظام نہیں ہو سکا تو مجھے شہزاد کو لینا پڑا۔ وہ بہت مشکل وقت تھا۔

علیزہ! میں نے جس گھر سے شہزاد کو منگوایا تھا وہ ایک نچلے طبقے کا گھرانہ تھا ان کے پاس بچے پلتے ہیں سسکتے ہیں میں نے سوچا یہ بچی کچھ دنوں میں مر جائے گی ان والدین کا بوجھ بھی ہلکا ہو جائے گا۔ نظام الدین اسپتال کی لیڈی ڈاکٹر نے مجھے بتایا تھا اس عورت کے پہلے ہی دو بچے موجود ہیں' اگر یہ لڑکی کچھ دن بعد مر بھی جائے گی تو اسے کیا فرق پڑے گا۔"

"بس کریں مما بس کچھ آپ نے خود ہی فرض کر لیا اور اپنے گناہ کو ایک جائز اقدام قرار دے دیا کبھی یہ نہیں سوچا کہ جب یہ بات کھلے گی تب کیا ہو گا۔" علیزہ کی آنکھیں بہنے لگیں تو وہ چلا پڑیں۔

"ایسی باتیں کبھی نہیں کھلتیں۔ یہ تو عتیقہ کی قسمت خراب تھی جو وہ ٹیسٹ ہو گیا تم خود جانتی ہو کتنے لوگ سعودی عرب جاتے ہیں' کیا ہر ایک کا ڈی این اے ٹیسٹ ہوتا ہے؟ نہیں' صرف اس زمانے میں یہ قانون آیا تھا' عرب ممالک میں اونٹوں کی جو ریس ہوتی ہے اس کے لیے انڈیا' پاکستان اور بنگلہ دیش سے بچوں کو اغوا کر کے پورے گلف میں بیچا جاتا تھا' تب مجبور ہو کر حکومت کو پابندی لگانی پڑی تھی تاکہ صرف وہ بچے ویزا حاصل کر سکیں جن کے والدین ان کے ساتھ ہوں۔ لیکن یہ ٹیسٹ کرانا کوئی آسان کام نہیں ہے' اس لیے یہ پابندی بہت جلد ہٹ بھی گئی' مگر عتیقہ کا نصیب اتنا پھوٹا ہوا تھا کہ اسی زمانے میں صادق بھائی نے ویزے کے لیے اپلائی کر دیا۔ ورنہ میں نے تو اس کے ساتھ اچھا ہی کیا تھا ایک معذور لڑکی کو پالنے کی بجائے ایک تندرست بیٹا اس کی گود میں ڈال دیا تھا۔" شوکت آنٹی شدید غصے اور جھنجلاہٹ کے عالم میں بولیں۔

"روحان آپ کے ساتھ بالکل ٹھیک کر رہا ہے۔"

علیزہ کے خود کلامی کے انداز میں کہنے پر وہ چونک کر اسے دیکھنے لگیں' جس کی آنکھوں سے بدستور آنسو جاری تھے اور جس کی نظروں میں ان کے لیے تاسف بھرا تھا۔

"آپ یہی ڈیزرو کرتی ہیں کہ آپ کو کورٹ لے کر جایا جائے اور آپ کی ڈگری کینسل کر دی جائے۔"

ڈاکٹر شوکت اس کی بات پر ہکا بکا رہ گئیں' پھر اگلے ہی پل انہوں نے غصہ دبا کر پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا' علیزہ کچھ دیر تو دور کھڑی انہیں دیکھتی رہی' پھر ان کے قریب آ کر ان کے گلے لگ کر ان کے ساتھ رونے لگی' اس کی ہمدردیاں اپنی جانب واپس ہوتی دیکھ کر وہ رندھے ہوئے گلے کے ساتھ بین کرنے لگیں۔

"تیس سال ہو گئے ہیں مجھے اس پروفیشن میں' تیس سال میں' میں نے ہمیشہ انسانیت کی خدمت کی ہے۔ شہزاد کو بدلنے کی یہ غیر اخلاقی حرکت بھی میں نے اپنے لیے نہیں تم لوگوں کے لیے کی تھی' تمہارے ڈیڈی کو صادق بھائی اور عتیقہ بھابھی سے کتنی شرمندگی ہوتی اسپتال والے میری جاب ختم کر دیتے' صادق بھائی اگر (لیگل ایکشن) لیتے تو تمہارے ڈیڈی کو کتنا جرمانہ بھرنا پڑتا تم چھوٹی سی تھیں' تمہیں میری ضرورت تھی عروبہ تو پیدا بھی نہیں ہوئی تھی' اگر مجھے جیل ہو جاتی تو تم تو اکیلی پڑ جاتیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے ایسا کیوں سوچا۔" علیزہ کا دل فوراً ہی پگھل گیا۔

"آپ سے غلطی ہوئی تھی کوئی جان بوجھ کر نہیں کیا تھا آپ نے صادق انکل آپ کو جیل میں کیوں ڈال دیتے آپ نے جذباتیت کی حد کردی مما۔"

"ہاں میں نے حد کردی واقعی میں نے کیوں نہیں سوچا' بس عقل پر پردے پڑ گئے تھے' میں نے بس یہی سوچا عتیقہ اور صادق بھائی کو کوئی تکلیف نہیں ہوگی' دودھ کے رشتے سے وہ ان کی اولاد بھی ہوگا اور محرم بھی۔ لیکن جب وہ ڈی این اے رپورٹ میرے سامنے آئی تو میں ڈر گئی' مجھ میں ہمت نہیں تھی اپنا جرم قبول کرنے کی۔ ارے مجھ میں کیا کسی میں بھی نہیں ہوگی۔ اسی لیے میں چاہتی ہوں تم روحان کو سمجھاؤ' اگر اس نے کیس کردیا تو ہماری بہت بدنامی ہوگی۔ کسی کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہیں گے ہم۔

میرا اسپتال شہر کے جانے مانے اسپتالوں میں سے ایک ہے' یہ خبر تو فوراً ٹی وی اور اخباروں میں آجائے گی' ہر کام میں ٹانگ اڑانے والے شہر کے فالتو لوگ جنہیں دوسروں پر تنقید کے سوا کوئی کام نہیں ہے ہمارے گھر کے سامنے دھرنا دے کر بیٹھ جائیں گے' ان جلسے اور نعروں پر ہمارا گھر سے نکلنا مشکل ہو جائے گا۔

"تم۔۔۔ تم بس کسی بھی طرح روحان کو سمجھاؤ یہی وقت ہے تمہاری محبت کے امتحان کا' کیا فائدہ ہے ایک دوسرے پر جان دینے کا جب تم اس سے اتنی سی بات بھی نہیں منوا سکتیں۔" ان کی باتیں علیزہ کے اعصاب پر ہتھوڑے کی طرح برس رہی تھیں اسے ان کی کئی باتوں سے اختلاف تھا' مگر وہ کچھ سوچنے اور بولنے کے قابل نہیں رہی تھی۔

بے عزتی اور ذلت کو اپنی چوکھٹ پر کھڑا دیکھ کر اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سلب ہو گئی تھی' ایک طرف اگر وہ خوفزدہ تھی تو دوسری طرف وہ پہلی بار عتیقہ کے درد کو پوری شدت سے محسوس کر رہی تھی' آخر انہوں نے بھی تو بدنامی اور تحقیر کا کبھی نہ ختم ہونے والا سفر طے کیا تھا' مگر۔

"لوگ کیا کہیں گے۔"

کا سوال جب اس کے اپنے سامنے آکھڑا ہوا تو اس کا پورا وجود پسینوں سے ایسے شرابور ہو گیا جیسے وہ مسافت وہ خود طے کر کے آرہی ہو اس تھکن میں اس نے ڈاکٹر شوکت کا پینترا بدلنا بھی محسوس نہیں کیا' ان کے آنسو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول بھال گئی' انہوں نے کہا وہ تیس سال سے انسانیت کی خدمت کر رہی ہیں اور اس نے یقین کر لیا' ورنہ کل رات سے وہ یہی سوچ رہی تھی جانے اس کی ممانے اپنے میڈیکل کیریئر میں اور کتنی بار ایسے دھوکے اور بے ایمانیاں کی ہوں گی' ابھی تھوڑی دیر پہلے انہوں نے کہا تھا۔

یہ اتنے بڑے بڑے اسپتال ایسے ہی نہیں کھڑے ہو جاتے۔ نام اور شہرت کے لیے میڈیکل کیریئر میں بہت کچھ کرنا پڑتا ہے۔

جب انسان ایک بار طے کر لے کہ وہ کامیابی حاصل کرنے کے لیے کچھ بھی کرنے کے لیے تیار ہے تو اسے جائز و ناجائز میں کوئی فرق ہی نظر نہیں آتا' ہر بار وہ حالات کو الزام دے کر ہر غلط فعل کو اپنے لیے صحیح قرار دے دیتا ہے

اور اگر اس غلط فعل پر اللہ پردہ ڈال دے تو اور بھی شیر ہو جاتا ہے۔ اتنے سال پہلے شہزاد کے ٹیسٹ کی وجہ سے کھڑے ہونے والے تنازعہ نے ان کا اعتماد اور بڑھا دیا کہ اگر اتنے پڑھے لکھے لوگ بھی بات کی تہہ میں جانے کی بجائے آپس میں لڑ جھگڑ کر بیٹھ جاتے ہیں تو کسی دوسرے کیس میں بھی ان کے دامن پر کوئی آنچ آنے کے امکان ختم ہو جاتے ہیں۔

لیکن آخر کب تک؟ اللہ تعالیٰ اگر گناہ کی رسی دراز کرتا ہے تو کبھی نہ کبھی اسے کھینچ بھی لیتا ہے' تبھی تو اتنا عرصہ گزرنے کے باوجود اس پاک ذات نے اچانک روحان کے دل میں یہ کھوج لگانے کا خیال وجدان کر دیا' ورنہ یہ سب صادق آفریدی بھی کر سکتے تھے' وہ عتیقہ کو چھوڑنے سے پہلے اگر یہ ساری جانکاری حاصل کر لیتے تو ان کا ردعمل شاید اتنا شدید نہ ہوتا ڈاکٹر شوکت کے دو' چار آنسو بہانے پر وہ اس معاملے کو رفع دفع بھی کر سکتے تھے' مگر اب روحان یا صادق آفریدی سے ایسی توقع رکھنا بھی عبث تھا۔

جب اس کی ماں کا جرم سارے زمانے کے سامنے بیان ہوا تھا تو ان کی بے گناہی بھی پورے معاشرے کے سامنے ثابت ہونی چاہیے تھی اور اس سب کے لیے روحان کا کورٹ میں جانا بہت ضروری تھا' اخباروں کی سرخیاں ہر اس شخص کے منہ پر طمانچہ مار دیں گی جو اس کی ماں پر الزام تراشی میں آگے آگے رہا ہوگا۔ پھر بھی زندگی میں پہلی بار علیزہ روحان کو صحیح سمجھنے کے باوجود وہ نہیں چاہ رہی تھی جو روحان شدت سے چاہ رہا تھا۔

☼ ☼ ☼

روحان کو علیزہ سے یہ امید نہیں تھی' اسے ہرگز امید نہیں تھی کہ وہ اسے سمجھنے کی بجائے سمجھانے پر اتر آئے گی' اس رات چھت پر علیزہ نے جو کچھ کہا وہی روحان کے لیے برداشت کرنا بہت مشکل تھا' پھر بھی اس نے یہ سوچ کر خود کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی تھی کہ اتنے بڑے صدمے میں اگر فوری طور پر اس کے منہ سے کچھ نکل بھی گیا تو یہ کوئی ایسی انہونی بات نہیں' مگر اس نے اگلی شام فون کر کے بھی وہی کہا تھا جو وہ رات میں کہہ رہی تھی۔

"روحان پلیز سمجھنے کی کوشش کرو' میرے گھر والوں کی بہت بدنامی ہوگی' تم اپنی ماں کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتے ہو نا ہم ایک جعلی رپورٹ بنا لیتے ہیں جس میں یہ شو کر دیں گے کہ شہزاد ہی بابا کا بیٹا ہے بابا' ہماری پیش کردہ رپورٹ کو کبھی غلط قرار نہیں دیں گے۔"

"بس کرو علیزہ خود کو اور کتنا گراؤ گی۔" روحان کو شدید تکلیف پہنچی تھی اس کی اس بات سے جبھی دوسری طرف اس کا رونا محسوس کرنے کے باوجود روحان کہنے سے باز نہ آیا۔

"روحان میں جانتی ہوں میں جو کہہ رہی ہوں وہ غلط ہے مگر۔۔۔ دیکھو نا ہماری شادی طے ہو رہی ہے اور۔۔۔"

"ایک بار تم نے ہی کہا تھا کہ وہم میں پڑ کر جلدی جلدی شادی کی تاریخ طے کرنا بالکل بھی مناسب نہیں۔ چاہے کچھ بھی ہو میں تو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوں گی۔" روحان نے اس کی بات کاٹتے ہوئے اس کی کہی بات اس کے سامنے دہرا دی تو دوسری طرف علیزہ ایک دم خاموش ہو گئی۔

"اگر تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں تو کم از کم میرا راستہ روکنے کی کوشش مت کرو۔" روحان نے ایک ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لفظ چبا کر کہتے ہوئے فون بند کر دیا' اس کے بعد علیزہ نے کتنے ہی فون کر ڈالے' مگر روحان نے اس کی کال ریسیو ہی نہیں کی۔ ویسے بھی وہ بہت مصروف تھا۔ ماریہ باجی گھر میں جانے کیا بہانہ کر کے حوریہ کو اپنے ساتھ لے کر اس کے آفس آ گئی تھیں۔

روحان نے پہلے ہی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے رکھی تھی' وہ فوراً" ان دونوں کو اپنے ساتھ لے گیا' وہاں سے فارغ ہو کر روحان نے ان دونوں کو ان کے گھر سے تھوڑے فاصلے پر اتارا اور خود اپنے وکیل کے پاس پہنچ گیا۔ وکیل صاحب بھی سب سن کر حیران رہ گئے' ساتھ ہی انہوں نے یقین دہانی کرائی کہ ان کے ساتھ انصاف ضرور ہو گا' ان کا کیس بہت مضبوط تھا' انہوں نے آج سے ہی دونوں اسپتالوں کو قانونی نوٹس بھیجنے کی تیاری کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا۔

"قانونی کارروائی کرنے میں کافی ٹائم لگتا ہے تم سارے ڈاکومنٹس آج شام تک مجھے پہنچا دو تو میں کل سے کام شروع کر دوں گا' جب تک نوٹس ان تک پہنچے گا حوریہ کے ٹیسٹ کی رپورٹ بھی آ جائے گی۔" وکیل صاحب کے کہنے پر روحان کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"جب تک حوریہ کے ٹیسٹ کی رپورٹ نہ آ جائے آپ بابا سے اس بارے میں کوئی بات مت کیجیے گا۔"

"کیا صادق صاحب کو کچھ نہیں پتا۔" وکیل صاحب چونک کر بولے تو روحان نے خاموشی سے سر نفی میں ہلا دیا۔ وہ وکیل صاحب سے یہ نہ کہہ سکا کہ وہ ساری معلومات اکٹھی کرنے کے بعد انہیں بتانا چاہتا تھا اور ہر طرف سے تصدیق کرنے کے بعد اس کا دل ان کی طرف سے اتنا برا ہو گیا ہے کہ اس کا ان سے بات کرنے کا دل ہی نہیں چاہتا' بلکہ وہ تو کوشش کرتا تھا کہ ان سے سامنا ہی نہ ہو' کل رات بھی وہ جان بوجھ کر اتنی دیر سے گھر گیا تھا کہ وہ سو چکے تھے اور صبح ان کے بیدار ہونے سے پہلے وہ گھر سے نکل گیا تھا۔

ایک طرح سے وہ خود بھی انہیں پہل کرنے کا موقع نہیں دے رہا تھا' وہ نہیں چاہتا تھا کہ وہ ان کے ساتھ کسی قسم کی سخت کلامی کرے اور جس دن وہ اس ذکر کو چھیڑیں گے اسے یقین تھا وہ پھٹ پڑے گا۔ حالانکہ اسے منانے کی اپنے طور پر انہوں نے بہترین کوشش کی تھی' نا صرف شادی کی تاریخ طے کرنے کا ذکر چھیڑ کر انہوں نے اسے ایک خوشگوار سرپرائز دیا تھا۔ (ان کی نظر میں تو خوشگوار ہی تھا۔) بلکہ رومیسہ کو ساتھ لے جا کر انہوں نے یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ انہوں نے رومیسہ کی ناراضی بھی دور کر دی ہے' مگر روحان ان کے اس فعل سے بالکل بھی متاثر نہیں ہوا تھا' انہوں نے رومیسہ کو ایسا کچھ نہیں کہا تھا جس پر اس سے معذرت کرنا ضروری ہوتا' وہ تو ان کی اتنی عزت کرتی تھی اور ان کی اتنی مشکور تھی کہ اگر صادق آفریدی اسے نہ بھی بلاتے تب بھی کچھ دنوں میں وہ ان کی طرف سے دل صاف کر ہی لیتی' اصل بے عزتی تو انہوں نے شہزاد کی' کی تھی اگر انہیں روحان کو منانا تھا تو اس وقت شہزاد کو بلا لیتے' مگر وہ اپنے دل میں اتنی گنجائش نہیں نکال سکتے تھے تو پھر روحان اپنا دل کیسے بڑا کر لیتا' پھر اس کے پاس وقت بھی نہیں تھا۔

گھر آ کر اس نے سارے ڈاکومنٹس اکٹھے کیے اور وکیل صاحب کے گھر پہنچا دیے۔ ان تمام مصروفیات کے علاوہ اسے آفس بھی دیکھنا ہوتا تھا آج کل آفس میں اس کی عدم دلچسپی دیکھتے ہوئے صادق آفریدی نے آفس کو زیادہ وقت دینا شروع کر دیا تھا' ویسے بھی شہزاد نے آنا چھوڑ دیا تھا تو انہیں جانے میں کیا قباحت تھی۔

روحان کو اکھڑا اکھڑا دیکھ کر انہوں نے اپنے طور پر ایک کوشش کر ڈالی' مگر اگلے دن بھی روحان کا رویہ بدستور دیکھ کر انہوں نے بھی مزید پیش رفت کرنے کا ارادہ نہیں کیا' بلکہ یہ سوچ کر شادی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے کہ روحان تو ایسے ہی لاتعلق بنا رہے گا' سب کچھ انہیں ہی کرنا ہے۔

☆ ☆ ☆

"اماں آپ چائے پئیں گی' میرا بڑا دل چاہ رہا ہے چائے پینے کا۔" عالیہ باجی نے تسبیح کے دانے گراتی اماں سے پوچھا تو ان کے جواب دینے سے پہلے ہی ابا مسکراتے ہوئے بولے۔

"خود کا دل چاہ رہا ہے تو بنا لو' اماں کے کندھے پر بندوق چلانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"کیونکہ اگر اماں چائے پئیں گی تو حوریہ فوراً" کہے گی اماں کے لیے چائے میں بنا دیتی ہوں۔" شازیہ نے بھی صحن میں آتے ہوئے گفتگو میں حصہ لیا' عالیہ باجی نے اسے گھور کر دیکھا اور صفائی دیتے ہوئے بولیں۔

"جی نہیں چائے میں خود بنا سکتی ہوں' ویسے بھی زمانہ ہو گیا ہے اماں کو حوریہ کے ہاتھ کی چائے پیے ہوئے۔" عالیہ کو کہنے کے بعد احساس ہوا تھا کہ ایسے ہی نہیں کہنا چاہیے تھا حوریہ نے اسی وقت کمرے سے باہر قدم رکھا تھا اور اس کی بات سن کر وہی رک گئی تھی اماں نے اس کا ٹھٹکنا دیکھ کر اور بھی تیزی سے تسبیح کے دانے گرانے شروع کر دیے تھے۔

"حوریہ جاؤ جا کر سب کے لیے چائے بناؤ' اپنی اماں کے لیے بھی۔"

ابا نے سب پر ایک نظر ڈال کر حتمی انداز میں کہا تو اماں جو اتنی دیر سے خاموشی سے ورد کر رہی تھیں فوراً" بول پڑیں۔

"میرا چائے پینے کا دل نہیں چاہ رہا۔"

"کب تک ناراض رہو گی ناراض تو اسے ہونا چاہیے۔" ابا خشمگیں نگاہوں سے اماں کو دیکھتے ہوئے بولے' مگر حوریہ کو کمرے کی طرف واپس پلٹتا دیکھ کر اسے پکارتے ہوئے بولے۔

"جب میں نے ایک بار کہہ دیا کہ سب کے لیے چائے بناؤ تو تم کمرے میں کیوں جا رہی ہو اور اب تم بھی اللہ کے لیے اسے خاموشی کی مار مارنا بند کرو' ایسا کچھ غلط بھی نہیں کیا اس نے۔ بلکہ بالکل ٹھیک کیا تھا جو ہمیں کرنا چاہیے تھا وہ اسے کرنا پڑا۔"

ابا حوریہ کو کمرے کے اندر جاتا دیکھ کر کچھ زیادہ ہی بول گئے' اس موضوع پر وہ اکیلے میں اماں سے کئی بار بات کر چکے تھے' لیکن بچوں کے سامنے پہلی دفعہ بول رہے تھے' حوریہ ان کے کہنے پر بھی نہیں رکی تھی'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

لہٰذا وہ بھی خود کو روک نہیں سکے' آج ان کی طبیعت بھی کافی بہتر تھی۔

"ہاں بس میرا ہی ظلم کرنا نظر آتا ہے سب کو۔ ماریہ بتا رہی تھی عادل اب بھی اس کا علاج کا خرچ اٹھانے کے لیے تیار ہے' اتنا اچھا لڑکا ہے وہ مگر حوریہ کے تو دماغ ہی نہیں ملتے' اب بھی اس کا احسان لینے کے لیے تیار نہیں' حالانکہ اگر اس نے خاموشی سے شادی کرلی ہوتی تو بھی وہی ہوتا جو ہم لوگوں نے کہا تھا عادل واقعی کچھ دن غصہ کرتا اور پھر اس کا علاج کرانے کا سوچتا۔"

"ایسا کبھی نہیں ہوتا۔" ماریہ جو اتنی دیر سے خاموشی سے چھت کو جاتے زینے کی پہلی سیڑھی پر بیٹھی بالوں میں تیل لگا رہی تھی تیل کی شیشی بند کرتے ہوئے بولی۔

"کسی کا برا کر کے انسان کے ساتھ کبھی بھی اچھا نہیں ہو سکتا اور اگر بظاہر دنیا میں کچھ لوگوں کے ساتھ ایسا ہوتا نظر آرہا ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی مہلت ہے جو کبھی بھی ختم ہو سکتی ہے' ان سے عبرت لینی چاہیے' نہ کہ ان کی تقلید شروع کر دی جائے' عادل واقعی بہت اچھا تھا اور اس کے ساتھ وہی ہونا چاہیے تھا جو حوریہ نے کیا۔" سب لوگ کچھ حیرانی سے ماریہ کو دیکھنے لگے تھے' پہلی بار اس نے اس طرح بات کی اماں کو تو غصہ ہی آگیا۔

"اس وقت تو سب سے زیادہ تم ہی حمایتی تھیں اس کی شادی کی۔"

"وہ میری خود غرضی تھی کہ میں حوریہ کی محبت میں صحیح اور غلط میں فرق نہیں کر پا رہی تھی' مگر شکر ہے اللہ کا کہ حوریہ نے ہمیں ہر طرح کے عذاب سے بچالیا۔ اب کم از کم ہمارے پاس توبہ کرنے کی گنجائش تو ہے' ورنہ اس شادی کی صورت میں جو عادل اور اس کی دادی کے دل پر بیتی اور خدانا خواستہ اس کی دادی کو کچھ ہو جاتا تو ہمارے پاس سے معافی مانگنے کا حق بھی چھن جاتا اس وقت صرف پچھتاوا ہوتا ہے اور شرمندگی ہوتی ہے اور جہاں تک سوال حوریہ کی زندگی کو بہتر بنانے کی کوشش کا ہے تو وہ میں اب بھی کروں گی اور کر رہی ہوں' لیکن اب اس کے لیے میں کسی کو دھوکا دینے کا سوچوں گی بھی نہیں' اگر اس کا یا کسی کا بھی بھلا ہونا ہے تو وہ جائز طریقے سے بغیر کسی کو دھوکا دیے بھی ہو سکتا ہے اور نہیں ہونا ہے تو کسی کی جان لے لینے سے بھی نہیں ہوگا۔"

ماریہ کے خاموش ہونے کے ساتھ صحن میں بھی خاموشی پھیل گئی' اماں بغیر کچھ کہے تسبیح کے دانے گرانے لگیں' ان کے چہرے پر چھائی خفت دیکھ کر ابا نے بھی پڑوس سے لایا اخبار اٹھالیا' حالانکہ اب تو ان کا بھی دل چاہ رہا تھا حوریہ کو بلا کر چائے بنانے کے لیے کہہ دیں کہ اب اماں اس کے ہاتھ کی چائے پینے سے انکار نہیں کریں گی' مگر انہوں نے فی الحال انہیں ان کے حال پر چھوڑ دینا ہی مناسب سمجھا' عالیہ بھی خاموشی سے کمرے میں چلی گئی تھی۔

ماریہ صحن میں لگے نل سے ہاتھ دھونے لگی' جب دروازے پر دستک کی آواز پر اس نے ہاتھ میں بندھی گھڑی کی طرف دیکھا شام کے ساڑھے سات بج رہے تھے' وہ سوالیہ نظروں سے ابا کو دیکھنے لگی' وہ

خود بھی بڑبڑاتے ہوئے اٹھے۔

"اس وقت کون ہو سکتا ہے۔" دروازہ کھول کر بھی وہ تو سوالیہ نظروں سے آنے والے کو دیکھتے رہے' جبکہ ماریہ دور سے اس کی ایک جھلک دیکھ کر نل کھلا چھوڑ کر بے اختیار دروازے کے سامنے آکھڑی ہوئی۔

ایک اجنبی شخص جس کے لیے ماریہ کے چہرے پر شناسائی دیکھ کر پہلے تو ابا نے اسے اندر آنے کے لیے جگہ دینی چاہی تھی' مگر ماریہ کے چہرے پر حیرانی کے ساتھ ساتھ پریشانی کے تاثرات ابھرتے دیکھ کر وہ ٹھٹک گئے اور قدرے ناگواری سے بولے۔

"کون ہو تم اور کس سے ملنا ہے۔" تو وارد ان کے سوال کا جواب دینے کی بجائے گم سم انداز میں انہیں دیکھتا رہا۔

"میرا نام شہزاد ہے اور میں آپ کا بیٹا ہوں۔"

☆ ☆ ☆

حوریہ کی رپورٹ آگئی تھی اور اس بار رپورٹ روحان کی توقع کے عین مطابق تھی' اس نے سب سے پہلے وکیل صاحب کو فون کیا تھا اور وہاں سے اسے پتا چلا تھا کہ کیس فائل ہو گیا ہے' نوٹس آج یا کل میں ان کے اسپتال کو ملنے والا ہو گا یہ سن کر روحان نے شہزاد کو بلالیا' وہ روحان کے آفس تو آگیا' مگر رپورٹ ہاتھ میں لیتے ہی اس کے اپنے احساسات عجیب سے ہو گئے۔

"اب یہ رپورٹ تم خود چل کر بابا کو دو گے۔" روحان سپاٹ لہجے میں بولا۔

"نہیں... میں یہ نہیں کر سکتا۔" شہزاد کی ہمت جواب دینے لگی۔

"بیس سال پہلے امی پر ایک الزام لگایا تھا آج بیس سال بعد اس الزام کی تردید ہوئی ہے اس ثبوت کو تمہیں ہی لے کر جانا ہے۔" روحان کے کہنے پر شہزاد روہانسا سا ہو گیا' اپنی ماں کی بے گناہی ثابت ہونے پر اسے خوش ہونا چاہیے تھا۔ مگر اس کا تو دل پھٹا جا رہا تھا یہ ثابت ہو جانے پر کہ وہ ان کا بیٹا نہیں تھا' اس کا دل چاہ رہا تھا وہ چیخ چیخ کر روئے' مگر روحان نے اس کی ایک نہ سنی اور اسے لیے گھر آگیا' اتفاق سے صادق آفریدی لاؤنج میں ہی آفس کے مینجر کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ شہزاد پر نظر پڑتے ہی صادق آفریدی چونک کر ٹھٹک گئے' البتہ مینجر صاحب انہیں اطلاع دیتے ہوئے خوش دلی سے بولے۔

"بھئی روحان بیٹے آپ نے بتایا ہی نہیں آپ کی شادی کی تاریخ طے ہو گئی۔" شہزاد نے چونک کر روحان کو دیکھا' رومیسہ نے تاریخ طے ہونے سے پہلے اس سے ذکر تو کیا تھا' مگر اس کے بعد اس کی رومیسہ سے بات ہی نہیں ہوئی اور روحان سے پوچھنے کا اسے خیال ہی نہیں آیا' مگر اب جس طرح روحان حیرانی سے مینجر صاحب کو دیکھ رہا تھا اس سے صاف ظاہر تھا کہ یہ خبر اس کے لیے بھی نئی ہے بلکہ روحان کی نظروں کے تعاقب میں جب اس نے صادق آفریدی کے ہاتھوں کی طرف دیکھا تو ایک ہی لمحے میں سارا معاملہ اس کی بھی سمجھ آگیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ان کے ہاتھوں میں کارڈز کا ایک بنڈل تھا۔ لائٹ گرین کلر کا کارڈ جس کے اوپر گولڈن رنگ کی ڈوری بندھی تھی دور سے ہی شادی کا کارڈ لگ رہا تھا' شہزاد حیران نظروں سے روحان کو دیکھنے لگا جو حیرت اور پریشانی کے باعث کچھ بول نہیں پا رہا تھا۔ دوسری طرف صادق آفریدی کے لیے بھی شہزاد کی آمد بڑی حیران کن تھی' وہ بھی چپ چاپ کبھی روحان کو اور کبھی شہزاد کو دیکھ رہے تھے' جب تک مینیجر صاحب موجود رہے وہ تینوں چپ چاپ کھڑے رہے' آخر صادق آفریدی کو انہیں منظر سے ہٹانے کے لیے کہنا پڑا۔

"اچھا تو مسعود صاحب یہ کارڈز آپ اپنے ساتھ لے جائیں' یہ سارے لوگ آس پاس ہی رہتے ہیں' آپ شام تک فارغ بھی ہو جائیں گے اور باقی یہ کارڈز تو بہت قریبی لوگوں کے ہیں' یہ میں خود روحان کے ساتھ جا کر دوں گا۔" صادق آفریدی نے روحان کو دیکھتے ہوئے کہا تو روحان بھی محض انہیں دیکھ کر رہ گیا۔

مینیجر صاحب الوداعی کلمات کہہ کر جیسے ہی نکلے شہزاد نے ہاتھ میں پکڑی رپورٹ کی فائل سینٹر ٹیبل پر رکھ دی۔

"میں جا رہا ہوں۔" اس نے بالکل سپاٹ لہجے میں کہا اور جانے کے لیے پلٹنے لگا کہ روحان نے اس کا بازو پکڑ لیا۔

"بھائی مجھے جانے دیں' میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔" شہزاد التجائیہ انداز میں بولا' مگر روحان نے جیسے سنا ہی نہیں وہ نا صرف اس کا بازو پکڑے بدستور صادق آفریدی کو دیکھتا رہا بلکہ سینٹر ٹیبل پر رکھی فائل اٹھا کر ان کی جانب بڑھا دی۔

"یہ کیا ہے؟" انہوں نے سپاٹ لہجے میں پوچھا شہزاد کو ایک بار پھر اپنے گھر میں موجود دیکھ کر ان کا موڈ خراب ہو گیا تھا' اتنی تلخ کلامی کے بعد وہ ایک بار پھر ان کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا' انہیں اس کی ڈھٹائی پر غصہ آ رہا تھا۔

"یہ میری ماں کی بے گناہی کا ثبوت ہے۔" روحان کو امید تھی اس کی بات سن کر صادق آفریدی چونک اٹھیں گے' مگر وہ تو بے زاری سے اسے دیکھنے لگے۔

"گویا اب تم یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہو کہ یہ میرا بیٹا ہے۔" ان کے لہجے میں اتنی تلخی تھی کہ پل بھر کے لیے روحان کی گرفت شہزاد کے بازو پر سے ڈھیلی پڑ گئی اور اتنی مہلت کافی تھی شہزاد کے لیے' اپنا بازو چھڑاتا وہ بغیر ان دونوں کی جانب دیکھے تیزی سے باہر نکل گیا۔

"تم کیا سمجھتے ہو تمہاری لائی اس رپورٹ پر میں یقین کر کے اسے اپنی اولاد کی حیثیت سے قبول کر لوں گا۔ میری سمجھ میں نہیں آتا' روحان تمہارا پرابلم کیا ہے' کیوں تم اسے زبردستی میرے سر پر مسلط کرنا چاہتے ہو میں اسے۔"

"میں اسے آپ پر مسلط نہیں کر رہا اور نہ ہی میں ایسا کر سکتا ہوں' کیونکہ وہ واقعی آپ کی اولاد نہیں ہے۔" شہزاد کے اس طرح چلے جانے پر روحان کو پہلے ہی غصہ آ رہا تھا اوپر سے صادق آفریدی کا انداز گفتگو

اسے مزید سلگا گیا' وہ بالکل مشینی انداز میں بولا' جس پر صادق آفریدی چونکنے کے بعد الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

"سعودی عرب کی دی گئی رپورٹ بالکل صحیح تھی' لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ میری ماں غلط تھی اور یہ رپورٹ ثبوت ہے اس کی بے گناہی کا۔" روحان نے کہنے کے ساتھ ہی رپورٹ کھول کر ان کے سامنے رکھ دی' وہ ششدر سے روحان کو دیکھتے رہ گئے' جیسے جیسے روحان انہیں ساری سچائی بتاتا گیا وہ پتھراتے چلے گئے اور سب کچھ سننے کے بعد وہ ایک دم ڈھے گئے۔

روحان پہلی بار انہیں آنسوؤں سے روتے ہوئے دیکھ رہا تھا' مگر اسے ان سے کوئی ہمدردی محسوس نہیں ہو رہی تھی اتنے دنوں سے جو لاوا اس کے اندر پک رہا تھا وہ سب کچھ جلا چکا تھا' بلکہ انہیں پچھتاوے اور شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا دیکھنے کے باوجود اس نے ان کے سامنے شکایتوں کا پلندہ کھول کر رکھ دیا' ہر وہ فریاد اور اعتراض اس کے لبوں پر آ گیا جو اتنے دنوں سے اس کے اندر مچل رہا تھا۔

"کیوں آپ کو کبھی خیال نہیں آیا یہ سب پتا کرنے کا۔ کسی اور پاسیبلٹی کی جانب سوچنے کا۔ کیا آپ کو معلوم ہے آپ کی بیٹی ایک بالکل لوئر کلاس فیملی میں بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہے' وہ دیکھ نہیں سکتی' نابینا ہے وہ۔ حالانکہ اس کا علاج ہو سکتا ہے' مگر اس کے گھر والے اس کا علاج افورڈ نہیں کر سکتے' اس لیے وہ بچپن سے اندھیروں میں جی رہی ہے۔"

روحان کے الفاظ پگھلے ہوئے سیسے کی طرح ان کے کانوں میں اتر رہے تھے' ان کے چہرے پر شدید کرب کے تاثرات دیکھ کر بھی روحان کہتا رہا۔

"یہ بات مجھے کچھ دن پہلے ہی پتا چلی ہے' مگر آپ کے سامنے آنے سے پہلے میں سارے ثبوت اکٹھے کرنا چاہتا تھا' آج میں تمام ڈاکٹرز کی رپورٹس لے کر آپ کے سامنے حاضر ہوا ہوں' تاکہ آپ مجھے میری ماں کی طرح جھوٹا کہہ کر گھر سے نہ نکال دیں۔ پھر بھی اگر آپ کی تسلی نہ ہوئی ہو تو بتا دیں اپنی ماں کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے میں پاتال سے بھی ثبوت لا سکتا ہوں۔"

"بس کرو روحان اللہ کے لیے چپ ہو جاؤ۔"

☆ ☆ ☆

صادق آفریدی کے جملے کی بازگشت اسے لاؤنج سے باہر آ جانے کے باوجود سنائی دے رہی تھی' بلکہ باہر نکل جانے کے باوجود ایک اور دل چیر دینے والا جملہ اس کی سماعتوں سے ٹکرایا تھا۔

"تم کیا سمجھتے ہو تمہاری لائی اس رپورٹ پر میں یقین کر کے اسے اپنی اولاد کی حیثیت سے قبول کر لوں گا۔"

صادق آفریدی آگے بھی کچھ کہہ رہے تھے' مگر شہزاد کی قسمت کو اس پر ترس آ گیا تھا جو اسے ان کی آواز تو آئی' مگر الفاظ سمجھ میں نہ آئے' کیونکہ اس نے گھر سے باہر نکلتے ہی اپنے پیچھے دروازہ بند کر دیا تھا اور ایسے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہانپنے لگا جیسے طویل مسافت طے کر کے آرہا ہو۔

صادق آفریدی کو ذرا بھی اندازہ نہیں تھا کہ ان کے کہے جملوں سے کسی کو کتنی تکلیف پہنچتی ہے' وہ ہر بات کہنے میں خود کو حق بجانب سمجھتے تھے' اس بات سے قطع نظر کہ اگر ان کی کہی بات سچی بھی ہے تو بھی اس میں سامنے کھڑے شخص کا کوئی قصور نہیں ہے۔

اسے معلوم تھا وہ کبھی بھی اسے اولاد کی حیثیت سے قبول نہیں کریں گے' روحان کے ہزار ہا یقین کے باوجود وہ جانتا تھا کہ یہ محض روحان کی خوش فہمی ہے کہ ایک دن ان کا دل اس کی طرف سے نرم ہو جائے گا' پتا نہیں اسے اس کے سگے ماں' باپ بھی قبول کریں گے یا نہیں۔

یہ سوال اچانک اس کے ذہن میں کوندا تو وہ جو سمت کا تعین کیے بغیر گھر سے نکل آیا تھا ایک دم رک گیا۔

روحان نے بتایا تھا وہ اس کے گھر جا چکا ہے اور اس کے والدین نے روحان کی بات تک سنے بغیر اسے گھر سے نکال دیا تھا' وہ تو اگر ماریہ باجی تعاون نہ کرتیں تو وہ اتنا کچھ معلوم بھی نہیں کر سکتے تھے۔

پتا نہیں روحان نے ماریہ باجی کو رپورٹ پوزیٹو ہونے کی اطلاع دی تھی یا نہیں۔

شہزاد کچھ دیر ایسے ہی گم سم سا سڑک پر کھڑا رہا' پھر کچھ سوچتے ہوئے اس نے ماریہ باجی کے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا جو تعاقب کی رو سے اس کا اپنا گھر بھی تھا۔

کراچی اس کے لیے مانوس شہر نہیں تھا اور پھر روحان نے گھر کا پتا بہت تفصیل سے بتایا بھی نہیں تھا' پھر بھی وہ علاقہ اور گلی شہزاد کی سمجھ میں اچھی طرح آگئی تھی' اسی لیے وہ بغیر کسی دقت کے ان کے گھر پہنچ گیا' کیونکہ گلی میں پہنچ کر عابد حیات کا نام لیتے ہی گلی میں کھیلتے بچے نے تصدیقی انداز میں پوچھا۔

"وہ جن کی بیٹی اندھی ہے؟" شہزاد نے خاموشی سے سر اثبات میں ہلا دیا تو وہ اسے لکڑی کے بنے ایک دروازے پر چھوڑ گیا۔

اس کی دستک کے جواب میں ایک بوڑھے اور قدرے بیمار آدمی نے دروازہ کھولا اور سوالیہ انداز میں شہزاد کو دیکھنے لگے' جبکہ شہزاد انہیں دیکھتے ہی سن ہو گیا' اسے پتا تھا یہاں عابد حیات کے علاوہ کوئی مرد نہیں ہے' گویا اس کے سامنے کھڑا شخص ہی وہ ہستی تھی جس کے نہ ہونے کا خمیازہ اس نے پوری زندگی بھگتا تھا اور اس شخص کو پتا بھی نہیں کہ اس کی جائز اولاد کے پاس اس کا نام بھی نہیں تھا'

وہ خود فراموشی کے عالم میں انہیں دیکھے گیا' یہاں تک کہ ماریہ باجی بھی حواس باختہ سی دروازے پر آ کھڑی ہوئیں' مگر اس کا سکتہ نہیں ٹوٹا عابد حیات کے دوبارہ استفسار کرنے پر اس نے بمشکل اپنے ذہن کو یکجا کرتے ہوئے اپنا تعارف کرایا تھا جس کے بعد عابد حیات پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھنے لگے تھے' جبکہ ماریہ باجی پلٹ کر اپنے پیچھے کھڑی بوڑھی عورت کو دیکھنے لگیں۔

شہزاد کے لیے یہ سمجھ لینا کوئی مشکل نہیں تھا کہ وہ عورت اس کی والدہ ہیں وہ بغیر اجازت لیے گھر کی چوکھٹ میں داخل ہو تا عین ان کے سامنے آ کھڑا ہوا۔

"میرا بھائی پہلے ہی آکر آپ کو ساری حقیقت بتا چکا ہے' مگر آپ نے یقین کرنا تو درکنار اسے سننا بھی ضروری نہیں سمجھا۔" سب کو سانپ سونگھ گیا تھا اس کے اندر آجانے کی جرات پر بھی کوئی تبصرہ نہیں کر سکا۔

ماریہ باجی کے ہر انداز سے ان کی بوکھلاہٹ صاف ظاہر تھی' انہوں نے گھر میں ذکر نہیں کیا تھا کہ وہ روحان سے مل چکی ہیں یا حوریہ کو اپنے ساتھ ٹیسٹ کرانے لے جا چکی ہیں' ان کا ارادہ تھا رپورٹ پازیٹو ہونے کی صورت میں وہ موقع دیکھ کر اماں' ابا کو ساری بات بتا دیں گی' مگر شہزاد کے اس طرح اچانک سامنے آ کھڑے ہونے پر انہیں اپنی شامت آتی لگ رہی تھی' مگر اگلا لمحہ واقعی ان کے لیے حیران کن تھا' جب اماں نے ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دیا' ابا کے احساسات بھی عجیب سے ہو گئے تھے' مگر وہ اس طرح ایک انجان شخص کی بات پر یقین نہیں کرنا چاہتے تھے' الٹا انہیں اپنے گھر میں اس کی موجودگی بھی مناسب نہیں لگ رہی تھی' وہ روحان کی طرح اسے بھی گھر سے چلے جانے کے لیے کہہ دینا چاہتے تھے' مگر ان کا منہ نہیں پڑ رہا تھا ایسا کچھ کہنے کو۔ نہ چاہتے ہوئے بھی وہ اس کی بات سنتے چلے گئے' بلکہ حوریہ کا ذکر آنے پر وہ بے یقینی سے ماریہ باجی کو دیکھے گئے جو اس طرح جھانڈا پھوٹ جانے پر بغلیں جھانکنے لگی تھیں۔

"وہ رپورٹ آج ہی آئی ہے آپ کہیں تو میں آپ کو بھی لا کر دکھا سکتا ہوں۔" اماں کے آنسو ہی نہیں تھم رہے تھے جو وہ کوئی تبصرہ کرتیں' وہ ویسے بھی پڑھی لکھی نہیں تھیں جو رپورٹ دیکھنے اور اسے پرکھنے میں انہیں دلچسپی ہوتی وہ تو صرف چہرے پڑھ سکتی تھیں اور اس وقت ان کے سامنے موجود شخص کسی کھلی کتاب کی طرح ان پر عیاں تھا۔

انہوں نے کبھی بیٹیوں کو بوجھ یا اپنے لیے مصیبت نہیں سمجھا' مگر بیٹے کی فطری خواہش ان کے اندر بھی موجود تھی' آج یہ سن کر کہ ان کی یہ خواہش کئی سال پہلے ہی پوری ہو گئی تھی ان کے دل پر ایک ملال چھا گیا تھا ایک طرف اگر انہیں اس ساری بات پر یقین نہیں آرہا تھا تو دوسری طرف شہزاد کے چہرے پر پھیلی سچائی انہیں اسے جھٹلانے بھی نہیں دے رہی تھی' بلکہ جس طرح وہ خود پر اور اپنی ماں پر بیتی تکلیف کا ذکر کر رہا تھا اسے سن کر خود بخود ان کا دل اس کی طرف کھنچا جا رہا تھا' وہ غیر ارادی طور پر اسے سنتی چلی گئیں' یہاں تک کہ کمرے سے عالیہ باجی اور شازیہ بھی باہر آگئیں' انہوں نے شہزاد کے متعلق سنا تھا' مگر اسے دیکھا نہیں تھا اور اب یہ جان کر کہ حوریہ کی رپورٹ پازیٹو ہے ان دونوں کا دل بھر آیا تھا' حوریہ ان کی بہن نہیں تھی اس سے کوئی رشتہ ہی نہیں تھا اور سامنے کھڑا یہ شخص جسے وہ پہلی بار دیکھ رہے تھے ان کا بھائی تھا۔

بھائی۔۔۔

کس قدر غیر مانوس لفظ تھا۔

شہزاد بولتے بولتے ماضی کی وادیوں میں کہیں کھو گیا تھا' جب کندھے پر ایک ضعیف ہاتھ کے دباؤ نے اسے چونکا دیا اس نے گردن موڑ کر عابد حیات کی جانب دیکھا تو ان کا چہرہ آنسوؤں سے بھیگا دیکھ کر وہ ایک دم شرمندہ ہو گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے معاف کردیجیے' مجھے معلوم ہے میں آپ کو بہت اذیت دے رہا ہوں' مگر۔۔۔" شہزاد کی بات ابھی منہ میں ہی تھی کہ انہوں نے شہزاد کو کھینچ کر گلے لگالیا۔

وہ سب جو اتنی دیر سے ضبط کررہی تھیں ان سب کی آنکھیں ایک ساتھ چھلک پڑیں' صرف کمرے کے دروازے پر کھڑی حوریہ تھی' جس کی آنکھیں خشک تھیں' اب تک شہزاد کی آواز اسے سنائی دے رہی تھی' مگر اب اس کے کان سائیں سائیں کررہے تھے۔

وہ جب سے روحان سے ملی تھی' اس پر ایک عجیب سوگواری طاری تھی' اسے لگ رہا تھا جیسے اب تک جو زندگی اس نے جی تھی وہ سب جھوٹ تھی' جس گھر کو وہ اپنا گھر سمجھتی رہی وہ اس کا گھر نہیں تھا' جن والدین کو وہ اپنے ماں' باپ سمجھتی رہی وہ اس کے والدین نہیں تھے۔ جن بہنوں کو وہ اپنی ماں جائی سمجھتی رہی وہ اس کی بہنیں نہیں تھیں۔ ایسا لگ رہا تھا زندگی ایک دم سے بالکل خالی ہوگئی ہو' وہ چاہ رہی تھی روحان کا کہا صحیح نہ نکلے۔ مگر جب وہ ماریہ باجی کے ساتھ گئی اور روحان سے ملی تو وہ دہری مشکل کا شکار ہوگئی۔ عتیقہ کے بارے میں سن کر اسے لگا جیسے وہ اس عورت کو ہمیشہ سے جانتی ہو' جس قدر بے چینی اور بے تابی سے روحان اس عورت کو بے گناہ ثابت کرنا چاہتا تھا اتنی ہی تندہی سے وہ بھی اس کے کردار پر لگے داغ کے دھل جانے کی منتظر تھی۔

مگر شہزاد کے یہاں آنے پر اس کے احساسات اس کی اپنی سمجھ سے باہر ہوگئے تھے' جیسے اتنے سالوں سے وہ کسی اور کی جگہ پر قابض تھی' اب اس کے آجانے پر اسے وہ جگہ خالی کردینی چاہیے۔ لیکن پھر اس کی اپنی کون سی جگہ ہوگی۔

صادق آفریدی کے بارے میں اس نے اب تک جو کچھ سنا تھا اسے سننے کے بعد اسے اپنے دل میں ان کے لیے کوئی نرم گوشہ محسوس نہیں ہوا تھا' اب انہیں عابد حیات کی جگہ دینے کے لیے اس کا دل نہیں مان رہا تھا' بلکہ اسے تو سوچتے ہوئے بھی عجیب لگ رہا تھا' مگر اب تصدیق ہونے پر اس کی سوچوں کا رخ ایک دم مخالف سمت مڑ گیا' کیا پتا وہ اب اس رپورٹ کو بھی رد کردیں اور اسے اپنی اولاد ماننے سے انکار کردیں' ایک نچلے درجے کی معذور لڑکی کو اپنی سوسائٹی میں موو کرانا انہیں منظور نہ ہوا تو۔۔۔

"تو تم ہو حوریہ۔" شہزاد کی آواز اسے اپنے قریب سے سنائی دی تو وہ ایک دم ہڑبڑا گئی' اپنی سوچوں میں وہ اس قدر غرق ہوگئی تھی کہ اسے وقت گزرنے کا احساس ہی نہیں ہوا' دوسری طرف ان کے مابین طویل جذباتی مکالموں کے تبادلے کے بعد وہ سب اب کافی سنبھل گئے تھے' جس کے بعد نا صرف ماریہ باجی کو ایک مصنوعی ڈانٹ پڑی' بلکہ شہزاد کا عالیہ باجی اور شازیہ سے تعارف بھی کرایا گیا۔

اتنے سارے رشتے پا کر شہزاد کی آنکھیں بھیگ گئی تھیں' اس کے لیے خود پر ضبط کرنا مشکل ہوگیا تھا' بے پناہ خوشی کے احساس کے باوجود اس کا دل بوجھل ہوا جارہا تھا' وہ اسی غم اور خوشی کی ملی جلی کیفیت میں حوریہ کے سامنے آکھڑا ہوا' اس کے متوجہ کرنے پر حوریہ جلدی جلدی ہتھیلی کی پشت سے چہرہ صاف کرنے لگی۔

"روحان بھائی نے خوامخواہ میں تمہارا ٹیسٹ کرایا' تم تو بالکل امی کی کاربن کاپی ہو۔" شہزاد اس کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے یاسیت سے بولا' اس پل اس کے دل میں شدت سے خواہش ابھری تھی کہ کاش آج عتیقہ زندہ ہوتیں۔

"کیا وہ بالکل میرے جیسی تھیں۔" حوریہ کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"اب اس عمر میں تو وہ ایسی نہیں رہی تھیں۔ لیکن جن لوگوں نے انہیں جوانی میں دیکھا ہے وہ ضرور میری بات کی تصدیق کریں گے۔" شہزاد کا دل چاہا اسے اسی وقت صادق آفریدی کے سامنے لے جائے' لیکن جانے وہ اس سے ملنا گوارہ بھی کریں گے یا نہیں۔ ابھی اس نے سوچا ہی تھا کہ دروازے پر ابھرنے والی دستک نے ان سب کو چونکا دیا اور دروازہ کھلنے پر جتنی حیرانی شہزاد کو ان دونوں کو دیکھ کر ہوئی تھی اتنی ہی حیرانی روحان اور صادق آفریدی کو شہزاد کو یہاں دیکھ کر ہوئی تھی۔

روحان غصے کی زیادتی سے اپنے کمرے میں بند ہوگیا تھا' مگر صادق آفریدی نے شاک سے باہر آنے کے بعد اس کے کمرے کا دروازہ بجا بجا کر اسے باہر آنے پر مجبور کردیا' جب انہوں نے حوریہ سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تو روحان انہیں اسی وقت یہاں لے آیا' حالانکہ آتے وقت وہ سوچ بھی رہا تھا پتا نہیں حوریہ کے گھر والے اس رپورٹ پر یقین کریں گے یا نہیں۔ اسے پہلے ماریہ سے بات کرنی چاہیے۔ پھر صادق آفریدی کو یہاں لانا چاہیے' مگر ان کے گھر تو فون تھا نہیں' ماریہ سے کل آفس میں ہی بات ہوسکتی تھی اور صادق آفریدی کل تک کا انتظار نہیں کرسکتے تھے۔

انہیں اتنا ٹوٹا ہوا شکست خوردہ روحان نے کبھی نہیں دیکھا تھا' وہ زیادہ دیر ان سے ناراض نہ رہ سکا' مگر یہاں آکر اسے لگا اس نے اچھا کیا جو ابھی آگیا' حوریہ کے گھر والے پہلے ہی سب جان گئے تھے اور کافی خوش بھی تھے' البتہ صادق آفریدی کے آنے پر ماحول ایک بار پھر بوجھل ہوگیا۔

صادق آفریدی حوریہ کو دیکھ کر باقاعدہ رو پڑے تھے' خود حوریہ کے آنسو نہیں تھم رہے تھے' بہت مشکل سے روحان نے ان دونوں کو سنبھالا' ماریہ باجی نے منہ دھونے کے بہانے حوریہ کو وہاں سے اٹھایا' کہ وہ یہاں سے کچھ دیر کے لیے ہٹے گی تو اس کا جذباتی دباؤ تھوڑا کم ہوگا اس کے منظر سے ہٹنے پر صادق آفریدی دزدیدہ نظروں سے شہزاد کو دیکھنے لگے جو صحن میں بچھی چوکی پر سب سے لاتعلق بنا بیٹھا تھا۔

اب اپنے رویے اور الفاظ کو یاد کرکے ان کا شرمندگی کے مارے برا حال ہوگیا تھا' مگر پھر بھی انہیں معذرت کرنا ناممکن لگ رہا تھا' وہ اس سے کیسے معافی مانگ سکتے تھے۔ ان کی انا آڑے آرہی تھی۔

شہزاد کو اپنے چہرے پر کسی کی نظروں کا احساس ہوا تو اس کی نظر خود بخود صادق آفریدی کی جانب اٹھ گئی۔ انہوں نے اسے دیکھتے ہی نظریں چرالیں' جبکہ شہزاد انہیں دیکھتا رہ گیا' خجالت ان کے چہرے کے ہر ہر زاویے سے عیاں تھی' مگر زبان سے اعتراف کرنا ان کی انا کو گوارہ نہیں تھا' اس کے ہونٹوں پر ایک تلخ مسکراہٹ ابھر کر غائب ہوگئی۔

جو ظلم اس کی ماں پر ہوچکا تھا جو کچھ وہ زندگی بھر سہتی رہی تھیں وہ ناقابل فراموش اور ناقابل معافی تھا'

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

آج اگر صادق آفریدی اپنے رویے پر پچھتاوے اور شرمندگی کا اظہار کر بھی دیتے تو کیا فرق پڑتا۔

کچھ اسی قسم کی سوچوں کا نزول روحان کے ذہن پر ہو رہا تھا' وہ صادق آفریدی کی بے چینی بھانپ گیا تھا جس طرح وہ شہزاد کو دیکھ رہے تھے اس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ کچھ کہنا چاہ رہے ہیں' مگر ان کی ہمت نہیں پڑ رہی' جبکہ شہزاد کے چہرے پر ابھرتی تلخ مسکراہٹ اس کی سوچوں کو بھی بخوبی ظاہر کر گئی تھی اور روحان اس سے پوری طرح متفق تھا' پھر بھی چاہتا تھا کہ ان کے درمیان چھڑی سرد جنگ ختم ہو جائے' مگر فی الحال وہ اس ذکر کو چھیڑنا نہیں چاہتا تھا' وہ چاہتا تھا صادق آفریدی خود پہل کریں روحان کے کہنے پر نہیں۔ اور ایسا ممکن تھا بس کچھ وقت درکار تھا۔

"اب آپ لوگوں کا آگے کیا ارادہ ہے کیا آپ اس ڈاکٹر کے خلاف کوئی قانونی کارروائی کریں گے۔"

"کریں گے نہیں' کر چکے ہیں۔" روحان سپاٹ لہجے میں بولا تو صادق آفریدی چونک کر اسے دیکھنے لگے۔

"میں نے اس ڈاکٹر اور اسپتال پر کیس کر دیا ہے اور ابھی ایک مقدمہ ہم نظام الدین اسپتال پر بھی کریں گے' پتا نہیں وہ لیڈی ڈاکٹر کہاں ہوگی' لیکن ڈاکٹر شوکت تو آج بھی اس اسپتال میں پریکٹس کر رہی ہیں۔"

"روحان تم شوکت بھابھی پر کیس کرو گے۔" صادق آفریدی بے یقینی سے اسے دیکھ رہے تھے۔

"تو کیا آپ کے خیال میں انہیں معاف کر دینا چاہیے۔" روحان نے الٹا ان ہی سے سوال کیا۔

"نہیں ہرگز نہیں۔۔۔ لیکن۔" وہ ایک دم حتمی انداز میں بولے' مگر فوراً" ہی ان کے چہرے پر الجھن کے آثار بھی ابھر آئے' جسے محسوس کرتے ہوئے روحان کہنے لگا۔

"میں نے وکیل انکل سے بات کر لی ہے' بہت جلد انہیں کورٹ کا نوٹس ملنے والا ہے۔"

"اور تمہاری شادی کا کیا ہوگا۔" صادق آفریدی اچنبھے کے عالم میں بولے۔

"ہم نے تو کارڈز تک چھپوا لیے ہیں اور احسان نے تو کارڈز بانٹنے بھی شروع کر دیے ہوں گے۔" فوری طور پر روحان کچھ بول نہ سکا۔ لیکن وہ کسی قسم کی کمزوری ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا' اس لیے اپنے لہجے کے کھوکھلے پن کو چھپاتے ہوئے بولا۔

"اس شادی کو اب آپ ختم ہی سمجھیں' جب علیزہ ہی میری بات نہیں سمجھ رہی تو احسان انکل کیا سمجھیں گے۔" صادق آفریدی حیرانی سے روحان کو دیکھتے رہے وہ خود بھی ڈاکٹر شوکت کے ساتھ کوئی رعایت برتنے کے حق میں نہیں تھے' مگر علیزہ بہرحال انہیں بھی عزیز تھی' مگر آگہی کے بعد بھی وہ اس رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتے تھے' لیکن ان حالات میں سب کچھ بھول کر اس رشتے کو بالکل پہلے کی طرح قائم کرنا بھی ممکن نہیں لگ رہا تھا' وہ عجیب شش و پنج میں گھرے متفکر سے روحان کو دیکھتے رہے' جس نے جانے واقعی خود کو اتنا مضبوط کر لیا تھا یا خود پر بے حسی کا لبادہ چڑھا لیا تھا۔

☆ ☆ ☆

روحان نے بھی اپنی سب سے قیمتی چیز گنوا کر اپنی ماں کا کھویا ہوا مقام واپس حاصل کر لیا تھا۔ اس لیے

زندگی میں خالی پن کا احساس ہونے کے باوجود اس کے اندر بے تحاشا سکون تھا۔

کورٹ کا نوٹس پہنچتے ہی شوکت آنٹی نے احسان انکل کے ساتھ گھر آ کر صادق آفریدی اور روحان سے معافی مانگی تھی' مگر وہ چاہے کتنی بھی منت سماجت کر لیتیں ان دونوں کا دل نہیں پسیج سکتا تھا' البتہ اس وقت روحان کو واقعی لگا کہ وہ کمزور پڑ جائے گا' جب علیزہ نے خود گھر آ کر بڑی عاجزی سے اس سے درخواست کی کہ عدالت میں پہلی پیشی ہونے سے پہلے وہ کیس واپس لے لے وہ ہرجانے کی رقم دینے کے لیے تیار تھے' شوکت آنٹی جاب چھوڑ کر گھر بیٹھ جانے پر بھی راضی تھیں' مگر انہیں عدالت میں گھسیٹ کر ان کی عزت کو اچھالا نہ جائے۔

روحان نے کبھی علیزہ کی آنکھ میں آنسو دیکھنے کا تصور بھی نہیں کیا تھا' اسے اس طرح بلکتا دیکھ کر اسے لگ رہا تھا وہ خود بھی رو پڑے گا' علیزہ کے احساسات اس سے بہتر اور کون سمجھ سکتا تھا' وہ اپنی عزت کے لیے سب کچھ چھوڑنے کے لیے تیار تھے تو یہی حال اس کا بھی تھا۔

اسے ہرجانے کی رقم سے کوئی سروکار نہیں تھا' وہ اسے نہ بھی ملتی تو بھی اس کو کوئی فرق نہیں پڑتا' شوکت آنٹی جاب جاری رکھتیں یا نہیں اس سے بھی اسے کوئی دلچسپی نہیں تھی' وہ بلاشبہ ایک بہترین ڈاکٹر تھیں جن کے پاس طویل عرصہ کا تجربہ تھا' جہاں تک سوال اس غلطی کا تھا تو وہ کسی سے بھی ہو سکتی تھی' مگر انہوں نے اسے چھپایا اور اس کے نتائج دیکھ کر بھی خاموش رہیں

آج بھی لاہور میں مقیم اس کی ساری ننھیال اس کی ماں کو خطاوار سمجھتی تھی' اگر وہ ساری سچائی کورٹ میں نہ لاتا تو وہ ہمیشہ ان کی طرف سے بدگمان ہی رہتے' صرف رپورٹس دیکھ کر وہ کبھی نہ مانتے اور شاید فردا" فردا" سب کے پاس رپورٹ لے کر جانا روحان کے لیے ممکن بھی نہیں تھا' جبکہ کورٹ میں کیس آتے ہی یہ خبر ہر اخبار کی سرخی بن گئی۔

اتنے بڑے اسپتال کا معاملہ تھا' ٹی وی تک نے اس خبر کو خوب اچھالا تھا' اسپتال کا عملہ ایک بہت بڑا وکیل کر کے صرف کیس کو طول دینے کی کوشش کر رہا تھا' جو کیس کو شہرت دینے میں اور معاون ثابت ہو رہا تھا۔ چنانچہ لاہور سے سب سے پہلے عتیقہ کی خالہ کا فون آیا تھا۔ ان سے بات کرتے وقت صادق آفریدی بچوں کی طرح رو پڑے تھے۔

انہوں نے بتایا تھا وہاں لاہور میں سب کا ردعمل بڑا شدید تھا' سبھی لوگ عتیقہ کے ساتھ ہوئے دھوکے پر بپھرے ہوئے تھے اور اسپتال والوں کو کوسنے میں آگے آگے تھے' حالانکہ اس وقت سبھی عتیقہ کی دلی آزردگی کا سبب بنے تھے' مگر آج سب معصوم بن کر بیٹھ گئے تھے اور اس بات پر بضد تھے کہ ہمیں تو پتا تھا عتیقہ ایسی نہیں ہے' بس فلاں شخص نے اسے ایسا کہا تھا اور فلاں نے ویسا۔

اتنی مایوسی اور تنہائی میں خالہ کے فون نے روحان کو ایک نئی زندگی دی تھی' ورنہ علیزہ سے قطع تعلق کرنے کے بعد روحان کو اپنی زندگی بوجھ لگنے لگی تھی' مگر اس کے پاس اتنی فرصت بھی نہیں تھی کہ ماتم کرنے کے لیے خود کو کمرے میں بند کر لیتا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صادق آفریدی نے بڑی مشکل سے خود کو آمادہ کر کے شہزاد سے اپنے گزشتہ رویے کی معافی مانگ لی تھی' شہزاد کا دل تو خیر کیا صاف ہوتا البتہ جب سے حوریہ کے والدین نے اور گھر کے دوسرے افراد نے اسے گھر کے فرد کی حیثیت سے قبول کرلیا تھا تب سے وہ اتنا خوش رہنے لگا تھا کہ اس نے زندگی بھر کی محرومیوں کی سوغات دینے والے کو بھی معاف کردیا گو کہ عتیقہ کی یاد اسے صادق آفریدی کے لیے کسی قسم کے احترام اور گرمجوشی کے جذبات کو دل میں جگہ نہیں دینے دیتی تھی' مگر وہ اب پچھلی باتوں کو دہرانا نہیں چاہتا تھا۔ اسی لیے ان کی درخواست پر اس نے ان کا آفس دوبارہ جوائن کرلیا' اگر انہیں اس جیسے ایماندار اور محنتی انسان کی ضرورت تھی تو وہ بھی اتنی اچھی آفر مسترد کردینے کا متحمل نہیں تھا۔

اسے جو نئے رشتے ملے تھے وہ ان کی ذمہ داری پوری خوش اسلوبی سے نبھانا چاہتا تھا۔ ابا کا علاج کرانے سے لے کر بہنوں کی شادیوں تک ہر کام کے لیے اسے واقعی ایک پرکشش جاب کی ضرورت تھی اس کے ساتھ ساتھ وہ ایک بار لاہور جا کر اپنے تمام سرٹیفکیٹس لانا چاہتا تھا تاکہ اپنی تعلیم دوبارہ شروع کرسکے' زندگی ایک دم بہت مصروف اور متحرک ہوگئی تھی' مگر اتنی گہما گہمی میں بھی عتیقہ کا خیال کسی کسک کی طرح ہر وقت اس کے ساتھ رہتا' کاش کہ یہ سب ان کی زندگی میں ہوا ہوتا اور یہ پچھتاوا تو ہر ایک کے دل میں تھا' حوریہ ان سے کبھی نہیں ملی تھی' مگر جتنا وہ شہزاد سے ان کے بارے میں سنتی تھی اتنا ہی اس کے دل میں ان سے نہ مل سکنے کی محرومی جڑ پکڑتی جاتی۔

صادق آفریدی اور روحان اسے اپنے ساتھ اپنے گھر لے گئے تھے' مگر وہ دونوں سارا دن مصروف رہتے ایسے میں بالکل نئی جگہ پر اتنے بڑے گھر میں اس کا دل بہت گھبراتا سامان کی ترتیب کا صحیح اندازہ نہیں ہونے کی وجہ سے وہ ہر چیز سے ٹکراتی اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے روحان زیادہ تر اسے اس کے گھر ہی چھوڑ دیتا جہاں شہزاد کے پاس بیٹھی وہ بس عتیقہ کے بارے میں ہی پوچھے جاتی۔

"تم نے اس گھر میں جانا کیسے گوارہ کرلیا جہاں امی کے ساتھ یہ سلوک ہوا تھا۔" ایک دن حوریہ نے روانی سے بولتے شہزاد کی بات کاٹتے ہوئے پوچھا تو شہزاد رک کر روحان کی طرف دیکھنے لگا وہ بھی شام میں اکثر ان ہی کے گھر چلا آتا۔

"میں صرف روحان بھائی کی وجہ سے آنے کے لیے تیار ہوا تھا ان کی باتیں اور انداز گفتگو امی سے اس قدر ملتا تھا کہ بعض اوقات ان سے بات کرتے ہوئے ایسا لگتا جیسے میں ان سے نہیں امی سے مخاطب ہوں' آپ کو یاد ہوگا روحان بھائی پہلی ملاقات میں آپ نے کہا تھا۔

موت کا وقت مقرر ہے وہ انسان کے فائدے نقصان کے تابع نہیں ہے تم خدائی معاملات میں نہ ہی پڑو تو بہتر ہے۔

امی بھی اکثر ہو بہو یہی جملہ کہتی تھیں' حالانکہ وہ شکوہ کناں بھی ہوجاتیں' مگر فوراً" ہی معافی بھی مانگ لیتیں' آپ کے منہ سے یہ بات سن کر میں شاکڈ رہ گیا۔"

آج صبح ان کے کیس کی سنوائی تھی اور شوکت آنٹی آج اکیلی ہی آئی تھیں تب اسے پتا چلا کہ احسان انکل نے ان سے علیحدگی اختیار کرلی ہے اور اپنے ساتھ عروبہ کو بھی لے گئے ہیں' احسان انکل کا کہنا تھا شوکت آنٹی کی وجہ سے ان کی بہت بدنامی ہو رہی ہے' وہ ایسی عورت کا ساتھ برداشت نہیں کرسکتے' انہوں نے علیزہ کو بھی اپنے ساتھ لے جانا چاہا' مگر وہ اس طرح ماں کو تنہا چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ہوئی' حالانکہ کورٹ میں وہ اکیلی ہی آئی تھیں اب تو اسپتال کا عملہ بھی ان سے خائف نظر آنے لگا تھا وکیل انکل کا کہنا تھا کہ ان کا کیس اتنا کمزور ہے کہ اسپتال والے اب صرف اپنی جان چھڑانے کا سوچ رہے ہیں' ہوسکتا ہے بہت جلد وہ ڈاکٹر شوکت کو جاب سے برطرف کرتے ہوئے ہرجانہ دے کر کیس ختم کرنے کی درخواست کردیں' کیونکہ یہ کیس جتنا طول پکڑ رہا تھا ان کے اسپتال کی اتنی ہی بدنامی ہو رہی تھی اس لیے وہ جلد سے جلد اس کیس کو رفع دفع کرنا چاہ رہے تھے۔ کیونکہ ہر پیشی میں وکیل انکل نے ڈاکٹر شوکت کی دھجیاں اڑادی تھیں۔

روحان کے لیے یہ مقام بہت اذیت ناک تھا۔ کسی کی عزت کو اس طرح سرعام نیلام ہوتا دیکھنا اس کے بس کی بات نہیں تھی' اس کا دل چاہتا وہ حوریہ کے علاج کے بہانے یہاں سے دور چلا جائے۔ مگر کیس ختم ہونے تک وہ جا بھی نہیں سکتا تھا' اس لیے شہزاد حوریہ کے ساتھ جانے کے لیے رضامند ہوگیا تھا' روحان نے ان دونوں کا پاسپورٹ تک بننے کے لیے دے دیا تھا' پھر بھی اس کا دل چاہتا شہزاد کی جگہ خود چلا جائے۔ کورٹ کی کارروائی اس کی توقع سے زیادہ صبر آزما ثابت ہو رہی تھی۔

اسے پتا چلا تھا علیزہ نے جاب پر جانا چھوڑ کر خود کو گھر میں قید کرلیا ہے' اس میں لوگوں کا سامنا کرنے کی ہمت نہیں تھی' ایک طرف اگر روحان کو اپنی ماں کے مجرموں کو سزا ملتی دیکھ کر خوشی ہوتی تو دوسری طرف علیزہ کا خیال اسے خوش نہ ہونے دیتا' پتا نہیں اس کی کیا حالت ہوگی وہ جس دن روحان کے گھر آئی تھی اس کے بعد سے ان دونوں کے درمیان کوئی بات نہیں ہوئی تھی' نہ ہی روحان کی اس سے کہیں ملاقات ہوئی تھی' اپنے لیے یہ نارسائی اس نے خود چنی تھی' ورنہ ان کی تو شادی کے کارڈ تک چھپ گئے تھے' اگر اس نے علیزہ کی بات مان لی ہوتی تو شہزاد اور صادق آفریدی دل مسوس لینے کے باوجود اسے روکتے نہیں۔ علیزہ کو خالی ہاتھ لوٹاتے وقت اسے خود بھی اچھی طرح اندازہ تھا کہ وہ بھی ہمیشہ کے لیے تہی دامن رہ جائے گا' مگر اس نے اپنا دل سخت کرلیا تھا۔

☆ ☆ ☆

روحان اور شہزاد نے حوریہ کے علاج کے لیے ہر طرح کی معلومات اکٹھی کرلیں اور اس کے اور اماں کے انگلینڈ جانے کے تمام انتظامات مکمل کردیے۔

اتنی دور جانے کے خیال سے ہی حوریہ کے ہاتھ پاؤں پھولے جا رہے تھے' وہ تو ان سب کے بغیر بھی گلی کے نکڑ تک نہیں گئی تھی کجا کہ اتنا لمبا سفر اور اتنا طویل قیام۔ اسے وہاں تقریباً" ایک ماہ رہنا تھا' اماں اس کے ساتھ جا رہی تھیں' مگر وہ خود بہت بوکھلائی ہوئی تھیں' حوریہ چاہ رہی تھی ماریہ باجی اس کے ساتھ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چلتیں، مگر انہیں آفس سے چھٹی نہیں مل رہی تھی، وہ حوریہ کی شادی کے وقت کافی چھٹیاں لے چکی تھیں، عالیہ باجی اور شازیہ کے امتحان سر پر تھے۔

"اتنا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے شہزاد بھائی ہوں گے نا آپ کے ساتھ، وہ آپ کا بہت خیال رکھیں گے۔" شازیہ اس کی پیکنگ کرتے ہوئے اسے تسلیاں دیتی جا رہی تھی۔

"بس مجھے ہول اٹھ رہے ہیں جانے کل کیا ہوگا۔" حوریہ کا دل بیٹھا جا رہا تھا، چند گھنٹوں بعد اس کی فلائٹ تھی شہزاد کچھ ضروری کام نبٹانے آفس چلا گیا تھا، اس کے آتے ہی انہیں ایئرپورٹ کے لیے نکلنا تھا جہاں صادق آفریدی اور روحان بھی انہیں سی آف کرنے آنے والے تھے۔

"کل جو ہوگا بہت اچھا ہوگا اور خدارا ہولنے کا کام چھوڑ دو اس کے لیے اماں ہی کافی ہیں۔" شازیہ اس کے سوٹ کیس کی زپ بند کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی اور حوریہ کے آوازیں دینے پر بھی رکی نہیں، بلکہ کمرے سے نکلتی چلی گئی، حوریہ اپنے کمرے میں اکیلی بیٹھی رہ گئی، اس کے کمرے کی کھڑکی کھلی تھی، جہاں گلی سے اپنی مخصوص آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔

شام ہو جانے کے باعث گلی میں بچے کھیلنے کے لیے جمع ہو گئے تھے۔ مغرب ہونے میں ایک گھنٹے سے بھی کم وقت رہ گیا تھا، گلی کے نکڑ پر کھڑے گول گپے والے کا ٹیپ ریکارڈ بجنا شروع ہو گیا تھا اس تمام شور میں پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں سب سے نمایاں تھیں۔

حوریہ چپ چاپ بیٹھی انہیں سنتی رہی، اگر ڈاکٹرز کا کہا سچ ہونے والا تھا تو آج سے تین ہفتے بعد وہ ہر اس چیز کو دیکھنے کے قابل ہو سکتی تھی، جس کی اس نے صرف آواز سنی تھی یا جسے اس نے صرف چھو کر محسوس کیا تھا اور وہ بہت ساری چیزیں جن کا اس نے صرف ذکر سنا تھا جن کی کوئی آواز نہیں تھی اور جنہیں چھونا بھی ممکن نہیں تھا۔ آج سے تین ہفتے بعد ان سب کی اشکال اور جسامت اس کے سامنے ہوں گی، جیسے آسمان، چاند، ستارے، بادل اور جانے کتنی ان گنت چیزیں تھیں۔

ڈاکٹرز کا کہنا تھا بینائی آجانے کے باوجود کچھ عرصے تک وہ آنکھوں کا صحیح استعمال نہیں کر سکے گی۔ یعنی اسے بہت سی چیزوں کو سمجھنے میں بہت وقت لگے گا، شروع میں تصویر اور حقیقت کا فرق سمجھنے میں اسے بہت وقت ہوگی، اگر اس کے سامنے کوئی پھل رکھ دیں گے تو جب تک وہ اسے چھو نہیں گی نہیں اسے پتا نہیں چلے گا

اسے رنگوں کی پہچان کرانی ہوگی، کون سا رنگ گہرا نیلا ہے کون سا ہلکا نیلا۔ زندگی کی یہ تمام معمولی باتیں جن سے ایک عام آدمی کا روز کا واسطہ پڑتا ہے اس کے لیے ایک نہایت پیچیدہ عمل ہوں گے اس کے سامنے رکھی کرسی اس سے تین قدم کے فاصلے پر ہے یا چار قدم کی دوری پر یہ سارے اندازے لگانے میں شروع شروع میں اسے بہت مشکل ہوگی آنکھیں ملنے پر بھی وہ چیزوں سے ایسے ہی ٹکرائے گی جیسے نظر نہ آنے پر الجھتی ہے، اسے باقاعدہ کسی چھوٹے بچے کی طرح ہر چیز سیکھنی ہوگی بلاواسطہ یا بلواسطہ ہر کام کی

ٹریننگ لینی ہوگی اور یہ سب تو تبھی ممکن تھا جب وہ ٹھیک ہو جائے گی، کیا پتا اس کا آپریشن کامیاب ہوگا بھی یا نہیں۔

پتا نہیں کب تک وہ اسی طرح بیٹھی سوچتی رہتی کہ بہت ہی مانوس سی آواز نے اسے بری طرح چونکا دیا وہ بے یقینی سے اس آواز کو سنتی رہی، کبھی یہ آواز اسے زندگی کی نوید دیا کرتی تھی، پھر اس نے خود ہی اس آواز کے خود تک پہنچنے کے سارے راستے بند کر دیے، اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اس آواز کا گلا گھونٹ دیا، مگر آج اتنے دنوں بعد موبائل کی گھنٹی نے اسے ششدر کر دیا۔

حوریہ نے کانپتے ہاتھوں سے ٹٹول کر تکیہ ہٹایا اور موبائل آن کر کے کان سے لگا لیا اور بولی کچھ نہیں، مگر دوسری طرف فون ملانے والے کو اس کی موجودگی کا اتنا یقین تھا کہ اس نے حوریہ کی آواز سنے بغیر بڑے اعتماد سے پوچھا۔

"کیسی ہو حوریہ۔" حوریہ کو اپنے پورے وجود میں ایک ٹیس اٹھتی محسوس ہوئی، وہ جواب دیے بغیر فون بند کرنے لگی تھی، جب دوسری طرف عادل ایسے گویا ہوا جیسے اس سے فون پر نہیں روبرو مخاطب ہو۔

"فون بند مت کرنا حوریہ میں تمہارا زیادہ وقت نہیں لوں گا میں نے صرف تمہیں مبارک باد دینے کے لیے فون کیا ہے، اخباروں میں تمہارے بارے میں پڑھا تھا بہت افسوس ہوا یقین ہی نہیں آرہا تھا دنیا میں ایسا بھی ہوتا ہے، مگر جب ماریہ باجی نے آفس میں چھٹی کے لیے اپلائی کیا تب اندازہ ہوا کہ اللہ کے ہر کام میں کوئی بہتری ہوتی ہے انہیں تو چھٹی نہیں ملی، مگر مجھے پورا یقین ہے کہ جب تمہارا بھائی تمہیں لے کر واپس آئے گا تب تم ان اندھیروں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے چھٹکارا پا چکی ہوگی۔" اس کا لہجہ آج بھی دلکش اور اثر انگیز تھا، مگر آواز کی شوخی کہیں کھو گئی تھی، حوریہ فون بند کرنے کا ارادہ ترک کیے نہ چاہتے ہوئے بھی اس کی باتیں سنتی رہی جو کہہ رہا تھا۔

"حوریہ مجھے تم سے معافی مانگنے کا کوئی حق تو نہیں ہے، کیونکہ جان بوجھ کر کسی کا دل دکھانے کے بعد معافی کی توقع رکھنا عبث ہے، لیکن پھر بھی میں چاہتا ہوں کہ تم اپنا دل میری طرف سے صاف کر لو تمہیں دکھ دے کر میں خود بھی بہت مضطرب رہا ہوں، میرے دل میں ہر وقت ایک کسک سی رہتی ہے، تم اگر مجھے معاف نہیں کر سکتیں تو کم از کم مجھ سے نفرت نہ کرو۔" حوریہ کی پلکیں بھیگ گئیں وہ تو چاہتی تھی وہ اس سے نفرت کرے، اسے برا بھلا کہے، اسے کوسے، مگر وہ اس کوشش میں کبھی کامیاب نہیں ہوئی، جس طرح اس وقت وہ چاہ رہی تھی کہ اس سے بات کیے بغیر فون بند کر دے، مگر الفاظ خود بخود اس کی زبان سے ادا ہونے لگے۔

"آپ کی دادی کیسی ہیں؟"

"ہاں۔۔۔ وہ کافی بہتر ہیں۔ وہ تم سے ملنا بھی چاہ رہی تھیں، مگر میں نے انہیں بتا دیا فی الحال تو تم جا رہی ہو۔" وہ چونکتے ہوئے تفصیل سے بولا، "یقیناً" انہیں بھی اخبار میں حوریہ کے متعلق پڑھنے کے بعد اس سے ملنے کا تجسس ہوا ہوگا، اب تک وہ شادی ٹوٹنے کی اصل وجہ بھی جان گئی ہوں گی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں اب تو میں جا رہی ہوں۔" حوریہ نے سوچتے ہوئے گہرے لہجے میں کہا تو دوسری طرف وہ ایک دم خاموش ہو گیا' حوریہ کو احساس تھا وہ کچھ کہنا چاہ رہا ہے' مگر کہہ نہیں پا رہا' حوریہ نے اپنا آپ ٹٹولا تو اندر ایک جامد سناٹا چھایا تھا' اسے اب کچھ سننے کی خواہش نہیں تھی' اس لیے گہرا سانس کھینچتے ہوئے بڑے اعتماد سے نہایت بشاش لہجے میں بولی۔

"اچھا پھر میں فون بند کرتی ہوں' میری فلائٹ کا وقت ہونے والا ہے۔ مجھے جانا ہے اللہ حافظ۔"

"آں۔۔۔ ہاں اللہ حافظ۔ ساتھ خیریت کے جاؤ۔ ٹھیک ہو کر واپس آؤ۔ لیکن اگر خدانخواستہ تم ٹھیک نہ بھی ہو سکو تب بھی کبھی زندگی سے مایوس نہیں ہونا۔" آج بھی اس کا لہجہ اتنا ہی دل موہ لینے والا تھا جتنا پہلی بار اس نے سنا تھا۔ بلکہ آج تو اس کا انداز گفتگو سوگواری کا تاثر لیے ہونے کے باعث اور بھی گہرا ہو گیا تھا' حوریہ کی آنکھیں جھلکنے کو بے تاب ہونے لگیں تو اس نے بغیر کچھ کہے آہستگی سے فون بند کر دیا۔

☆ ☆ ☆

حوریہ اور اماں کو شہزاد کے ساتھ انگلینڈ بھیج کر روحان نے ابھی سکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ شوکت آنٹی کے انتقال کی خبر اس کے اعصاب جھنجھوڑ گئی' اسے ادھر ادھر کے لوگوں سے پتا چلا کہ کورٹ سے آنے کے بعد انہوں نے خود کو کمرے میں بند کر لیا تھا' جب وہ کئی گھنٹوں تک باہر نہیں آئیں تب علیزہ کو نوکروں سے دروازہ تڑوانا پڑا' لیکن اندر ان کا صرف بے جان وجود موجود تھا۔ علیزہ اس وقت بے ہوش ہو گئی تب نوکروں نے ہی احسان انکل کو اطلاع دی۔

روحان بت بنا یہ ساری تفصیل سنتا رہا' ایک وقت تھا جب وہ انہیں اپنے ہاتھوں سے قتل کر دینا چاہتا تھا' مگر اب جبکہ وہ خود ختم ہو گئی تھیں تو بھی اسے سکون نہیں تھا۔ علیزہ کی حالت کا سوچ کر اس کا دل بند ہونے لگتا' اس نے تو اپنی ماں کو کبھی دیکھا نہیں تھا' کبھی ان کے ساتھ رہا نہیں' تب بھی ان کی موت کا اس نے اتنا اثر لیا تھا تو علیزہ کی تو جو حالت ہوتی وہ کم تھی۔

وہ اور صادق آفریدی تمام باتیں بھلا کر ان کی تدفین میں شامل ہوئے' احسان انکل انہیں دیکھ کر جھجک گئے' وہ ایک بہت ہی شریف النفس انسان تھے' ان کی تو نظریں ہی نہیں اٹھ رہی تھیں ان دونوں کے سامنے مگر علیزہ کا رویہ بالکل منفرد تھا روحان جتنی بار بھی ان کے گھر گیا علیزہ اس کے سامنے نہیں آئی' بلکہ نوکر کے ہاتھ پیغام بھیجنے پر علیزہ نے نا صرف اس سے ملنے سے صاف انکار کر دیا بلکہ اسے یہاں آنے سے بھی منع کر دیا۔

روحان خالی خالی نظروں سے اس نوکر کی شکل دیکھتا رہا' پھر تھکے تھکے قدموں سے وہاں سے نکل آیا۔

دوسری منزل پر موجود رومیسہ نے علیزہ کے کمرے کی کھڑکی سے اسے شکست خوردہ انداز میں باہر جاتے دیکھا اور پلٹ کر علیزہ کو دیکھنے لگی جو بے حس و حرکت صوفے پر بیٹھی یک ٹک چھت کو دیکھ رہی تھی۔

"ایک بار روحان بھائی سے مل لینے میں حرج ہی کیا تھا۔" رومیسہ نے دھیرے سے کہا۔

"جب تم میرا جواب جانتی ہو تو پھر پوچھتی کیوں ہو۔" علیزہ نے ایک بے زار سی نظر اس پر ڈالی تو اس کا موڈ آف ہوتا دیکھ کر رومیسہ محض اس کا دھیان بٹانے کے لیے بولی۔

"عروبہ ابھی تک سو کر نہیں اٹھی۔ ساری رات بیٹھی رہی تھی وہ میں نے سوچا چلو دن میں ہی نیند پوری کر لے' مگر وہ اس روٹین کی عادی ہوتی جا رہی ہے۔" رومیسہ کی بات پر علیزہ چونک کر اسے دیکھنے لگی۔

"رات کو شہزاد کا فون آیا تھا نا۔"

"ہوں حوریہ کا آپریشن ہونے والا ہے نا کہہ رہا تھا دعا کرنا۔" رومیسہ دھیرے سے بولی۔

"تم ملی ہو حوریہ سے۔" علیزہ نے اسے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"ہوں۔ دو' تین بار ملی ہوں۔ روحان بھائی اسے اپنے گھر لے آئے تھے' لیکن وہاں اسے سامان کی ترتیب کا اندازہ ہی نہیں ہوتا' کبھی کسی چیز سے ٹکرا جاتی تو کبھی کسی چیز سے' حالانکہ اپنے گھر میں تو وہ کچن میں بھی کام کر لیتی تھی' لیکن یہاں تو چلنا بھی دوبھر ہو گیا تھا تو روحان بھائی اسے واپس چھوڑ آئے۔" رومیسہ غیر ارادی طور پر تفصیل سے کہتی چلی گئی' مگر علیزہ کے چہرے کے تاثرات عجیب ہوتے دیکھ کر اسے احساس ہوا اسے یہ نہیں کہنا چاہیے تھا' خود اسے حوریہ سے مل کر بہت دکھ ہوا تھا تو پھر علیزہ کو اس کی حالت کا سن کر اور بھی عجیب لگے گا اور وہ واقعی کسی سوچ میں ڈوب گئی تھی' اس کی سوچوں کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے رومیسہ بولی۔

"مگر حوریہ کی بہنیں بہت اچھی ہیں' کافی خیال رکھتی ہیں حوریہ کا۔"

"تم ان سے ملی ہو۔" علیزہ نے حیرانی سے پوچھا۔

"ہاں ایک بار حوریہ کو گھر چھوڑنے گئی تھی شہزاد کے ساتھ' تب ملی تھی۔" رومیسہ کے کہنے پر علیزہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

"کیا شہزاد کو پتا ہے کہ جب سے ممی کی ڈیتھ ہوئی ہے تم میرے پاس رہ رہی ہو۔"

"ہاں تبھی تو انہوں نے کل رات مجھے یہاں گھر پر فون کیا تھا۔" رومیسہ نے اطمینان سے کہا۔

"اسے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔"

"پہلی بات تو یہ ہے کہ شہزاد ایسے نہیں ہیں' انہوں نے تو صادق انکل تک کو معاف کر دیا ہے تو پھر آپ سے کیوں کینہ رکھیں گے اور دوسری بات یہ کہ اگر انہیں اعتراض ہوتا تب بھی میں یہاں آتی' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ شوکت آنٹی نے کیا کیا مجھے تو یہ پتا ہے کہ اس وقت آپ کو اور عروبہ کو میری ضرورت ہے۔" رومیسہ کے دوٹوک لہجے پر علیزہ کی آنکھیں بھیگ گئیں اور اسے نرم پڑتا دیکھ کر رومیسہ خود بھی شائستگی سے بولی۔

"آپ اگر ایک بار روحان بھائی سے مل لیں تو۔۔۔" رومیسہ کی بات ابھی پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ علیزہ ایک جھٹکے سے کھڑی ہو گئی۔

☆ ☆ ☆

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اجنبی ملک کے اجنبی ماحول میں طویل علاج اور بہت سارے ٹیسٹ کے بعد وہ دن آ ہی گیا جب حوریہ کی آنکھوں پر سے پٹی کھولی گئی' اماں نے اس کا ہاتھ مضبوطی سے تھام رکھا تھا' پھر بھی اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ کم نہیں ہو رہی تھی' اس کی آنکھوں پر رکھا آئی پیڈ ہٹانے کے بعد جب ڈاکٹر نے اس سے آنکھیں کھولنے کو کہا تو اس کا دل چاہا صاف انکار کر دے' اگر آنکھیں کھولنے کے بعد بھی سامنے پھیلا یہ سیاہ پردہ نہ ہٹا تو کیا ہو گا۔

"حوریہ میری بچی آنکھیں کھولو نا۔" اماں کی کانپتی آواز نے اسے جانے کون سی قوت بخشی تھی کہ اس نے دھیرے دھیرے پلکیں اٹھانی شروع کر دیں' سامنے کا منظر اس کے لیے ناقابل فہم تھا' البتہ اتنا پتا چل گیا تھا کہ وہ حس جو اس میں آج تک موجود نہیں تھی اب اسے میسر آ گئی تھی۔

وہ تیزی سے پلکیں جھپکتی اپنے اردگرد دیکھنے لگی اور اپنے برابر میں کھڑے وجود پر آ کر اس کی نظریں ٹھہر گئیں۔ اس کا ہاتھ سختی سے تھامے وہ ہستی جس نے اس کے باعث بے تحاشا اذیتیں سہی تھیں اور دکھ اٹھائے تھے اس وقت بھی خوش ہونے کی بجائے بے آواز رونے لگی تھیں۔

پہلی چیز جو اس کی نظروں نے فوکس کی تھی وہ اماں کا چہرہ تھا' مگر بہت جلد وہ چہرہ بگڑنے لگا تو وہ گھبرا کر اپنے نزدیک کھڑے ڈاکٹر کو دیکھنے لگی جو انگلش میں مسلسل اسے ہدایتیں دیے جا رہا تھا۔

"تمہاری آنکھوں میں آنسو آ گئے ہیں' اس لیے منظر دھندلا گیا ہے' گھبرانے کی کوئی بات نہیں ہے۔" اس کی بے چینی کو بھانپتے ہوئے اس کے سامنے کھڑے وجود نے اردو میں اسے تسلی دی تو وہ جو واقعی روہانسی ہو گئی تھی ایک دم چونک کر اسے دیکھنے لگی اس کی نظروں کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ مسکرا کر کہنے لگا۔ "جی ہاں میں ہی ہوں شہزاد۔ ابھی تم مجھے واضح طور پر نہیں دیکھ سکتیں' کیونکہ اس وقت کمرے کی لائٹ آف ہے' نیم تاریکی میں اتنا اچھا نظر نہیں آتا' مگر تمہیں ابھی تیز روشنی میں نہیں رکھا جا سکتا اور ڈاکٹر نے تمہیں رونے سے بھی منع کیا ہے' اماں آپ بھی اپنے آنسو روکیں' ڈاکٹر نے اس کی آنکھوں میں پانی نہ آنے کی سختی سے ہدایت دی ہے۔" شہزاد ڈاکٹر کی باتوں کا ترجمہ کرتے ہوئے خوش دلی سے بولا تو اماں نے گھبرا کر اپنے آنسو صاف کر کے ایسے مسکرانا شروع کر دیا جیسے کوئی کھلونا چابی بھرنے پر ایک دم حرکت میں آ گیا ہو۔

☆ ☆ ☆

حوریہ کو انگلینڈ میں اپنی توقع سے زیادہ دن رکنا پڑا تھا' آپریشن ہونے کے بعد بھی اسے کافی دن ڈاکٹرز کی زیر نگرانی رہنا پڑا' مگر جب طویل قیام کے بعد وہ وہاں سے لوٹی تو مکمل طور پر ٹھیک ہو چکی تھی'

پاکستان میں بھی سب اس سے ملنے کے لیے بری طرح بے چین تھیں' وہ سب روحان اور صادق آفریدی کے ساتھ اسے ایئرپورٹ لینے آئی تھیں' ان سب کو دیکھ کر وہ اچھی خاصی جذباتی ہو گئی تھی فوری طور پر وہ ان سب کے ساتھ ہی گھر چلی گئی' مگر صادق آفریدی کی خواہش تھی وہ ان کے پاس رہے اس لیے کچھ دن ان سب کے ساتھ رہ کر وہ اپنے گھر آ گئی' اس نے سنا تو بہت تھا کہ دنیا بہت خوبصورت ہے۔ لیکن

دنیا اتنی خوبصورت ہے یہ اندازہ اسے بالکل نہیں تھا' صبح کا وقت اگر اسے اس کرہ ارض کا سب سے حسین منظر لگتا تو شام کی رعنائیاں اس کی تمام توجہ اپنی جانب کھینچ لیتیں' دوپہر کی دھوپ اگر ہر شے کو جگمگا بخشتی تو رات میں پھیلی چاندنی ہر چیز کو پرنور کر دیتی۔

اتنی ساری خوبصورتی کے ساتھ ساتھ اسے اتنے انوکھے رشتے مل گئے تھے کہ زندگی کے معنی ہی بدل گئے تھے۔

ایک شام روحان نے اچانک اسے آئس کریم کھلانے لے جانے کا پروگرام بنا لیا تو وہ فوراً تیار ہو گئی۔

"میں نے شہزاد سے بھی کہہ دیا وہ کہہ رہا تھا کہ اسی ایریا میں ہوں گا' اگر فارغ ہو گیا تو آ جاؤں گا' ورنہ کسی دن سہی۔" حوریہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہوئے کہا تو لمحہ بھر کے لیے روحان ٹھٹک گیا' پھر لاپروائی سے بولا۔

"ہاں ٹھیک ہے اگر آ سکتا ہے تو آ جائے۔" روحان نے کہنے کے ساتھ ہی گاڑی اسٹارٹ کر دی اور محض بیس منٹ بعد وہ دونوں شہر کے بہترین مال کے فوڈ کارنر میں بیٹھے آئس کریم سے لطف اندوز ہو رہے تھے جب روحان نے اچانک کہا۔

"ارے یہ بھی یہاں آیا ہوا ہے۔" روحان کے کہنے پر حوریہ نے بے ساختہ اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا ان سے کچھ فاصلے پر لگی ایک ٹیبل پر ایک لڑکا ابھی ابھی آ کر بیٹھا تھا۔

"کون ہے یہ؟" حوریہ نے روحان کی طرف پلٹتے ہوئے پوچھا تو روحان الٹا اسی سے پوچھنے لگا۔

"تم رومیسہ کو جانتی ہو نا۔"

"ہاں کئی بار مل چکی ہوں۔" حوریہ نے کہا۔

"رومیسہ کے لیے اس لڑکے کا رشتہ آیا ہوا ہے۔"

روحان کے کہنے پر پہلے تو حوریہ چونکی' پھر پلٹ کر دوبارہ اسے دیکھنے لگی' اب کی بار حوریہ نے اس کی تفصیلی جائزہ لیا تھا' اچھا خاصا اسمارٹ سا لڑکا تھا اوپر سے ڈریسنگ بھی بہت اچھی کر رکھی تھی' مجموعی طور وہ پہلی ہی نظر میں کسی کو بھی آسانی سے متاثر کر سکتا تھا۔

"لڑکا تو بہت اچھا ہے۔" حوریہ نے روحان کی طرف پلٹتے ہوئے ستائشی انداز میں کہا تو روحان کے ہونٹوں پر گہری مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہوں مجھے بھی بہت پسند آیا ہے۔"

"کیا رومیسہ نے اسے دیکھا ہے۔" حوریہ نے دلچسپی سے پوچھا۔

"ہوں مختلف پارٹیز میں دیکھا ہے' مگر اسے رشتے کے بارے میں ابھی پتا نہیں ہے' اصل میں سمجھ میں نہیں آ رہا رومیسہ سے کیسے پوچھوں اگر علیزہ ہوتی تو یہ کام بہت آسانی سے کر لیتی' میں سوچ رہا تھا اگر تمہاری اس سے بے تکلفی ہے تو تم پوچھ لو۔ میرے اور بابا کی طرف سے تو تقریباً "ہاں ہے۔"

"میری رومیسہ سے بے تکلفی تو نہیں ہے' لیکن میں پوچھ لوں گی۔ یہ کرنا کیا ہے۔" حوریہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پرجوش ہوگئی تھی اس سے پہلے کہ روحان جواب میں کچھ کہتا شہزاد کے آجانے پر اس کی بات منہ میں ہی رہ گئی۔

"آئس کریم کا کوئی خاص موڈ تو نہیں تھا مگر حوریہ نے بلایا تھا اس لیے آگیا۔" شہزاد نے کرسی گھسیٹ کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"کیا شہزاد کو پتا ہے۔" حوریہ نے روحان سے پوچھا۔ روحان نے محض نفی میں سرہلانے پر اکتفا کیا تو شہزاد سوالیہ انداز میں ان دونوں کو دیکھنے لگا جس پر حوریہ نے ایک بھرپور مسکراہٹ کے ساتھ روحان کے ہی انداز میں کہا۔

"اس ٹیبل پر جو لڑکا بیٹھا ہے کیسا ہے وہ؟"

"کیا؟" شہزاد نے کچھ نا سمجھنے والے انداز میں ان دونوں کو دیکھا۔ پھر سر اٹھا کر اس طرف دیکھنے لگا جس طرف حوریہ نے اشارہ کیا تھا۔

"اچھا تو ہے لیکن تم کیوں پوچھ رہی ہو۔" شہزاد نے حیرانی سے پوچھا۔

"بس روحان بھائی' بابا اور آپ کے بعد یہ رشتہ ہم دونوں کی طرف سے بھی ڈن سمجھیں۔ رومیسہ سے میں آج ہی پوچھ لوں گی۔" حوریہ کے خوشی خوشی کہنے پر شہزاد اچھل پڑا۔

"رومیسہ؟ یہ رومیسہ کہاں سے بیچ میں آگئی۔"

"رومیسہ کے لیے اس لڑکے کا پروپوزل آیا ہوا ہے۔" اپنے طور پر تو حوریہ نے خوش خبری ہی سنائی تھی' مگر شہزاد کا خون خشک ہوگیا' اس نے ایک بار پھر اس لڑکے کی طرف دیکھا اور اب کی بار بڑی تولتی نظروں سے اس کا جائزہ لیا تو وہ اسے ہر لحاظ سے بہترین نظر آیا' مگر ظاہری بات ہے یہ بات وہ انہیں نہیں بتا سکتا تھا' اس لیے چپ چاپ اسے دیکھتا رہا' جبکہ حوریہ اس کی خاموشی محسوس کیے بغیر نان اسٹاپ بولنے لگی۔

"میرے خیال سے تو رومیسہ بھی انکار نہیں کرے گی' وہ بابا کی اتنی عزت کرتی ہے ان کے بتائے رشتے پر بھلا اسے کیا اعتراض ہوگا' مگر میں اس سے پوچھوں گی ضرور آپ اب جلدی سے مجھے اس کا بائیو ڈیٹا بتا دیں تاکہ میں رومیسہ کی رائے لے سکوں۔"

"روحان بھائی سے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے اسی کو بلا لیتے ہیں۔" شہزاد اسے بغور دیکھتے ہوئے بولا تو روحان چونک کر اسے دیکھنے لگا۔

"کیا کچھ غلط کہہ دیا میں نے۔" شہزاد نے اس کے اس طرح چونکنے پر پوچھا تو روحان اس پر سے نظریں ہٹا کر حوریہ کو دیکھنے لگا وہ یہ سمجھی کہ روحان اس کی رائے لے رہا ہے تو وہ کندھے اچکاتے ہوئے کہنے لگی۔

"کوئی حرج تو نہیں بلکہ بلا لیں تو زیادہ اچھا ہے پتا چل جائے گا بات چیت کرنے میں کیسا ہے۔" حوریہ کا کہنا تھا کہ شہزاد' روحان کے بولنے کا انتظار کیے بغیر کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہوگیا اور سیدھا اس کی میز پر پہنچ گیا۔

بظاہر وہ اس سے بڑی خوش اخلاقی سے ملا اور بہت اصرار کر کے اسے اپنی ٹیبل پر بلانے لگا' مگر وہ پتا نہیں کیوں تامل کا شکار تھا' روحان چپ چاپ اپنی جگہ پر بیٹھا ان دونوں کے اصرار و انکار اور تکرار کو دیکھتا رہا' پھر کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

"مجھے ایک ضروری کال کرنی ہے' میں تھوڑی دیر میں آتا ہوں۔" موبائل جیب سے نکالتا روحان دوسری طرف بڑھ گیا اور روحان کے منظر سے ہٹتے ہی وہ لڑکا شہزاد کے ساتھ چلتا ان کی ٹیبل تک آگیا اس کے نزدیک آنے پر حوریہ کی دلچسپی گویا سوا ہوگی اس نے بڑے تپاک سے اسے سلام کیا جس کے جواب میں وہ صرف اسے دیکھ کر رہ گیا' حوریہ نے محسوس تو کیا' مگر یہ سوچ کر نظرانداز کر دیا کہ بے چارا شرما رہا ہوگا۔

"روحان بھائی کہاں گئے۔" شہزاد نے ادھر ادھر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"انہیں ایک ضروری فون کرنا تھا۔" حوریہ کے کہنے پر شہزاد شکر کا کلمہ پڑھتا اس لڑکے کے برابر میں بیٹھ گیا جو حوریہ کے عین سامنے بیٹھا تھا۔

"کتنے عرصے سے کام کر رہے ہیں آپ اس آفس میں۔" شہزاد نے آئس کریم کے کپ کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے پوچھا' اتنی دیر وہ اس کی ٹیبل پر کھڑا اصرار کرتا رہا تھا آفس کا نام شہزاد نے یقیناً" پوچھ لیا ہوگا' تبھی اس نے سلسلہ کلام واپس جوڑنے والے انداز میں پوچھا' جس کے جواب میں وہ اتنی آہستگی سے بولا کہ حوریہ کو تو آواز ہی نہیں آئی خود شہزاد جو اس کے برابر میں ہی بیٹھا تھا آنکھیں چندھیا کر اس کی طرف دیکھنے لگا' جیسے وہ بھی اس کا جواب ٹھیک طرح سے سن نہ سکا ہو' اسی لیے تصدیق کرنے والے انداز میں دہراتے ہوئے بولا۔

"تین سال سے؟ پھر تو آپ میری بہن کو جانتے ہوں گے۔" شہزاد کے یقین سے کہنے پر حوریہ حیرانی سے اسے دیکھنے لگی تو شہزاد بھی حوریہ سے مخاطب ہوتے ہوئے بولا۔

"یہ ماریہ باجی کے ہی آفس میں جاب کرتے ہیں۔"

"واقعی! یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے۔" حوریہ کے منہ سے بے اختیار نکلا' گویا لڑکے کی عادت مزاج کے متعلق معلوم کرنا بہت آسان ہوجائے گا۔ حوریہ نے تو صرف سوچا' مگر شہزاد نے کہہ بھی دیا۔

"میری باجی اچھی طرح جانتی ہیں کہ آفس میں کس کا کیا کیریکٹر ہے' کس کا کس کے ساتھ افیئر چل رہا ہے' اگر تمہاری کوئی گرل فرینڈ ہے تو اس کا فوراً" پول کھل جائے گا۔" حوریہ کے ساتھ ساتھ وہ لڑکا بھی حیرانی سے شہزاد کو دیکھنے لگا۔

"بھئی مذاق کر رہا ہوں تم تو ایسے سیریس ہوگئے جیسے رنگے ہاتھوں پکڑے گئے ہو۔" شہزاد کے انداز میں اتنی لاپروائی تھی کہ حوریہ ہونقوں کی طرح کبھی اس لڑکے کو اور کبھی شہزاد کو دیکھنے لگی اس لڑکے کے چہرے پر کوئی ناگواری نہیں تھی' البتہ وہ حیران ضرور لگ رہا تھا۔

"تم نے کتنے سالوں سے اپنے کانٹیکٹ لینسز چینج نہیں کیے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جی۔" اس کے منہ سے بڑی حیرانی سے نکلا۔

"بھئی میرے کہنے کا مطلب ہے کچھ سالوں بعد آئی سائٹ دوبارہ چیک کرالینی چاہیے' دس سال سے وہی لینسز لگا کر پھر رہے ہو تبھی تو رومیسہ جیسی لڑکی کو پسند کرلیا۔"

حوریہ کی حیرانی اب غصے میں تبدیل ہونے لگی تھی دل چاہ رہا تھا شہزاد کو فوراً "یہاں سے اٹھا دے' مگر غصے اور شرمندگی کے مارے اس سے کچھ بولا نہیں جا رہا تھا' مگر شہزاد تو اس کی طرف دیکھ ہی نہیں رہا تھا جو اس کے تاثرات جان پاتا' بلکہ وہ جان بوجھ کر اسے نظرانداز کر رہا تھا' تاکہ حوریہ اسے ٹوک نہیں سکے' مگر حیرت کی بات تو یہ تھی کہ وہ لڑکا شہزاد کو برداشت کیوں کر رہا تھا' اسے کچھ تو کہنا چاہیے تھا' بالآخر شہزاد اس کی خاموشی پر چوٹ کرتے ہوئے بولا۔

"کیا زبان گھر بھول آئے ہو۔" یہ سن کر بھی وہ کچھ نہیں بولا' بلکہ کرسی گھسیٹ کر کھڑا ہو گیا' حوریہ بھی گھبرا کر اس کے ساتھ کھڑی ہو گئی۔

"آں... آں آپ پلیز بیٹھیں نا۔" رومیسہ کے لیے آیا اتنا اچھا رشتہ اسے واپس لوٹتا لگ رہا تھا اس کا بس نہیں چل رہا تھا شہزاد کو کچا چبا جائے۔ حوریہ کے بولنے پر اس نے ایک خاموش نظر حوریہ پر ڈالی اور واپسی کے لیے پلٹ ہی رہا تھا کہ روحان آگیا۔

"ارے کیا ہوا کہاں جا رہے ہوں بیٹھو تو سہی۔"

روحان کے آجانے پر چمچے کو کپ میں بری طرح گھماتا شہزاد بظاہر مئودب ہو کر بیٹھ گیا' مگر اس کے چہرے پر کوئی شرمندگی نہیں تھی' حوریہ ایک قہر بھری نظر اس پر ڈال کر اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔

"یہ کیا تم نے ابھی تک کوئی آرڈر بھی نہیں دیا۔" روحان نے حیرانی سے کہا۔

"میرے خیال سے ان کا گلا خراب ہے' آواز بھی نہیں نکل رہی۔" روحان کی موجودگی کا لحاظ کرتے ہوئے شہزاد بڑی تمیز سے بولا' مگر حوریہ سوجان سے سلگ گئی' وہ سر جھکائے اپنا غصہ پینے کی کوشش کر رہی تھی' جب اس نے روحان کو کہتے سنا۔

"شہزاد نے تو اپنا تعارف کرا ہی دیا ہوگا' ان سے ملو یہ میری بہن ہے حوریہ اور حوریہ' یہ عادل ہے۔"

بس ایک پل لگا تھا حوریہ کے غصے کو صابن کے جھاگ کی طرح بیٹھنے میں۔ اسے اپنا پورا جسم برف کی سل کی طرح ٹھنڈا پڑتا محسوس ہوا' بڑی بے یقینی سے اس نے سر اٹھا کر اپنے سامنے کھڑے شخص کی طرف دیکھا اور دیکھتی رہ گئی۔

وہ اس کی ٹیبل پر آنا نہیں چاہ رہا تھا' آنے کے بعد بھی اس نے کوئی بات نہیں کی صرف ایک بار بولا' وہ بھی اتنی آہستہ آواز میں کہ شہزاد بھی بمشکل سن سکا' کیونکہ وہ جانتا تھا اس کی آواز سنتے ہی وہ اسے پہچان جائے گی آواز پہچاننے میں وہ کبھی دھوکا نہیں کھا سکتی' مگر اس کی باتوں کے جواب میں وہ صرف ہوں ہاں کر رہا تھا۔

شہزاد تو کپ خالی ہوتے ہی جانے کے لیے اٹھ گیا' اس کا دل چاہ رہا تھا شہزاد کے ساتھ وہ بھی کوئی بہانہ

کر کے اٹھ جائے' مگر وہ بن ایسا شل ہو گیا تھا کہ کوئی بہانہ بھی نہیں سوجھا اور وہ بت بنی بیٹھی رہ گئی۔

اسے امید نہیں تھی وہ اس طرح کبھی عادل سے ملے گی اور وہ بھی تب جب وہ کسی اور لڑکی کے ساتھ شادی کے لیے پروپوزل دے چکا تھا۔

تبھی عادل اس کے یقین کو استحکام پہنچاتے ہوئے پہلی بار روحان کے کسی سوال پر بڑی تفصیل سے بولا۔

"دادی کی طبیعت اب پہلے سے تو کافی بہتر ہے' مگر انہیں کوئی نہ کوئی تکلیف رہتی ہی ہے' اچھا اب میں چلتا ہوں' زندگی رہی تو پھر ملیں گے۔" وہ کہنے کے ساتھ ہی کھڑا ہو گیا تو روحان بھی اٹھ کر الوداعی کلمات کہنے لگا وہ کیا کہہ رہے تھے حوریہ کو اب کچھ سنائی نہیں دے رہا تھا یہ آواز اس کی سماعتوں میں ایسی اتری کہ اس کا پورا وجود جھنجھنا اٹھا۔

اسے لگ رہا تھا اس کا وجود ٹوٹ کر یہیں زمین پر بکھر جائے گا۔ مگر کرچی کرچی ہونے کے باوجود ایسا کچھ بھی نہیں ہوا' اس کے جانے کے بعد جب روحان نے اسے پکارا تو اسے خود کو سمیٹ کر روحان کی پوری بات توجہ سے سننی پڑی' کیونکہ وہ اس پر کچھ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"مجھے تو لڑکا ہر لحاظ سے بہت پسند آیا ہے' اب دیکھو رومیسہ کیا کہتی ہے' اصل میں عادل کے ساتھ بہت ٹریجڈی ہوئی ہے۔

اس کے ماں' باپ بچپن سے نہیں ہیں' صرف دادی ہیں' ان کی طرف سے بھی ہر وقت پریشانی رہتی ہے' گھر میں گھر والی کوئی بات ہی نہیں ہے' اس کی شادی اس کی آفس کی ایک کولیگ کی بہن سے طے ہو گئی تھی' مگر عین شادی والے دن رشتہ ٹوٹ گیا' عادل نے اپنی دادی سے بہانہ کر دیا کہ لڑکی کے گھر کے کچھ بزرگوں کی مداخلت پر اس کے والد نے رشتہ توڑ دیا' مگر پتا نہیں بعد میں کیا ہوا کہ دادی کو پتا چل گیا کہ لڑکی والوں نے فراڈ کیا تھا' وہ ویسے ہی بیمار رہتی ہیں یہ جان کر ان کی حالت اور بگڑ گئی۔

اس بات کو عرصہ ہو گیا ہے' اب اس کی دادی کافی بہتر ہیں' وہ چاہتی ہیں جلد از جلد عادل کی شادی کر دیں' شاید پندرہ دن کے اندر ہی شادی کرنی ہوگی' میں چاہتا ہوں تم رومیسہ کو ساری بات تفصیل سے بتا دو' تاکہ ہم اس کی منظوری ملتے ہی تیاریاں شروع کر دیں۔" روحان اس کی خاموشی اور غیر ہوتی حالت محسوس کیے بغیر کہتا چلا گیا۔

"رو... روحان بھائی آپ مجھے اماں کے گھر چھوڑ دیں گے' سب بہت یاد آرہے ہیں۔" روحان کی اتنی اہم بات کے جواب میں یہ مطالبہ اسے خود بھی بے تکا لگ رہا تھا' لیکن اگر وہ روحان کے ساتھ گھر جاتی تو اسے آج ہی رومیسہ سے بات کرنی پڑتی' جبکہ اسے اپنی ہمتیں مجتمع کرنے کے لیے ابھی وقت درکار تھا۔

اپنے فعل کے غلط ہونے کا احساس اسے تب بھی تھا' مگر عادل کو سچائی بتا کر اس کا ضمیر مطمئن ہو گیا تھا۔ اسے لگتا تھا اس نے عادل کو دھوکا کھانے سے بچا لیا' مگر اس نے کبھی یہ نہیں سوچا کہ عادل کا جو نقصان ہونا تھا وہ تو ہو چکا' اس کی دادی کو تب بھی صدمے سے گزرنا پڑا تھا ان کی حالت دیکھ کر عادل کو اس پر اور اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے گھر والوں پر کتنا غصہ آتا ہوگا' لیکن تب بھی اس نے ماریہ باجی کی جاب ختم کرنے کی کوئی کوشش نہیں کی' الٹا اس کے علاج کا خرچ دینے کی آفر دے دی۔

عزت صرف لڑکی کے گھر والوں کی نہیں ہوتی' عین شادی والے دن رشتہ ٹوٹ جائے تو لڑکے اور اس کے گھر والوں کو بھی کئی طرح کی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے' عادل کے آفس میں سب کو اس کی شادی کا علم تھا اور یہ بھی معلوم تھا کہ ماریہ کی بہن سے اس کی شادی ہو رہی ہے' شادی نہ ہونے کی صورت میں اسے کتنے لوگوں کو جواب دینا پڑا ہوگا' ماریہ بھی اسی آفس میں کام کرتی تھی وہ سچائی بتا کر اسے سب کے بیچ تماشا بھی نہیں بنا سکتا تھا' پتا نہیں ان دونوں نے آفس میں کیا کہا ہوگا' حوریہ نے تو کبھی پلٹ کر پوچھنے کی بھی ضرورت نہیں سمجھی۔

اور اب اچانک اس بات کا احساس ہونے پر اس کی شرمندگی کی انتہا نہیں رہی تھی' اسے لگتا تھا اس کے اندر عادل کے لیے کچھ نہیں بچا' مگر اب اس کے کسی اور کے ہونے کے خیال سے اس کا دل بیٹھا جا رہا تھا۔

"میں تمہیں کل ہی لینے آؤں گا' رومیسہ سے بات کرنے کے بعد چاہے جتنے دن رہ لینا' لیکن فی الحال یہ کام بہت ضروری ہے۔" حوریہ جواب میں سر تک نہ ہلا سکی۔

گھر میں اسے دیکھ کر سب حسب معمول بہت خوش ہوئے' مگر وہ کسی قسم کی گرم جوشی کا مظاہرہ نہ کر سکی۔ الٹا ماریہ باجی کے گلے لگ کر وہ بے اختیار رو پڑی' جس پر ماریہ باجی کو اچھی خاصی تشویش ہو گئی' وہ ہاتھ دھو کر اس کے پیچھے پڑ گئیں' مگر وہ بھی بس یہی کہتی رہی۔

"کوئی بات نہیں ہے بس آپ سب بہت یاد آ رہے تھے۔" مگر وہ مطمئن نہ ہوئیں' حوریہ کو لگا اسے یہاں آنا ہی نہیں چاہیے تھا' ابھی تو شہزاد گھر نہیں آیا تھا' اگر اس نے گھر آ کر سرسری ساذکر بھی کر دیا تو ماریہ باجی تو فوراً" سمجھ جائیں گی اپنے آفس کا نام سنتے ہی وہ اپنی عادت کے مطابق شہزاد کو اتنا کریدیں گی کہ شہزاد کو سب بتانا ہی پڑے گا اور کیا بھروسہ شہزاد خود ہی معلومات کرنے کے لیے پوچھنے بیٹھ جائے' مگر شکر تھا کہ شہزاد رات کو اتنی دیر میں آیا کہ کوئی بات ہی نہ ہو سکی اور اگلے دن روحان صبح صبح اسے لینے آ گیا۔

"آپ آفس نہیں گئے۔" حوریہ تو سوچ رہی تھی وہ شام میں آئے گا۔

"کیا چھٹی والے دن بھی آفس جانا شروع کر دوں۔" روحان کے مسکرا کر کہنے پر حوریہ بے بسی سے اسے دیکھ کر رہ گئی' ویسے بھی صبح ہو یا شام کیا فرق پڑتا تھا ساری رات آنکھوں میں کاٹ کر اسے اتنا اندازہ تو ہو ہی گیا تھا کہ اس صدمے سے نکلنا اس کے لیے اتنا آسان نہیں ہے جتنا چاہے اسے کتنا بھی وقت مل جائے رومیسہ کے آنے پر اس سے بات کرتے ہوئے حوریہ نے ہر ممکن کوشش کی تھی کہ وہ عادل کے متعلق بالکل انصاف سے بات کرے اور بالکل صحیح رپورٹ دے ورنہ دل تو چاہ رہا تھا خود سے گھڑ کر ایسی باتیں کہہ دے کہ وہ فوراً" انکار کر دے' مگر ایسی بے ایمانی کرنا اس کی فطرت میں نہیں تھا یہ اور بات تھی کہ عادل کے متعلق وہ اسے تفصیل سے نہیں بتا سکی' زبان اتنی لڑکھڑا رہی تھی کہ جملے صحیح طرح سے ادا نہیں ہو پا رہے تھے' مگر یا تو رومیسہ سمجھی نہیں یا وہ اس رشتے کے بارے میں سن کر اتنا کھو گئی تھی کہ کوئی تبصرہ ہی نہ کر سکی' اسی لیے جب وہ بولی تو بڑی سنجیدگی سے کہنے لگی۔

"اگر صادق انکل اور روحان بھائی کو منظور ہے تو میرے انکار کا جواز ہی نہیں بنتا آپ میری طرف سے ہاں کر دیں۔" حوریہ کو لگا رومیسہ نے ہاں نہیں کہی' بلکہ اسے سزائے موت سنا دی' وہ ساکت نظروں سے اسے دیکھتی رہ گئی' یہاں تک کہ رومیسہ اٹھ کر کمرے سے باہر چلی گئی' حوریہ رسم دنیا کے طور پر اٹھ کر اسے گلے لگا سکی نہ مبارک باد دے سکی۔

روحان سے سامنا ہونے پر اس نے چھوٹتے ہی پوچھا تو حوریہ نے بمشکل اس کا جواب روحان کو سنا دیا' جسے سن کر وہ اتنا مسرور ہوا کہ حوریہ کے پژمردہ چہرے پر دھیان ہی نہ دے سکا' بلکہ فوراً" صادق آفریدی کو مطلع کرنے چلا گیا' حوریہ کے لیے بھی وہاں ٹھہرنا مشکل ہو گیا تو وہ بھی اپنے کمرے میں بند ہو گئی' کوئی ایک گھنٹے بعد روحان کو اس کا خیال آیا تھا۔

"حوریہ تم یہاں اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئیں' وہاں رومیسہ اکیلی بیٹھی بور ہو رہی ہے۔" روحان نے اس کے کمرے میں آتے ہی خفگی سے کہا تو پہلی بار حوریہ کو روحان پر شدید غصہ آیا' گویا رومیسہ کی بوریت کا خیال کر کے وہ اسے پوچھنے آیا تھا' بے اختیار اسے اپنی بہنیں یاد آنے لگیں' اگر وہ یہاں ہوتیں تو اس طرح بے وقت اس کے لیٹ جانے پر سوال پوچھ پوچھ کر اس کی جان عاجز کر دیتیں۔ غصے کے مارے حوریہ نے اسے جواب ہی نہیں دیا' وہ دو' تین بار اسے پکار کر یہ سمجھا کہ وہ سو گئی' اس لیے کمرے سے باہر چلا گیا اور حوریہ کے آنسوؤں کو بھی باہر آنے کا موقع مل گیا' اسے معلوم تھا اب کوئی اسے پریشان کرنے نہیں آئے گا' وہ آرام سے جب تک چاہتی سوگ منا سکتی تھی' روتے روتے اس کی ہچکیاں رک گئیں' جب دستک کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی جلدی جلدی اس نے چہرہ صاف کیا ہی تھا کہ دستک دینے والے سے برداشت نہ ہوا اور وہ دروازہ کھول کر اندر آ گیا۔

"ابھی تک کمرہ لاک کرنے کی عادت نہیں پڑی تمہیں۔ اب تو یہ تمہارا پرسنل بیڈ روم ہے ہم بہنوں کا مشترکہ کمرہ نہیں۔" وہ جو اٹھ کر باتھ روم کی طرف دوڑی تھی ماریہ باجی کی آواز پر ٹھٹک گئی' بری طرح چونکتے ہوئے وہ دروازے کی طرف پلٹی' ایک بار شکل پہچاننے میں اسے دھوکا ہو سکتا تھا' مگر آواز پہچاننے میں نہیں۔

اس کا دل پہلے ہی بھرا ہوا تھا' انہیں اچانک سامنے دیکھ کر وہ ان سے لپٹ کر بری طرح رو دی۔ اس پل اس نے یہ نہیں سوچا کہ اب وہ وجہ پوچھیں گی تو وہ کیا کہے گی مگر انہوں نے کچھ پوچھنے کی بجائے اس کا سر سہلاتے ہوئے کہا۔

"تم کبھی اپنی فیلنگز ہمارے ساتھ شیئر نہیں کرتیں' کل رات جب میں نے تم سے پوچھا تھا تو کیا تم بتا نہیں سکتی تھیں۔" حوریہ ایک دم ان سے الگ ہو کر انہیں دیکھنے لگی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کیوں حیران ہو رہی ہو' تم اگر بتاؤ گی نہیں تو کیا مجھے پتا نہیں چلے گا۔ شہزاد نے مجھ سے پوچھا ہے' عادل کے متعلق۔ وہ چھٹی کی وجہ سے دیر سے اٹھا تھا' ورنہ اگر وہ مجھے پہلے بتا دیتا تو میں تمہیں آنے ہی نہ دیتی جیسے ہی اس نے ذکر کیا' میں نے کہا مجھے فوراً حوریہ کے گھر لے چلو۔" ماریہ باجی کے انداز میں شدید خفگی تھی جو آہستہ آہستہ تاسف میں بدلنے لگی۔

"ایک بار ذکر نہیں کر سکتی تھیں' بس جو جی میں آتا ہے کر گزرتی ہو۔ ہمیں تو بعد میں خبر ہوتی ہے۔" وہ اچھی طرح جانتی تھی' ماریہ باجی کا اشارہ کس طرف ہے' اسی لیے تیزی سے بولی۔

"نہیں باجی! میں۔۔۔"

"کیا نہیں۔ تم رومیسہ سے بات کر چکی ہو نا' وہاں نیچے صادق انکل نے عادل کی دادی کو رشتے کی منظوری بھی دے دی ہے۔ کاش میں تھوڑی دیر پہلے آجاتی تو۔۔۔" انہوں نے تیزی سے اس کی بات کاٹ دی۔ حوریہ محض ہونٹ کاٹ کر رہ گئی۔

"جو رشتہ انہیں رومیسہ کے لیے منظور ہے' کیا وہ تمہارے لیے منظور نہیں ہو سکتا لیکن تم تو بس یہ ثابت کرنے پر تلی ہوئی ہو کہ تمہیں عادل کے جانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ حالانکہ اب تو تم ٹھیک ہو گئی ہو' اب تو تمہارے اندر کا احساس کمتری ختم ہو جانا چاہیے۔" حوریہ کی پلکیں بھیگتی دیکھ کر ان کا شکوہ بھرا لہجہ ایک بار پھر غصے میں تبدیل ہونے لگا۔

"میرے ٹھیک ہونے نہ ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے۔ شادی اس نے توڑی تھی' میں نے نہیں۔" حوریہ نے کمزور دفاع سا کیا' جس پر ماریہ باجی بری طرح چیخ گئیں۔

"بکواس بند کرو حوریہ! تمہارے علاج پر جانے سے پہلے بھی اس نے تمہیں فون کیا تھا اور کہا تھا کہ اگر ٹھیک نہ بھی ہو سکو تب بھی زندگی سے مایوس مت ہونا۔

اس کی بات کا مطلب تم اچھی طرح سمجھ گئی تھیں' وہ مزید وضاحت بھی کر سکتا تھا مگر تم نے موقع دیے بغیر فون بند کر دیا۔" حوریہ حیرانی سے انہیں دیکھتی رہی۔ عادل نے ایک ایک بات انہیں بتا رکھی تھی تب ہی تو انہیں شکایت ہو رہی تھی کہ وہ کچھ نہیں بتاتی۔

"تم بس یہ چاہتی ہو کہ وہ تمہارے آگے گڑگڑاتا رہے اور۔۔۔"

"ایسی کوئی بات نہیں ہے۔" حوریہ بگڑ گئی۔

"اگر ایسی بات نہیں ہے تو کیا تم پہل نہیں کر سکتی تھیں' واپس آنے کے بعد ایک بار عادل سے نہ سہی مجھ سے تو کہہ سکتی تھیں۔" اس کے اتنی اجنبیت برتنے پر ماریہ باجی کی آواز رندھ گئی تھی' وہ بہت بہادر تھیں۔ مشکل سے مشکل وقت میں بھی وہ کبھی کمزور نہیں پڑی تھیں اور اب ان کی آنکھوں میں نمی دیکھ کر حوریہ ششدر رہ گئی تھی تب ہی دھیمے لہجے میں بولی۔

"آپ سے کیا کہتی باجی! اپنی محبت کا اعتراف تو میں کبھی خود سے بھی نہیں کر سکی' میں تو بہت خوش تھی

کہ مجھے عادل کا احسان نہیں لینا پڑا مگر اب جب اس کی شادی کا سنا تو مجھے احساس ہوا کہ۔۔۔" حوریہ بات ادھوری چھوڑ کر چہرہ ہاتھوں میں چھپا کر رونے لگی۔ ماریہ باجی نے آگے بڑھ کر اسے کندھوں سے پکڑ کر بستر پر بٹھا دیا۔

"تو اس وقت کیوں نہیں بولیں۔ خیر اب ان سب باتوں کا کوئی فائدہ نہیں۔ میں جب اوپر آ رہی تھی تو روحان نے بتایا وہ لوگ ابھی رومیسہ کو لے کر عادل کے گھر جا رہے ہیں۔ عادل کی دادی کوئی رسم کرنا چاہ رہی ہیں اور وہ تو آ نہیں سکتیں۔" حوریہ رونا دھونا بھول کر پتھرائے ہوئے انداز میں ماریہ باجی کو دیکھنے لگی۔

"شادی کی تاریخ وہ کوئی بہت قریب کی ہی رکھیں گے۔ شاید وہ بھی آج ہی طے ہو جائے۔ روحان بھائی کہہ رہے تھے آپ بھی ہمارے ساتھ چلیں۔ میری تو سمجھ میں نہیں آیا' انہیں کیسے ٹالوں۔ ویسے بھی تمہیں تو جانا ہی ہو گا۔"

"میں نہیں جاؤں گی۔" حوریہ بدک کر بولی۔

"بچوں جیسی باتیں مت کرو' تم کیا کہہ کر منع کرو گی اور روحان بھائی ظاہر نہیں کرتے لیکن کیا تمہیں خود احساس نہیں آج کل وہ کتنے اپ سیٹ ہوں گے۔ اصولی طور پر تو اس وقت علیزہ بھابھی اور ان کی فیملی کو بھی آنا چاہیے تھا۔ ایک تو وہ نہیں جا رہیں' اوپر سے تم بھی منع کر دو گی۔" ماریہ باجی کے دکھ سے کہنے پر حوریہ بالکل بے بس ہو گئی اور محض کچھ گھنٹوں بعد وہ عادل کے گھر پہنچ گئے۔ اگر ماریہ باجی نہ آئی ہوتیں تو وہ یہ ہمت کبھی نہ کر پاتی۔ اس پر بری طرح گھبراہٹ سوار تھی۔ حالانکہ ماریہ باجی اسے بار بار یقین دلا رہی تھیں کہ دادی اسے دیکھ کر کچھ نہیں کہیں گی۔ عادل اس سے مل چکا ہے' وہ دادی کو بھی اس کے بارے میں بتا چکا ہو گا اور کیا پتا دادی اسے پہچانیں ہی نہیں۔ صرف ایک بار موی میں ہی تو دیکھا تھا۔

عادل کے عالیشان ڈرائنگ روم میں داخل ہو کر وہ سب سے کونے میں بچھے صوفے میں ایسے دھنس گئی جیسے سب کی نظروں سے چھپ جانا چاہتی ہو۔ خاص طور پر عادل کے آنے پر تو اس نے سر تک اٹھا کر نہیں دیکھا۔ ماریہ باجی کے ساتھ بیٹھے ہونے کی وجہ سے اسے رک کر ان سے بات کرنی پڑی تھی' ورنہ حوریہ کے شاید وہ پاس سے ہی گزر کر چلا جاتا مگر تھوڑی دیر بعد حوریہ کو حیرانی سے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھنا ہی پڑا کیونکہ وہ ماریہ باجی سے بڑی خوش اخلاقی سے بات کر رہا تھا۔ اس کی آواز میں وہی شوخی تھی جو کبھی اس سے بات کرتے وقت ہوتی تھی۔ چہرے پڑھنے میں وہ ابھی اتنی ماہر نہیں تھی مگر اسے مسکراتا دیکھ کر حوریہ کو ایسا ہی لگا تھا جیسے وہ اندر تک مطمئن ہے۔ بے اختیار اس کی نظریں رومیسہ کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ صادق آفریدی سے کچھ کہہ رہی تھی' کافی سادے سے حلیے میں ہونے کے باوجود وہ بہت جاذب نظر اور پرکشش لگ رہی تھی۔ ایسی لڑکی کو پا کر کوئی بھی اپنا دکھ بھول سکتا تھا۔

ماریہ باجی نے اس سے چلنے کے لیے کہا تو وہ خالی الذہنی کے عالم میں ان کے ساتھ چل پڑی۔ ہوش تب آیا جب وہ ایک بڑے سے کمرے کے کنگ سائز بیڈ پر نحیف سے وجود کے پاس پہنچی۔ سائیڈ ٹیبل پر دواؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا ڈھیر اور ایک نرس کی موجودگی یہ ظاہر کر رہی تھی کہ وہ بستر سے اٹھ بھی نہیں سکتیں۔ انہیں دیکھ کر حوریہ کا دل بند ہونے لگا۔ وہ کون تھیں' اسے یہ پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی مگر حیرت کی بات یہ تھی کہ اسے ان کے پاس کیوں لایا گیا تھا۔ اس سے پہلے کہ وہ ماریہ باجی سے کچھ کہتی' وہ بہت دھیمی اور کمزور سی آواز میں کہنے لگیں۔

"آخر میری مراد پوری ہو گئی' کتنا ارمان تھا مجھے تمہیں دیکھنے کا۔ تمہیں بلوایا بھی تھا مگر تم ملک سے باہر جا رہی تھیں اور آنے کے بعد بھی اتنا نہیں ہوا کہ دادی کو سلام ہی کرنے آجاؤ۔" حوریہ ہونق بنی انہیں دیکھتی رہی۔

"دادی! اماں ابا آگئے ہیں' آپ پہلے رسم کرلیں ورنہ تھکن ہو جائے گی۔ شکوے بعد میں کر لیجیے گا۔" ماریہ باجی کے شوخ سے لہجے پر حوریہ حیرانی سے انہیں دیکھنے لگی۔

مگر ابھی وہ پوری طرح حیران بھی نہیں ہو سکی تھی کہ اماں' ابا' عالیہ باجی اور شازیہ کو کمرے میں داخل ہوتا دیکھ کر گنگ رہ گئی۔ اس کی سمجھ میں کافی کچھ آرہا تھا مگر ذہن دل یقین کرنے کے لیے تیار نہیں تھا۔ حتیٰ کہ ڈرائنگ روم میں بیٹھے تمام لوگ کمرے میں جمع ہو گئے۔ دادی کے کمزور ہاتھوں نے اس کی انگلی میں خوبصورت سی انگوٹھی بھی ڈال دی مگر وہ ایسے ہی بے یقینی کا شکار رہی۔ سب نے فردا" فردا" اس کے نزدیک آکر اسے مبارکباد دی تھی' گلے لگایا تھا مگر وہ ایسے ہی شاک میں گھری رہی۔ بہت دیر بعد جب کھانا وغیرہ لگنا شروع ہوا تب کہیں جا کر عادل کو اس سے بات کرنے کا موقع ملا تھا۔

"اور کتنا حیران ہو گی' بھئی پوری ٹیم نے مل کر ڈرامہ کیا تھا' شک کی گنجائش ہی نہیں تھی۔" عادل نے مسکراتے ہوئے کہا پھر اس کی حیرانی کے باعث سپاٹ چہرے کو دیکھ کر اسے حوریہ پر ترس آگیا۔

"یہ سب کچھ روحان بھائی کے کہنے پر ہوا ہے۔" حوریہ نے بری طرح چونک کر اسے دیکھا تو وہ وضاحت دیتے ہوئے بولا۔

"میں نے ان سے مل کر اپنا تعارف کرایا' پوری بات شروع سے بتائی تو پتا چلا وہ کافی کچھ جانتے ہیں۔ میرا کام اور آسان ہو گیا۔ میں نے تمہارا رشتہ مانگا تو انہوں نے کہا کہ ہمارے پوچھنے پر وہ ہاں بھی کر سکتی ہے اور نہ بھی جبکہ ہمیں یہ پتا کرنا ہے کہ وہ چاہتی کیا ہے' اس کا فیصلہ اس دباؤ میں نہیں ہونا چاہیے کہ ہم کہہ رہے ہیں نہ اس شرمندگی میں کہ اس نے تمہیں دکھ دیا ہے۔ اگر انکار بھی وہ کرے تو سوچ سمجھ کر کرے' اس ضد میں نہیں کہ ایک بار تم بارات لاتے لاتے لوٹ گئے تھے مگر تم اتنی ڈھیٹ ہو کہ اپنے دل کی بات اپنی بہنوں تک سے نہیں کہتیں۔ تم سے اگلوانے کے چکر میں دوسروں کے بھی راز فاش ہو گئے۔"

عادل کہتے کہتے ایک دم ہنس پڑا۔ حوریہ شاک سے باہر آنا شروع ہو گئی تھی' وہ ہمیشہ کی طرح اب بھی غیر ارادی طور پر دلچسپی سے اس کی بات سننے لگی۔

"دوسروں کے راز...؟" وہ سوالیہ انداز میں بولی۔

"ہاں' ہم نے شہزاد کو اس پلان میں شامل تھوڑی کیا تھا مگر اس کے اچانک آنے پر اسے بھی بتانا پڑا۔ دیکھا نہیں تھا' وہ میرے ساتھ کیسے بی ہیو کر رہا تھا' جب میں نے روحان بھائی کو اس کے مذاق کے متعلق بتایا تو وہ کہنے لگے۔ وہ تو کبھی مذاق کرتا ہی نہیں' وہ تو بہت سیریس رہتا ہے' تب پتا چلا تمہیں جلاتے جلاتے ہم نے کسی اور کو بھی جلا دیا ہے۔ روحان بھائی کا ارادہ تمہیں مجھ سے ملوانے کا نہیں تھا مگر شہزاد کی ایکسائٹمنٹ دیکھ کر وہ اسی وقت رومیسہ کو بھی فون کرنے چلے گئے۔ اس کے پاس فون ہوتا نہیں تو انہیں ماریہ باجی کو بتانا پڑا۔ وہ اس وقت آفس میں تھیں۔ روحان بھائی کا کہنا تھا شہزاد رومیسہ کو بتانہ دے ہم پہلے ہی رومیسہ کو بتا دیتے ہیں۔ خوامخواہ میں کل کو وہ ہرٹ ہو مگر یہ تو بعد میں پتا چلا کہ وہ اس طرح نہیں' دوسری طرح ہرٹ ہو سکتی تھی۔" عادل کہتا چلا گیا۔

"میری کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" حوریہ الجھ کر بولی۔

"کوئی بات نہیں' اگلے ہفتے ہماری شادی ہے' شادی کے بعد سب سمجھا دوں گا۔" حوریہ جو بڑے غور سے اس کی بات سن رہی تھی' ایک دم جھینپ گئی۔ عادل اور بھی کچھ کہنا چاہتا تھا مگر دور سے رومیسہ اور شازیہ کو آتا دیکھ کر اپنی درگت بننے کے خیال سے بھاگنے کے لیے پر تولتے ہوئے بولا۔

"اگر ایک ہفتے انتظار نہیں کر سکتیں تو رات کو گیارہ بجے فون کر لوں گا' بات ضرور کرنا' روحان بھائی کہہ رہے تھے کل تم سب لاہور جا رہے ہو۔

☆ ☆ ☆

آج عتیقہ کی پہلی برسی تھی۔

آج ان کی موت کو ایک سال ہو گیا تھا' اس گزرے ایک سال میں ان سب کی زندگیوں میں بے پناہ تبدیلیاں آئی تھیں۔ کبھی کبھی تو لگتا جیسے زندگی یکسر بدل گئی ہو۔

پچھلے سال روحان اس شہر میں اکیلا آیا تھا۔ اور اس سال اس کے ساتھ شہزاد تو تھا ہی۔ حوریہ اور صادق آفریدی بھی آئے تھے۔ شہزاد خاندان کے کسی فرد سے ملنا نہیں چاہتا تھا مگر روحان' حوریہ کو لے کر ایک ایک کے پاس گیا تھا' سب ہی حوریہ کو دیکھ کر ششدر رہ گئے تھے۔ اس میں اور عتیقہ میں اتنی مماثلت تھی کہ عتیقہ کی خالہ اسے گلے لگا کر باقاعدہ رو پڑی تھیں۔

عمار ماموں بھی اسے دیکھ کر آزردہ ہو گئے تھے۔ انہوں نے شہزاد سے بھی ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ مگر شہزاد تو کیا ملتا خود حوریہ کا دل بھی وہاں گھبرانے لگا۔ روحان کو بھی وہاں رہنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ وہ تو صرف عتیقہ کی قبر پر فاتحہ پڑھنے آیا تھا اور حوریہ کو اس ارادے سے لایا تھا کہ ساری زندگی اس کی ماں کی تذلیل کرنے والوں کی بند ہوتی زبان پر ایک مہر اور لگا دی جائے' پھر کل کو اس کی شادی ہو جائے گی تو اس کے ساتھ آنا ممکن نہیں رہے گا۔

وہ سب صرف چار دن کے لیے آئے تھے اور ہوٹل میں ٹھہرے تھے اور یہ چار دن کیسے گزر گئے پتا ہی نہیں چلا آج شام کی فلائٹ سے واپس جانے سے پہلے شہزاد اپنی یونیورسٹی کے کام نبٹانے چلا گیا' حوریہ کو

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صادق آفریدی عتیقہ کی زندگی سے وابستہ کچھ خاص جگہیں دکھانے لے گئے تھے۔ وہاں جاکر روحان مزید اداس نہیں ہونا چاہتا تھا۔ اس لیے اس نے جانے سے انکار کردیا اور خود قبرستان آگیا اپنی ماں کی قبر پر آکر اسے بہت سکون ملا تھا۔ ان کے لیے دعائے مغفرت کرکے اس کی روح تک میں ٹھنڈا تر گئی تھی' ان کی قبر کی مٹی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ان کا سر سہلا رہا ہو۔

"میں آپ کی زندگی میں آپ کے پاس کبھی نہیں آیا امی' لیکن مجھے پتا ہے آپ مجھ سے ناراض نہیں ہیں روز محشر آپ مجھ سے کوئی سوال نہیں کریں گی' لیکن میں آپ سے جواب طلب کروں گا۔"

روحان ہاتھ روک کر قبر پر نصب کتبہ کو دیکھنے لگا۔

"میں آپ سے پوچھوں گا آپ اپنے لیے لڑی کیوں نہیں' آپ نے کیوں یہ سوچ لیا کہ لوگ آپ کو ایسے ہی بے گناہ مان لیں گے' آپ کو اپنی بے گناہی ثابت کرنی چاہیے تھی' اپنی صفائی دینی چاہیے تھی' اگر اس وقت آپ نے ایک ٹیسٹ کرالیا ہوتا تو کئی مسائل کھڑے ہونے سے پہلے ہی دم توڑ دیتے' اپنے لیے لڑنے کو لوگ اور خاص طور پر عورتیں اتنا برا کیوں سمجھتی ہیں اپنے لیے آواز اٹھانی پڑتی ہے اور اٹھانی چاہیے کوئی دوسرا کیوں آئے گا آپ کی طرف سے بولنے کے لیے۔

لیکن آپ نے صفائی دینے کو اپنے لیے عیب سمجھ لیا' ایسا نہیں کرنا چاہیے امی۔ جب ایک الزام سے اتنی زندگیاں متاثر ہو رہی ہوں تو اس الزام کو جھٹلانا چاہیے آپ کو اسے انا کا مسئلہ بنانے کی بجائے سمجھ داری سے حل کرنا چاہیے تھا۔ اگر آپ زخم سے ضد باندھ لیں گی تو اس کی مسیحائی کون کرے گا۔" کتبہ پر لکھی عبارت دھندلانے لگی تو روحان رک کر آستین کے کف سے آنکھیں صاف کرنے لگا' تبھی سسکی کی آواز پر وہ چونک کر اپنے ارد گرد دیکھنے لگا۔

اس کے پیچھے کوئی پانچ فٹ کے فاصلے پر کھڑی وہ لڑکی بلاشک وشبہ علیزہ ہی تھی' روحان اسے بے یقینی سے دیکھے گیا' بادامی رنگ کے سوٹ پر بادامی بارڈر والی چادر اوڑھے وہ بہت اداس اور مضمحل لگ رہی تھی' چہرے پر آنسوؤں کی لکیریں اس کی یہاں کافی دیر سے موجودگی کو ظاہر کر رہی تھیں۔

روحان کو متوجہ دیکھ کر وہ جلدی جلدی چہرہ چادر سے پونچھنے لگی' اس سے پہلے کہ روحان کے وجود میں حرکت ہوتی وہ خود چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی اس کے پاس آبیٹھی۔

"عورتوں کو قبرستان نہیں آنا چاہیے۔" روحان نے اس کے زرد ہوتے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے آہستگی سے کہا تو وہ ہولے ہولے سر اثبات میں ہلانے لگی۔

"بس ایک بار آنا چاہتی تھی تھوڑی دیر میں چلی جاؤں گی۔"

"اتنی دور سے یہاں تھوڑی دیر کے لیے آئی ہو۔" روحان کے فوراً" بولنے پر اس کی آنکھیں پھر جھلملانے لگیں۔

"روز ممی کو کو خواب میں دیکھتی ہوں کہ وہ بہت بری حالت میں ہیں' سمجھ میں نہیں آتا ان کے لیے ایسا

کیا کروں کہ وہاں انہیں معافی مل جائے۔" وہ ایک دم پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی روحان کا دل خون ہوگیا اس کی یہ حالت دیکھ کر' کتنی کمزور اور شکست خوردہ لگ رہی تھی وہ۔ روحان بمشکل خود پر ضبط کرتے ہوئے رسانیت سے بولا۔

"ان کے لیے دعائے مغفرت کرو ان کے ایصال ثواب کے لیے عبادت کرو' اس طرح آنسو بہا کر تو تم صرف انہیں تکلیف پہنچا رہی ہو۔"

"جب تک وہ سب انہیں معاف نہ کریں جن کا انہوں نے حق غصب کیا ہے' تب تک ان کی مغفرت کیسے ہو سکتی ہے۔" وہ آنسو پونچھتے ہوئے خالی خالی نظروں سے اسے دیکھنے لگی' روحان اس سے نظریں چرا کر ایک بار پھر کتبہ کو تکنے لگا تو وہ ایسے بولنے لگی جیسے اپنے آپ سے ہم کلام ہو۔

"جب تم نے ان پر کیس کرنے کی بات کی تھی تب مجھے تم پر شدید غصہ آیا تھا' تمہاری وجہ سے ہم لوگوں کو منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے تھے' میں چاہتی تھی ممی کا جرم ساری دنیا سے مخفی ہو جائے۔ لیکن ایسا کیسے ممکن تھا کسی دوسرے کو تماشا بنانے کے بعد ان کی عزت' بلکہ کھوکھلی عزت کا بھرم کیسے سلامت رہتا۔"

"اگر قدرت کے قانون کو اتنی اچھی طرح سمجھتی ہو تو پھر اتنی ناراض کیوں ہو۔" روحان کے منہ سے بے ساختہ شکوہ پھسل گیا۔

"تم سے تو میں آج بھی ناراض ہوں' لیکن شکایت کرنے کی ہمت نہیں ہوتی' کس منہ سے گلہ کروں شہزاد کا تو سامنا کرنے کی بھی ہمت نہیں ہے مجھ میں۔ ممی کی وجہ سے اس نے ساری زندگی طعنے سنتے ہوئے گزار دی اور میں' میں صرف چند ماہ میں گھبرا گئی۔ دل ہی نہیں چاہتا گھر سے نکل کر لوگوں سے ملنے کا۔ کیا جواب دوں گی ان کے سوالوں کا' ان کی تمسخر بھری نظروں کا' جبکہ شہزاد بچپن سے یہی سب جھیلتا آرہا ہے اور حوریہ کی زندگی کے بارے میں سوچ کر ہی میرا دم گھٹنے لگتا ہے۔" علیزہ مضطرب انداز میں بولی۔

"شہزاد کے بارے میں سوچنے کی ضرورت نہیں ہے' وہ ایسا نہیں ہے کہ کسی کے کہنے کی سزا کسی دوسرے کو دے' وہ خود بھگتا ہوا ہے اس کے دل میں تمہارے لیے کوئی میل نہیں ہے' حوریہ کا آپریشن ہو گیا ہے وہ ٹھیک ہو چکی ہے جہاں تک سوال میرا ہے تو مجھ سے جو بھی شکایت ہے کھل کر کہہ دو مجھے اندازہ ہے اپنی جگہ تم بھی غلط نہیں ہو۔" علیزہ چونک کر اسے دیکھنے لگی اس کی آنکھوں میں تحریر سوال روحان نے پڑھ لیا تھا۔ تبھی وضاحت کرتے ہوئے کہنے لگا۔

"میں یہ نہیں کہہ رہا کہ تم صحیح ہو۔ تکلیف تو مجھے بھی بہت ہوئی تھی تمہارے رویے سے' بلکہ ایک شاک پہنچا تھا مجھے تمہارے نظریے کو سن کر۔ سب کچھ جانتے ہوئے بھی تم نے میرا ساتھ دینے سے انکار کردیا' مگر میں وہ غلطی نہیں کرنا چاہتا جو بابا نے کی تھی' جن سے محبت ہو انہیں ایک موقع ضرور دینا چاہیے اگر بابا نے بھی اس وقت ایسا کیا ہوتا تو آج صورت حال یہ نہ ہوتی۔" روحان اس کی پلکوں پر ٹکے آنسوؤں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کو دیکھتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولا' علیزہ سر جھکا کر ہونٹ کاٹنے لگی تو روحان مزید کہنے لگا۔

"میں نے وہ سب کچھ صرف انتقامی جذبے کے تحت نہیں کیا تھا' بلکہ اپنی ماں کی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے تمہاری ماں کو منظر پر لانا سخت ضروری تھا۔ ساری سچائی سامنے لائے بغیر ان کے دامن پر لگا داغ دھل نہیں سکتا تھا۔ میرے اس اقدام سے تمہیں بہت تکلیف پہنچی بہت غصہ آیا کہ میں نے تمہیں دنیا سے نظریں ملانے کے قابل نہیں چھوڑا' لیکن علیزہ آخر ہم دنیا سے آگے بڑھ کر کیوں نہیں سوچتے' جب یہاں عدالت میں پیش ہونا ہم اپنے لیے اتنا باعث شرم سمجھتے ہیں تو وہاں اس عدالت میں جب اللہ رب العزت کے سامنے گناہ پیش کیے جا رہے ہوں تو اس وقت شرمندگی اور تاسف کا کیا عالم ہو گا یہاں تو پھر بھی ممکن ہے کوئی گناہ پوشیدہ رہ جائے' مگر وہاں تو سارا کچا چٹھا کھول کر رکھ دیا جائے گا' یہاں لوگ کیا کہیں گے۔ کی بجائے ہم یہ کیوں نہیں سوچتے کہ وہاں اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔" علیزہ ضبط کرتے کرتے پھر رو پڑی۔ "تم سب لوگ پلیز میری ممی کو معاف کر دو تو شاید اللہ تعالیٰ بھی انہیں بخش دے۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو۔ تمہیں کیا لگتا ہے' کیا مجھے ان کے مرنے کا کوئی دکھ نہیں۔ جب عدالت میں وہ میرے ہی وکیل کے سوالوں کا جواب نہیں دے پا رہی تھیں تو مجھے بھی اتنا ہی گراں گزر رہا تھا جتنا اگر تم وہاں ہوتیں تو تمہیں لگتا اچھا ہی ہوا کہ تم کبھی عدالت نہیں گئیں۔"

"تم نے مجھے بہت غلط سمجھا ہے علیزہ۔ تم تو بغیر کہے میری بات سمجھ جایا کرتی تھیں' اب کیا ہو گیا ہے' ہماری اس انڈر اسٹینڈنگ کو کہ اب کہتے رہتے ہیں مگر ایک دوسرے کی بات سمجھ میں نہیں آتی۔"

"چلو آنسو پونچھو اور جس مقصد کے لیے اتنی دور سے آئی ہو اسے پورا کرو اور فوراً" یہاں سے چلو۔"

روحان کو اندازہ تھا وہ اسے جتنا چپ کرائے گا وہ اتنا ہی روئے گی' اس لیے اس کی طرف سے بے نیاز بنتے ہوئے اس نے آنکھیں بند کرتے ہوئے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے' کچھ دیر تو اسے بدستور علیزہ کی سسکیوں کی آواز آتی رہی' پھر مکمل سکوت چھا گیا۔

اس کے چپ ہو جانے پر ایک پل کے لیے روحان کو اطمینان ہوا' مگر اگلے ہی پل یہ خیال اسے گھبرا کر آنکھیں کھولنے پر مجبور کر گیا کہ کہیں وہ اٹھ کر چلی تو نہیں گئی' اس نے فوراً" گردن موڑ کر علیزہ کی جانب دیکھا تو وہ بھی آنکھیں موندے ہاتھ اٹھائے دعا میں مشغول نظر آئی' اس کے چہرے پر ابھی بھی آنسوؤں کے نشان موجود تھے' مگر جس طرح تسلسل سے اس کے ہونٹ ہل رہے تھے وہ اس کے پوری طرح دعا میں محو ہونے کی بھرپور عکاسی کر رہے تھے۔

روحان اس کی یکسوئی دیکھ کر بے اختیار مسکرا دیا' اسے لگا اس کے سینے پر سے کوئی بھاری سل سرک گئی ہو وہ کچھ دیر تو سکون بھری نظروں سے اسے دیکھتا رہا' پھر آنکھیں بند کرتے ہوئے علیزہ کے ساتھ دعا میں شامل ہو گیا۔

○ ○ ○ ○ ○ ○